جاء الحق پر وہابیوں کے چند اعتراضات کے مدلل و مسکت جواب

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نصرت الحق

فی رد الوہابیۃ وتائید جاء الحق

جلد دوم

عبد مصطفیٰ غلام رضا

مولانا محمد محبت علی قادری

مکتبہ قادریہ سکندریہ

حزب الاحناف
گنج بخش روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ)

نام کتاب	----------	النصرۃ الحق فی ردّ الوہابیہ وتائید جاء الحق (جلد دوم)
موضوع	----------	کتاب جاء الحق پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ
تصنیف	----------	حضرت علامہ مولانا محمد محبت علی قادری مدظلہ
صفحات جلد اول	----------	376
صفحات جلد دوم	----------	640
کمپوزنگ	----------	**ورڈ میکر**
طابع	----------	وسیم پرنٹنگ پریس بند روڈ لاہور
تاریخ اشاعت	----------	رجب ۱۴۳۱ھ/جون 2010ء
تعداد	----------	600
ناشر	----------	مکتبہ قادریہ سکندریہ
ہدیہ جلد اول	----------	250 روپے
ہدیہ جلد دوم	----------	350 روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ سکندریہ

جامعہ الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

دربار مارکیٹ اور داتا گنج بخش روڈ کے تمام مکتبوں پر دستیاب ہے

ترتیب

انتساب ---------- ۱۹

(انتساب) ---------- ۲۰

تقریظ سعید ---------- ۲۱

تقریظ سعید ---------- ۲۲

تقریظ سعید ---------- ۲۳

تقریظ سعید ---------- ۲۵

تقریظ سعید ---------- ۲۶

ابتدائی مقول ---------- ۲۸

سرمایہ محبت — تعارف مصنف ---------- ۲۹

ابتدائیہ ---------- ۳۳

پہلی فریب کاری ---------- ۳۴

دوسری فریب کاری ---------- ۳۵

وتر ---------- ۳۷

وتر واجب ہیں احادیث مبارکہ ---------- ۴۰

وہابی اعتراض ---------- ۴۱

وتر واجب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ---------- ۴۳

وجوب وتر صحیح حدیث سے ثابت ---------- ۴۵

غیر مقلد کی عبارت میں ہیرا پھیری ---------- ۴۸

حدیث حسن احکام میں حجت ہے ---------- ۴۹

اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض ---------- ۵۰

مرسل حدیث کا حکم ---------- ۵۱

غیر مقلد کا چوتھا اعتراض: ---------- ۵۳

احناف کے نزدیک سنت فجر قضا کا حکم ---------- ۵۴

حدیث میں سنت فجر کی تاکید ---------- ۵۵

وتر ہر مسلمان پر واجب ہیں ---------- ۵۶

اس پر غیر مقلد کا اعتراض: ---------- ۵۸

وتر تین رکعات ہیں ---------- ۵۸

پہلا اعتراض ---------- ۵۹

غیر مقلد کا دوسرا اور تیسرا اعتراض ---------- ۶۰

غیر مقلد کا الزام ---------- ۶۲

الزام کا جواب ---------- ۶۲

حضور تین وتر کے آخر میں سلام پھیرتے تھے ---------- ۶۳

حضرت انس تین وتر پڑھتے تھے ---------- ۶۳

وتر تین ہیں ابن مسعود کا ارشاد ---------- ۶۳

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: حضور تین رکعت وتر پڑھتے تھے ---------- ۶۵

غیر مقلد کا چوتھا اعتراض ---------- ۶۶

اعتراض ---------- ۶۷

اعتراض ---------- ۶۸

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض ---------- ۶۹

غیر مقلد کا اس پر پہلا اعتراض ---------- ۷۱

وہابی صاحب کا دوسرا اعتراض ---------- ۷۵

وتر فرض مغرب کی طرح تین رکعت ہیں ---------- ۷۶

وتر کی تیسری رکعت میں دعاء قنوت کا ثبوت ---------- ۷۷

اول ---------- ۷۷

دوم ---------- ۷۷

سوم: ابن مسعود اور رسول اللہ کے اصحاب وتر میں قبل از رکوع ---------- ۷۷

دعاء قنوت پڑھتے تھے ---------- ۷۷

چہارم ---------- ۷۸

نماز میں سات جگہوں کے سوا ہاتھ نہ اٹھاؤ ---------- ۷۸

اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض ---------- ۷۹

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض ---------- ۸۱

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض ---------- ۸۳

تین وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے ---------- ۸۴

رات کے وتر اور مغرب دن کے وتر ---------- ۸۵

اس پر غیر مقلد کا اعتراض ---------- ۸۶

حدیث مرفوع حکمی کا بیان ---------- ۸۷

تین وتر پر احادیث کی صحت کا بیان ---------- ۸۹

رسول اللہ وتروں میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے ---------- ۹۴

حضرت عمر تین وتر پڑھتے تھے ---------- ۹۵

تین رکعت وتر پر عقلی دلائل ---------- ۹۷

تین وتر پر غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جواب ---------- ۹۸

اعتراض نمبر ۱: ---------- ۹۸

غیر مقلد کا مذکورہ عبارت پر پہلا اور دوسرا اعتراض: ---------- ۱۰۱

امام احمد نے تین رکعت وتر کی افضلیت پر اجماع نقل کیا ---------- ۱۰۲

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض ---------- ۱۰۵
تین وتروں پر امام طحاوی کی عقلی دلیل ---------- ۱۱۱
جواب: ---------- ۱۱۵
اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض: ---------- ۱۱۶
نام نہاد دین الحق ص ۴۲۵ ---------- ۱۱۷
غیر مقلد صاحب کا دوسرا اعتراض: ---------- ۱۱۸
وہابی کا احناف پر غلط الزام اور اس کا جواب ---------- ۱۱۸
غیر مقلد کا تیسرا اعتراض: ---------- ۱۱۸
وہابی کی مفتی صاحب پر الزام تراشی کا جواب ---------- ۱۱۹
وتر کی معنوی تحقیق ---------- ۱۱۹
وتر اللہ کی صفت ہے ---------- ۱۲۱
وہابی کفر کی زد سے نہیں بچ سکتا ---------- ۱۲۱
اللہ وتر ہے وتر کو پسند فرماتا ہے ---------- ۱۲۳
غیر مقلد کا اس پر پہلا اور دوسرا اعتراض: ---------- ۱۲۷
اجتہاد کی فضیلت ---------- ۱۲۸
غیر مقلد کا تیسرا اعتراض: ---------- ۱۲۹
انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کا انکار وہابی کی جہالت ہے ---------- ۱۲۹
انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کا ثبوت ---------- ۱۳۰
اللہ نے قاضیوں سے تین عہد لئے ---------- ۱۳۳
وہابی نے امام زہری کے قول کو احناف کے ذمہ لگا دیا ---------- ۱۳۸
قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ---------- ۱۴۰
حضرت ابن مسعود رکوع سے قبل ہاتھ اٹھاتے اور قنوت پڑھتے تھے ---------- ۱۴۰

دعا قنوت رمضان و غیر رمضان میں رکوع سے قبل واجب ہے ---------- ۱۴۱
(پہلی فصل) ---------- ۱۴۲
نماز فجر میں قنوت کے نسخ کا ثبوت ---------- ۱۴۳
اس بات کا بڑے وہابیوں نے اقرار کیا نام نہاد دین الحق کا مصنف اس کا انکار
کرتا ہے ---------- ۱۴۶
غیر مقلدوں کا قنوت نازلہ کے بارے ضعیف حدیث پر عمل ---------- ۱۴۹
غیر مقلد کا تیسرا اعتراض: ---------- ۱۵۰
وہابی صاحب کا اس پر پہلا اعتراض: ---------- ۱۵۱
وکیع کو حافظہ نہیں رکھتا ---------- ۱۵۲
جب راوی کا عمل مروی عنہ کے موافق ہو تو اسے تقویت دیتا ہے ---------- ۱۵۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے قنوت نازلہ نہ پڑھنے کا ثبوت ---------- ۱۵۵
امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قنوت نازلہ کے ---------- ۱۵۶
عدم جواز پر دلائل ---------- ۱۵۷
اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۲ تا ۷: ---------- ۱۵۸
رسول اللہ نے صرف ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی ---------- ۱۵۹
وہابی توحید کی ایک جھلک ---------- ۱۷۳
وہابیوں کے نزدیک اللہ اپنی مثل پیدا کر سکتا ہے ---------- ۱۷۳
قنوت نازلہ کے عدم جواز پر عقلی دلائل ---------- ۱۷۴
غیر مقلدوں کی طرف سے قنوت نازلہ کے متعلق اعتراضات اور ان کے جواب -- ۱۷۶
وہابی کا جواب سے فرار ---------- ۱۸۰
حضور وتروں کی آخری رکعت میں رکوع سے قبل ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے ---------- ۱۸۱
ہمارا اعلان: ---------- ۱۸۳

پہلی فصل ---------- ۱۸۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں بایاں پاؤں زمین پر بچھاتے تھے ---------- ۱۸۸

تشہد میں بایاں پاؤں زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھنا سنت ہے ---------- ۱۸۸

وہابی کو یہ علم بھی نہیں کہ عقیدہ کا اطلاق کس پر ہوتا ہے ---------- ۱۹۱

مرد و عورت کے تشہد کا فرق ---------- ۱۹۲

عورت کے تشہد کے فرق میں حضرت ابن عباس کا ارشاد ---------- ۱۹۲

تشہد مسنون یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بایاں زمین پر بچھائے

ابن عمر کا ارشاد ---------- ۲۰۰

حدیث سے مراد میں وہابی کی ناکام کوشش ---------- ۲۰۲

جب قول و فعل میں تعارض ہو عمل قول پر ہوگا ---------- ۲۰۲

مفتی صاحب کی بد دیانتی نہیں بلکہ وہابی کی بے عقلی ہے ---------- ۲۰۵

حضور ﷺ کا طریقہ نماز ---------- ۲۰۶

غیر مقلد کی فریب کاری ---------- ۲۰۹

جو راوی وہابی مذہب کے خلاف روایت کردے وہ زیر عتاب آجاتا ہے ---------- ۲۱۲

تشہد سے متعلق احناف کے موقف پر احادیث کی صحت ---------- ۲۱۹

مرد و زن کے تشہد پر غیر مقلد کا مطالبہ ہم پورا کر دیتے ہیں ---------- ۲۲۳

تشہد سے متعلق غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جواب ---------- ۲۲۶

وہابی جھوٹے راوی کی روایت کو دلیل مانتے ہیں ---------- ۲۲۸

غیر مقلد کا اس پر پہلا و دوسرا اعتراض: ---------- ۲۲۹

وہابی مجہول راوی کی روایت کو دلیل بناتے ہیں ---------- ۲۳۱

غیر مقلدوں کا منقطع حدیث پر عمل: ---------- ۲۳۱

وہابیوں کا تورک کے مسئلہ میں ضعیف روایت پر عمل: ---------- ۲۳۲

غیر مقلد صاحب کا تیسرا اعتراض: ---------- ۲۳۳

علامہ ابن الترکمانی نے امام بیہقی کا تعاقب کیا ---------- ۲۳۵

صاحب غیر مقلد جس روایت کو تورک پر دلیل بناتے ہیں وہ ان کے خلاف ہے ---------- ۲۴۱

کسی روایت کا ضعیف ہونا احناف کو مضر نہیں ---------- ۲۴۳

امام مجتہد کا کسی روایت کو قبول کرنا صحت کی دلیل ہے ---------- ۲۴۳

اہل علم کے عمل سے حدیث کو تقویت ملتی ہے ---------- ۲۴۴

متعدد سندوں کے ملنے سے روایت کو تقویت: ---------- ۲۴۶

پہلی فصل بیس رکعت تراویح کا ثبوت: ---------- ۲۴۷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح پڑھتے تھے ---------- ۲۴۸

ایک ضعیف راوی کی روایت وہابیوں کے لئے دلیل مفتی صاحب کے لئے جرم: ---------- ۲۵۰

تلقی بالقبول سے حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے: ---------- ۲۵۱

حدیث کی تائید سے ضعیف کا ضعف دور ہو جاتا ہے وہابیوں کا اقرار ---------- ۲۵۱

بیس تراویح کی حدیث اور حدیث عائشہ صدیقہ میں کوئی تعارض نہیں ---------- ۲۵۵

غیر مقلد کی خیانت: ---------- ۲۵۹

بیس تراویح کا صحیح حدیث سے ثبوت: ---------- ۲۶۰

حضرت عائشہ کی روایت تہجد کے بارے ہے نہ کہ تراویح کے بارے ---------- ۲۶۰

خلافت فاروقی میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں ---------- ۲۶۱

غیر مقلد نے خلاف مذہب عبارت کو خیانۃً چھوڑ دیا ---------- ۲۶۳

مرسل حدیث کا حکم ---------- ۲۶۴

بیس تراویح کا راوی بالاتفاق ثقہ ہے: ---------- ۲۶۵

بیس تراویح پر روایت کی سند صحیح ہے: ---------- ۲۶۸

بیس تراویح کی روایت کی صحت پر علامہ نووی کی گواہی: ---------- ۲۶۸

بیس تراویح کی صحت پر علامہ عراقی کی گواہی: ---------- ۲۶۵
وہابی کی خیانت جھوٹ: ---------- ۲۷۰
غیر مقلد نے ثقہ راوی کو بھولا کہہ دیا: ---------- ۲۷۱
وہابی صاحبان تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں: ---------- ۲۷۲
حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں بیس تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم دیا---------- ۲۷۳
بیس تراویح پر تمام صحابی کا اجماع ہے: ---------- ۲۷۴
غیر مقلد جھوٹ سے ذرا نہیں شرماتا: ---------- ۲۷۸
بیس تراویح کی صحت پر غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی: ---------- ۲۷۸
حضرت علی نے اپنی خلافت میں بیس تراویح کا حکم دیا: ---------- ۲۸۰
جس حدیث کو امت قبول کرلے وہ درجہ تواتر کو پہنچ جاتی ہے ---------- ۲۸۶
خلفائے راشدین کے دور میں بالاتفاق صحابہ بیس تراویح باجماعت پڑھی جاتی تھیں ۲۹۱
غیر مقلد کی نقل عبارات میں خیانت: ---------- ۲۹۲
شرفا غرباء لوگوں کا عمل بیس تراویح پر ہے: ---------- ۲۹۴
بعض اکابر غیر مقلدوں کا نظریہ ہے کہ تعداد تراویح معین نہیں ---------- ۲۹۷
پرانے وہابیوں کا نظریہ اور نئے وہابی کا اور ---------- ۲۹۷
بیس تراویح پر عقلی دلائل ---------- ۲۹۷
بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے ---------- ۲۹۹
بیس تراویح پر اجماع پر دلائل ---------- ۳۰۸
مجدد الوہابیہ نواب صدیق حسن بیس تراویح پر اجماع مانتے ہیں: ---------- ۳۰۳
اجماع کی قسمیں: ---------- ۳۰۳
حضرت عائشہ کی روایت آٹھ تراویح کے تعین میں غیر مقلدوں کے بھی خلاف ہے: ۳۰۹
امام محقق نے آٹھ اور بیس تراویح میں فیصلہ کر دیا: ---------- ۳۲۲

وہابی نے اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا: ---------- ۳۲۵
وہابی مذہب کا حال کسی حدیث پر عمل کسی سے انکار: ---------- ۳۲۷
وہابی کا ایک اعتراض سے جان چھڑوانے پر حیلہ: ---------- ۳۲۹
آٹھ تراویح کسی امام کا مذہب نہیں: ---------- ۳۳۴
حدیث عائشہ تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے متعلق نہیں: ---------- ۳۳۵
اس پر دلائل کہ تہجد و تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں: ---------- ۳۳۶
غیر مقلدوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے ۳۴۱
وہابیوں کو مفتی صاحب کا چیلنج: ---------- ۳۴۳
سواد اعظم کی اتباع کرو (الحدیث): ---------- ۳۴۳
غیر مقلد صحاح ستہ سے کوئی ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں ثابت ہو کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ تراویح پڑھتے تھے: ---------- ۳۴۴
وہابی کی عاجزی کہ ہمارا آٹھ تراویح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کرنے کا تھا
مگر یہ حضرت عمر سے ثابت کرتا ہے ---------- ۳۴۴
عمر فاروق کے دور میں بیس تراویح کے ثبوت کی روایت کی صحت: ---------- ۳۴۷
ایک غیر مقلد کا دور خلفاء راشدین میں بیس تراویح پڑھنے کی صحت کا اقرار: ---------- ۳۴۸
سواد اعظم کی مراد میں غیر مقلد کے حیلے: ---------- ۳۴۹
حدیث سواد اعظم پر غیر مقلد کے اعتراضوں کے جواب: ---------- ۳۵۲
سواد اعظم سے مراد مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے: ---------- ۳۵۳
امام ابوداؤد محدثوں کا حال: ---------- ۳۵۹
ختم قرآن کے وقت یا مخصوص راتوں میں مسجدوں میں روشنی کے جواز پر دلائل: ---------- ۳۶۰
روشنی مسجد کا ثبوت ---------- ۳۶۰
مسجد میں روشنی کا ثواب: ---------- ۳۶۴

ختم قرآن کے وقت یا مخصوص راتوں میں مساجد میں روشنی پر وہابیوں کے اعتراض
اور ان کے جواب: ---------- ۳۶۴
دوسری فصل: اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات ---------- ۳۶۸
مساجد میں روشنی کے جواز پر تائید کے دلائل ---------- ۳۶۸
مساجد کی آبادی کے اسباب ---------- ۳۶۹
شبینہ پڑھنا ثواب ہے: ---------- ۳۶۹
غیر مقلد کا جواب سے فرار: ---------- ۳۶۹
شبینہ کے جواز و استحباب پر دلائل: ---------- ۳۷۰
حضرت تمیم داری ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے: ---------- ۳۷۲
ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا: ---------- ۳۷۳
حضرت عثمان نے قیام میں پورا قرآن پڑھا: ---------- ۳۷۲
حضرت اسود رمضان کی ہر رات میں قرآن ختم کرتے تھے: ---------- ۳۷۳
شبینہ عبادت ہے اس پر عقلی دلائل: ---------- ۳۷۳
دوسری فصل ---------- ۳۷۳
شبینہ پر اعتراض و جوابات ---------- ۳۷۴
اعتراض نمبر۲: ---------- ۳۷۵
اب جاء الحق سے تیرھواں باب: ---------- ۳۷۵
بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا ---------- ۳۸۲
بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر احناف کے دلائل: ---------- ۳۸۳
بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے میں ابن عباس کا عمل: ---------- ۳۸۶
وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت: ---------- ۳۸۸
سنت فجر پڑھنے میں ہمارا موقف: ---------- ۳۸۹
حضرت ابن عباس نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھیں: ---------- ۳۹۱

غیر مقلد کا تحقیقی اعتراض ---------- ۳۹۴
غیر مقلد کی ہیرا پھیری ---------- ۳۹۵
غیر مقلد راوی کی روایت عند المحدثین مقبول ہے: ---------- ۴۰۰
محدثین کا مسلمہ اصول: ---------- ۴۰۱
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کا ثبوت: ---------- ۴۰۶
وہابی نے جس راوی کو ضعیف کہا محدثین اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں: ---------- ۴۰۹
جواب نمبر۲: ---------- ۴۱۴
جواب نمبر۳: ---------- ۴۱۸
صحابہ سنت فجر بوقت جماعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے تھے: ---------- ۴۱۸
اس پر غیر مقلد کا اعتراض: ---------- ۴۱۹
وہابی کی اسماء الرجال سے جہالت: ---------- ۴۲۰
وہابی کا فضول واویلا: ---------- ۴۲۲
طحاوی کی سند: ---------- ۴۲۳
ابن ابی شیبہ کی سند: ---------- ۴۲۴
اس پر غیر مقلد کا اعتراض: ---------- ۴۲۴
غیر مقلد نے خلاف مذہب عبارت کو چھوڑ دیا: ---------- ۴۲۵
اس پر غیر مقلد کا اعتراض: ---------- ۴۲۷
غیر مقلد کے بیجا اعتراضوں کے جواب: ---------- ۴۲۸
اپنا مذہب بچانے کے لئے غیر مقلد کے حیلے: ---------- ۴۲۹
اس پر غیر مقلد کا اعتراض: ---------- ۴۳۰
سعید بن ابی عروبہ کا متابع موجود ہے: ---------- ۴۳۲
غیر مقلد نے راوی کا نام اپنے پاس گھڑ دیا: ---------- ۴۳۳
غیر مقلد پہلے اپنے گھر کی خبر لے: ---------- ۴۳۶

سنت فجر کے بارے حضرت موسیٰ اشعری کا عمل: ---------- ۴۳۷

اس پر غیر مقلد کا اعتراض: ---------- ۴۳۸

خلاصہ کلام: ---------- ۴۳۸

اہل اصول محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق ---------- ۴۴۳

مرفوع حکمی اور موقوف: ---------- ۴۴۴

ارشادات صحابہ کا مقام محدثین کی نظر میں ---------- ۴۴۵

غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جواب: ---------- ۴۴۷

غیر مقلد کے دعویٰ کا رد: ---------- ۴۴۹

قیاس دوسروں کے لئے حرام وہابیوں کے لئے جائز: ---------- ۴۵۳

غیر مقلدوں کے قول وفعل میں شرمناک تضاد: ---------- ۴۵۶

غیر مقلد کا ادھار ہم چکا دیتے ہیں! ---------- ۴۶۱

وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل کی خیانت: ---------- ۴۶۱

شوکانی کی گواہی شیخ الکل صاحب کے خلاف: ---------- ۴۶۴

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر تابعین ومحدثین کا عمل ---------- ۴۶۶

غیر مقلد کا من گھڑت ترجمہ ---------- ۴۷۱

غیر مقلد کا اندھا پن ---------- ۴۷۲

سنت کی دو حیثیتیں ---------- ۴۷۳

سنت فجر کی تاکید ---------- ۴۷۵

وہابی کا دعویٰ اور دلیل اور ---------- ۴۸۳

فوت نمازوں میں ترتیب لازم ہے: ---------- ۴۸۳

غیر مقلد کی بدحواسی: ---------- ۴۸۸

غیر مقلد کا بیکار بہانہ: ---------- ۴۹۰

حدیث مرسل میں فقہاء کے موقف: ---------- ۴۹۰

…س روایت کا مقام فقہاء ومحدثین کے نزدیک: ---------- ۴۹۱

…وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت: ---------- ۴۹۲

…بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنے کے متعلق امام طحاوی کا موقف: ---------- ۴۹۶

…فاروقی میں صحابی آخر مسجد میں سنت فجر پڑھ کر جماعت سے ملتے: ---------- ۴۹۸

…جماعت سنت فجر پڑھنے پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل: ---------- ۴۹۹

…غیر مقلد کا جھوٹ بے نقاب ---------- ۵۰۰

…جماعت سنت فجر کی ادائیگی میں ائمہ ومحدثین کا مذہب: ---------- ۵۰۱

…ل صاحب کی اصولی بات ---------- ۵۰۲

…ل روایت وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی: ---------- ۵۰۳

…مقلدوں کی دلیل مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف بھی ہے ---------- ۵۰۵

…ل دعویٰ احادیث صحیحہ کے خلاف: ---------- ۵۰۵

…باب اس مسئلہ پر کہ نمازیں جمع کرنا منع ہے شروع ہوتا ہے ---------- ۵۱۰

…زیں جمع کرنا منع ہے: ---------- ۵۱۰

قرآن سے دلیل: ---------- ۵۱۰

…مقلد کا اس پر پہلا اعتراض ---------- ۵۱۱

…ع بین الصلوٰتین کے عدم جواز پر غیر مقلد کے اعتراضوں کے جواب: ---------- ۵۱۲

…ع بین الصلوٰتین کے عدم جواز پر تفاسیر سے حوالے: ---------- ۵۱۲

…ج کے دن عرفات ومزدلفہ میں نمازیں جمع کی جاتی ہیں: ---------- ۵۱۳

…وہابی کے الزام کا جواب: ---------- ۵۱۷

…از میں سستی کرنے والوں پر وعید: ---------- ۵۲۰

…ر میں قصر نماز اللہ کا عطیہ ہے: ---------- ۵۲۲

…شان نزول خاص سے حکم خاص نہیں ہوتا: ---------- ۵۲۵

…ل صاحب نے تفسیر بالرائے نہیں کی: ---------- ۵۲۸

فتاویٰ رضویہ پر غیر مقلد کے ایک اعتراض کا جواب: ---- ۵۲۶

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: ---- ۵۳۰

حدیث میں دو نمازیں جمع کرنے سے مراد جمع صوری ہے وہابیوں کے گھر کی گواہی: ۵۳۱

مسافت سفر میں غیر مقلدوں کا اختلاف: ---- ۵۳۳

غیر مقلد گھر میں ہی نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں: ---- ۵۳۶

وہابی فٹ بال کھیلنے کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں: ---- ۵۳۶

صرف حج کے دن عرفات و مزدلفہ میں نمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے: ---- ۵۳۷

بلا عذر نمازیں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے: ---- ۵۳۹

حضرت عمر نے دو نمازیں جمع کرنے سے منع فرمایا: ---- ۵۳۹

تین کبیرہ گناہ: ---- ۵۵۰

اس پر غیر مقلد کا پہلا و دوسرا اعتراض: ---- ۵۵۱

نماز مقررہ وقت میں فرض ہے: ---- ۵۵۲

وہابیوں کے خلاف احادیث سے دلائل: ---- ۵۵۳

نماز وتر رب کا انعام ہے: ---- ۵۵۶

فرض و واجب میں فرق: ---- ۵۵۶

تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو ارشاد نبوی: ---- ۵۵۷

امام ترمذی کی طرف خود ساختہ عبارت منسوب: ---- ۵۵۹

اوقات نماز کا بیان: ---- ۵۶۱

احناف کا عمل احادیث کے مطابق ہے: ---- ۵۶۳

فجر روشنی میں پڑھنا بڑا اجر ہے: ---- ۵۶۳

وہابی کو کھلا چیلنج ---- ۵۶۸

وہابی کا مفتی صاحب کے عقلی دلائل کے جواب سے فرار: ---- ۵۷۰

جمع نمازوں کے عدم جواز پر وہابیوں کے اعتراضوں کے جواب: ---- ۵۷۰

اس مسئلہ پر پہلے اعتراض کا جواب: ---- ۵۷۱

وہابی کی غلط بیانی اور حقیقت: ---- ۵۷۳

جمع صوری کی صراحت: ---- ۵۸۱

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: ---- ۵۸۹

امام وکیع کی روایت میں تقابل رجال ---- ۵۹۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے عمل سے جمع صوری کا ثبوت: ---- ۶۰۲

احادیث میں موافقت: ---- ۶۰۳

تطبیق اول: ---- ۶۰۳

غیر مقلد کا اندھا اعتراض: ---- ۶۰۳

وہابی کی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق زبان درازی کا جواب: - ۶۰۶

وہابیوں کا اعتراض اور مفتی صاحب کے جواب: ---- ۶۰۷

مفتی صاحب کے ایک حدیث کے ترجمہ پر اعتراض کے جواب: ---- ۶۱۰

ایک مسئلہ میں ایک صورت میں داخل ہے اور ایک میں خارج: ---- ۶۱۱

غیر مقلد کے خود ساختہ کلیہ کا رد: ---- ۶۱۳

مثال اول: ---- ۶۱۳

مثال دوم: ---- ۶۱۳

اعتراض نمبر ۳: ---- ۶۱۵

الجواب: ---- ۶۱۵

اعتراض نمبر ۴: ---- ۶۱۵

الجواب: ---- ۶۱۶

موافق احناف کی ترجیح پر دلائل: ---- ۶۱۷

دلیل نمبر۱: ---------- ۶۱۷
دلیل نمبر۲: ---------- ۶۱۸
دلیل نمبر۳: ---------- ۶۱۸
دلیل نمبر۴: ---------- ۶۱۹
معذور کی نماز کا حکم: ---------- ۶۱۹
دلیل نمبر۵: ---------- ۶۲۰
نص قطعی کا ابطال خبر واحد سے جائز نہیں: ---------- ۶۲۰
جب دلیل میں احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے: ---------- ۶۲۰
دلیل نمبر۶: ---------- ۶۲۰
احتمال کی مثالیں: ---------- ۶۲۰
دو نمازیں ایک وقت میں نہ کرو حضرت عمر کا فرمان: ---------- ۶۲۳
جمع حقیقی کے قائلین کے موقف کا ضعف: ---------- ۶۲۴
جمع بین الصلوٰتین کے جواز کے قائلین کا اختلاف: ---------- ۶۲۴
جمع بین الصلوٰتین میں اختلاف اور اس کے عدم جواز پر ایک محققانہ تبصرہ: ---------- ۶۲۷
مذہب احناف قرآن و احادیث کے مطابق ہے: ---------- ۶۳۰
خاتمہ کتاب ہذا: ---------- ۶۳۲

انتساب

سند المحدثین حجۃ الفقہاء شیخ المشائخ نمونۂ سلف فخر الخلف وارث الانبیاء فی العلم علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام استاذ الاساتذہ نائب قاسم البرکات مفتی اعظم پاکستان ابو البرکات سیّد احمد شاہ قادری اشرفی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا ابو العلاء

محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کے علمی و روحانی نے ذرہ نوازی کی کہ بندہ ناچیز

تحریر و تدریس کے قابل ہوا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی قبر انور پر کروڑ بار رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے علمی و روحانی فیوض کو مزید فرمائے آمین!

یارب العالمین بجاہ رسولک الکریم ۝

فقیر محمد محبت علی قادری

16 ذوالحجہ المبارکہ 1430

تصانیف

طائفہ غیر مقلدہ وہابیہ نجدیہ کے رسالہ نام نہاد محجۃ الدعوہ کے رد و ابطال میں تین کتابیں لکھیں۔ الکوکبۃ الشہابیہ فی ردّ محجۃ الدعوۃ للوہابیہ المرتدین فی مسئلۃ القرأۃ خلف الامام وترک رفع الیدین ..... الدلائل القاطعہ فی رد محجۃ الدعوہ للوہابیہ اردو ضخیم جلدوں پر مشتمل نصرت الحق فی رد وہابیہ وتائید جاء الحق غیر مقلد وہابیوں کی نئی ساختہ دس سوالہ کتاب نام نہاد ریب الحق فی تنقید جاء الحق کے رد میں لکھی اس کا رد ابھی (2009ء) جاری ہے۔ فضائل ذکر میں ترغیب الاذکار (المعروف فضائل ذکر) امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ترجمہ (دقائق الاخبار اردو ترجمہ قرۃ الابصار) الشیخ عثمان بن عمر الکعبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ترجمہ (حکایات الصالحین اردو ترجمہ تنبیہ الساکین۔ جماعت کے بعد ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے)

مکتبہ اعلیٰ حضرت کے اصرار پر فتاویٰ افریقیہ کا ترجمہ کیا جس کا نصف مسودہ ان سے گم ہو گیا۔ اس نصف کا دوبارہ ترجمہ جاری ہے۔ (2009)

تقریظ سعید

نائب محدث اعظم پاکستان محسن و مخلص اہلسنت حضرت علامہ حاج ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم القدسیہ خطیب زینت المساجد گوجرانوالہ۔

محب گرامی قدر مولانا علامہ محبت علی قادری کی تالیف "نصرۃ الحق فی رد الوہابیہ وتائید جاء الحق" کو سرسری نظر سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ الحمد للہ شہرہ آفاق کتاب "جاء الحق" کی طرح اس میں بھی [illegible] غیر مقلدین کے اعتراض و شبہات کا محققانہ رد فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ بطفیل حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "نصرۃ الحق" کو بھی "جاء الحق" کی طرح مقبول بنائے۔ مولانا محبت علی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے اور ان کی عمر و صحت اور عمل میں برکت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ابوداؤد محمد صادق
امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان گوجرانوالہ
15 رمضان المبارک 1426ھ

[illegible] مصنف [illegible] تقریظ لکھا ہے 9 ستمبر بمطابق 17 رمضان 1430ھ کو زینت المساجد گوجرانوالہ پہنچا جہاں پر حضرت خطیب اور آپ کا آستانہ [illegible] وقت [illegible] کے لئے [illegible] جاری تھیں فقیر سے بھی [illegible] مولانا حفیظ [illegible] سے ملاقات ہوئی تو انہوں [illegible] حضور نائب محدث [illegible] سے تشریف لائے ہیں مسجد میں تشریف لانے والے ہیں کہ آپ [illegible] محمد صادق سے رابطہ [illegible] صاحب مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے بعد از [illegible] آپ خوش و خرم خلق سے ملے تو میں نے حاضری کی عرض بیان کی تو آپ نے [illegible] حضور نائب محدث اعظم دامت برکاتہم کی بیٹھک کے پاس لے گئے میں نے [illegible] بڑی عرض کی حضور یہ نصرت الحق حصہ دوم جو کہ شائع ہو چکا ہے آپ سے [illegible] بہت مسرور ہوئے اور فقیر حقیر کو دعاؤں سے [illegible] تو فرمایا کہ ہمیں آپ کی [illegible] ہے لہٰذا نصرت الحق حصہ اول پر تقریظ کو اب پھر بھی لکھ دو۔

تقریظ سعید

جگر گوشہ مناظر اعظم رحمۃ اللہ علیہ مناظر العصر فخر اہلسنت

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالتواب صدیقی خطیب اعظم اچھرہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

حضرت مولانا محبت علی قادری دامت برکاتہم کی تحریر کردہ کتاب نصرت الحق کا سرسری مطالعہ کیا حضرت مولانا نے بڑی کاوش و محنت سے وہابیوں کی جاء الحق پر تنقید کا مدلل جواب تحریر فرمایا ہے۔

عقلی و نقلی جوابات کا ماخذ قرآن کریم اور حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان جوابات سے حضرت مولانا مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بھی عالم برزخ میں مسرور ہوئے ہوں گے اور مولانا محبت علی قادری کو دعائیں دیتے ہوں گے اور وہ لوگ جنہوں نے جاء الحق کتاب کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا ان کا غرور خاک میں مل گیا ہوگا

اگر تو ان کے دل میں ذرا سا خلوص بھی ہو تو وہ آئندہ ایسی حرکت کرنے سے گریز کریں گے ورنہ قرآن کریم کے مطابق فی قلوبھم مرض کے وہ اس فرمان باری تعالیٰ کے مصداق ہوں گے تو سوائے حسد کی آگ میں جل جانے کے اور کچھ نہ کر سکیں گے۔ اہلسنت و جماعت کے ساتھ تعلق رکھنے والے حضرات کو چاہیے کہ علماء اہلسنت کی لکھی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہا کریں تاکہ ایمان کو مکروفریب سے بچا سکیں۔

آخر میں میری اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کتاب ہذا کو اجر عظیم سے نوازے اور عوام اہلسنت کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد عبدالتواب صدیقی

سجادہ نشین مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ

... دربار مارکیٹ لاہور

03-12-2009

تقریظ سعید

مخدوم و مناظر اسلام نازش اہلسنت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

مہتمم دارالعلوم جامعہ جلالیہ مظہر الاسلام داروغہ والا (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی ایک نہایت مقدس فریضہ ہے جسے سعادت مند حضرات ادا کرتے ہیں ہر دور میں بے شمار تحریکیں بدعقیدگی کی اندھیریوں اور فکری گمراہیوں سمیت موجود رہیں مگر اس دور میں صورت حال کچھ زیادہ ہی گھمبیر ہو گئی ہے ... بے حیائی کا سیلاب اور بدعقیدگی کا طوفان فرزندان اسلام کو بہت پریشان کر رہا ہے ان میں ایک بڑا حصہ غیر مقلد سوچ کا ہے جس کی بنیاد پر بہت سے فتنے جنم لے رہے ہیں یہ لوگ ہر وقت سلف کی عداوت کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں۔ ان کی بدنصیبی کا عالم یہ ہے کہ چند احادیث کا ترجمہ پڑھ کر حضرت امام الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کرنے کی بدنصیبی میں مبتلا ہو جاتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی سوچ کے بارے میں لکھا تھا۔

[illegible]

[illegible]

ان لوگوں کی مثال اس کیڑے جیسی ہے جو پتھر میں پوشیدہ رہتا ہے ... زمین و آسمان بس یہی پتھر ہے ایک ایسے ہی ... نے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جاء الحق کے بارے میں ... الحمد للہ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا محبت علی قادری صاحب کو جزا دے جنہوں نے جاء الحق کے بارے میں اپنے سیال

قلم سے موضوعات تیار کی اور سازشی عناصر کی سازشوں کے پردے چاک کر دیے۔

اس سے قبل بھی مولانا کی کامیاب کاوش سے اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

میں نے ان کے اس مجموعہ کے چند مقامات ملاحظہ کیے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

مہتمم جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر اسلام داروغہ والا لاہور

تقریظ سعید

استاذ العلماء مناظر اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ پروفیسر مفتی محمد انور چشتی
مہتمم دارالعلوم حنفیہ رضویہ کوٹ رادھا کشن

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت فرمانے کے لئے رجال پیدا فرمائے تاکہ بارش کی طرح ہونے والے فتنوں سے نبرد آزما ہو جائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ اقدس سے لے کر بے شمار ایسے گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کی اصل بنیادوں کو ہلانے کے لئے پوری کوششیں کیں لیکن ان کی سرکوبی کیلئے ایسے ایسے مردان خدا میدان میں آئے کہ انہوں نے ان فتنوں اور ان باطل قوتوں کو کچل کر رکھ دیا۔

انہی پاک طینت اور اہل حق مردان خدا میں حضرت علامہ قبلہ مفتی محبت علی قادری کی شخصیت ہے جو بیک وقت ایک عظیم عالم محدث ایک عظیم مفسر ایک اعلیٰ پایہ کے علم جرح و تعدیل کے امام وقت ہیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہابی نجدی حضرات کے علماء نے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی کتاب جاء الحق جس نے وہابیوں کے اوپر صف ماتم بچھا رکھی تھی کے جواب سے عاجز ہو گئے تھے تو انہوں نے اس کا جواب تیار کیا تاکہ اپنی وہابی عوام کو مطمئن کیا جا سکے اس کام کے لئے انہوں نے وہابی مولوی ڈاکٹر رشد کو منتخب کیا جس نے جھوٹ پر جھوٹ بول کر صفحے سیاہ کیے اور اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا لیکن قبلہ مفتی محبت علی قادری نے اس کی کتاب کا جواب لکھ کر اس کے تمام اکاذیبات (جھوٹوں) کو طشت از بام کر کے اہلسنت وجماعت کے لئے ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے جو کہ علمی میدان میں ناقابل فراموش ہے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کتاب کو مقبول عام فرمائے اور ان کی اس عظیم دینی و علمی خدمت کو قبول فرما کر اس کو ذخیرہ آخرت فرمائے۔

تقریظ سعید

محقق اور مناظر اسلام خطیب ذیشان حضرت علامہ محمد غلام مصطفیٰ نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

محقق العصر مناظر مسلک اہلسنت سرمایہ اہلسنت محدث اعظم استاذ العلماء فخر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد محبت علی قادری نوری [illegible] حفظہ اللہ کی تصنیف لطیف نصرۃ الحق جو کہ [illegible] ہے کی مختلف مواضع سے زیارت کا شرف حاصل ہوا ماشاء اللہ حضرت صاحب نے احقاق حق ابطال باطل کا حق ادا کر دیا ہے۔ تصنیف لطیف کو مستحکم مضبوط حوالہ جات میں سے خوب محرر فرمایا ہے کسی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا فریق مخالف کے اعتراضات جو کہ [illegible] کی ذہنی تعصبوں کا نتیجہ ہیں کا خوب رد فرمایا اور تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے اور ثابت کر دیا کہ حضرت مفسر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کی کتاب مبارک جاء الحق جو کہ حق پر مبنی ہے اور باعث رشد و ہدایت ہے اللہ تعالیٰ حضرت کی خیر و برکات سے تمام اہلسنت کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی کتاب کو قبولیت عامہ و خاصہ عطا فرمائے آمین۔ بجاہ النبی الامین الکریم سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

دعا گو فقیر حقیر العبد

علامہ مصطفیٰ نوری قادری

28/10/2009

تقریظ سعید

محقق اہلسنت حضرت علامہ الحاج محمد عبد الستار

خطیب اعظم [illegible] ضلع قصور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

حضرت علامہ محقق محمد محبت علی قادری صاحب مدظلہ العالی نے قبل ازیں حضرت حکیم الامت مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی [illegible] کی کتاب مستطاب جاء الحق کے دوسرے حصہ پر ایک غیر مقلد وہابی مولوی محمد ارشد کے [illegible] کے [illegible] میں نصرۃ الحق فی رد الوہابیہ و تائید جاء الحق کے چھ ابواب مع مقدمہ کے شائع [illegible] کی سعادت حاصل کی ہے جس کی وجہ سے مشائخ عظام و علماء [illegible] و معززین و مومنین کی جماعت کثیر سلسلہ شرف و سر اللہ عز و عظمتنا [illegible] حاصل [illegible]

[illegible]

آپ کی یہ تصنیف مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

حضرت قادری اب ساتویں باب کا جواب شائع [illegible] ہیں [illegible] چند [illegible] سے دیکھیں تو مولانا موصوف کے دلائل قویہ صریحہ سے [illegible] مخالفوں کے بیجا و شاطر [illegible] اعتراضات کی [illegible] کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کی [illegible] شرف قبولیت عطا فرمائے۔

[illegible] باقی اعتراضات کے جوابات لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے

آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

نشانِ منزل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کا مختصر تذکرہ

بقلم [illegible] اہلسنت حضرت علامہ محمد [illegible] قصوری

مدرس جامعہ [illegible] کے قلم سے

سراپا محبت ۔۔ ؟

[illegible] جامعہ [illegible] مدرسوں کو بارگاہ [illegible] سب پایہ [illegible] قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ عرصہ [illegible] صدی [illegible] میں تعلیم اور تعلم تحریر و تحقیق میں ہمہ تن مصروف ہے۔ یہاں پر قابل ترین اور مخلص مدرسین کی محنت رنگ لائی اور ہر شعبہ کو عروج کمال تک پہنچایا۔

حضرت مولانا [illegible] مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کے [illegible] کی برکات کا ثمرہ ہے کہ ان کے وصال کے بعد بھی یہ جامعہ [illegible] ترقی پر گامزن ہے۔

یہاں پر ایک سے ایک بڑھ کر اساتذہ جلوہ افروز ہوئے جن میں حضرت مولانا علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں میرے رفقاء میں ان کا اسم گرامی میرے قلب کے قریب [illegible] زندگی کے تیس پینتیس [illegible] کی رفاقت میں گزرے [illegible] کہ ایک عرصہ تک علمائے کرام ہمیں حقیقی بھائی تصور کرتے رہے [illegible] مکتبہ قادریہ قائم کیا پھر مکمل طور پر حضرت قبلہ مفتی علیہ الرحمۃ کے مشورہ [illegible] جسے اب ان کی [illegible] چلا رہے ہیں۔

حضرت شرف قادری علیہ الرحمۃ کے کمرہ میں [illegible] ایک سادہ سے مولوی کو دیکھا جو وضع قطع میں دیہاتی معلوم ہوتا تھا۔ مولانا شرف نے مختصر سا تعارف

کی طرح [illegible] بھی علیک سلیک کی حد تک [illegible] کی تو اضع کا اثر [illegible] رہا کبھی کبھی جامعہ کی مکتبہ میں ملاقات ہو جاتی تھیں [illegible] ہوتی تھی

[illegible] موصوف آتے جاتے رہے [illegible] بھی [illegible] کوشش کرتا رہا کہ [illegible] مولانا [illegible] تصنیف [illegible] کر [illegible] چند کتابیں [illegible] انہیں آگے پھیلانے میں [illegible] کتاب تھی [illegible] جلد [illegible] قلم سے کتابیں [illegible] اور جہاں تک ممکن ہو خدمت سر انجام دی چونکہ میری بھی قلم سے واسطہ ہے اور [illegible]

قلم [illegible]

حضرت علامہ مولانا [illegible] محمد محبت علی صاحب قادری مدظلہ جو سراپا محبت ہیں [illegible] مسلک حق اہلسنت و جماعت کی بیداری کے لئے وقف رکھا ہے۔ [illegible] کہ 25 سال تک اپنے خاندان کے ساتھ زمینداری [illegible] کی اور علوم دینیہ کی طرف متوجہ ہوئے حسب راقم نے ان سے حالات [illegible] تفصیلی معلومات فرمائے گئے۔

[illegible] 1950ء میں [illegible] محمد علی کے گھر پیدا ہوئے [illegible] سے تعلق رکھتے [illegible] گاؤں [illegible] جو [illegible] کے قریب [illegible] میں ہے

[illegible] حضرت پیر طریقت [illegible] سادات سید وجاہت علی شاہ [illegible] ضلع [illegible] سے بیعت کا شرف نصیب ہے اس خاندان کی عظمت شان سے [illegible] آباد [illegible] ہیں۔ الحمد للہ [illegible] پشت [illegible] صحیح عقیدہ [illegible]

[illegible] نا محبت علی قادری مدظلہ بڑے محبت سے فرماتے تھے کہ میں چھبیس برس کی [illegible] قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکا تھا۔ آخر [illegible] اور دین کی رغبت [illegible] محبت کھینچ لائی [illegible] مجھے میرے گاؤں کے [illegible] مسجد جناب محمد [illegible] صاحب

نے قرآن کریم ناظرہ پڑھ دیا۔ اور گاؤں سے دو کلو میٹر کے فاصلہ پر چک نمبر 15/67 میں حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حسین صاحب رضوی امام و خطیب سے فقیر نے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور میرا شوق مجھے ان کے گاؤں نماز فجر سے پہلے ہی پہنچا دیتا۔ علم سے میری محبت کو استاد گرامی نے جب ملاحظہ فرمایا تو وہ بھی بڑے ذوق سے پڑھاتے رہے یہاں تک کہ استاذ محترم بامر مجبوری گاؤں سے دوسرے مقام پر تشریف لے گئے تو میں نے پنڈو شریف حضرت پیر سید منور علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔ ان کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ مجھے ظہر کے بعد سے عصر و مغرب تک پڑھاتے عمر رسیدہ ہونے کے باعث خاصے کمزور اور علیل رہتے تھے۔ میں نے خود ان سے اجازت حاصل کی اور داتا نگری لاہور سے کسب علم کی ٹھانی۔

حضرت مولانا محمد محب علی قادری مدظلہ اپنے احوال سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے لاہور کے ان مدارس سے علوم و فنون حاصل کیا۔

- مرکزی دار العلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور
- دار العلوم حنفیہ غوثیہ شیرا کوٹ لاہور
- دار العلوم رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

دورہ حدیث شریف کا
دار العلوم جامعہ حنفیہ قصور سے حاصل ہوا۔

اساتذہ کرام

استاذ المحدثین ابو العلاء محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث قصوری، استاذ الاساتذہ ابو القاری محمد عبد الرشید قادری رضوی سیالوی جامعہ حنفیہ غوثیہ شیر کوٹ لاہور، استاذ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ شیخ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور، استاذ العلماء مولانا سعید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، استاذ العلماء مولانا محمد شریف جلالی چشتی لاہور، علامہ محمد یوسف لاہور، استاذ العلماء مولانا غلام یٰسین رحمۃ اللہ علیہ قصور، علامہ بشیر احمد ... مدظلہ العالی لاہور، علامہ سید عباس علی رحمۃ اللہ علیہ کاظمی لاہور، مولانا ذوالفقار احمد وقار سیالوی کراچی۔

... شریفین کی حاضری کا شرف جولائی 2007ء میں حاصل ہوا۔

سیاسی

ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر قیادت وابستہ و سیاسی و دینی جماعت جمعیت علمائے پاکستان سے بحیثیت خادم تعلق رہا۔

مدرسہ کی بنیاد کا سبب

... اکلوتے بیٹے محمد رشد کی اچانک موت کے بعد گھر رہنے کا فیصلہ کیا تو ... برقرار رکھنے کو آبائی گاؤں میں ذاتی زمین پر دارالعلوم قادریہ رضویہ و مسجد ... کا سنگ بنیاد علماء و عوام اہلسنت کے اجتماع میں بدست مبارک سید مصطفیٰ ... ناظم حزب الاحناف لاہور نے رکھا۔

تصانیف

نصرۃ الحق فی رد الوہابیہ و تائید جاء الحق دو جلدوں میں

۱. الکوکب الشہابیہ فی ... الدعوۃ ...
۲. الرد علی القاطعہ فی رد ... الدعوۃ ...
۴. الریحانین فی مسئلہ القراۃ خلف الامام و ترک رفع الیدین۔
۵. ترغیب الاذکار فضائل ذکر
۶. قرۃ ... اردو ترجمہ دقائق الاخبار۔
۷. سعید السالکین اردو ترجمہ حکایات الصالحین۔
۸. ... کے بعد ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے۔
۹. ترجمہ ... الحدیثیہ (زیر طبع)

... مولانا علامہ محمد محب علی صاحب قادری مدظلہ کی زیر نظر کتاب نصرۃ الحق

حصہ دوم بھی پہلی جلد کی طرح دلائل و براہین سے مرصع اور تحقیق و حقانیت کا مرقع ہے۔
دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ دینی علمی قلمی تدریسی تبلیغی خدمات کو بار آور فرمائے اور
آپ کی عمر کو برکات و ثمرات کا سرچشمہ بنائے۔
آمین ثم آمین۔ بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فقط

محمد منشا تابش قصوری

یکم ذوالحجہ الحرام 1430ھ

ابتدائیہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم الامین
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد!

واضح رہے کہ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ مقلدہ و غیر مقلدہ نے اہل سنت و جماعت کا
ج واختلاف عقائد و نظریات میں ہے کہ فرقوں والوں شخص ... ہم
... مقلدہ و دیوبندیہ کی کتب میں محبوب خدا و رسول کریم کی شان اقدس
میں ... گستاخانہ عبارات موجود ہیں ان سے یہ لوگ رجوع کرنے
... ہونے کے بجائے انہیں صحیح و حق ثابت کرتے ہوئے چلتے ہوئے ہیں اور ان
... کے قائلین لکھنے والوں سے بیزار ہونے کے بجائے انہیں پیشوا
اور حق پرست مانتے ہیں۔ ظاہر تو یہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں نماز کی مصالی
... بھی رکھتے ہیں اور حج و زکوٰۃ کے بھی قائل و عامل ہیں مگر حقیقت
... تعظیم شان حبیب مقدس ... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے اور صدقہ
... ہیں ... کی تنقیص شان اور توہین کرتے ہیں اسی لئے امام اہل سنت مجدد دین و
ملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

وہ تم پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

ان کو دعویٰ امت ہے مگر جس محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہونے

کا دعویٰ ہے ان کی شان و عظمت انہیں نہیں بھاتی۔ قرآن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان و عظمت میں آیات بینات دیکھیں تو خود ساختہ تفسیر و تاویل سے اس کا مفہوم بدل دیتے ہیں۔ احادیث مبارکہ دیکھیں تو ضعیف و موضوع کہہ دیتے ہیں۔ اگر کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کی شان نظم و نثر و کلام میں بیان کرے یا آپ کے فضائل و مناقب میں کتاب لکھے تو اس کے دشمن ہو جاتے ہیں محبوب رب العالمین کی بارگاہ اقدس میں نذر و نیاز اور میلاد و گیارہویں کو شرک و بدعت اور ان سب امورِ خیر کے قائلین و فاعلین اہل سنت و جماعت کو مشرک و بدعتی کہتے ہیں اور اہل اللہ کو بے اختیار کہتے ہیں۔

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی محض بے اختیار سمجھتے ہیں اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان دیکھیں اور مزارات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام پر حاضری کو شرک و بدعت جانتے ہیں حتیٰ کہ روضۂ انور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری کو بھی۔ تو اہل سنت و جماعت کثرہم اللہ کو ان کے ان برے عقائد و نظریات سے اصل نزاع و اختلاف ہے اور اسی سبب اس فرقہ ضالہ سے نفرت و دوری ہے اور ایسوں سے نفرت تقاضۂ ایمان اور اللہ جل جلالہٗ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

پہلی فریب کاری

عرض کرتا جاؤں کہ اس مکار فرقہ کی مکاریوں فریب کاریوں سے ایک بڑی فریب کاری یہ کہ یہ لوگ اپنے بد عقائد و نظریات اور برے کرتوتوں کی پردہ پوشی کے لیے بہت شور کرتے ہیں کہ بریلوی ایک نیا فرقہ ہے ان کے عقائد و معمولات نئے اور قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ حالانکہ بریلوی ایک نسبت تشریفی و امتیازی ہے کیونکہ دیوبندی بھی لیبل لگا کر اپنے کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں تو یہ نسبت سعیدہ حقیقی و سچے اہل سنت و جماعت کا ان سے امتیاز کر دیتی ہے۔

[illegible] سب کچھ کہتے ہیں لیکن خود کو بریلوی کہنے سے [illegible] بریلوی عقائد و معمولات کے لقب سے [illegible] تعالیٰ [illegible] [illegible] عقائد و معمولات وہی ہیں جو قرآن و سنت و صحابہ کرام [illegible] [illegible] سے ثابت و [illegible] قرن بعد قرن اہل سنت و الجماعت [illegible] [illegible] القبر [illegible] اور وثوق سے کہتا ہے

[illegible] فریب کاری

[illegible] فرقہ وہابیہ غیر مقلدہ کی یہ ہے کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ کو [illegible] فروعی [illegible] میں الجھانا چاہتے ہیں کبھی قرأت خلف الامام کا مسئلہ کھڑا کر دیتے ہیں تو کبھی [illegible] کا کبھی [illegible] مسئلہ میں الجھتے ہیں اور کبھی ہاتھ باندھنے کے مسائل [illegible] میں بھی [illegible] کا شور مچاتے اور کبھی ایک وتر کا دعویٰ کرتے ہیں وغیرہ [illegible] اصل مقصد ان کا اپنے برے عقائد و نظریات سے اور گستاخانہ عبارات سے [illegible] توجہ ہٹانا و [illegible] کہ شاید اصل نزاع و اختلاف ان مسائل میں ہی [illegible] لوگ کبھی مولوی حضرات ان چھوٹی باتوں میں [illegible] میں بھی [illegible] ہیں

مگر الحمد للہ سبحانہٗ تعالیٰ علمائے حق اہل سنت و جماعت ہمیشہ ہر میدان میں ان کا [illegible] مقابلہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ان کی مکاریوں عیاریوں سے [illegible] ناس کو آگاہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے (ان شاء اللہ العزیز)

عرض ماضی قریب میں بھی ایک مولوی داؤد ارشد نامی غیر مقلد وہابی نے [illegible] الحق فی تنقید جاء الحق کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مکتبۃ الاثریہ شاہ کوٹ [illegible] شائع کی اس کے مصنف نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر بدتہذیبی و بد خلاقی [illegible] کا خوب مظاہرہ کیا اور جگہ جگہ دعویٰ کیا کہ احناف اہل سنت کے معمولات کی [illegible] محض ضعیف و موضوع روایت پر ہے۔ فقیر نے ان کے دلائل میں حضرت

"الحق فی رد ما رد الوہابیہ و تائید جاء الحق" کے نام سے حصہ اول لکھ کر شائع کیا جس میں غیر
مقلدین مذکورہ بالا کتاب کے کچھ بابوں کا رد ہے اس پر علمائے اہل سنت زادہم اللہ تعالیٰ
یوماً فیوماً و برکاتہم نے حوصلہ افزائی فرمائی اور بندہ حقیر کی ذرہ نوازی فرمائی اور ان میں
سے بعض نے مطالبہ کیا کہ اس کا باقی رد بھی آپ کے قلم سے آنا چاہیے۔ فقیر نے قلت
اسباب و دیگر موانع کے باوجود کوشش جاری رکھی۔ اب بفضلہ تعالیٰ نصرت الحق حصہ دوم
آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہاں یہ اعتراف نہ کرنا [illegible] چاہتا ہوں کہ بعض علماء اہل سنت نے
محض للہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]
[illegible] کی بنا پر اس سلسلہ میں فقیر سے تعاون فرماتے ہیں جب حاجت کی ضرورت ہو
تو اپنی علمی [illegible] کے دروازے کھول دیتے ہیں اور مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے مفید
مشوروں سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم و عمل میں اور [illegible]
[illegible] فیض و برکات کو مزید فرمائے اور دین و دنیا میں کامیابی و [illegible] عطا
فرمائے اور بندہ ناچیز کو علمائے حق اہل سنت و جماعت کا تابعدار رکھے آمین ثم آمین
بجاہ رسول الکریم [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ [illegible] وسلم

فقیر محمد محبت علی قادری
غفر اللہ تعالیٰ لہ ولوالدیہ
رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بمطابق جولائی ۲۰۰۷ء

مقدمہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ
و صحبہ اجمعین اما بعد!

[illegible] حصہ اول کی طرح اس میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے امام
[illegible] یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جاء الحق سے کچھ عبارت نقل
[illegible] پھر [illegible] رشید غیر مقلد کی نام نہاد [illegible] الحق [illegible] سے متعلقہ
عبارات لکھتے ہیں بعد میں ان کا جواب دیتے ہیں تاکہ حقائق قارئین حضرات کے
سامنے آجائیں چونکہ غیر مقلد صاحب نے اصل بحث کے علاوہ علمائے اہل سنت پر
[illegible] طور پر اور مسلک حق اہل سنت [illegible] تنقید کے علاوہ چند مسائل چھیڑ
دیئے ہیں لہٰذا ہمیں بھی ان کے ردود جواب کے لئے ایسے ابواب میں جانا پڑتا ہے
[illegible] الحق حصہ دوم سے تعلق نہیں یہی وجہ اس کے طول کا سبب ہے۔ چونکہ
[illegible] وہابی کی بد اخلاقی و بدتہذیبی و بدزبانی [illegible] نے چاہیے تو یہ تھا کہ ہم بحث کا
جواب پتھر سے دیتے مگر پھر بھی ہم نے جواب دینے میں سنجیدگی سے کام لیا ہے۔
[illegible] بعض مقام پر کچھ سخت جملے [illegible] پر مجبور کیا [illegible] سمجھتا ہوں کہ
[illegible] کیونکہ جو [illegible]
[illegible] جب [illegible] قرآن ان سے
[illegible] قوس تحریف تفسیر سے اس کے معانی بدل دیتے ہیں اور

جب کوئی حدیث اپنے مذہب کے خلاف نظر آئے تو ضعیف و موضوع کہہ کر اس کے منکر ہوتے ہیں۔ یہی طریقہ نام نہاد وین الحق کے مصنف نے بھی اپنایا جس کا جواب فقیر نے بحمد اللہ شافی و وافی انداز میں دیا ہے۔ غیر مقلد نے اکثر مقامات پر حصول مقصد کے لئے عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے تاکہ عامۃ الناس مغالطہ میں آ جائیں فقیر نے اس کے ان جرائم کو نمایاں کرنے کو یا تو پوری عبارتیں لکھ دیں یا ان پر نشانوں کی نشاندہی کر دی ہے تاکہ قارئین پر حقیقت کھل جائے۔

واضح رہے کہ رجال الحدیث میں ایسے بہت کم راوی ہیں جو بالاتفاق ثقہ ہوں۔ محدثین کا فن جرح میں کچھ کلام نہ ہو ورنہ زیادہ تر تو کا دکا محدث راوی کو ضعیف و مجروح کہہ ہی دیتا ہے۔ ایسی صورت میں دیکھنا ہے کہ ضعف کا حکم لگانے والا محقق و محدثین اس مقام و مرتبہ پر فائز ہے نہ یہ حکم لگا سکے نہیں تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے تو پھر دیکھنا ہے کہ جرح مفسر ہے یا غیر مفسر یعنی وجہ ضعف بیان کرتا ہے یا نہیں بیان کرتا ہے تو جرح معتبر ہے ورنہ غیر معتبر و غیر مسموع ہے مگر غیر مقلدوں کے خلاف روایت کے راوی کو جب کوئی ضعیف کہہ دے اگرچہ کہنے والا اس کا اہل نہ ہو اور جرح بھی غیر مفسر ہو تو یہ حضرات اسے بہانہ بنا کر روایت کو ضعیف بلکہ موضوع تک کہہ دیتے ہیں۔ ان کے اس عمل سے دین میں بگاڑ اور امت میں انتشار پیدا ہوا ہم نے بفضلہ تعالیٰ ان کے ایسے کرتوتوں کا توڑ و جواب احسن طریقہ سے دیا ہے۔ مگر جس راوی کے ثقہ و غیر ثقہ ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہو بعض ثقہ کہتے ہوں اور بعض ضعیف تو ایسا راوی مختلف فیہ کہلاتا ہے اس وصف کا راوی جب خلاف مذہب روایت کرے تو وہابی اسے دلیل نہیں مانتا مگر ہم نے محدثین کا اصول بیان کیا ہے اور بار بار بیان کیا ہے کہ اس کی روایت درجہ حسن سے نیچے نہیں گرتی اور حسن درجہ کی روایت فضائل و احکام سب میں قابل قبول ہے مگر جب اس کا متابع موجود ہو تو اس سے قوت پا کر درجہ صحت کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بات مخفی نہ رہے کہ

یہ جو ہم نے وجوہات دفع وقتی اور جو پیدا شدہ شکوک و شبہات طائفہ وہابیہ کی جانب سے کئے جاتے ہیں ان کے ازالہ کے لئے ہیں ورنہ ہم مقلد ہیں۔ ہماری دلیل امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے اور ان کا ماخذ قرآن و سنت ہے پھر ہمارے امام جلیل القدر تابعی ہیں ان کے دور میں روایتوں میں ضعف بہت کم تھا کیونکہ جب آپ نے احادیث مبارکہ سے استدلال کیا روایات کی سند مختصر تھی لہٰذا ان میں ضعف کا احتمال بہت کم تھا۔ ایسا ہمارے امام کا کسی روایت کو قبول کرنا اس سے استدلال کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ یہ بات کسی مسئلہ پر بالفرض کوئی ضعیف روایت ملتی بھی جائے تو ہمیں مضر نہیں اس لئے کہ ہر مسئلہ پر بہت احادیث ہیں جن سے مل کر ضعیف کا ضعف جاتا رہتا ہے بالفرض اگر کسی مسئلہ میں ضعیف روایت پر عمل ہو بھی جائے تو بفضلہ تعالیٰ ہمارا کیا جرم ہے گا کیونکہ ہم نے اس پر اپنی طرف سے عمل نہیں کیا بلکہ ہم نے مولا تعالیٰ میں امام اعظم مجتہد اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید میں کیا ہے۔ یقین ہے کہ ہمارے امام قرآن و سنت کو صحیح سمجھتے ہیں جب کہ مجتہد کو خطا میں بھی اجر ملتا ہے تو ہمیں بھی ملے گا مگر فرقہ غیر مقلدہ وہابیہ تو شتر بے مہار ہے بات یہ ہے کہ یہ خود مجتہد بنتے ہیں یا پھر ہم عقیدہ اہل حدیثوں کی تقلید کرتے ہیں مگر ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک اور ان کے مقلدین کو مشرک کہتے ہیں اور یہ امت کو برباد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین بحرمت سید المرسلین۔

فقیر محمد محبت علی قادری

غفر اللہ تعالیٰ لہ

رجب المرجب ۱۴۲۸

بمطابق ۲ اگست ۲۰۰۷

الحمد للہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس سے قبل کچھ بیان ہو چکا ہے اب وتر کی بحث شروع ہوتی ہے جو مفتی صاحب نے اس باب کے آغاز میں بیان کی ہے۔ یہاں سے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کی تائید اور غیر مقلدوں کے رد میں دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب نے یہ بحث شروع فرمائی ہے۔ وتر واجب ہیں اور تین رکعت ہیں۔ وتر کے لغوی معنی ہیں۔ طاق عدد یعنی جس کے برابر دو حصے نہ ہو سکیں جیسے تین پانچ سات وغیرہ اس کا مقابل ہے۔ شفع یعنی جفت عدد جو دو برابر حصوں پر تقسیم ہو جائے۔ اصطلاح شریعت میں وتر اس خاص نماز کو کہا جاتا ہے جو بعد نماز عشاء خواہ تہجد میں یا عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ وتر واجب ہے کہ اس کا چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے۔ اور وتر کی تین رکعتیں ہیں لیکن غیر مقلد وہابی کہتے ہیں کہ وتر واجب نہیں سنت غیر مؤکدہ یعنی نفل ہے اور وتر ایک رکعت ہے۔ مذہب حنفی حق ہے اور دونوں کا قول و عمل بھی ہم یہاں اصل بحث تو وتر کی تین رکعتوں پر کرنا ہے۔ اس سے پہلے کچھ وتر کے واجب ہونے پر چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

وتر واجب ہیں۔ احادیث مبارکہ

حدیث نمبر ۱ ... ابو داؤد ... حضرت ابو ایوب سے روایت ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق علی کل مسلم حضور نے فرمایا ہر مسلمان پر وتر لازم ہیں ... حدیث نمبر ۲ ... حضرت عمر ...

... روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق علی کل مسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر ...

... ص

... صاحب کا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجوبہ ... پر کامل حدیث پر ... ہیں۔ مفتی صاحب نے پوری حدیث درج نہیں کی جبکہ پوری ... الوتر حق علی کل مسلم من احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدۃ ... فرمایا کہ حدیث ... متن ... مفتی صاحب ... مطلب کا حصہ تو درج ... مگر اگلا حصہ جو ان کے خلاف تھا نقل ہی نہیں کیا ... اس میں ایک اور پانچ وتر کی دلیل موجود تھی جو مفتی صاحب کے مذہب ... ہے۔ (امام تہمدرد اپن الحق ص ۴۷)

الجواب اوّلاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ... مضمون کے مطابق ... کا حصہ بیان کر دیا اور جو مضمون کے متعلق نہ تھا اسے چھوڑ دیا ... کا ... سے ثابت اور محدثین میں بھی جاری ہے بعض اوقات باب و مسئلہ ... حدیث کا حصہ بیان فرما دیتے ہیں۔ باقی کو اس جگہ بیان نہیں فرماتے لہذا ... اپنا ... ہے

... حدیث کا ... قدر حصہ مفتی صاحب نے بیان کیا وہ قابل عمل ہے ... چنانچہ اس حدیث پر حاشیہ ابن ماجہ میں امام طحاوی کا قول لکھا ہے کہ ... الطحاوی ... لا اجماع علی خلافہ ... لکن ... ثم ... فی ... کما ... فی ... الخبر لکن ... لا اجماع علی ... امام طحاوی نے فرمایا کہ اگر اجماع اس کے خلاف نہ ہوتا تو ...

کہ کہا جائے جو وتر پڑھے وہ اختیار پر ہے جیسا کہ اس خبر میں آیا لیکن اجماع اس کے نسخ پر دلالت کرتا ہے۔

ثالثاً اگر بقول وہابی صاحب اس میں تین وتر کے علاوہ ایک اور پانچ رکعتوں کی دلیل ملتی ہے تو پھر وہابی صاحبان ایک وتر کو کس لئے اختیار کرتے ہیں تین اور پانچ کیوں نہیں پڑھتے؟

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: حدیث کے معنی و مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ وتر واجب نہیں کیونکہ فرائض میں کسی مسلمان کی عقیدت و محبت سے کمی ہوتی ہے۔ اس بنیاد پر جبکہ مذکورہ حدیث میں ایک مسلمان کے دل لگاؤ کی وجہ سے اجازت موجود ہے کہ چاہے تو پانچ یا تین یا ایک وتر ہی پڑھے۔ یہ الفاظ اس بات کا قرینہ ہیں کہ وتر واجب نہیں کیونکہ اگر فرض ہوتے تو یہ اجازت نہ ہوتی۔

ثانیاً حق کے لفظ سے وجوب کا دعویٰ کرنا تو یہ محض خوش فہمی ہے اور دعویٰ بے دلیل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ

عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَةِ اَیَّامٍ یَوْمًا

صلوٰۃ الرسول ص ۲۴۳

یعنی ہر مسلمان پر جمعہ کا غسل حق ہے۔ ان الفاظ کا تقاضا تو یہ ہے کہ غسل جمعہ کو واجب تسلیم کیا جائے حالانکہ یہ حنفی غسل جمعہ کو واجب نہیں سنت غیر مؤکدہ کہتے ہیں۔

اور اس کا معنی ثابت و مقرر کرتے ہیں۔ [illegible]

جواب اولاً اس جگہ حق بمعنی واجب ہے، ابوداؤد شریف کی حدیث سے واضح ہے کہ یہاں حق بمعنی واجب ہے ملاحظہ ہو

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ

حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا

حضرت عبداللہ بن بریدہ سے ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے تین بار فرمایا وتر حق (واجب) ہیں جس نے ان کو نہ پڑھا وہ ہم سے نہیں۔

ثانیاً جب یہ مذکورہ حدیث میں فلیس منا جیسا وعید آیا ہے اور وعید فرض و واجب ترک پر آتی ہے نہ کہ مستحب چھوڑنے پر کیونکہ مستحب کو چھوڑنا تو ثواب سے محرومی ہے گناہ نہیں مگر غیر مقلد صاحبان اس سے غافل ہیں۔ قرآن سے حق کا ثبوت۔ قرآن مجید کو دیکھیں لفظ حق وجوب کے لئے آیا ہے: پارہ ۲ البقرہ و پارہ دوم میں یہ لفظ تین جگہ یوں آیا ہے حقاً علی المتقین آیت [illegible] حقاً علی المحسنین آیت نمبر ۲۳۶ حقاً علی المتقین آیت نمبر ۲۴۱ تحقیق تراجم و تفاسیر ملاحظہ ہوں حقاً علی المحسنین واجب ہے [illegible] اشرف علی تھانوی صاحب حقاً علی المتقین [illegible] شاہ رفیع الدین صاحب [illegible] پرہیزگاروں پر [illegible] علی المتقین [illegible] واجب ہے۔ تفسیر ثنائی۔ شاہ [illegible] صاحب حقاً علی المحسنین [illegible] غیر مقلد حقاً علی المحسنین [illegible] محذوف ای حق ذلک حقاً [illegible] واجب [illegible] صدیق حسن صاحب غیر مقلد حقاً علی المتقین [illegible] پرہیزگاروں پر [illegible] حق [illegible]

ہو [illegible] باب رد المختار [illegible] حق علی المتقین حقاً [illegible] واجب [illegible] کے مطلب یہ ہے کہ متقیوں پر واجب ہے۔ [illegible] حق [illegible] لقرآن حق علی المتقین [illegible] بھی ہیں [illegible] [illegible] ہی نہیں [illegible] وصیت [illegible] بلکہ [illegible] واجب ہے [illegible] حفاظت [illegible] حق حقہ [illegible] ثابت ہوا واجب [illegible] سے [illegible] حق سے [illegible] [illegible] موقع محل سے مطابق [illegible]

وتر واجب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

[illegible] سے حدیث [illegible] سے حضرت [illegible] [illegible]

فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر واجب علی کل مسلم۔

وتر واجب ہیں حضور کا ارشاد

حضور نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر وتر واجب ہیں [illegible] غیر مقلد کا پہلا اعتراض [illegible] اس حدیث کے [illegible] عباس رضی اللہ عنہما نہیں بلکہ [illegible] صلی اللہ علیہ [illegible]

الجواب یہ غلطی [illegible] ہے [illegible] نہیں [illegible] واجب ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ سے [illegible] غلطی [illegible] [illegible] [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] رضی اللہ [illegible] کی [illegible] اللہ [illegible] [illegible] [illegible] مقلد [illegible] سے بھی [illegible] ہے [illegible] غیر مقلد کا مذکورہ حدیث پر دوسرا اعتراض [illegible] اس کی سند میں [illegible] ہے جو کہ

[illegible] حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [illegible] جابر [illegible] [illegible] ذکر [illegible] انہ تفرد بہ [illegible] سند میں [illegible] ہے [illegible] [illegible] [illegible] ہیں [illegible] [illegible] صاحب کو وتر کا [illegible] نہیں [illegible] یہ حدیث [illegible] [illegible]

[illegible] حدیث سے ثابت

[illegible] حدیث سے ثابت کر دیتے ہیں [illegible] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وترہ [illegible] صبح او ذکرہ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و [illegible] [illegible] رضی اللہ [illegible] سے روایت [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] پڑھنے [illegible] [illegible] [illegible] حدیث [illegible] [illegible]

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق علی [illegible] فمن شاء فلیوتر بخمس ومن شاء [illegible] ومن شاء فلیوتر بواحدۃ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ [illegible]

[illegible] ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ [illegible] فرمایا وتر حق ہیں تو جو چاہے پانچ رکعت کو وتر کرے اور [illegible] رکعت [illegible] اور جو چاہے ایک رکعت کو وتر کرے [illegible] تیسری رکعت کو [illegible]

[illegible] علامہ بھی لکھتے ہیں

هذا الحديث وحديث ان الوتر حق يدل على وجوب الوتر
فان الحق لا يكون الا للواجب والفرض

یہ حدیث صحیح ہے اور دو حدیث کی کتب [illegible] وتر حق ہیں۔ یہ وتر کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ [illegible]

واضح رہے کہ مذکورہ دونوں حدیثوں میں [illegible] حاشیہ مستدرک میں صاحب مستدرک کی صحت بیان کرنے کی مخالفت نہیں بلکہ ان کی موافقت میں [illegible] ثابت کیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث کے متعلق التعلیق المغنی علی دارقطنی ج ۲ ص ۲۲ پر ہے

قوله عن ابي ايوب الانصاري رواته كلهم ثقات. قال الحافظ حديث ابي ايوب اخرجه ابوداود والنسائي وابن ماجه وابن حبان والدارقطني والحاكم وهذا لفظه وصحح ابو حاتم والذهلي والدارقطني في العلل والبيهقي وغير واحد وقفه وهو الصواب

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ نے کہا کہ حضرت ابو ایوب کی حدیث کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور الفاظ انہی کے ہیں اور ابوحاتم، ذہلی اور دارقطنی نے العلل میں اور بیہقی نے صحیح کہا اور ایک سے زیادہ نے اس کی موافقت کی اور وہ حدیث صحیح ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نے [illegible] محدثین سے دو حدیثوں کی صحت ثابت کر دی ہے جن میں وتر کا وجوب ثابت ہے مگر وہابیوں کی ضد کا [illegible] کوئی علاج نہیں

جاء الحق سے حدیث نمبر 5 و 6 ملاحظہ ہو۔

[illegible] ابوداؤد اور حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا

[illegible] نے حضور کو فرماتے سنا کہ وتر لازم ضروری ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں

[illegible] پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض: اول روایت میں حق کا لفظ ہے واجب نہیں

[illegible] نہیں کہ حق کا لفظ واجب اور فرض پر بھی بولا جاتا ہے۔ تفصیل گزر چکی

[illegible] وہابی صاحب کو یہ شعور نہیں کہ مذکورہ بالا حدیث میں محض لفظ حق [illegible] نہیں [illegible] بلکہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے [illegible] شدید [illegible] کہ جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں اور وعید واجب [illegible] ترک پر [illegible] مستحب کا ترک تو [illegible] قابل [illegible] نہیں

[illegible] ہم نے دو حدیثیں صحیح [illegible] جن کے [illegible] سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

مقلد کا دوسرا اعتراض: اس کی سند میں عبیداللہ بن عبداللہ عتکی ہے۔ [illegible] ص ۲۹ و حاکم ج ا ص ۳۰۶ و بیہقی ج ۲ ص ۴۷۰ جو کہ متکلم فیہ ہے [illegible] کہتے ہیں کہ اس کی روایت میں اس کا کوئی متابع موجود نہیں۔ الضعفاء الکبیر [illegible] امام ابن حبان فرماتے ہیں ثقات سے مقلوب روایت بیان کرنے میں

مجروحین ج ۲ ص [illegible]

[illegible] فرماتے ہیں اس کی روایت سے احتجاج نہ کیا جائے۔ امام [illegible] اسے [illegible] کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے منکر حدیث فرماتے ہیں۔

[illegible] ج ۳ ص [illegible] حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پچھلے طبقہ میں

ے غلطی [illegible] کرنے والا [illegible] ہے (تقریب ص ۱۹۱) اور انہوں نے مقدمہ تقریب میں [illegible] ہے [illegible] وہ [illegible] ہے جو قلیل الحدیث ہے اور اس جگہ پر یہ بھی [illegible] چاہیے [illegible] قلت روایت کے باوجود غلطیاں کرے تو وہ ضعیف [illegible]
[illegible] حافظ ابن حجر [illegible] ہے [illegible] کی ہے [illegible]

[illegible] تہذیب التہذیب [illegible] غیر مقلد [illegible] [illegible] عبد اللہ [illegible] تہذیب التہذیب [illegible] مذکور ہے اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ [illegible] میں یہ ارشاد مذکور ہے۔ لعم صحیح حدیثہ اس کی حدیث صحیح ہے [illegible] فرماتے ہیں ان کی حدیث کو امام احمد بن حنبل وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ [illegible] قارئین دیکھیں [illegible] پر کیسے اعتماد ہو جو کہ ایک حدیث میں پانچ سے [illegible] ہیں

غیر مقلد کی عبارت میں ہیرا پھیری

[illegible] غیر مقلد [illegible] ہیر پھیر کیا [illegible] مطلب کی [illegible] غیر مقلد [illegible] عبد اللہ بن عبید اللہ [illegible] بن محصن [illegible] ہے وہ ثقہ ہیں [illegible] غیر مقلد [illegible] کہ [illegible] منکر الحدیث [illegible]

قال ابو حاتم منکر [illegible] البخاری [illegible] فی الضعفاء و قال هو صالح الحدیث [illegible] [illegible] ہے کہ اس کی حدیث [illegible] قابل حجت [illegible] قال ابن عدی هو عندی لا باس به ابن عدی نے فرمایا [illegible] کہ اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں (میزان الاعتدال [illegible])

ثالثاً تقریب التہذیب ص ۲۲۶ پر ہے صدوق یخطی سچا ہے غلطی [illegible]

[illegible] علامہ [illegible] روایت [illegible] لکھتے ہیں اسنادہ حسن [illegible] اس حدیث کی اسناد حسن ہے

[illegible] کلام میں بحث ہے

[illegible] وقوله اسنادہ حسن

[illegible] فیه عبید اللہ بن عبد اللہ ابو المنیب العتکی تکلم فیه [illegible] ابن حبان [illegible] و قال البخاری عنده مناکیر قلت و ثقه [illegible] و قال ابن عدی عندی لا باس به و ذکر ابو [illegible] البخاری ذکره فی الضعفاء و قال هو صالح الحدیث و [illegible] اخرجه الحاکم فی المستدرک و لم یذکر لفظه و قال هذا صحیح و ابو المنیب ثقة و رواه ابو داؤد و سکت عنه و هذا [illegible] صلاحیته للاحتجاج عنده وله شاهد ضعیف عن ابی هریرة [illegible] عنه عند احمد فلا ینزل حدیثه من درجة الحسن و قال عینی [illegible] هذا حدیث صحیح و [illegible] [illegible] و الیه ذهب [illegible] فی فتح القدیر [illegible] حسن ہے۔ علامہ [illegible] عبید اللہ بن عبد اللہ [illegible] عتکی ہے [illegible] کلام [illegible] ہے اور [illegible] نے [illegible] مناکیر [illegible] [illegible] ثقہ [illegible] ابن عدی نے [illegible] ضعف نہیں اور ابو حاتم [illegible] [illegible] ضعفاء میں شامل [illegible] کہ اس کی حدیث قابل [illegible] حدیث [illegible] مستدرک میں نقل کی اور اس میں لفظ کا تکرار [illegible] کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو المنیب ثقہ ہے اور ابو داؤد نے اسے نقل کر کے بعد

[illegible] اس [illegible] اور اس کے قابل حجت ہونے کی صلاحیت پر دلیل ہے [illegible]
ہے اور اس کے [illegible] رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت شاہد بھی ہے [illegible]
احمد [illegible] یہ تو پیا [illegible] درجہ حسن سے نہیں گرتا۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں کہا
یہ حدیث [illegible] ہے [illegible] وہ ہے جسے میں نے ابھی بیان کیا اور اس کی طرف ابن ہمام
گئے ہیں فتح القدیر میں بعونہ تعالیٰ اس بیان سے واضح ہوا کہ امام عبید اللہ بن
عبد [illegible] حدیث [illegible] قابل استدلال ہے [illegible] محمد [illegible] کی رحمۃ اللہ
علیہ [illegible] تحت لکھتے ہیں [illegible] سے عبد الرحمن [illegible] تو فی
[illegible] شام تشریف [illegible] تو [illegible] کہ شام
[illegible] میں [illegible] تو آپ نے حضرت امیر معاویہ سے اس کی شکایت
کی [illegible] پڑھتے۔

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَوَاجِبٌ ذٰلِكَ مِنْهُمْ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ زَادَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ الصَّلٰوةَ هِيَ
[illegible] بَيْنَ [illegible] إِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا [illegible] واجب ہیں؟
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کو [illegible] کہ مجھے رب نے ایک نماز [illegible] ہے جو وتر ہے عشاء
اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔

[illegible] غیر مقلد کا پہلا اعتراض

عبد الرحمن بن رافع کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن [illegible] تقریب [illegible] عینی عبد الرحمن
[illegible] درمیان میں کوئی مجہول [illegible] ہے۔
جواب [illegible] صحیح [illegible] پیش کر دی ہیں [illegible]

[illegible] ہیں تو ان کوئی [illegible] ہیں۔

[illegible] حدیث [illegible] سے حضرت [illegible] سے مرسل روایت
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] کی [illegible] پڑھتے [illegible]
[illegible] کہتے ہیں [illegible] حق صاحب [illegible] قرار ہے
[illegible] مرسل جمہور محدثین [illegible] ضعیف کی ایک قسم ہے۔ [illegible]
[illegible] روایت [illegible] معلوم [illegible] حق صاحب [illegible] صحیح
[illegible] ص ۲۲۰

[illegible] کا حکم

[illegible] جمہور محدثین [illegible] مطلقاً مرسل کو صحیح نہیں کہتے بلکہ [illegible]
[illegible] وہ ثقہ سے ہی مرسل بیان کرتا ہو تو [illegible] صورت جمہور محدثین کا
[illegible] ضعیف یا صحت کا حکم نہیں لگا [illegible] جب کہ [illegible] ومحدثین [illegible]
[illegible] روایت [illegible] ہو۔

[illegible] عادة التابعي [illegible] الا عن ثقة [illegible]
[illegible] التوقف [illegible] وهو [illegible]
[illegible] وهو قول [illegible] والكوفيين يقبل مطلقا
[illegible] الشافعي يقبل [illegible] من وجه [illegible]
[illegible] الأولى [illegible] الاحتمال [illegible]
[illegible] نفس الأمر [illegible]

[illegible] عادت معلوم ہو کہ وہ ثقہ سے ہی مرسل روایت کرتا ہے تو
[illegible] جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب توقف ہے۔ [illegible]
[illegible] امام احمد کے دو قولوں میں سے ایک قول [illegible] ہے

اور ان کا دوسرا قول مالکیہ اور کوفی حضرات کے ساتھ ہے کہ (مرسل) مطلق قبول کی جائے گی [illegible] مشائخ ہے [illegible] وقت قبول کی جائے گی جب اس کی تائید [illegible] روایت کی [illegible] جو پہلے طریق سے جدا [illegible] مرسل [illegible] حقیقت [illegible] ہے۔

الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں

وَحُكْمُ الْمُرْسَلِ التَّوَقُّفُ عِنْدَ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ لِأَنَّهُ لَا يُدْرَى أَنَّ السَّاقِطَ ثِقَةٌ أَوْ لَا لِأَنَّ التَّابِعِيَّ قَدْ يَرْوِي عَنِ التَّابِعِيِّ وَفِي التَّابِعِينَ ثِقَاتٌ وَغَيْرُ ثِقَاتٍ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ الْمُرْسَلُ مَقْبُولٌ مُطْلَقًا وَهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا أَرْسَلَهُ لِكَمَالِ الْوُثُوقِ وَالِاعْتِمَادِ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الثِّقَةِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ صَحِيحًا لَمْ يُرْسِلْهُ وَلَمْ يَقُلْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور حکم مرسل کا توقف ہے جمہور علماء کے نزدیک اس لئے کہ ساقط راوی ثقہ یا غیر ثقہ ہونا معلوم نہیں

اور اس لئے کہ کبھی تابعی تابعی سے روایت کرتا ہے اور تابعین میں ثقات اور غیر ثقات ہیں اور امام ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہم کے ہاں مرسل مطلقاً مقبول ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس نے کمال وثوق و اعتماد کی بنا پر روایت کیا ہے کیونکہ اگر اس کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ مرسل روایت نہ کرتا اور نہ یہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کا مذہب مرسل پر ضعف و صحت کا حکم دینے سے توقف ہے اور دو جلیل القدر و عظیم الشان امام اس کے مطلق قبول کے قائل ہیں مگر افسوس ہے وہابی صاحبان بے دھڑک ضعیف کہہ دیتے ہیں اور دین میں اجارہ داری کرتے ہیں۔

[illegible] اگر آپ کو [illegible] ہے کہ [illegible] یہ حدیث حسن موجود ہیں تو پھر اس کی [illegible] ہیں [illegible] کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں سے اس چیز کا [illegible] ہے جو اس نے [illegible] جب اس نہیں کی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادتی [illegible] ہے۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض اس میں وجوب کا ذکر نہیں ہے [illegible] حضرات [illegible] وجوب ثابت کرتے ہیں تو وہ محض [illegible] ہے جو [illegible] ہے۔

جواب [illegible] وجوب [illegible] ثابت [illegible] دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ مع الدلیل ہے [illegible] کی وجہ [illegible] وجب جو قرض دینے کے بعد مطالبہ ہوتا [illegible] ہیں مگر غیر مقلد [illegible] عقل ہے کہ قضا کو واجب [illegible] کہتے ہیں۔

مقلد کا چوتھا اعتراض

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ

ترمذی [illegible] ۲۲۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی دو سنت [illegible] نہ پڑھی ہوں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے۔

[illegible] ضعیف ہے کیونکہ اس میں قتادہ ہے جو کہ مدلس ہے اور روایت [illegible] ہے [illegible] ثانی [illegible] کی سنتوں کی قضا بعد طلوع سورج [illegible] ہے [illegible] کے بعد لکھتا ہے۔ [illegible] کی روایت سے [illegible] سورج [illegible] ہونے سے بعد صبح کی قضا سنتوں کے پڑھنے [illegible] کرتے ہیں [illegible] حکم ہے [illegible] پیدا ہوتا ہے کہ [illegible] حکم سے وجوب کا [illegible] کی سنتوں کے وجوب کے قائل نہیں ہیں [illegible] الحق [illegible]

[illegible] ۲۲۲

احناف کے نزدیک سنت فجر قضا کا حکم

جواب نمبر ۱: وہابی صاحب سے التماس ہے کہ پہلے آپ اپنے گھر کی بات کریں جب آپ کو اقرار ہے کہ وتر کی قضا کا وجوب احادیث حسن سے ثابت ہے تو [illegible] کہتے ہیں کہ کوئی عبادت [illegible] جو مستحب ہو مگر اس کی قضا واجب ہو پھر آپ یہ بھی [illegible] ہیں کہ [illegible] روایت جس میں سنت فجر طلوع سورج کے بعد پڑھنے کا حکم ہے۔ ضعیف ہے اور [illegible] کی قضا کا [illegible] ہے اور ضعیف روایت احکام میں قابل استدلال نہیں تو پھر آپ ضعیف روایت کے حکم کو احادیث حسن کے حکم [illegible] قیاس سے [illegible] عقلی دوسروں کے صحیح قیاس کو بھی بدعت و ناجائز کہتے ہو [illegible] قیاس کو بھی [illegible]

تمام [illegible] کہ احناف کے نزدیک سنت فجر کی شرعی حیثیت اور اس کی قضا کا حکم کیا ہے تو ملاحظہ ہو ہدایہ میں ہے

وإذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس لأنه يبقى نفلا مطلقا وهو مكروه بعد الصبح ولا يقضيهما بعد ارتفاعها عند أبي حنيفة وأبي يوسف وقال محمد أحب إلي أن يقضيهما إلى وقت الزوال.

اور جب کسی کی [illegible] سنت فجر فوت ہو جائیں تو انہیں طلوع سورج سے پہلے قضا نہ کرے [illegible] مطلق نفل ہو چکی ہیں اور صبح کے بعد نفل مکروہ ہیں [illegible] سورج نکلنے کے بعد (قضا) نہیں [illegible] امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رضی اللہ عنہما نے [illegible] امام محمد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک زیادہ اچھا یہ ہے کہ زوال کے وقت تک قضا پڑھے۔

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے

ثم إذا فاتت سنة الفجر على الوحدة لا تقضى بعدها [illegible]

[illegible] أحب إلي أن تقضى إذا ارتفعت الشمس إلى قبل الزوال [illegible] وأما إذا فاتت فلا تقضى إلا إذا فاتت مع الفرض تبعا [illegible] سواء قضى الفرض بجماعة أو وحده إلى الزوال وفيما [illegible] اختلف المشائخ فيه [illegible] يقضي الفرض وحده [illegible] سنة معه

[illegible] اکیلی سنت فجر فوت ہو جائیں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہم کے نزدیک قضا نہ پڑھی جائیں اور امام محمد نے کہا کہ میرے [illegible] کا قضا پڑھنا زیادہ [illegible] ہے سورج بلند ہونے سے زوال تک [illegible] فرماتے ہیں کہ جب فجر کی سنتیں فرضوں کے ساتھ فوت ہوں تو فرضوں کے تابع قضا کی جائیں دوپہر سے زوال تک [illegible] جماعت کے ساتھ فرض پڑھے یا تنہا [illegible] کے بعد قضا میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا صرف فرض قضا [illegible] اور بعض نے کہا فرضوں کے ساتھ سنتیں بھی قضا پڑھے۔

[illegible] سے واضح ہے کہ احناف سنت فجر کی قضا واجب نہیں کہتے بلکہ امام [illegible] ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو ان سنتوں کی قضا مستحب بھی نہیں کہتے [illegible] مستحب کہتے ہیں وہ بھی [illegible] تک [illegible] امام محمد مطلق [illegible] واجب نہیں کہتے وہابی صاحب [illegible] مذہب [illegible] جب [illegible] کے قائل ہو [illegible] تفصیل [illegible] سنت فجر کی قضا [illegible] بھی قائل [illegible] کے پڑھنے پر [illegible] قریب کر دیا ہے۔

[illegible] سنت فجر کی تاکید

[illegible] رضی اللہ عنہ سے روایت کی [illegible]

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدَعُوْا رَکْعَتَی الْفَجْرِ وَاِنْ طَرَدَتْکُمُ الْخَیْلُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت فجر نہ چھوڑو اگرچہ تم پر دشمن کا لشکر ٹوٹ پڑے۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۹ تا ۱۳ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط شیخین پر۔

وتر ہر مسلمان پر واجب ہیں

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ حضور نے فرمایا کہ وتر لازم ہے واجب ہے ہر مسلمان پر۔ ان احادیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ وتر نفل نہیں بلکہ واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ وتر کی قضا واجب ہے اور ظاہر ہے کہ قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے نفل کی قضا نہیں۔ وجوب وتر کی بہت احادیث ہیں ہم نے صرف ۱۳ روایتیں پیش کیں۔

اس پر غیر مقلد کا اعتراض

مفتی صاحب نے ... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے اور حدیث نمبر ۹ تا ۱۳ کا عنوان قائم کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وتر لازم واجب ہیں ہر مسلمان پر اور حوالہ دیا ہے۔ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند امام احمد، ابن حبان اور مستدرک حاکم وغیرہ کتب حدیث کا حالانکہ ان الفاظ سے یہ روایت مذکورہ کتب میں قطعاً نہیں ہے البتہ سنن دار قطنی میں موجود ہے جسے روایت کرنے کے بعد امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ قَوْلُہٗ وَاجِبٌ لَیْسَ بِمَحْفُوْظٍ لَا اَعْلَمُ تَابَعَ ابْنَ حِبَّانَ عَلَیْہِ اَحَدٌ۔ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۲ یعنی واجب کے الفاظ محفوظ نہیں اور میں نہیں جانتا کہ انہیں روایت

... ابن حبان کا کوئی متابع بھی موجود ہے۔ تاہم ہدیۃ الحق ص ۲۲۱۔

... اولاً غیر مقلد صاحب خود اپنی پیش کردہ دار قطنی کی عبارت نہیں سمجھ ... کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ دیا کہ مفتی صاحب کے حوالہ میں مذکورہ کتب ... کے یہ الفاظ نہیں پائے جاتے حالانکہ دار قطنی کی مذکورہ عبارت میں ہے۔ ... تابع ابن حبان علیہ احد۔ میں نہیں جانتا کہ ابن حبان کا اس پر کوئی ... ابن حبان میں واجب کے الفاظ موجود نہ ہوتے تو دار قطنی واجب ... نے یہ فرماتے کہ میں اس کا متابع نہیں جانتا نیز علامہ دار قطنی نے ... کہا ہے کہ میں نہیں جانتا مراد ہے متابع کے ملنے کا انکار نہیں

... اگر وہابی صاحب کو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ میں دی گئی کتب ... حدیث نہیں ملی تو یہ ان کی بے خبری ہے ہم بالتفصیل ثابت کرتے ہیں ... حدیث میں مذکورہ الفاظ سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ... موجود ہے۔ الدرایہ ج ۱ ص ۹۰ پر ہے

... اَحْمَدُ وَابْنُ حِبَّانَ وَاَصْحَابُ السُّنَنِ اِلَّا التِّرْمِذِیَّ عَنْ ... اَیُّوْبَ رَفَعَہٗ اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

... ابن حبان نے اور ترمذی کے سوا اصحاب سنن نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا کہ وتر لازم واجب ہے ہر مسلمان پر

... حاشیہ پر ہے کہ

... اَلدَّارَقُطْنِیُّ وَالطَّحَاوِیُّ وَالْحَاکِمُ وَالطَّیَالِسِیُّ وَالدَّارِمِیُّ

...

... سے روایت کی دار قطنی اور طحاوی اور حاکم اور طیالسی اور دارمی اور بیہقی

واضح ہو کہ سنن میں سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہیں۔ مذکورہ روایت میں ان کا اور ابن حبان اور امام احمد اور حاکم کی مستدرک کا حوالہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا تو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصدیق فرما دی کہ ان کتب میں حضرت ابو ایوب کی حدیث موجود ہے مگر وہابی اپنی کم علمی کی بنا پر انکار کر رہا ہے۔ اب قارئین کرام فیصلہ کریں کہ وہابی صاحب کا یہ کتنا بڑا جھوٹ [illegible] ہے کہ مفتی صاحب نے جن حدیث کی کتب کا حوالہ دیا ہے [illegible] ان میں حدیث موجود نہیں۔ حالانکہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ان سب میں یہ حدیث موجود ہے اور صاحب حاشیہ کی تحقیق کے مطابق حدیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ دارقطنی، طحاوی، بیہقی، دارمی اور [illegible] ہم نے تو بفضلہ تعالیٰ حضرت غوث الاعظم [illegible] گیارہ کتب حدیث سے زیر بحث حدیث کو ثابت کر دیا اب بھی وہابی صاحب نہ مانیں تو اس کی کج سوچ ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وجوب وتر پر دلائل کے بعد لکھتے ہیں۔

ان احادیث سے دو حکم ثابت ہوئے ایک یہ کہ وتر نفل نہیں بلکہ واجب ہے دوسرے یہ کہ وتر کی قضا واجب ہے ظاہر ہے کہ قضا صرف فرض یا واجب کی ہوتی ہے۔ نفل کی قضا نہیں۔ وجوب وتر کی بہت احادیث ہیں ہم نے صرف ۱۲ روایتیں پیش کیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں

وتر تین رکعت ہیں

حدیث نمبر ۱۳ نسائی شریف، طحاوی، طبرانی نے صغیر میں، حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم و بخاری کی شرط پر

قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلث لا

يسلم الا في آخرهن

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے [illegible] سلام نہ پھیرتے تھے مگر ان کے آخر میں [illegible]

[illegible]

روایت مذکورہ کی سند یوں ہے [illegible]

[illegible]

يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها الا في الثامنة فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم ينهض ولا يسلم فيصلي التاسعة ثم يقعد فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليمة

[illegible] نو رکعت پڑھتے [illegible] ان میں نہ بیٹھتے مگر آٹھویں رکعت میں [illegible] اللہ کو یاد کرتے [illegible] اور دعا مانگتے پھر [illegible] بغیر سلام پھیرے نویں رکعت پڑھتے [illegible] بیٹھ جاتے اور یاد کرتے [illegible] اور دعا مانگتے [illegible] پھر سلام پھیرتے [illegible]

[illegible] فرماتی ہیں کہ [illegible] واخذ اللحم [illegible] الحديث [illegible] آپ [illegible] گوشت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جب [illegible] مقتدی [illegible] حدیث [illegible]

[illegible] ثبوت [illegible] حدیث میں [illegible]

نے اور غیر مقلد کو [illegible] کی صحت پر بھی کوئی اعتراض نہیں تو پھر غیر مقلد [illegible]
اس پر عمل [illegible] رکعت پڑھ [illegible] چھوٹا [illegible]
[illegible] نہیں پڑھتے [illegible] کا طریقہ نہیں کہ سب مسلمانوں کی [illegible]
میں بعض [illegible] اور بعض [illegible] پشت [illegible]

ثانیاً [illegible] جگہ غیر مقلد صاحب پوری شدومد سے تین رکعت کی مخالفت [illegible]
ہے مگر جب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] اعتراض سے جان چھڑائی تھی [illegible]
نے فرمایا کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس میں رمضان و غیر رمضان میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ رکعت پڑھنے کا [illegible] تم غیر مقلد [illegible]
میں آٹھ رکعت تراویح کی تھی تو اس طرح تین رکعت وتر ثابت ہوتے ہیں جو ہمارے
خلاف ہے۔ اس جواب میں غیر مقلد لکھتا ہے۔ ہم تین عدد رکعت وتر کے ہرگز منکر
نہیں ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ۸ ص) یہ کیسی دورنگی چال اور تضاد بیانی ہے ایک جگہ تین
رکعت وتر کا انکار اور دوسری جگہ ہم تین رکعت وتر کے منکر نہیں۔

غیر مقلد کا دوسرا اور تیسرا اعتراض

قتادہ کے پانچ شاگردوں میں سے ایک سعید بن ابی عروبہ بھی ہیں وہ ان سے
بھی روایت کرنے میں پانچ شاگرد ہیں [illegible] بن سعید [illegible] عدی، عبدۃ محمد بن
بشر [illegible] پہلے چار شاگردوں سے [illegible] رکعت وتر کا ذکر کیا ہے
جبکہ [illegible] کا ذکر کیا ہے۔ ([illegible] ص ۲۸) اور [illegible]
کی روایت [illegible] [illegible] ص ۲۱،۲۳
بات [illegible] روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ

یوتر بثلاث لا یقعد الا فی آخرھن یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تین وتر پڑھتے تھے [illegible] بیٹھتے تھے [illegible] مگر آخر میں، یہی الفاظ [illegible]
مستدرک حاکم کی تلخیص [illegible] ابن حجر اور وکیل حنفیت علامہ نیموی نے [illegible]

[illegible] کئے ہیں اور علامہ بیہقی نے اپنے شیخ حاکم سے نقل کئے ہیں۔
[illegible] ص ۳۰۴ و فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۵ و تلخیص الحبیر ص ۱۵ ج و
[illegible] ۳۰۴ و [illegible] السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸ لیکن علماء حناف کی دیدہ دلیری کی
[illegible] طرف سے مستدرک حاکم شائع کی گئی تو لا یقعد کو لا
[illegible] (تفصیل دیکھئے [illegible] تعلیق مغنی ج ۲ ص ۳۲)
[illegible] حقوق
[illegible] بعض محدثین
[illegible] البیهقی قد صرح فی معرفۃ [illegible] حدیث عائشۃ [illegible]
[illegible] لا یقعد کما سیاتی فالصواب فی ہذہ
[illegible] یقعد دون لا یسلم [illegible]
[illegible] نے اپنی کتاب معرفۃ السنن [illegible] کی بجائے حضرت
[illegible] روایت [illegible] طریق میں لا یقعد کے الفاظ ہیں۔ [illegible]
[illegible] روایت میں لا یقعد کی [illegible] لا یسلم [illegible]
[illegible] روایت [illegible] ضعیف [illegible]
[illegible] یقعد کے الفاظ ہیں جس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
[illegible] پڑھتے تو درمیان میں تشہد [illegible] کا دوسرے لفظوں
[illegible] روایت ضعیف [illegible] دلیل تو کیا [illegible]
[illegible] درمیان تشہد بیٹھتے ہیں
[illegible]
[illegible] روایت [illegible] تین وتر کا ثبوت ہے شاذ و ضعیف ہے [illegible]
[illegible] سات [illegible]
[illegible] عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں ہے [illegible]

[illegible] وجہ مصنف میں تحریر [illegible] سے [illegible]
ہوتی تھی [illegible] آپ [illegible] پڑھا کرتے تھے اور [illegible]
[illegible] ہوتی تھی [illegible] حدیث صحیح [illegible]
کے بعد باقی [illegible] وتر [illegible]
[illegible] پر عمل [illegible]
ہے۔

غیر مقلد کا [illegible]

ثانیاً [illegible]
لا یقعد و لا یسلم [illegible]

[illegible] کا جواب

شیخ [illegible] علامہ ابن حجر [illegible]
میں حضرت [illegible] حدیث [illegible]
کیا [illegible] النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر
بثلاث لا یقعد یعنی لا یفصل بینهن بسلام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے
تھے [illegible] درمیان میں [illegible] آخر میں [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یسلم الا فی آخرهن رسول اللہ
صلی اللہ [illegible] سلام [illegible] مگر [illegible]
[illegible] یسلم فی [illegible] لا [illegible]
[illegible] عائشہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر [illegible]
[illegible]
[illegible] لا یسلم [illegible]

[illegible] صاحب بتائیں کہ علامہ ابن حجر سے شافعی ہونے کے باوجود [illegible]
[illegible] ہے یا انہیں کیا انہیں حافظ کے درج ہونے کا علم نہیں جبکہ غیر
مقلد [illegible] حافظ ابن حجر لکھتا ہے
[illegible] لا یسلم کے [illegible] شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عن مسور بن مخرمة قال دفنّا ابابکر رضی اللہ عنہ لیلاً
فقال عمر رضی اللہ عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ
فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرهن اخرجہ
الطحاوی واسنادہ صحیح [illegible]

[illegible] وتر کے آخر میں سلام پھیرتے تھے

[illegible] بیان کیا کہ ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رات [illegible]
[illegible] اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے پھر آپ وتر پڑھنے
[illegible] تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف بنائی تو آپ نے ہمارے ساتھ تین
[illegible] تو سلام نہ پھیرا مگر ان کے آخر میں۔ طحاوی نے روایت کیا اور
[illegible] صحیح ہے۔ اسی کے ص ۱۵۶ پر ہے۔

[illegible] تین وتر پڑھتے تھے

عن ثابت قال صلی بی انس رضی اللہ عنہ الوتر انا عن
یمینہ و ولدہ خلفنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی آخرهن
ظننت انہ یرید ان یعلمنی رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح

[illegible] ثابت سے ہے کہ فرمایا مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وتر
[illegible] اور میں آپ کی دائیں طرف تھا اور ان کا بیٹا ہمارے پیچھے
[illegible] تین رکعت وتر پڑھے اور سلام نہ پھیرا مگر ان کے آخر میں
[illegible] کہ وہ مجھے اس کی تعلیم دینا چاہتے تھے۔ اسے طحاوی نے

روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے۔

… کے ص ۵۸ پر ہے

وعنه قال اثبت عمر بن عبد العزيز الوتر بالمدينة بقول الفقهاء ثلاثا لا يسلم الا في آخرهن رواه الطحاوي واسناده صحيح

اور اسی سے ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر کو مدینہ میں فقہاء کرام کے قول سے ثابت کیا … سے فرمایا کہ سلام ان کے آخر میں پھیرے۔ اس بیان کے بعد ہم دہلوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر تین رکعت وتر پر سلام پھیرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ نہ ہوتا تو پھر امیر المومنین حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما اور فقہاء مدینہ طیبہ تین رکعت وتر پر سلام کیوں پھیرتے۔

… اس کے علاوہ بھی ہم بفضلہ تعالیٰ تین رکعت وتر پر احادیث صحیحہ پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

وتر تین ہیں ابن مسعود کا ارشاد

عن عبد الله بن مسعود قال الوتر ثلاث كوتر النهار صلوة المغرب رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۴۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رات کے وتر … دن کے وتر نماز مغرب کی طرح تین رکعت ہیں یعنی جیسے مغرب سے دن طاق ہیں اسی طرح رات کے وتر بھی طاق ہیں۔ اسے طبرانی نے … میں روایت کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں یعنی سب ثقہ ہیں۔

عن عبد الرحمن بن يزيد قال قال عبد الله الوتر ثلاث كوتر النهار المغرب هذا صحيح (… بیہقی ج ۳ ص ۳۱)

عبدالرحمن بن یزید سے ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا وتر تین رکعت ہیں دن کے وتر مغرب کی طرح ہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

… ہے کہ وتر کی تشبیہ فرض مغرب سے ہر طرح سے نہیں مراد یہ ہے کہ وتر بھی مغرب کی طرح تین رکعات ہیں اور جن روایتوں میں ہے کہ وتر کو فرض مغرب … ان سے مراد کامل و پوری طرح مشابہ کرنا ہے کہ وتر فرض مغرب کی … چاہئے کیونکہ یہ واجب ہیں اور فرض مغرب کی ہیئت پر نہ پڑھو کیونکہ وتر … میں فاتحہ کے ساتھ اور سورت ملانا اور آخری رکعت میں قرأت کے … ہے اور فرض مغرب کی آخری رکعت میں فاتحہ سے سورت ملانا … اور دعا قنوت بھی نہیں۔

… فرماتی ہیں: حضور تین رکعت وتر پڑھتے تھے

عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث يقرء في الركعة الاولى بسبح اسم ربك الاعلى وفي الثانية قل يا ايها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه (مستدرک ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری میں قل هو الله احد اور کبھی قل اعوذ برب الفلق اور کبھی قل اعوذ برب الناس پڑھتے اور یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

… سے روایت ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ان احادیث صحیحہ سے تین رکعت وتر … آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہے۔

غیر مقلد کا چوتھا اعتراض

مفتی صاحب نے مذکورہ روایت ابن حبان ابن جریر کو سنن نسائی شرح معانی الآثار طحاوی اور طبرانی صغیر کی طرف بھی منسوب کیا ہے حالانکہ ان کتب میں یہ روایت قطعاً نہیں۔ مفتی صاحب نے رسائل سے کتاب مرتب کر کے مکھی پر مکھی ماری ہے۔

[illegible] دین الحق ص ۲۳۶

جواب: شرح معانی الآثار میں ان الفاظ سے روایت موجود ہے

[illegible] عن سعید عن عائشة [illegible] ثلاث [illegible] لا یسلم الا فی آخرهن فقد صح روایة سعید عن عائشة ج ۱ ص ۹۳

یعنی وتر کی جو تفسیر [illegible] روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیش نظر ہے [illegible] تین رکعت ہے [illegible] سلام [illegible] جائے مگر ان کے آخر میں تحقیق یہ روایت [illegible] کی حضرت عائشہ سے صحیح وارد ہوئی ہے۔

اب غیر مقلد [illegible] تین رکعت وتر تسلیم کرنے کیلئے چاہئیں خود حدیث کے راوی حضرت [illegible] بیان کر رہے ہیں [illegible] تین رکعت [illegible] معلوم ہو گیا [illegible] تین رکعت ہے۔ [illegible] نسائی شریف [illegible] ص ۲۴۹ پر حضرت ابی بن کعب کی روایت میں بھی یہ الفاظ [illegible] ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ لا یسلم الا فی آخرهن [illegible] سلام [illegible] آخر میں [illegible] حدیث نمبر ۱۶۵۵ [illegible] دارقطنی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلاث کوتر النهار صلوة المغرب

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات کے وتر تین رکعت ہیں جیسے دن کے وتر نماز مغرب [illegible] پر غیر مقلد کا اعتراض

[illegible] یحیی بن زکریا [illegible] دارقطنی ج ۱ ص [illegible] جو کہ [illegible] ابن جوزی اور ابن عدی نے کذاب کہا ہے

[illegible] فرماتے ہیں کہ

[illegible] فی وضع الحدیث (میزان ج ۴ ص ۳۷۸)

[illegible] کے وضاع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

[illegible] دارقطنی اور [illegible] سے روایت کرنے کے بعد اس [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی [illegible] حدیث کی [illegible] کے حوالہ سے صحت بیان کر دی ہے۔

[illegible] غیر مقلد نے حضرت ابن مسعود کی مذکورہ حدیث کے راوی کو [illegible] میں [illegible] سے کام لیا ہے کہ ایک اور شخص یحیی بن [illegible] کو میزان الاعتدال کے حوالہ سے کذاب ثابت کر دیا۔ یحیی بن زکریا [illegible] دارقطنی [illegible] درج ذیل ہیں

[illegible] دارقطنی ضعیف، قیل یحتمل ان یکون [illegible]

[illegible] یحیی بن زکریا بن ابی الحواجب [illegible] دارقطنی [illegible]

[illegible] ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس میں احتمال ہے کہ دارقطنی نے اس سے پہلے [illegible] سے معلوم ہوا کہ دارقطنی کے ضعیف [illegible]

[illegible] اس سے پہلا [illegible] دارقطنی کی مذکورہ راوی [illegible]

[illegible] ابن حجر [illegible] کے بجائے تصدیق کرتے کہ [illegible]

[illegible] حوالہ [illegible] محقق [illegible]

[illegible] پر جرح کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ [illegible]

حدیث سے دال پر چسپاں کر دیا۔

نوٹ: صحیح صورتحال معلوم کرنے کیلئے ہمارے دوست دو مذکورہ الفاظ عکس سے حوالہ کو دیکھیں اور بیہقی ج ۳ ص ۳۱ پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت امام بیہقی کا تبصرہ دیکھیں اور ساتھ غیر مقلد کی طرف سے پیش کردہ خلاصہ کا حوالہ دیکھیں حقیقت سامنے آ جائے گی۔

ثالثاً زیر بحث حدیث کی تائید خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کرتی ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں سند و متن حدیث یہ ہے

قَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْمُعَاوِيَةَ الْمَكْفُوْفُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ الْوِتْرُ ثَلٰثٌ كَصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ

موطا امام محمد باب الوتر ص ۱۵۰

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا وتر تین رکعت ہے نماز مغرب کی طرح۔ اسی جگہ ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَلْوِتْرُ كَصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں

چہارم اس حدیث سے مراد طحاوی شریف نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض۔

اعتراض

اس کی سند میں یحییٰ بن الجزار راوی ہے۔

طحاوی ج ۱ ص ۹۸ جو کہ غالی شیعہ تھا (تہذیب ج ۱۱ ص ۱۹۲) اور شیعہ کی روایت مقلد صاحب کے نزدیک سخت ضعیف ہوتی ہے۔

جواب اولاً غیر مقلد صاحب نے تہذیب التہذیب سے یحییٰ بن الجزار کا غالی ہونا تو نقل کر دیا مگر یہ نقل نہ کیا کہ متعدد محدثین کرام نے اسے ثقہ و صدوق کہا ہے جن میں امام ابو حاتم، ابو زرعہ، امام نسائی، ابن سعد اور عجلی ہیں

تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۹۲، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۱

ثانیاً غیر مقلد صاحب نے یہ کہہ کر جان چھڑانی کہ مقلد صاحب کے نزدیک شیعہ کی روایت ضعیف ہے، اپنی بات سچی کرنے کیلئے کہ ایک شیعہ کی روایت مردود ہے حالانکہ رجال روایت مذہب کے خلاف ہے۔ اسے اپنا موقف بیان کرنا ہے سے سمجھدار سمجھ جائے گا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ جب مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ تمہاری پیش کردہ روایت کے راوی رافضی (شیعہ) ہیں تو اس اعتراض سے جان چھڑانے کو وہاں صاحب محدثین کی اصطلاح کا سہارا لیا چنانچہ لکھتے ہیں، مگر بالفرض اسے تسلیم کر لیا جائے کہ عبد المصری اور امام شعیب بن دینار شیعہ تھے جو یقیناً غلط ہے تو بھی کوئی وجہ ضعیف ٹھہرانے کی نہیں ہے کیونکہ لفظ میں حضرات محدثین کرام کے نزدیک ان کی اصطلاح میں لفظ شیعہ میں فرق ہے اور اس پر حد فاصل ۵۳۰۰ ہے اور ایک حد فاصل ۲۵۶ ہے۔ امام ابو دین الحق ص ۳۴۱

مقلد کا دوسرا اعتراض

اس کی سند میں دوسرا راوی حبیب بن ثابت ہے جو کہ اگرچہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں اور ان کی تدلیس کی صراحت حافظ ابن حجر، امام ابن حبان، امام دارقطنی نے کی ہے، تقریب ص ۶۳، طبقات ص ۳۷ زیر بحث روایت سماع کی صراحت کے بغیر عن سے ہے لہٰذا اصول حدیث کی رو سے یہ روایت بہت ضعیف ہے بلکہ مفتی صاحب خود مدلس راوی کی روایت کو سرے سے موضوعات میں شمار کرتے ہیں

جواب اولاً ثقہ ہے جب اس غیر مقلد صاحب کو اقرار ہے کہ حبیب بن ابی

ثالثاً جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک ثقہ ہے جب راوی کی عادت ہو کہ وہ
ثقات سے ہی تدلیس کرتا ہو تو روایت مقبول ہے۔ الشاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ
اللہ علیہ مقدمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

وَذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ إِلَى قَبُوْلِ تَدْلِيْسِ مَنْ عُرِفَ أَنَّهُ لَا يُدَلِّسُ إِلَّا
عَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عُيَيْنَةَ وَإِلَى رَدِّ مَنْ كَانَ يُدَلِّسُ عَنِ الضُّعَفَاءِ
وَغَيْرِهِمْ

"جمہور مدلس کی روایت قبول کی طرف گئے ہیں کہ جس کے متعلق معلوم ہو
کہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہے جس طرح سفیان بن عیینہ اور اس کے رد کی
طرف گئے ہیں جو تدلیس ضعفاء و غیرہم سے کرے۔"

ثانیاً معنعن روایت کا راوی ہمعصر سے کرے تو مسلم کی شرط پر روایت مقبول
ہے مگر امام بخاری کے ہاں ملاقات معتبر ہے [illegible] غیر مقلد کو وضاحت
کرنی چاہئے تھی کہ حبیب بن ابی ثابت جن سے عنعنہ کرتا ہے وہ سب کے سب
معاصرین ہیں تاکہ امام بخاری کی شرط پر بھی اس کی دلیل ہو سکتی ہے۔

ثالثاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس مدلس و موضوع کا [illegible]
تدلیس کہا ہے وہ یہ صورت ہے کہ راوی کہتا ہے سمعت فلاں حالانکہ اس کی تحقیق کے
[illegible] اس کی اس سے ملاقات ہی ثابت نہیں۔ مطلق تدلیس کو مفتی صاحب نے ایسا
نہیں کہا۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ٨ نسائی شریف نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی
اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
تھا۔ آپ رات کو بیدار ہوئے اور وضو فرمایا۔ مسواک کی اور یہ آیت تلاوت
فرماتے تھے إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ...... الخ پھر دو رکعتیں نفل پڑھیں۔ پھر آپ
دوبارہ سو گئے یہاں تک کہ میں نے حضور کے خراٹے سنے پھر اٹھے اور مسواک کی پھر

[illegible] پڑھیں پھر اٹھے اور وضو مع مسواک کیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور تین رکعت
[illegible]

[illegible] کا اس پر پہلا اعتراض

یہ روایت سنن نسائی جلد اص ٢٠١ میں موجود ہے لیکن امام بخاری نے صحیح
[illegible] ج اص ١٣٥ میں اسے روایت کیا ہے مگر اس میں وتروں کی تعداد نہیں ہے اور
[illegible] صاحب کا اصول ہے کہ روایت کے جو الفاظ بخاری میں نہیں وہ ضعیف ہیں
[illegible] ہیں کہ بخاری سے ابو حمید ساعدی کی یہ روایت [illegible] مگر اس میں وہاں
[illegible] کا ذکر نہیں [illegible] (ابو حمید ساعدی) روایت میں [illegible] کا ذکر
[illegible] بخاری [illegible] چھوڑتے [illegible] اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ [illegible]
[illegible] میں تین وتروں کا ذکر ہوتا تو امام بخاری [illegible] چھوڑتے [illegible]

جواب اولاً امام بخاری کا روایت میں عدد وتر کے الفاظ کو بیان نہ کرنا [illegible]
[illegible] تب [illegible] ہوتا جب کہ [illegible] امام بخاری کی [illegible]
[illegible] یہاں تو نسائی کی روایت الگ ہے [illegible] بخاری کی الگ [illegible]
[illegible] ہیں۔ بخاری کی سند و متن یوں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ
عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ
فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ
قَرِيْبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ
مِنْ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ

وقمت الی جنبه فوضع یده الیمنی علی راسی و اخذ باذنی
یفتلها ثم صلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم
رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتی جاءه
المؤذن فقام فصلی رکعتین ثم خرج فصلی الصبح (بخاری
ج ۱ ص ۳۵)

حضرت کریب سے ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے بیان کیا کہ وہ حضرت میمونہ کے گھر رات کو تھا اور وہ ان کی خالہ تھی تو میں تکیے کے عرض کی طرف سویا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل اس کے طول کی طرف تو رسول اللہ آدھی رات یا اس کے قریب تک سوئے پھر آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہوئے پھر سورہ آل عمران سے دس آیتوں کی تلاوت فرمائی پھر معلق مشک کے پاس تشریف لے گئے تو خوب طریقے سے وضو فرمایا پھر نماز کو کھڑے ہوئے تو میں نے بھی آپ کی طرح کیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور میرا کان پکڑ کر مروڑا پھر دو دو رکعتیں کر کے چھ دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے پھر محو خواب ہوئے یہاں تک کہ موذن خدمت اقدس میں حاضر ہوا (بیدار کیا) تو آپ نے دو رکعت سنت فجر ادا کیں پھر (مسجد کو) تشریف لے گئے اور نماز صبح (فرض) ادا کیے۔ نسائی کی سند و متن اس طرح ہے۔

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا حسین عن زائدة عن
حصین عن حبیب بن ابی ثابت عن محمد بن علی بن عبد الله
بن عباس عن ابیه عن جده قال کنت عند النبی صلی الله
علیه وسلم فقام فتوضا و استاك و هو یقرأ هذه الآیة حتی

منها
ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنهار لایت
لاولی الالباب ثم صلی رکعتین ثم عاد فنام حتی سمعت
نفخه ثم قام فتوضا و استاك ثم صلی رکعتین ثم نام ثم قام
فتوضا واستاك وصلی رکعتین و اوتر بثلث

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رات کو بیدار اور وضو فرمایا مسواک کی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے تھے ان فی خلق السموت پھر دو رکعتیں نفل پڑھیں پھر آپ دوبارہ سو یہاں تک کہ میں نے حضور کے خراٹے سنے پھر اٹھے اور مسواک کی دو رکعتیں پڑھیں اور تین رکعت وتر پڑھے۔ ان دونوں روایتوں کی متن کو قارئین بغور دیکھنے سے جان لیں کہ دو چیزیں مختلف ہیں راوی بھی مختلف ہے۔ ایک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا اور دوسری میں حضرت کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ وہابی صاحب کا اعتراض غلط ہے کہ امام نے نسائی والی روایت بیان کی ہے اور بثلث کو ذکر نہیں کیا۔

تسلیم کرنے پر کہ نسائی و بخاری کی ایک ہی روایت ہے تو سوال یہ ہے روایتوں کے متن میں کثیر اختلاف ہے تو وہابی جی کو اور کسی لفظ پر کیوں محض بثلث پر اعتراض ہوا کیا یہ خلاف مذہب ہے اس لئے؟
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بثلث کے الفاظ کو بیان نہ کرنا بھی لازم نہیں موضوع پر مسدرج ہیں کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی بلند پایہ محدث النسائی شریف صحاح ستہ میں شامل ہے۔

رہا غیر مقلدوں کے مذہب میں تعدد ہے کبھی ایک وتر کا انکار کرتے آتے ہیں اور کبھی اقرار کرتے چنانچہ [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے تین وتر مانتے ہیں

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ (بخاری ج [illegible] باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ)

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں تو ان کا حسن اور طول نہ پوچھ پھر چار رکعت نماز پڑھتے ہیں تو ان کا حسن اور طول نہ پوچھ پھر تین رکعت نماز پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

یاد رہے کہ [illegible] جب غیر مقلد مذکورہ حدیث کے تحت [illegible]

[illegible] علیہ نے [illegible] کہا کہ یہ حدیث تمہارے خلاف ہے کیونکہ اس سے [illegible] ثابت ہیں جب کہ تم غیر مقلد اس کے منکر ہو [illegible] ہم تین عدد رکعت وتر کے ہرگز منکر نہیں [illegible] اہل حق [illegible] دونوں صاحب تین رکعت وتر مانیں تو مصیبت یہ آتی ہے کہ [illegible] ثابت نہیں [illegible] کی تعداد [illegible] مذہب میں ایک بہت مشکل آتی ہیں۔

آپ کا دوسرا اعتراض

[illegible] کے پاس [illegible] مفتی صاحب [illegible] دوسری رکعت [illegible] اور تیسری میں قراءت کے بعد تکبیر [illegible] ہاتھ باندھ کر دعا [illegible] ثابت نہیں [illegible] مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ [illegible] موقف کی صحیح حدیث پیش کرتے مگر انہوں نے صرف [illegible] کے عدد [illegible] پیش نظر [illegible] کو نظر انداز کر دینا ہی مناسب جانا [illegible] اہل حق [illegible]

[illegible] مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ حدیث میں تین وتر [illegible] دوسری رکعت کے بعد تشہد اور دعائے قنوت اور تیسری رکعت کی قراءت [illegible] تکبیر ہاتھ اٹھا کر [illegible] دعائے قنوت پڑھنا [illegible] غیر مقلدوں کو چاہئے [illegible] کام [illegible] ہیں۔

[illegible] طرح اعتراضات [illegible] مفتی صاحب کا موقف ہے [illegible] کا ثبوت [illegible] تحقیق میں اس کا [illegible] ہے۔

[illegible] غیر مقلد [illegible] اہل حق پر اعتراضات کرتے ہیں [illegible] کی پوری طرح

دیکھا تو جا بجا اعتراض کی بوچھاڑ نظر آئی کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کے ثبوت کہ وتر میں دعاء قنوت ہمیشہ پڑھو وتر کی تیسری رکعت میں قنوت پڑھے وہ مع دلائل ثابت کیا ہے اب ہم بھی بعض حوالے دیکر ان کا مطالعہ پیش کر دیتے ہیں۔

وتر فرض مغرب کی طرح تین رکعت ہیں

عن عبد اللہ بن مسعود قال وتر الليل كوتر النهار صلوة المغرب رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۲۴۲)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رات کے وتر نماز مغرب کی طرح تین رکعت ہیں یعنی جیسے مغرب کے فرض طاق ہیں اسی طرح رات کے وتر بھی طاق ہیں اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا اور راوی اس کے صحیح کے راوی ہیں۔ یعنی سب ثقہ ہیں۔

دوم محمد قال اخبرنا اسمعيل بن ابراهيم عن ليث عن عطاء [illegible] قال ابن عباس الوتر كصلوة المغرب

(موطا امام محمد باب السلام في الوتر ص ۱۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ ان دونوں احادیث سے واضح ہوا کہ وتر کی [illegible] اسی طرح ہیں جس طرح مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے جب کہ مغرب میں دو رکعت کے بعد قعدہ اور تشہد ہے تو وتر میں بھی اسی طرح دو رکعت کے بعد قعدہ اور تشہد واجب ہیں۔

تیسری رکعت میں دعاء قنوت کا ثبوت

عن ابی بن كعب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر فيقنت قبل الركوع (ابن ماجه باب ما جاء في القنوت قبل الركوع)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے

عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه قال كان ابن مسعود لا يقنت في شيء من الصلوات الا الوتر فانه كان يقنت قبل الركعة

([illegible] باب [illegible])

ابن مسعود [illegible] رضی اللہ عنہ وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے

اصحاب رسول اللہ کے اصحاب وتر میں قبل رکوع قنوت پڑھتے تھے

حدثنا ابو بکر بن عیاش [illegible] عن ابراهيم ان ابن مسعود واصحابه كانوا يقنتون في الوتر قبل الركوع

(مصنف [illegible] باب [illegible])

[illegible] سے مروی ہے [illegible] عبد اللہ ابن مسعود [illegible] کے اصحاب [illegible] رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے

(سنادہ صحیح) اس کی سند صحیح ہے۔

چہارم

عن ابراہیم ان ابن مسعود کان یقنت السنة کلہا فی الوتر قبل الرکوع ...

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سارا سال وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے (یہ حدیث مرسل جید ہے) حدیث مرسل ہے اور اس کی سند جید ہے ... قنوت سے پہلے تکبیر ... ہاتھ اٹھانا ثابت ہے

... سات جگہوں پر ہاتھ اٹھانے ...

عن ابراہیم النخعی قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوۃ وفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین وعند استلام الحجر وعلی الصفا والمروۃ وبجمع وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین

...

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ سات مقام پر ہاتھ اٹھائے جائیں تکبیر تحریمہ کے وقت، وتر میں قنوت کی تکبیر کے وقت، عیدین کی تکبیرات ... حجر اسود ... صفا و مروہ پر، مزدلفہ اور عرفات میں ... جمرتین کے وقت ... حدیث ...

... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

... النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی وقل یایہا الکافرون وقل ھو اللہ احد فی ...

... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یایہا الکافرون اور قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے ... ایک ایک سورت۔

... کا پہلا اعتراض

... کہ اس روایت میں ایک رکعت وتر کی ہے ... مسئلہ ... سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ وتر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ... ہے جس پر الحمد للہ اہل حدیث عمل پیرا ہیں ... کی سورۃ کی تخصیص جائز نہیں ہے کیونکہ فاقرؤا ما ... کے خلاف ہے ... مفتی صاحب نے اس آیت کو ... کا مطلب ... آیت افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ... 439 438 -

... جی ہاں مذکورہ حدیث میں ایک رکعت وتر کی تو نہیں ہے مگر ... کہ حدیث میں واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... پڑھتے ہر رکعت میں ایک سورت تو وتر تین رکعت ثابت ہوئے ... بھی ہوتی ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... پڑھتے تھے تو کوئی عقل کا اندھا ہی کہے گا کہ اس سے ... ثابت ہو گا۔

کوئی عقلمند تو یہ بات نہیں کہے گا کہ مذکورہ حدیث کا اس مسئلہ سے کوئی

تعلق نہیں کیونکہ عنوان سے واضح ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ تعین [illegible]
وتر پر دلائل دے رہے ہیں اور زیر بحث حدیث میں اس کا واضح ثبوت ہے۔

ثالثاً وہابی صاحب کا کہنا کہ بلکہ اس (حدیث) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر میں قرأت کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پر الحمد للہ اہلحدیث عمل پیرا ہیں جبکہ حنفی اس سنت کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک کسی سورۃ کی تخصیص جائز نہیں ہے کیونکہ فاقرءوا ما تیسر الآیہ کے خلاف ہے۔

الجواب اولاً غیر مقلدوں کے حدیث پر عمل پیرا ہونے کا نمونہ کسی جگہ دیکھ لیں تو معلوم ہو جائے کہ وہابی کا عمل پیرا ہونے کا دعویٰ خارج از حقیقت ہے کیونکہ زیر بحث حدیث اور اس کے علاوہ احادیث میں تین رکعت وتر معین ہیں مگر وہابی صاحب انہیں احادیث سے سورتوں کے تعین کو صرف مان ہی نہیں رہا بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ بھی کر رہا ہے جبکہ تین رکعت وتر کا انکار کرتا ہے یہ انکار حدیث کا نہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیاً خود وہابی احناف کو اس سنت سے منکر ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ حدیث میں مذکورہ سورتوں کی تخصیص نہیں مانتے۔ تخصیص نہ ماننے کی وجہ بھی بتا دی کہ ان کے نزدیک اس آیہ مبارکہ (فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) کے پیش نظر تخصیص جائز نہیں اب قارئین خود دیکھ لیں کہ وہابی جی کے نزدیک احناف کس لئے منکر سنت ہیں کہ وہ قرآن پر زیادتی نہیں کرتے کیونکہ تخصیص ماننے سے آیہ مبارکہ پر زیادتی ہے

ثالثاً مذکورہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک بیان ہے کہ آپ ان سورتوں کو تین رکعت وتر میں پڑھتے تھے امر نہیں کہ تم ان سورتوں کو پڑھو۔ جب یہ صورت ہے تو آپ کے فعل پر عمل کبھی مستحب ہوتا ہے کبھی غیر مؤکدہ کبھی مؤکدہ جیسی جیسا قرینہ پایا جائے یہاں قرینہ ہے کہ ان سورتوں کا پڑھنا مستحب کہا جائے تاکہ

[illegible] پڑھی جائیں تو ہم بھی بلا تعین [illegible] ہم احناف کہتے ہیں پھر ہم منکر سنت کیسے

[illegible] سورتوں کی تخصیص کریں گے جن کے بارے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو فلاں فلاں رکعت میں پڑھتے تھے تو یہ بھی قرأت [illegible] کا حالانکہ حق یہ ہے کہ تمام قرآن پڑھا جائے نیز کہیں فعل نقل [illegible] کا کہ اس آیت میں ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

سورۃ الفرقان آیت نمبر ۳۰ پارہ نمبر ۱۹

[illegible] رسول نے عرض کی اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا۔

[illegible] کا دوسرا اعتراض

ان روایات میں سے کسی میں یہ صراحت ہے کہ درمیان میں تشہد پڑھا جائے [illegible] وقت رکوع قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ [illegible] دعا قنوت مانگی جائے [illegible] الغرض یہ روایت احناف کے مفید مطلب نہیں کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں [illegible]

جواب اعتراض میں مذکورہ چیزوں کو وہم [illegible] ثابت [illegible] ہیں یہ غیر مقلد [illegible] احادیث سے جہالت کا نتیجہ ہے۔

[illegible] سے حدیث نمبر ۱۳ تا ۱۸ [illegible] شریف، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ [illegible]
[illegible] سے حضرت عبدالعزیز ابن جریج عبدالرحمن بن ابزی سے روایت کی

[illegible] سَأَلْنَا عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُوْلٰى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ
الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ

اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ

فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کیا پڑھا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور فلق و ناس

اس مرفوع حدیث میں تین رکعت وتر کا واضح ثبوت ہے کہ جو [illegible] دوسروں کے مذہب سے ہر ایک جواب جاتا ہے مگر وہابی کی حالت [illegible] جتنا ہے اس سے ایک رکعت وتر کی نفی نہیں ہوتی اور تین رکعت وتر کے ثبوت سے کوئی تعلق نہیں

جاء الحق سے حدیث نمبر ۱۹ نسائی شریف حضرت ابی بن کعب سے روایت کی۔

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِي الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور دوسری رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے اور سلام نہ پھیرتے تھے مگر ان تینوں رکعتوں کے آخر میں۔

اس سے واضح ہے کہ تین وتر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر دیتے تھے اس پر کوئی رکعت زیادہ نہ کرتے تھے۔

جاء الحق سے حدیث نمبر ۲۰ ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی

قَالَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْوِتْرِ ثَلٰثٌ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ

اس پر سارے مسلمان متفق ہیں کہ وتر تین رکعتیں ہیں نہ سلام پھیرے مگر ان

میں اس پر غیر مقلد کا پہلا اور دوسرا اعتراض یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ثابت ہے۔

ثانیاً یہ قول امام حسن بصری کا ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا نہیں مفتی صاحب اسے مرفوع ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تمام بہاروں یمن ص ۲۳۹

جواب اول: یہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کہا ہے [illegible]

ثانیاً: رضی اللہ عنہ ایک جملہ ہے جو علاوہ صحابہ کے علاوہ بعد کے اکابر کے ناموں کے ساتھ بھی لکھتے آئے ہیں اس کے جواز کی دلیل یہ آیہ مبارکہ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اور سب میں پہلے اگلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، ان میں اللہ تعالیٰ نے تابعین اور قیامت تک بھلائی پر ان کی اتباع کرنے والوں کو رضی اللہ عنہم میں شامل کیا ہے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُنَافِقُوْنَ

مسئلہ کا تیسرا اعتراض

اس کی سند میں عمرو بن عبید بن باب ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴ اور وہ کذاب ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ

قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ وَقَالَ النَّسَائِيُّ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ اَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ يَكْذِبُ وَقَالَ حُمَيْدٌ كَانَ يَكْذِبُ عَلَى الْحَسَنِ وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ يَشْتِمُ الصَّحَابَةَ وَيَكْذِبُ [illegible] وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ ضَعِيْفٌ میزان ج ۳ ص ۲۷۳

امام ابن معین سے اس کی حدیث لکھی نہ جائے۔ امام نسائی سے متروک الحدیث بتاتے ہیں امام یونس اور امام ایوب نے اس کی تکذیب کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی طرف جھوٹ منسوب کرتا تھا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ خبیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا تھا اور جھوٹی روایت وضع کرتا تھا امام دارقطنی کا کہنا ہے ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اس کا مفصل حال درج کیا ہے اور اس نے خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ

دَاعِيَةٌ اِلٰى بِدْعَةٍ اِتَّهَمَهُ جَمَاعَةٌ (تقریب ص ۲۵۵)

یعنی بدعتی تھا اور ایک جماعت نے اسے کذاب کہا ہے تاریخ بغداد میں اتنی ص ۲۳۹

جواب: وکلاء فقہ عظام نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ارشاد کو بطور حجت پیش کیا ہے اگر بقول وہابی موضوع و من گھڑت ہوتا تو فقہاء رضی اللہ عنہم اسے دلیل نہ بناتے چنانچہ علامہ کاسانی بدائع الصنائع جز اول میں فرماتے ہیں

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْوِتْرَ ثَلٰثٌ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ

تین وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہے

حضرت حسن سے ہے کہ فرمایا اس پر مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ بے شک وتر تین رکعت ہے اور سلام نہ پھیرا جائے مگر ان کے آخر میں، یہی صاحب ہدایہ نے جزء اول میں نقل فرمایا ہے اور تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جزء اول میں بھی منقول ہے۔

[illegible] آٹھ رکعت تراویح کی تعیین میں غیر مقلدوں کی بنیادی دلیل حضرت [illegible] عائشہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان [illegible] میں رات کو گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ گیارہ رکعتوں میں [illegible] متعین نہیں مانیں گے تو آٹھ تراویح کا تعیین کیسے کریں گے مگر افسوس کہ [illegible] ان حقائق کو پس پشت ڈال کر آٹھ تراویح متعین کرتے ہیں تین وتر کی [illegible] مانتے ہیں۔ درحقیقت یہ حدیث سے انکار ہے مزید بھی آپ الاحادیث [illegible] سے حدیث نمبر ۲۱ ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے حضرت ابو خالد [illegible]

[illegible] سَأَلْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ هٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ

[illegible] نے ابوالعالیہ سے وتر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم سب [illegible] رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی جانتے ہیں کہ وتر نماز مغرب کی طرح [illegible]

[illegible] وتر اور مغرب دن کے وتر

[illegible] حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ورنہ وتر کی تین رکعتوں پر بہت زیادہ [illegible] ہیں اگر تفصیل ملاحظہ کرنا ہو تو طحاوی شریف و صحیح البہاری ملاحظہ [illegible] احادیث سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف تین [illegible] تھا۔ تمام صحابہ کا یہی عمل رہا اور ان تین رکعت پر سارے مسلمان متفق [illegible] ہتے ہیں کہ تینوں رکعتیں ایک سلام سے پڑھے مگر نفس امارہ پر چونکہ [illegible] ہے اس لئے نفس والوں نے صرف ایک رکعت وتر پڑھنا شروع کی [illegible]

ناظرین نے مذکورہ احادیث میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں فلاں سورت پڑھتے تھے۔ دوسری میں فلاں اور تیسری میں فلاں سورت پڑھتے تھے۔ وہابی حضرات بتائیں کہ اگر وتر ایک رکعت ہے تو یہ سورتیں کیسے پڑھی جاتی تھیں۔

اس پر غیر مقلد کا اعتراض

یہ روایت بہرحال موقوف ہے اور ایک رکعت پر صحیح صریح مرفوع احادیث موجود ہیں اور یہ فریقین کے مسلمات میں سے ہے کہ جب موقوف اور مرفوع کا تعارض ہو تو مرفوع کو لیا جائے گا اور موقوف کو ترک کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن ہمام حنفی فرماتے ہیں

ان قول الصحابی حجة فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفه شیء آخر من السنة (فتح القدیر ص ۳۷ ج ۲)

یعنی صحابی کا قول حجت اور اس کی تقلید واجب ہے۔ ہمارے ہاں جب وہ سنت کے معارض نہ ہو۔

اس اصول کا اقرار مولوی ابو یوسف محمد شریف بریلوی شاگرد خاص مولوی احمد رضا خاں نے بھی فقہ الفقیہ ص ۱۵۶ میں کیا ہے۔ معروف مولوی غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ (کراچی) و شارح صحیح مسلم لکھتا ہے۔

یاد رہے کہ جب کوئی مسئلہ حدیث سے ثابت ہو اور اس کے معارض اور مخالف کتاب و سنت کی کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو اس صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح دین ہے اور کوئی آدمی اپنی جگہ پر کتنا ہی بڑا بزرگ اور عالم دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ حدیث صریح کے خلاف کوئی بات کہے تو [illegible] صریح حدیث کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو چھوڑ دینا ہی [illegible] استقامت ہے بعد کا کوئی آدمی علم و فضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو صحابہ سے نہیں

جب اصول یہ ہے کہ جب قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو [illegible] کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے (ذکر بالجہر ص ۱۰۵ طبع فرید بک [illegible] ۱۳۹۵ھ)

[illegible] ہے کہ [illegible] مولوی اس جواب سے مطمئن ہو جائیں گے۔

[illegible] غیر مقلد کا کہنا کہ یہ روایت بہرحال موقوف ہے۔ اصول سے [illegible] محدثین اصولیین جب صحابی کے قول میں رائے و قیاس کا دخل نہ [illegible] حدیث مرفوع حکمی ہے چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ [illegible] لکھتے ہیں

ان حکم مثل اخبار الصحابی الذی لم یخبر عن کتب المتقدمین فلا مجال فیه للاجتهاد

[illegible] حدیث مرفوع حکمی جیسے کہ صحابی کی وہ روایت جس میں کتب سابقہ سے خبر نہ دی ہو اور نہ اجتہاد کو دخل ہو۔

مرفوع حکمی کا بیان

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

ومثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ان یقول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغة او شرح غریب کالاخبار عن الامور الماضیة من بدء الخلق واخبار الانبیاء علیهم السلام او الآتیة کالملاحم والفتن واحوال یوم القیامة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله ثواب مخصوص او عقاب مخصوص وانما کان له حکم المرفوع لان اخباره بذلک

يقتضي مخبرٌ له وَمَالا مَجَالَ للاجتهادِ فيهِ يقتضي مُوقِفٌ للقائلِ به وَلا مُوقِفَ للصَّحابيِّ إلَّا النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وَآلهِ وصَحْبِهِ وَسَلَّم ‏ نخبة الفكر ص ۲۲

یعنی صحابی کے قول سے بلا تصریح مرفوع حکمی کی مثال جو کہ صحابی بیان کرے جس نے اسرائیلی روایات سے نہ لیا ہو اور نہ اس میں اجتہاد کو دخل ہو اور نہ اس کا بیان لغت سے تعلق ہو یا شرح غریب سے جیسا کہ صحابی کا امور ماضی کی ابتداء خلق سے خبر دینا اور انبیاء علیہم السلام سے خبریں بیان کرنا اور آنے والے زمانوں کی جیسے جنگوں اور فتنوں اور احوال قیامت کی خبریں دینا ایسے ہی ان کاموں کی خبر دینا جن کے کرنے پر ثواب مخصوص حاصل ہو یا عذاب مخصوص کی اطلاع ہو۔ اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہی ہے کیونکہ ان چیزوں کی خبر بتانے والے کی مقتضی ہے اور اس کی خبر جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ قائل کو کسی پر آگاہ کرنے والے کی مقتضی ہے اور صحابی کو ان باتوں پر آگاہ کرنے والا سوائے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے اور کوئی نہیں لہذا یہ مرفوع حکمی ہوں گی۔

اس بیان کے بعد یہ بحث روایت کے یہ الفاظ کہ ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کو نماز مغرب کی طرح جانتے تھے قابل غور ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے بغیر اپنی طرف سے تو وتر کو نماز مغرب کی طرح نہیں جانتے تھے لہذا یہ روایت حدیث مرفوع حکمی ہوئی مگر وہابی صاحب کی جہالت پر افسوس کہ اس کا سرے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہی توڑ رہے ہیں۔

ثانیاً غیر مقلد کا کہنا کہ جب مرفوع اور موقوف کا تعارض ہو تو مرفوع کو لیا جائے گا اور موقوف کو ترک کر دیا جائے گا۔

جواب ثالثاً ہم نے بفضلہ تعالیٰ زیر بحث روایت کا زمانہ اصول مرفوع ہونا ثابت کر دیا ہے۔

احادیث کی صحت کا بیان

مسئلہ تین رکعت وتر کے ثبوت پر ہم نے بفضلہ تعالیٰ بکثرت احادیث مرفوعہ صحیحہ بیان کر دی ہے مزید صحت پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ فَقَرَأَ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ الحديث

رواه مسلم بطريق علي بن عبدالله بن عباس عنه الاعلاء السنن جزء ۵ ابواب الوتر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے پس مسواک کی اور وضو فرمایا پھر ان آیات ان فی خلق السموٰت والارض آخر سورت تک پڑھی پھر کھڑے ہوئے تو دو رکعت نماز کو پڑھا ان میں قیام اور رکوع اور سجدہ لمبا کیا پھر سلام پھیر کر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے ایسے ہی آپ نے چھ رکعت پڑھنے میں تین بار کیا ہر دو رکعت کے لیے مسواک فرماتے وضو کرتے اور مذکورہ آیات پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھے (الحدیث) اسے مسلم نے بطریق علی بن عبداللہ بن

عباس سے روایت کیا۔

کی تحقیق میں ہے

قلت لم ینفرد حبیب بن ابی ثابت بل تابعه یونس بن ابی اسحاق فرواه عن المنهال بن عمرو عن علي بن عبد الله بن عباس عن ابیه مثله عند الطحاوي بسند صحیح

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو حبیب بن ابی ثابت سے منفرد بیان نہیں کیا بلکہ اس کے متابع ہوئے یونس بن ابی اسحاق تو انہوں نے منہال بن عمرو سے روایت کیا اور اس نے علی بن عبداللہ بن عباس سے روایت کیا۔ علی نے اپنے باپ عبداللہ سے امام طحاوی کی روایت میں اور اس کی سند صحیح ہے۔

(۷) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الوتر بسبح اسم ربك الأعلى وقل يا أيها الكافرون وقل هو الله أحد في ركعة ركعة رواه الترمذي وقال النووي في الخلاصة وإسناده صحيح كما في نصب الراية وفي تخريج العراقي رواه الترمذي والنسائي وابن ماجة بسند صحيح (اعلاء السنن جزء ۶ ابواب الوتر).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وتر میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد ایک ایک رکعت میں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور نووی نے خلاصہ میں فرمایا سند اس کی صحیح ہے جیسے کہ نصب الرایہ اور تخریج عراقی میں ہے کہ روایت کیا اسے ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ۔

(۶) عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے۔ الخ [illegible]

اس کی شرح بلوغ الامانی میں ہے

عن علي رضي الله عنه سنده حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا أسود بن عامر أخبرنا أبو بكر عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي رضي الله عنه (الحديث) تخريجه (مذ) وزاد يقرأ فيهن بتسع سور من المفصل يقرأ في كل ركعة بثلاث سور آخرهن قل هو الله أحد وسنده جيد

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکورہ حدیث کی سند جید ہے

(۷) عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوتر بثلاث (الفتح الربانی ج ۲ ص ۲۹۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے۔

اس کی شرح میں ہے

بثلاث ركعات وقوله بسبح اسم ربك الأعلى متعلق بمحذوف تقديره يقرأ في الأولى بسبح (الخ) ويقرأ في الثانية قل يا أيها الكافرون ويقرأ في الثالثة قل هو الله أحد وهذا التفسير قد جاء مصرحا في حديث عائشة عند الحاكم ولفظه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات يقرأ في الأولى بسبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية

بِقُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الشَّیْخَیْنِ وَلَمْ یُخْرِجَاهُ

یعنی وتر پڑھنے سے مراد ہے کہ آپ تین رکعت وتر پڑھتے اور ان کا قول کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی متعلق بمحذوف ہے۔ اس میں پوشیدہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ (الخ) پڑھتے اور دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ کو پڑھتے اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو پڑھتے اور یہی تفسیر حدیث عائشہ میں صراحت سے آئی ہے جو حاکم کے نزدیک ان لفظوں سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھتے اور دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور حاکم نے فرمایا یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے مگر انہوں نے اسے روایت نہ کیا۔

(ششم) امام حاکم کی مستدرک میں ہے

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَاُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ یُوْتِرُ بَعْدَهُمَا بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَقُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ وَیَقْرَاُ فِی الْوِتْرِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تابعه سعید بن ابی مریم عن یحیی بن ایوب

تلخیص میں اس حدیث کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ رواتہ ثقات عنہ وهو علی شرطهما (خ م)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[illegible] پڑھتے تھے [illegible] دو رکعتوں میں جن کے بعد تیسری رکعت وتر [illegible] سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری [illegible] میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور [illegible] اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ [illegible] کے متابع ہوئے سعید بن ابی مریم جیسوں [illegible] سے یحیی بن ایوب سے روایت [illegible]

[illegible] کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور حدیث شیخین کی شرط پر

[illegible] بیہقی جلد سوم میں روایت کرتے ہیں

[illegible] عبد الرحمٰن بن یزید قال قال عبد اللّٰه الوتر ثلاث کوتر [illegible] المغرب هذا صحیح من حدیث عبد اللّٰه بن مسعود

[illegible] ابن مسعود نے فرمایا کہ وتر تین ہیں جس طرح وتر نماز مغرب کی [illegible] یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود کی (موقوف) حدیث سے زیادہ صحیح [illegible] صحیح یہ ہے کہ امام بیہقی نے ابن مسعود کی مرفوع حدیث کو ضعیف [illegible] مگر مذکورہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے نیز جب راوی کا قول و فعل [illegible] حدیث کے مطابق ہو تو اسے تقویت دیتا ہے۔

[illegible] جوہر نقی مع بیہقی جلد سوم ص [illegible] ہے کہ

[illegible] اخرجه النسائی من حدیث ابن عمر فقال حدثنا قتیبة [illegible] نا الفضل بن عیاض عن هشام بن حسان عن محمد بن [illegible] عن ابن عمر قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم [illegible] صلوة المغرب وتر صلوة النهار فاوتروا صلوة اللیل وهذا سند [illegible] علی شرط الشیخین۔

[illegible] امام نسائی نے حدیث ابن عمر کو روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا مغرب دن کی نماز کے وتر ہیں تو رات کی نماز میں وتر پڑھو اور سند اس کی شیخین کی شرط پر ہے۔

(نمبر) تلخیص الحبیر، جز ۲ ص ۱۸ پر ہے کہ

(حدیث) عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الركعة الأولى من الوتر بسبح اسم ربك الأعلى (الحديث) أبو داود والترمذي وابن ماجه عنها وفيه خصيف وفيه لين ورواه الدارقطني وابن حبان والحاكم من حديث يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة وتفرد به يحيى بن أيوب عنه فيه مقال ولكنه صدوق وقال العقيلي إسناده صالح ولكن حديث ابن عباس وأبي بن كعب بإسقاط المعوذتين أصح

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ (الحدیث) اسے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا اور اس میں خصیف ہیں اور ان میں لین ہے اور اسے دارقطنی اور ابن حبان اور حاکم نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے عمرہ سے انہوں نے عائشہ سے روایت کیا اور یحییٰ بن ایوب اکیلے اسے بیان کرنے میں منفرد ہیں اور ان میں کلام ہے لیکن وہ سچے ہیں اور علامہ عقیلی نے فرمایا کہ سند اس کی درست ہے لیکن ابن عباس کی حدیث اور ابی بن کعب کی حدیث جن میں سورۃ فلق و ناس نہیں ہے ... زیادہ صحیح ہیں

رسول اللہ وتروں میں کون کی سورتیں پڑھتے تھے

اب حدیث ہم سے پوچھا ... سے بیان کی جاتی ہیں۔

عن عمرة عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله

عليه وسلم كان يوتر بثلاث يقرأ في الركعة الأولى بسبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله أحد وقل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس رواه الدارقطني والطحاوي وصححه

حضرت عمرہ سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے اور دوسرے میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھتے اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے۔ اسے دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا اور صحیح کہا۔

صحابہ تین وتر پڑھتے تھے

عن المسور بن مخرمة قال دفنا أبا بكر رضي الله عنه ليلا فقال عمر رضي الله عنه إني لم أوتر فقام وصففنا وراءه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم إلا في آخرهن أخرجه الطحاوي وإسناده صحيح

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے تو آپ وتر پڑھنے کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی پس آپ نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے نہیں پھیرا سلام مگر ان کے آخر میں۔ اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے۔

... واضح ہو گیا کہ تین وتر ایک سلام سے پڑھنا صحابہ رضوان اللہ علیہم کا

متفق علیہ ہے ورنہ کوئی صحابی تو حضرت عمر پر اعتراض کرتا کہ آپ نے یہ کیا۔ غیر صحابہ نے بھی اعتراض نہ کیا کہ مسنون اس طرح کا طریقہ تھا۔ جس میں ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ الْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ رواه الطحاوی و اسناده صحيح

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر تین رکعتیں ہیں۔ دن کے وتر نماز مغرب کی طرح۔ اسے طحاوی نے روایت کیا اور اسناد اس حدیث کی صحیح ہے۔

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْوِتْرَ وَاَنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُعَلِّمَنِيْ رواه الطحاوی واسناده صحيح

حضرت ثابت سے ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور میں ان کی دائیں جانب اور ان کی کنیز ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی اور سلام نہ پھیرا مگر اس کے آخر میں میں نے سمجھا کہ آپ مجھے اس کی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ اسے امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور اسناد اس کی صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ خَالِدَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَلَّمُوْنَا اَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ اَنَّا نَقْرَاُ فِي الثَّالِثَةِ فَهٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَهٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ رواه الطحاوی اسناده صحيح

ابو خالدہ سے ہے کہ میں نے حضرت ابو العالیہ سے وتر کے بارے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے تعلیم دی کہ وتر نماز مغرب کی طرح ہیں سوا اس کے کہ اس میں ہم تیسری رکعت

قراءت کرتے ہیں (یعنی وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ملاتے ہیں) پس یہ رات کے وتر ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں۔ اسے طحاوی نے روایت کیا اور اسناد اس کی صحیح ہے۔

جناب عاصم صاحب! ہم نے تین رکعت وتر کے ثبوت پر چودہ روایات صحیحہ پیش کی ہیں اور چودہ ہی صحت قبول درایں گر رہی غیر مقلد بھی کہتے ہیں کہ صحیح ... جب ہے۔ اب ان منکر الصاف کی رقم ہے تو ہمارا موقف تسلیم نہ ... روایات ... جب مان لیں نیز کہ بقول غیر مقلد صاحب ان کے پاس صحیح صریح مرفوع احادیث موجود ہیں تو پھر یہ کیوں کہتا ہے کہ ہم تین ... نہیں ہیں جب منکر نہیں تو اقرار ہوا اور دوسری طرف صحیح مرفوع ... کا انکار بھی ہو رہا ہے ان غیر مقلدوں کی عقل و فہم کا حال جو کہ ہم جیسوں دھوکہ ... لگاتے ہیں اور اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر جماعت ... محفوظ رکھے اور ان کے مکر و فریب سے بچائے

آمین ثم آمین بجاہ رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

تین رکعت وتر پر عقلی دلائل

تین رکعت وتر پر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے عقلی دلائل ملاحظہ ... ہیں: عقل کا بھی تقاضا ہے کہ وتر ایک رکعت نہ ہو کیونکہ وتر ... واجب ہے جس کا پڑھنا ضروری ہے نہ پڑھنے والا فاسق ہے ... کا انکار کفر نہیں واجب کا یہی حکم ہے اور ہر غیر فرض عبادت ... ضرور ہونی چاہئے یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی غیر فرض عبادت بالکل جداگانہ ... فرض میں نہ ہو ... شریعت کا عام قاعدہ ہے جو رکوع سجدہ میں ... ایک رکعت ہوتی تو چاہیے تھا کہ کوئی فرض نماز بھی ایک رکعت ہوتی ... نماز ایک رکعت نہیں۔ فرض تو کجا کوئی نفل و سنت موکدہ و سنت غیر

مؤکدہ بھی ایک رکعت نہیں۔ اور فرض یا دو رکعت ہے جیسے فجر یا چار رکعت جیسے ظہر
عصر وعشاء یا تین رکعت جیسے مغرب وتر اگر ہو تو چار رکعت ہو سکتی ہیں جو دو کے عدد سے
ہیں وتر نہیں تو لامحالہ تین ہی رکعت چاہئے۔ ایک رکعت تو اس قانون کے خلاف
ہے اس کی مثال کسی اور میں نہیں ملتی۔ ایک ناکمل ہے ناقص ہے بتیرا ہے۔ غرض
ایک رکعت وتر عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی امت کا اجماع ...
عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سب اس کے خلاف ہے ... صحیح ... وہابی
صاحب نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ عالمانہ ... عقلی دلائل کا
جواب نہیں دیا کیونکہ حقائق کا انکار نہیں ہوتا۔

تین وتر پر غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جواب

... جاء الحق ... حصہ دوم فصل ... پر اعتراضات و جوابات میں مفتی صاحب
لکھتے ہیں

مسئلہ وتر پر اب تک جس قدر دلائل غیر مقلد وہابیوں کی طرف سے ہم کو ملے ہم
سب کو نمبر وار مع جواب عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

اعتراض نمبر ۱

ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔
قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ ثُمَّ
يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ الخ
فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر پڑھتے تھے پھر بعد وتر
دو نفل پڑھتے تھے۔
معلوم ہوا کہ وتر ایک رکعت ہے کہ حضور نے ایک رکعت ہی پڑھی ہے۔
جواب آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا جس کی وجہ سے یہ حدیث ان تمام
احادیث کے خلاف ہو گئی جن میں تین رکعتوں کا ذکر ہے۔

... باب میں متعارض ہو گئیں حدیث کا صحیح مطلب بتاتا ہے جس
سے ... ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث شریف میں ... کے معنی ہیں ...
... میں ... قلم سے لکھی کیونکہ وتر ... میں متعدی ہے تو
... ہے کہ حضور ... تہجد کو وتر یعنی طاق بنایا ایک رکعت کے
... دو رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملائی جس سے نماز تہجد کا عدد
... طاق ہو گیا ... رکعت تہجد ... فرمائی اور عدد طاق تھا پھر تین رکعت وتر
... دوسری رکعت ... نفل رکعتیں ... ہو گئیں جو طاق ہیں اس ترجمہ
... وتر ... ایک رکعت ... دو ... کی صورت
... احادیث ... کے موافق ہو گی۔ ہم غیر مقلدوں سے پوچھتا
... کیسے ... حدیث کا کیا جواب دو گے جس میں
... ہے جس میں وارد ہے کہ حضور پہلی رکعت میں فلاں سورت
دوسری رکعت میں فلاں اور تیسری رکعت میں فلاں سورت جو پہلی فصل
میں نقل ... ہے کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ناقابل تردید
... دلائل کا ... جواب نہیں لکھا۔
... غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۲ اور مفتی صاحب کی طرف سے اس کا
•

... نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى
مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا
قَدْ صَلّٰى
فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا تہجد کی نماز دو دو رکعت ہیں جب تم میں
سے کوئی صبح ہو جانے کا خوف کرے تو ایک رکعت پڑھ لے یہ رکعت

ترجمہ اور وتر بتائے گی۔

اس سے چار مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز تہجد میں دو دو رکعت نفل ادا کرنی چاہئے دوسرے یہ کہ نماز تہجد رات میں ادا تیسرے یہ کہ وتر تہجد کی نماز کے بعد افضل ہیں۔ چوتھے یہ کہ وتر ایک رکعت ہے حنفی لوگ پہلے تین مسئلے تو مانتے ہیں چوتھے سے انکاری ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہے تو چاروں مسئلے مانیں اگر صحیح نہیں تو چاروں مسئلے نہ مانیں۔ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے جواب۔ غیر مقلد وہابی تو اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ جب صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت علیحدہ طور پر پڑھ لے [illegible] ترجمہ سے یہ حدیث ان تمام حدیثوں کے خلاف ہو گی جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں اور دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل مشکل ہو جائے گا۔ حنفی اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جب صبح کا خوف ہو تو دو کے ساتھ ایک رکعت ملا کر پڑھ لے جس کا ذکر ہو رہا ہے یعنی رکعۃ واحدۃ کے بعد مع الرکعتین پوشیدہ ہے کیونکہ پہلے مثنیٰ کا ذکر ہو چکا ہے اس صورت میں حدیثوں میں کوئی تعارض نہ رہا اور دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل ہو گیا جیسے کہ رب فرماتا ہے۔

وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا

اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے تو بڑھ گئے نو۔ یہ مدت میں نو سال تین سو سال سے علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہیں مطلب یہ ہے کہ تین سو نو سال قیام رہا چونکہ تین سو سال شمسی تھے اور تین سو نو سال قمری اس لئے رب تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ ایسے ہی وتر کی یہ رکعت علیحدہ نہیں۔ [illegible] دو دو سے نہیں ملا اس میں سے آخری مثنیٰ بھی دو رکعت کے ساتھ ہے لیکن چونکہ وہ دو دو رکعتیں تہجد کی تھیں اور نفل تھیں یہ تین رکعتیں وتر کی ہیں واجب ہیں اسی لئے [illegible] اور آخر میں افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ [illegible] حدیثوں کو چھوڑ کر حدیث میں موافقت پیدا کرنا مناسب ہے عمل کرنا بہتر۔ کاش کہ آپ نے کی

[illegible] حدیث پڑھی ہوگی۔

مذکورہ صورت پر پہلا اور دوسرا اعتراض:

[illegible] مذکورہ حدیث سے تو ایک رکعت وتر کا ثبوت ہوتا ہے [illegible] حدیث کے الفاظ صَلّٰی رَكْعَةً وَّاحِدَةً ہیں جس کی تفسیر دوسری روایت سے صلوۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ تُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّاحِدَةٍ [illegible] [illegible] دو دو رکعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر احناف نے تسلیم کیا ہے۔ [illegible] امام شافعی کے موقف کی تائید ہے جو کہ ایک وتر کے قائل ہیں چنانچہ ملا علی قاری [illegible] فرماتے ہیں کہ وَتُحْسَبُ حُجَّةً لِلشَّافِعِيِّ فِي [illegible] بِرَكْعَةٍ وَّاحِدَةٍ (مرقات ج ٣ [illegible]) یعنی اس [illegible] الفاظ الوتر رکعۃ میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے [illegible] [illegible] ہیں کہ دو رکعت کے ساتھ ملا کر ایک وتر پڑھے [illegible] حدیث کے کن الفاظ کا معنی ہے [illegible] کہ مع الرکعتین پوشیدہ [illegible] ہیں کہ مفتی صاحب نے کون سی خوردبین سے مع الرکعتین دیکھ لیا ہے [illegible] حدیث میں تو اس کے پوشیدہ ہونے کی گنجائش [illegible] محض اپنی طرف سے لکھ دینے کا نام دلیل نہیں ہوتا۔ تام [illegible] ص ٣٢٢

[illegible] غیر مقلد صاحب [illegible] ایک رکعت وتر پر دلیل بناتے ہیں کہ [illegible] ایک رکعت وتر [illegible] تو محدثین کرام نے بھی [illegible] رکعت [illegible] [illegible] سے تسلیم کیوں نہیں کرتے [illegible] ترمذی میں ہے باب مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ بِثَلَاثٍ یعنی یہ باب اس میں ہے [illegible] تین وتر [illegible] حدیث [illegible] تین رکعت وتر پر حدیث موجود [illegible] تو امام ترمذی یہ باب [illegible] [illegible] شریف میں ہے [illegible] كَيْفَ الْوِتْرُ بِثَلَاثٍ یعنی یہ باب اس میں ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر کس کیفیت سے پڑھتے تھے۔ آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو بیان کیا جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت گیارہ رکعتیں پڑھتے۔ اس حدیث کے تحت وہاں بھی تین وتر مانتے ہیں ورنہ ... کا ... اوزاعی کا مذہب برباد ہوتا ہے۔

ثانیاً مسلم شریف کی حدیث میں تین وتر کا واضح بیان ہے۔ ملاحظہ ہو

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

مسلم ص ۲۵۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو بتایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعتیں پڑھتے دو رکعت سنت فجر سمیت۔

دو رکعت سنت فجر نکال کر باقی گیارہ رکعت رہتی ہیں تو وہاں وتر ایک رکعت کہیں تو پھر تراویح دس رکعت پڑھا کریں مگر یہ صاحب بیس کے قائل ہیں کہ تین وتر مانتے ہیں اور بیس تراویح۔

امام احمد نے تین رکعت وتر کی افضلیت پر اجماع نقل کیا

ثالثاً علامہ عبدالرحمن شارح جامع ترمذی نے مقدمہ صفحہ نمبر ۲۴۳ میں ہے

وَذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلَى وُجُوبِ الْوِتْرِ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ لَا بِرَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ وَذَهَبَ السُّفْيَانُ إِلَى جَوَازِ الْوِتْرِ بِرَكْعَةٍ وَثَلَاثٍ وَخَمْسٍ وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَى جَوَازِ الْوِتْرِ بِخَمْسِ رَكَعَاتٍ أَحَدٌ سِوَى سُفْيَانَ لَكِنَّهُمْ اتَّفَقُوا حَتَّى الْجُمْهُورُ وَالشَّافِعِيُّ وَسُفْيَانُ عَلَى أَفْضَلِيَّةِ الْوِتْرِ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ حَتَّى أَنَّ الْإِمَامَ أَحْمَدَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ نَقَلَ الْإِجْمَاعَ عَلَى أَفْضَلِيَّةِ الْوِتْرِ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ فَالْأَخْذُ بِالْمُجْمَعِ عَلَيْهِ فِي الْفَضِيلَةِ أَوْلَى

وَالصَّوَابُ فِيهِ مَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ

یعنی جمہور علماء اس طرف ہیں کہ تین رکعت وتر واجب ہیں۔ ایک رکعت نہیں اور سفیان اس کے قائل ہیں کہ ایک رکعت بھی جائز ہے تین رکعتیں بھی اور پانچ بھی اور سوا سفیان کے پانچ رکعت وتر کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہو لیکن تین رکعت وتر کی افضلیت پر جمہور، شافعیہ، سفیان سمیت سب کا اتفاق ہے یہاں تک کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تین رکعت کی افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے پس جس پر اجماع ہے فضیلت میں اسے اختیار کرنا اولیٰ اور زیادہ مناسب ہے تو اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تین رکعت وتر کے وجوب کا فرماتے ہیں۔

رابعاً ہم نے کہا تھا کہ اکابر احناف نے تسلیم کیا ہے کہ تین میں امام شافعی کے موقف کی تائید ہے اور اس پر ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور مولوی لکھنوی صاحب التعلیق الممجد شرح موطا امام محمد کا حوالہ دیا جس میں عبارت تھی ... ان کی طرف منسوب کی حالانکہ عبارت کو ان کی طرف منسوب کرنا غیر مفید ہے ... کیونکہ اصل میں عبارت دوسری جگہ ابن ملک کی ہے ... حضرت محض ناقل ہیں پھر ساتھ ہی امام ... رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ذکر حدیث کا امام شافعی کی دلیل نہ ہونے کا احتمال اور ایک رکعت وتر ... بھی ... ہے مگر وہابی جی نے خیانتاً اس کو لکھنا چھوڑ دیا ہے ہم قارئین کی تسلی کیلئے مرقاۃ اور التعلیق الممجد کی پوری عبارت دکھا دیتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ يُوتِرُ لَهُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ أَيْ يَجْعَلُ هَذِهِ الرَّكَعَاتِ الصَّلَاةَ الَّتِي صَلَّاهَا فِي اللَّيْلِ وِتْرًا بِهَذِهِ ... وَهَذَا حُجَّةُ الشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ وَاحِدَةٌ انْتَهَى

وَجْهِهِ أَنْ يَسْحُرَ هٰذا قَبْلَ أَنْ يَسْتَقِرَّ الْأَمْرُ أَوْتِرْ قَالَهُ ابْنُ الْهُمَامِ وَهٰذَا جَوَابٌ تَسْلِيمِيٌّ فَإِنَّهُ قَالَ أَيْضًا لَيْسَ فِي الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ وَاحِدَةٌ بِتَحْرِيمَةٍ مُسْتَأْنَفَةٍ لِيَحْتَاجَ إِلَى الِاشْتِغَالِ بِجَوَابِهِ إِذْ يَحْتَمِلُ كُلًّا مِنْ ذٰلِكَ وَمِنْ أَنَّهُ إِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً مُتَّصِلَةً

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ایک رکعت ملا دے یہ اسے وتر دے گی جو اس نے پہلے پڑھی۔ اس کی شرح میں ابن ملک نے فرمایا یعنی یہ رکعت اسے وتر بنا دے گی جن رکعتوں کو اس نے وتر میں پڑھا بعد اس کے کہ وہ اس رکعت کے ملنے سے پہلے شفع تھی اور اس میں کہ وتر ایک رکعت ہے امام شافعی کی دلیل ہے۔ ابن ملک کا کلام پورا ہوا اور اس کی مثل (دونوں) میں احتمال ہے کہ یہ وتر کا امر مقرر ہونے سے قبل ہو یہ ابن ہمام کا ارشاد ہے اور جواب تسلیمی ہے کیونکہ ابن ہمام نے یہ بھی فرمایا کہ حدیث میں یہ دلیل موجود نہیں کہ وتر ایک رکعت ہے نئی تکبیر تحریمہ کے ساتھ تو اس کی ضرورت نہیں کہ اس کے جواب میں مشغول ہوا جائے اور جب کہ (حدیث) اس سب کا احتمال رکھتی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب طلوع صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت متصل پڑھ لے۔

مذکورہ عبارت سراسر وہابی مذہب کے خلاف ہے مگر افسوس کہ وہابی شرم نہیں رکھتے۔ حدیث شریف میں تو ہے جب صبح کا خوف کرے تو ایک رکعت اور پڑھ لے جو پہلی کو وتر کر دے گی مگر وہابی حضرات پہلے نا ... ہیں کہ عشاء کے وقت ایک رکعت وتر پڑھ لیتے ہیں۔ پھر غور طلب بات یہ ہے کہ جب ایک رکعت نئی تکبیر تحریمہ سے پڑھی جائے تو پہلی نماز سے اس کا تعلق ہی نہ ہوا پھر اسے وہ کیسے وتر بنائے گی وہابی اس کا جواب سوچیں۔

... تیسرا اعتراض

... اگر بالفرض اس وجہ سے روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو تب بھی یہ موقف احناف کے مخالف ہے کیونکہ دوسرے دو یعنی دو رکعت پر سلام ... تیسری رکعت علیحدہ وتر پڑھنا افضل طریقہ ہے جس کی ضروری تفصیل ... صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے تخریج صلوۃ الرسول ص ۵۸۹ (طبع ثانیہ) میں کر دی ... صلوۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں کہ دو رکعت پر تشہد بیٹھا جائے بلکہ ... سلام ... ہے یہ معنی راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ... کے جواب میں بتایا ہے

ما مثنٰی مثنٰی قال ان تسلم فی کل رکعتین (مسلم ص ۲۵۷ ج ۱)

حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ... کے بعد سلام پھیر دو ... شرح ...

... تحریر فرماتے ہیں کہ

وفیہ رد علی من زعم من الحنفیۃ ان معنی مثنی مثنی ان یتشہد بین کل رکعتین لان راوی الحدیث اعلم بالمراد بہ

(فتح الباری ص ۳۹۲ ج ۲)

اس میں اس شخص کا رد ہے جو احناف سے یہ خیال کرتا ہے کہ مثنیٰ مثنیٰ کا یہ معنی ہے کہ ہر دو رکعت پر تشہد بیٹھا جائے کیونکہ راوی حدیث زیادہ جانتا ہے

حدیث کے مفہوم کو ... حاصل کلام یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ "الصبح ... " کے الفاظ پوشیدہ ہیں تو بھی احناف کے خلاف ہے کیونکہ دو رکعت پر ... پھر آخر کی ایک رکعت وتر پڑھا جائے گا جسے بریلوی مولوی تسلیم کرنے کے لئے ... نہیں ہیں

جواب اولاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شفع کی مراد سے سوال
نہ کرتے تو بہتر تھا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا شفع سے مراد ہے
رکعت الگ سلام سے پڑھنا۔ حضرت ابن عمر کا مذہب اور بعض غیر مقلد کی دلیل تب
جبکہ اس میں حدیث کی تصریح ہوتی بہت افسوس کہ غیر مقلد صاحب اصولوں سے ثابت
صحیح مرفوع حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں مگر جب اپنا مذہب ثابت کرنا ہو تو
استدلال کرتے ہیں۔

ثانیاً آپ کسی ایک ہی صحیح حدیث سے ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ و
سلم دو رکعتوں پر سلام پھیرتے پھر ایک رکعت وتر الگ پڑھتے …
… چھوڑو

ثالثاً غیر مقلد صاحب نے اپنے موقف کے ثبوت کے لیے شارح مسلم
علامہ غلام رسول سعیدی کے ترجمہ کا سہارا لیا ہے حالانکہ وہ آپ کا سہارا نہیں بن سکتا ہے۔
ترجمہ ظاہر عبارت کا ہوتا ہے اور ظاہر عبارت میں شفع کی مراد سے سوال
ہے تو اس کے جواب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کی مراد ہے
دو رکعت پر سلام پھیرنا۔ اس میں وتر سے متعلق سوال و جواب نہیں کہ علامہ سعیدی
صاحب کا ترجمہ غیر مقلد کے لیے دلیل ہو سکے ہاں وہابی صاحب کو علامہ سعیدی
صاحب کا ترجمہ تو نظر آیا مگر جو انہوں نے علامہ سرخسی کے حوالہ سے مذہب احناف
پر دلائل قائم کیے وہ نظر نہ آئے تو ہم لکھ دیتے ہیں۔

ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی آخرهن عندنا لقوله
و فی حدیث عائشة رضی الله تعالی عنها کیف وتر فی
صفة قیام رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم یوتر بثلاث و
عن ابن مسعود رضی الله عنه انه قال وتر رسول الله
صلی الله علیه وسلم کوتر النهار ثلاث کالمغرب قرأ

فی الاولی سبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیة قل یا ایها
الکافرون وفی الثالثة قل هو الله احد وقنت قبل الرکوع و
هکذا ذکر ابن عباس رضی الله تعالی عنهما حین بات عند
خالته میمونة لیراقب وتر رسول الله صلی الله علیه وسلم
و لما رای عمر رضی الله عنه سعدا یوتر برکعة فقال ما هذه
البتیراء و انما قال ذلک لان الوتر اشتهر ان النبی صلی
الله علیه وسلم نهی عن البتیراء و قال ابن مسعود رضی الله
تعالی عنه و الله ما اجزأت رکعة قط و لانه لو جاز الاکتفاء
برکعة فی شیء من الصلوات لکان فی الفجر قصر بسبب
السفر

ترجمہ: وتر میں تین رکعت ہیں جن میں ہمارے نزدیک آخر کے بعد میں
سلام پھیرا جائے گا۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وہ
حدیث ہے جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے
ہیں اس میں ہے کہ آپ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے
پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے دوسری میں قل یا ایہا
الکافرون تیسری میں قل ہو اللہ احد اور رکوع سے پہلے دعا
قنوت پڑھتے اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ذکر کیا
جب انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے رات گزاری اور جب حضرت عمر رضی
اللہ تعالی عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالی عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے
دیکھا تو فرمایا یہ دم بریدہ نماز کیا پڑھتے ہو وتر تین رکعت پڑھو اور
… حضرت عمر نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ

بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم بخدا میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کر کے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا [illegible]

غیر مقلد کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک دو رکعت پر سلام پھیر کر تیسری رکعت ایک وتر پڑھنا افضل طریقہ ہے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ غیر مقلد صاحب مذہب کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ صاحب اپنی مذہبی کتب سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ غیر مقلدوں کی کتب میں [illegible] طریقہ کو بھی تین رکعتوں کے درمیان میں سلام نہ پھیرنے کو [illegible] [illegible] [illegible] محمد صادق سیالکوٹی صاحب صفحہ ۳۰۵ پر وتر کے طریقے پر حادیث [illegible] کے بعد [illegible] بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ ہر رکعت کے بعد تحیات میں بیٹھتے تھے۔ آخری قعدہ میں بیٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور پھر آخری طاق رکعت پڑھ کر سب سے سلام پھیرا کرتے تھے [illegible] سے معلوم ہوا کہ محمد صادق سیالکوٹی نے [illegible] ایک حدیث سے ثابت شدہ طریقہ درمیان میں سلام نہ پھیرنا بلکہ آخر میں پھیرنا ہے جبکہ اس کے برعکس نام نہاد اہل حدیث کا مصنف [illegible] رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت [illegible] افضل طریقہ بتاتا ہے۔ [illegible] فتاویٰ اہل حدیث جلد [illegible] صفحہ ۲۹ تا ۲۹۲ پر غیر مقلدوں کے امام عبد الروف [illegible] صاحب لکھتے ہیں [illegible] [illegible] ایک صریح روایت میں ہے کہ آپ تین وتر میں [illegible] میں نہیں بیٹھتے تھے۔ تلخیص میں ہے

أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَجْلِسُ إِلَّا فِي

اخرجهن احمد النسائی البیهقی و الحاکم من روایة عائشة

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] بعض سلف سے نماز مغرب کی طرح پڑھنا [illegible] دلیل میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قیام اللیل میں سلف کا [illegible] نماز مغرب کی طرح بھی اور بغیر التحیات اور سلام کے بھی [illegible] کی رو سے ان کو ترجیح ہے یا بہتر صورت کون سی ہے تو دلیل [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ تین رکعت وتر بغیر تحیات اور بغیر سلام کے پڑھتے [illegible] فتاویٰ صفحہ ۲۹۱ اس سے معلوم ہوا کہ وہابی صاحب سے جس کو [illegible] قرار دیا ہے وہ سلف سے بھی منقول نہیں اور وہابی کا غیر مقلد جس کو [illegible] ترجیح دے رہا ہے اس کے بھی خلاف ہے۔ یہ حال ہے اس وہابی کا کہ [illegible] کا بھی علم نہیں رکھتا مگر نام کا محقق و مصنف بنا ہوا ہے اور مفتی اعظم احمد [illegible] رحمۃ اللہ علیہ پر ہے جا اعتراضات کر رہا ہے اور بے تکے استدلال کر رہا [illegible] ہے اہل حق سے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۳ اور مفتی صاحب سے اس کا [illegible] ملاحظہ ہو۔

[illegible] مسلم شریف نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ الوتر رکعة من آخر اللیل [illegible] وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر صرف ایک [illegible] جواب اس کا جواب بھی دوسرے اعتراض کے جواب سے معلوم ہو گیا [illegible] اس کے معنی کرتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے۔ ایسی سب رکعتوں سے [illegible] صورت میں یہ حدیث بہت حادیث کے مخالف ہو گی اور احادیث کا جمع [illegible] ہو گا۔ حنفی اس کا ترجمہ [illegible] تے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے۔ دو کے ساتھ جس [illegible] دوسری دو حدیثیں ہیں جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں۔ یا اس حدیث [illegible] معنی یہ ہم قائل ہیں۔ تہجد کی نماز کو طاق بنا لے وہ ایک رکعت ہے کہ یہ [illegible]

[illegible] آٹھ رکعت تہجد پڑھی [illegible]

[illegible] جب [illegible] رکعتیں پڑھیں [illegible]

[illegible] ایک رکعت [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] دوسری حدیثوں [illegible] احادیث [illegible]

[illegible] مقصد [illegible] الفاظ [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] شیخ علیہ [illegible]

[illegible] معنی [illegible]

[illegible] مولانا عبدالحی صدیقی [illegible]

[illegible] دوسری حدیث [illegible]

تفسیر مع الرکعتین موجود ہے۔ ہماری طرف سے پوری حنفیت کو عام دعوت ہے کہ [illegible]

[illegible] صریح حدیث [illegible]

[illegible] ایک رکعت [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] الحق ص ۳۳۳ تا ۳۳۴

جواب [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی [illegible] الحق سے ہم نے پوری

عبارت [illegible] حدیث میں [illegible]

[illegible] ایک سلام [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] رکعت [illegible]

[illegible] مقصد [illegible] حدیث [illegible]

[illegible] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی [illegible] روایت کا ترجمہ کرتے

[illegible] ایک رکعت [illegible]

ثانیاً [illegible]

[illegible] معنی نہیں [illegible] ایک رکعت [illegible] خلاف

[illegible] حنفی مرقاۃ شرح

[illegible] امام طحاوی [illegible]

امام طحاوی کی عقلی دلیل

[illegible]

[illegible] فی الغرض

[illegible] رکعت [illegible]

[illegible] فرض [illegible]

[illegible] رکعت [illegible]

[illegible]

[illegible] ملا علی قاری [illegible]

[illegible] ۲۹۸ [illegible]

[illegible]

[illegible] ایک رکعت [illegible]

[illegible] شرح [illegible] ج ۲ ص ۲۸۵

پڑھ سکتے ہیں

وَ مَنْ تَمَسَّكَ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَةً وَاحِدَةً عَلَى

أَنَّ فَصْلَ الْوِتْرِ أَفْضَلُ مِنْ وَصْلِهِ وَتُعُقِّبَ بِأَنَّهُ لَيْسَ صَرِيحًا فِي

الْفَصْلِ فَيَحْتَمِلُ أَنْ يُرِيدَ بِقَوْلِهِ صَلِّ رَكْعَةً وَاحِدَةً أَيْ مُضَافَةً

إِلَى رَكْعَتَيْنِ مِمَّا مَضَى

اور استدلال کیا گیا حضور کے ارشاد سے کہ ایک رکعت پڑھ۔ اس بناء پر کہ وتر میں فصل اسے ملا کر پڑھنے سے افضل ہے اور تعقب کیا گیا ہے روایت صل رکعة (ایک وتر ایک پڑھئے) اس میں صریح نہیں بلکہ احتمال ہے کہ ایک رکعت پڑھ ساتھ ملا کر ایک رکعت پہلی دو کی طرف مضاف ہو۔ ان بیانات سے متعلق ہم یہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی وضاحت ہوں کہ حنفاء ان کا حق کرتے ہیں یہ رکعت دو سے ساتھ والی ہے جو حضرت یا جہات کا بھی یوں لکھ کر یہ معنی کسی حتمی سے نہیں کیا۔

ثالثاً متفق ہے پڑی اس نکتے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے تمام طرق بیان کئے ہیں جن کے مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ وتر من آخر اللیل کے لفظ بیان کرتے ہیں اور محمد نصر ہے وتی سب رواۃ یہی روایت میں اور الفاظ بھی ذکر کرتے ہیں مثلاً شیخ نافع و عبد اللہ بن دینار سے اور دونوں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جس میں ہے کہ

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ

اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ اللَّيْلِ

مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ

لَهُ مَا قَدْ صَلَّى (ج ۳ ص ۲۱)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد و وتر)

... سے پوچھا تو آپ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تم میں سے کوئی طلوع صبح کا خدشہ کرے تو ایک رکعت ملا کر پڑھ لے ... وتر کردے گی جو وہ پڑھ چکا

... سالم بن عبد اللہ اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں بیان ...

أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى

فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ

... ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ... اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ رات کی نماز کس ... ہے تو فرمایا دو دو رکعت اور جب تجھے طلوع فجر کا خوف ہو تو ایک ... سے وتر ...

... سے اوپر والی حدیث میں آیا کہ جب تم میں سے کوئی صبح کا خوف کرے تو ... اور پڑھ لے تو وہ وتر کردے گی ما قد صلی کو جو وہ پڑھ چکا۔ ایک اور ... (ما مضی) لفظ آئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ پہلی دو سے متعلق ہے کہ جب ... سلام پھیر ہو ورنہ یہ ایک رکعت الگ ہو جانے کی پہلی دو سے مل کر تین ... کی اور کوئی پہلی دو کی سے کہ کہ سلام پھیرے کے باوجود پہلی سے مل ... پھر ہم پوچھتے ہیں۔ یہ رکعت پہلی دو سے ملی یا سب سے آخر دو سے ... یہ تیسری مرجع ہے جو کہ اصول ... چونکہ حدیث میں ہے تُوتِرُ لَهُ ... صَلَّى ... سب کو جو پڑھ چکا وہ وتر بنا دے تو وتر کیا رہ ہو نے جس کا قائل ... کی نہیں یہ اگر ایک رکعت ہوتے تو پھر یہ اس کی حاجت نہ تھی کہ ... صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے متعلق ... ایک

رکعت سے خوف کی قید لگا کر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں تین رکعت سے پڑھے
مخالف ... ورنہ تو جو پڑھے ... بلکہ تشہد سے ... تیسری رکعت
... تین ...

بجائے غیر مقلد کا مطالبہ ... خلاف کوئی صحیح صریح حدیث پیش کریں ...
... ثابت ہو کہ الوتر ركعة من آخر الليل ... کا جواب ہے کہ ...
... مطالبہ ... حدیث ... کے مطابق ... جنہ مفتی صاحب
اللہ علیہ نے ... کے ساتھ حدیث موجود ... انہوں نے ...
... کا معنی ... ہیں ... کے ساتھ ...
حدیث ہیں جو ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے ہیں ... ایک ...
آیت یا ایک حدیث کا دوسری حدیث ... تفسیر ... ہے ...
دوسری میں الفاظ موجود ہوں ... بلکہ یہ بھی تفسیر ... وکالی ...
کسی طرح پر تفسیر کا تقاضا ... یہ تقاضا ... ہیں ...
حدیثیں تقاضا ... جو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ... کی پہلی فصل میں
پیش کی ہیں ... ہم ... عبارت ... صرف ...
غرض ... عالم ... کا کہ کون کون سے حدیث ... تفسیر کا تقاضا
ہے ... حدیث ... طبرانی صغیر مستدرک
حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت
وتر پڑھتے تھے ... پھر ... میں حدیث نمبر ۵ اور ۱ دارقطنی اور بیہقی سے
حسن کے ... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ... کہ حضور صلی اللہ علیہ
... سے تین وتر پڑھتے۔ حدیث نمبر ... سے ہے ... ابن عباس رضی اللہ عنہما ...
... بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ حدیث نمبر ...
... سے ہے جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ... ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

... تین وتر پڑھتے۔ اس کے علاوہ بھی تین رکعت وتر پر اسی فصل میں صریح
... ہیں ... ہیں کہ زیر بحث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا معنی ایک
... کے ساتھ کرنا چاہیئے ورنہ یہ روایت تین رکعت وتر پر صریح حدیثوں
... ہو جائے گی۔ مگر وہابی جی کو یہ سوچ نہیں بلکہ اپنے مذہب کا مذہب ... فکر
... ہے غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۳ اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا
... نسائی شریف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

... قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ وِتْرٌ يُحِبُّ
... فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ
... ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ وتر (طاق) ہے
... اور وتر کو پسند فرماتا ہے پس وتر پڑھا کرو
... والوا ... بتائیں کہ اللہ ایک ہے یا تین جب وہ ایک ہے تو
ایک ہی رکعت چاہیئے ... کہ تین حضور ... رب تعالیٰ کے وتر ہونے
... کی

... کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر
... چاہیئے کہ مغرب کے فرض بھی ایک رکعت پڑھا کریں نہ کہ تین کیونکہ
... دن کے وتر ہیں اور یہ وتر ... رات کے وتر ہیں جیسا کہ حدیث شریف
... اور ہم پہلی فصل میں حدیث پیش کر چکے ہیں اگر وہابی کہیں کہ دوسری
... گیا ہے کہ حضور مغرب کے فرض تین پڑھتے تھے تو ہم یہ کہتے ... کہ یہ
... میں آ گیا ہے کہ حضور وتر بھی تین پڑھتے تھے دیکھو پہلی فصل۔
... جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ کی محض وتریت کی

طاق ہے جوڑ ہونے میں مثال دی ہے کہ ایک ہونے میں تیل بھی وتر ہے۔
بھی وتر تمثیل میں ادنیٰ مناسبت کافی ہوتی ہے۔ ہر طرح مثل ہونا ضروری نہیں
ہے حضور نے وتر فرمایا واحد نہ فرمایا یعنی یہ نہ فرمایا کہ اللہ ایک ہے ایک رکعت [illegible]
فرماتا ہے دیکھو رب فرماتا ہے (مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح)

اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے یہاں رب
تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال چراغ سے دی۔ مطلقاً نور نیت میں [illegible]
چراغ میں تیل بتی ہوتی ہے تو کیا کہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نور میں بھی روغن بتی ہو تو [illegible]
حماقت ہے۔ ہم کہتے ہیں فلاں شخص شیر ہے مطلب ہوتا ہے کہ صرف طاقت میں شیر
کی طرح ہے یہ نہیں کہ اس کے دم و پنجہ بھی ہے۔

اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض

اولاً نماز مغرب کے وتر ہونے پر کوئی مرفوعاً صحیح حدیث مروی نہیں۔ مفتی
صاحب نے اس سلسلہ میں جو بھی قریب رقم فرمایا اس کی حقیقت آگے ہے مع
تفصیل سے آرہی ہے۔

نام نہاد دین الحق ص ۴۳۵

جواب اول: اگر غیر مقلد کو نماز مغرب کو دن کے وتر کہنے پر کوئی صحیح مرفوع
حدیث نظر نہیں آئی تو ہم دکھا دیتے ہیں علامہ ابن البر لکھتے ہیں

قُلْتُ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ
عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَلٰوةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُ صَلٰوةِ النَّهَارِ فَأَوْتِرُوْا صَلٰوةَ اللَّيْلِ وَهٰذَا
سَنَدٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ

[illegible] اس سے نسائی نے ابن عمر کی حدیث سے روایت کیا یعنی مذکورہ
سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں تو رات کی نماز کو بھی وتر کرو۔
[illegible] شیخین کی شرط پر ہے
[illegible] تعلیق علی البیہقی ج ۲ ص [illegible] موطا محمد ص [illegible] پر ہے۔
[illegible] ابن عمر قال صلوة المغرب وتر صلوة النهار
[illegible] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ فرمایا مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں۔
[illegible] روایت سے متعلق (التعلیق الممجد علی موطا محمد میں ہے)
[illegible] ابن ابی شیبة مرفوعا من حديث ابن عمر بلفظ صلوة
المغرب وتر صلوة النهار فأوتروا صلوة الليل قال العراقي
سنده صحيح
[illegible] روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً حضرت ابن عمر سے ان لفظوں
سے نماز مغرب دن کے وتر ہیں تو رات کی نماز کو بھی وتر کرو
[illegible] عراقی نے کہا کہ سند اس کی صحیح ہے فتح الملہم شرح مسلم ج ۳ ص ۲۹۲ پر

وفي الطحاوي عن ابن عمر أنه [illegible] النهار وعنه
[illegible] أنه كان يقول صلوة المغرب وتر صلوة النهار وقد
أخرجه ابن أبي شيبة مرفوعا عنه بسند صحيح كما قاله
الزرقاني عن العراقي
[illegible] روایت کیا ہے طحاوی نے ابن عمر سے کہ فرمایا [illegible] دن کے وتر کی
[illegible] اور [illegible] لفظ ہیں کہ نماز مغرب وتر دن کی نماز
[illegible] ہیں اور [illegible] ابن ابی شیبہ نے [illegible] سے مرفوع روایت کیا صحیح اسناد

سے جیسا کہ زرقانی نے عراقی سے بیان کیا۔

مندرجہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ نماز مغرب پر وتر (طاق) کا اطلاق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت ہے مگر وہابی اس صحیح مرفوع حدیث کے منکر ہیں وہ نماز مغرب کی طرح تین وتر متصل ایک سلام سے پڑھنا نہیں مانتے۔

غیر مقلد صاحب کا دوسرا اعتراض:

اگر مغرب کی نماز وتر ہے تو یہ خود احناف کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی تمام رکعات میں قرأت کرنا اور قنوت پڑھنا واجب ہے جبکہ احناف کے نزدیک مغرب میں یہ شرط نہیں ہے تو قنوت مسنون ہے (بلکہ پڑھا ہی نہیں جاتا) اور نہ ہی تمام رکعات میں قرأت واجب ہے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۲۵)

وہابی کا احناف پر غلط الزام اور اس کا جواب

الجواب: احناف پر خلاف کا الزام تو تب درست ہو جبکہ مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دینے میں من کل الوجوہ مطابقت شرط ہو جب یہ شرط ہی نہیں بلکہ مشبہ اور مشبہ بہ کی تشبیہ میں ادنیٰ مناسبت اور صفات میں سے ایک صفت میں شریک ہونا کافی ہے تو وتر اور نماز مغرب کی تشبیہ میں بھی یہ صفت مشترک ہے کہ دونوں نمازیں طاق ہیں اور ایک سلام سے پڑھی جاتی ہیں۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی طریقہ اور کیفیت سے پڑھی جائیں [illegible]۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض

قارئین کرام! [illegible] عبارت [illegible] ہے [illegible] تو آپ ہی بتایئے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ مقلد حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے بارہا [illegible] سے پڑھا ہے بلکہ بار بار غور کیا ہے مگر اس عبارت کا یہی مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق

طاق کی بھی حضرت مفتی صاحب نے اگلی سطر میں صراحت کر دی کہ یعنی [illegible] ایک ہے۔ ناظرین کرام [illegible] پر دو عبارات کو ملاحظہ کیجئے [illegible] اللہ تعالیٰ کو طاق (ایک سے زیادہ) قرار دیا جبکہ [illegible] ارشاد ہوتا ہے

[illegible] کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ [illegible]

[illegible] کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں کا تیسرا ہے (مولوی احمد [illegible])

[illegible] مفتی صاحب حدیث کو قبول کرنے کی بجائے [illegible] کو بھی علم [illegible]

[illegible] دین الحق ص ۳۲۵

[illegible] مفتی صاحب پر [illegible] کا جواب

[illegible] مفتی صاحب [illegible] کا معنی طاق [illegible] مفتی صاحب [illegible] طاق کہہ کر [illegible] طاق [illegible] حدیث [illegible] وتر ہے [illegible] مفتی صاحب نے اس کا معنی طاق [illegible] کا یہی معنی ہے

[illegible] کی تحقیق

[illegible] سورۃ فجر میں [illegible] ہے والشفع والوتر [illegible] [illegible] طاق [illegible] صاحب احسن التفاسیر سید احمد حسن [illegible] [illegible] الفرآن [illegible] دو قسم ہے جفت کی اور طاق کی [illegible] القرآن [illegible] کے حاشیہ پر ہے۔ عید کا دن جفت ہے [illegible] ہے اور عرفہ کا دن طاق ہے کیونکہ وہ نواں دن ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کے تحت لکھتے ہیں

قد تقدم فی هذا الحدیث ان الوتر یوم عرفة لکونه التاسع وان الشفع یوم النحر لکونه العاشر وقاله ابن عباس و عکرمة والضحاک ہیں۔

بے شک اس حدیث میں گزر چکا ہے کہ وتر عرفہ کا دن ہے۔ نواں ہونا اس کے اور شفع قربانی کا دن ہے دسواں ہونا اس کے اسی اور یہ ہے بیان ہے ابن عباس اور عکرمہ اور ضحاک رضی اللہ عنہم نے۔

شوکانی غیر مقلد صاحب نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کی تفسیر میں یہ حدیث پیش کی ہے

عن جابر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الشفع الیومان والوتر الیوم الثالث

حضرت جابر سے ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شفع دو دن ہیں اور وتر تیسرا دن ہے۔

غیر مقلدوں کی ان مذکورہ تفسیروں اور ترجموں سے معلوم ہوا کہ وتر کا معنی طاق ہے اور حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وتر کا معنی نواں اور تیسرا طاق دن ہے تو اسی لفظ وتر کا معنی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طاق کہا جس پر دہلوی جی نے کہا کہ طاق کا معنی ایک سے زیادہ ہے لہذا اللہ پر اس معنی کا اطلاق کرنے پر کفر لازم آتا ہے میں پوچھتا ہوں دہلوی صاحب تم نے ان دونوں پر کفر کا فتویٰ کیوں نہ لگایا جنہوں نے وتر کا معنی طاق کیا پھر حدیث شریف میں وتر کا معنی نواں اور تیسرا طاق دن آیا ہے تو کیا ان کے سب پر فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ اب لغات سے وتر کا معنی ملاحظہ ہو۔ وتر بالکسرہ اور بالفتح کا معنی تنہا اور طاق ہے یہ ہر وہ عدد جو طاق ہو منتہی الارب وتر بالکسر تنہا و طاق کے مقابلہ جفت اسعد غیاث اللغات وتر بالکسرہ کا معنی تنہا اور طاق ہے جو

[illegible] ہے۔ الوتر والوتر سے مشتق ہو یعنی یا جو پیسے میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسعد [illegible] جوڑ، طاق، بے جوڑ پیسے میں ظاہر کرتا ہے مصباح اللغات [illegible] دہلوی جی نے خمی الدہن ہیں کہ خود ہو رہا ہے کہ جس سے مفتی صاحب کی [illegible] عبارت کو پڑھا ہے مگر سمجھ پھر بھی نہیں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] حدیث شریف کے الفاظ سے نکتہ بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ [illegible] پر وتر کا اطلاق کیا کہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے [illegible] ہے اور وحدہ کو پسند فرماتا ہے جب ایسا فرمایا جاتا پھر تو دہلویوں کی ایک نہ [illegible] لفظ وتر میں یہ نکتہ بھی ہے کیونکہ وتر کا اطلاق اس چیز یا عدد پر ہوتا ہے جو [illegible] معنی میں یہ بھی شامل ہے کیونکہ اس کے ساتھ دوسرا نہیں اور دو بھی جو [illegible] تیسرا، پانچ میں پانچواں وغیرہ لیکن افسوس کہ [illegible] سیدھی سی بات بھی سمجھ نہ آئی کفر کا فتویٰ صادر کر دیا ہے۔

[illegible] کی صفت ہے

[illegible] لفظ وتر کی توجیہ) جب وتر کے معانی متعدد ہیں جب کہ ابھی لغات سے [illegible] چکا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو رہا ہے اس کے وہ معنی لئے جائیں جو [illegible] تعالیٰ کی شان کے لائق ہوں مثلاً بے مثل ہے جوڑ لاثانی لاشریک وغیرہ [illegible] چوتھا اعتراض مفتی صاحب کا نبی رحمت نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی [illegible] علیہ وسلم پر یہ الزام کہ آپ نے لقد و وتر فرمایا یہ صرف مفتی جی کا خیال ہے [illegible] حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اس سے سب کذب کی قسم پاک ہے۔ نام [illegible]

[illegible] الحق ص ۲۲۵، ۲۲۶

[illegible] اعتراض کی زد سے نہیں بچ سکتا

جواب [illegible] اس اعتراض کے تحت مذکورہ عبارت کے پیش نظر نام [illegible] مصطفیٰ کو کوئی نام تنہا والی حدیث کفر کی زد سے نہیں بچ سکتا کیونکہ [illegible] العدل

صفت واقع ہوا ہے جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے جبکہ یہ صاحب اللہ کی [illegible]
صفت کا منکر ہو چکا ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھ چکا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو وتر نہیں کہا حالانکہ یہ صاحب [illegible]
[illegible] ایک رکعت [illegible] ابو داؤد، جامع ترمذی، نسائی، ابن
ماجہ، مسند امام احمد، صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ [illegible]
حدیث [illegible] ہے جس کے الفاظ ہیں۔

<u>اللہ وتر ہے وتر کو پسند فرماتا ہے</u>

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل القرآن أوتروا
فإن اللہ وتر یحب الوتر

اے قرآن والو وتر پڑھا کرو بے شک اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔

[illegible] حسن امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے [illegible] الحق ص
۲۲۲ [illegible] کا انکار [illegible] اللہ کی گرفت ہے کیونکہ ابھی
پیچھے [illegible] عبارت [illegible] ۱۷۱ [illegible] الحق صفحہ ۲۲۵ سے جو [illegible] گزری جس میں [illegible]
[illegible] اللہ [illegible] مقرب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible]
[illegible] کے مقربین سے عداوت اللہ سے جنگ ہے۔ اللہ ایسوں کو
ہدایت [illegible] اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا اعتراض
نمبر ۵ [illegible] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو۔
[illegible]

أوتر معاویۃ بعد العشاء برکعۃ وعندہ مولی لابن عباس فأتی
ابن عباس فأخبرہ فقال دعہ فإنہ قد صحب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی اس

وقت ان کے پاس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام حاضر تھے۔
انہوں نے حضرت ابن عباس سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ
[illegible] وہ صحابی رسول ہیں۔
[illegible] حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے یہ فعل
(جواب) یہ حدیث تو حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں
[illegible] معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے
[illegible] کی شکایت حضرت ابن عباس سے کی۔ حیرت و تعجب اس کام
[illegible] عجیب ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ کوئی صحابی ایک رکعت وتر
[illegible] نہیں تعجب ہوتا [illegible] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
[illegible] منع فرمایا [illegible] امیر معاویہ مجتہد فقیہ صحابی ہیں فقیہ مجتہد کی
[illegible] اعتراض [illegible] بخاری کی دوسری روایت میں ہے

[illegible] قیل لابن عباس هل لک فی أمیر المؤمنین معاویۃ ما أوتر
[illegible] بواحدۃ قال أصاب إنه فقیہ

حضرت ابن عباس سے عرض کیا گیا [illegible] امیر المومنین معاویہ [illegible] کوئی
[illegible] وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا ٹھیک
ہے وہ مجتہد فقیہ ہیں

[illegible]
[illegible] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible] مجتہد [illegible]
[illegible] حدیث [illegible]
[illegible]

غیر مقلد کا پہلا اعتراض: قارئین کرام ہم نے آپ کے سامنے مفتی صاحب کی مکمل پوری عبارت نقل کر دی ہے اور اس میں مفتی صاحب نے کئی ایک صریح غلط بیانیاں کی ہیں اول: حضرت ابن عباس کے غلام کے سوال کرنے کو مفتی صاحب نے اپنی طرف سے حیرت و تعجب قرار دیا ہے حالانکہ [illegible] دلیل دی ہے کہ جب اس انہوں نے آپ سے سوال کیا تھا [illegible] روایت سے [illegible] اس قدر [illegible] ہیں

هل لك في أمير المؤمنين معاوية ما أوتر إلا بواحدة

کیا امیر المومنین معاویہ پر کوئی اعتراض ہے [illegible] وتر پڑھتے مگر ایک رکعت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام سے [illegible] تعجب [illegible] اور کہا تجھے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہئے کہ ایک ایسا شخص جو مجتہد اور فقیہ ہے [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے وہ ایک رکعت وتر پڑھتا ہے [illegible] محفوظ رکھیں امام بخاری نے اس روایت کو کتاب المناقب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں درج کیا ہے۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

وقوله دعه أي اترك القول فيه والإنكار عليه فإنه قد صحب أي فلم يفعل شيئا إلا بمستند وفي قوله في الرواية الأخرى أصاب إنه فقيه ما يؤيد ذلك [illegible] ۸۳

ابن عباس کے قول دعه کا معنی ہے اس اعتراض کو چھوڑ دے اور ایک رکعت وتر پر انکار بھی کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے لہذا وہ کوئی بھی (شرعی) کام ایسا نہیں کر سکتے مگر یہ وہ مستند ہو اور دوسری روایت کے الفاظ اصاب انه فقیه اس کی تائید کرتے ہیں (فتح [illegible])

جواب نمبر ۱: مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث کی تشریح مراد لی [illegible] کی ہے تو وہابی جی نے کذب بیانی کہہ دیا مگر اپنے خود ساختہ مذہب [illegible] ہم

بھی تو اس عبارت کی تشریح سے جو چاہا روایت میں داخل کر دیا وہابی جی سے [illegible] ان الفاظ کا معنی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے [illegible] تعجب [illegible] کہا کہ تجھے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہئے کہ [illegible] جو مجتہد و فقیہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے وہ [illegible] پڑھتا ہے [illegible] تمام [illegible] کی وہ رنگ چڑھا کر [illegible] کی تشریح میں مراد بیان کرے [illegible] کذب بیانی ہو جائے مگر یہ حضرات جو [illegible] حضرت صاحب نے فرمایا ہے وہ [illegible] صریح ہے۔

[illegible] مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کی [illegible] صراحت طور پر نہیں کی بلکہ حدیث سے [illegible] صاحب [illegible] حدیث میں غور کرنے سے عیاں ہو جائے گا کہ ابن [illegible] صحابہ رضوان اللہ علیہم ایک رکعت وتر پڑھتے ہوتے تو غلام آپ کے آقا ابن [illegible] امیر معاویہ کے ایک وتر پڑھنے پر شکایت نہ کرتے [illegible] وہ حضرت [illegible] رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کو وتر [illegible] نہیں دیکھتا تھا [illegible] وہ وتر تین پڑھتا [illegible] معمول [illegible] سب صحابہ ایک رکعت پڑھتے ہوتے تو غلام کو [illegible] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک وتر پڑھنے کے ذکر کی حاجت ہی کیا تھی؟

[illegible] غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر ۲ اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی [illegible] کا جواب ملاحظہ ہو [illegible] عجیب حالت ہے ہم ایک رکعت وتر [illegible] امیر معاویہ ایک رکعت [illegible] اعتراض [illegible] تو ہم پر ملامت ہے۔ امام شافعی [illegible] وہابی کہا جاوے [illegible] کوئی اعتراض ہو [illegible] کیسی [illegible] سے [illegible] عام وہابی [illegible] بالکل ٹھیک ہے [illegible] فقیہ مجتہد کی [illegible] جب [illegible] تو مزہ کا

[illegible] ہے کہ دونوں برحق تھے [illegible]
کوئی عتاب نہیں لیکن [illegible] جاہل [illegible]
تو شریعت و قانون [illegible] حق ہے اگر [illegible] چلتی [illegible]
[illegible] قانون ہاتھ میں [illegible] لوگ [illegible] مجرم ہے [illegible]
ہے۔ دیکھو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما میں جو اختلاف ہوئی [illegible]
مرتضیٰ برحق تھے اور امیر معاویہ خطا پر لیکن [illegible]
کہا جائے تو [illegible] ہو جائے گا۔ قرآن کریم نے حضرت
[illegible] علیہما السلام کے ایک مقدمے میں مختلف فیصلوں کا ذکر فرمایا۔

إذ يحكمن في الحرث إذ نفشت فيه غنم القوم وكنا
لحكمهم شهدين ○ ففهمنها سليمن وكلا اتينا حكما
وعلما.

جب وہ دونوں حضرات ایک کھیتی کے متعلق فیصلہ فرما رہے تھے جب اس
میں قوم کی بکریاں چل گئیں ہم ان کا فیصلہ مشاہدہ فرما رہے تھے پس ہم
نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو
حکمت و علم بخشا

دیکھو کیسے [illegible] مقدمہ میں [illegible] علیہما السلام دونوں [illegible]
علیحدہ علیحدہ فیصلہ [illegible] حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ [illegible]
سے تائید فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ خطاء اجتہادی تھی لیکن [illegible]
عتاب ہوا ہرگز نہیں۔ [illegible] ہے کہ آپ مجتہد مطلق تھے اور مجتہد کی خطا [illegible]
نہیں۔ [illegible] اگر تم بھی [illegible] یا [illegible] تو تمہیں [illegible]
کہا جائے گا تم سے یہ شکایت ہے کہ تم بے علم ہوتے ہوئے قانون ہاتھ میں
لیتے ہو اور اپنی [illegible] کے [illegible] فتویٰ [illegible]

[illegible] ہے

[illegible] پر [illegible] اور دوسرا [illegible]

[illegible] خرافات کا جواب ملاحظہ کریں۔
[illegible] اجتہادی نہیں بلکہ حدیث نبوی (قول و فعل) صحابہ سے
[illegible] نصوص سے ثابت شدہ [illegible] اجتہادی [illegible] مفتی صاحب کی کم
[illegible] ہے۔
[illegible] مفتی صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مجتہد [illegible] میں غلطی [illegible]
[illegible] فتویٰ کی [illegible] مگر [illegible] مفتی
[illegible] کوئی دلیل قائم [illegible] مفتی صاحب اس دعوے میں [illegible]
[illegible] علیہ السلام کی خطاء اجتہادی تھی [illegible]
[illegible] خطائی ہوئی ہے۔ [illegible] ص ۱۳۱
[illegible] غیر مقلد کو اجتہاد کی تعریف معلوم ہوئی تو یہ کہتا [illegible]
[illegible] صاحب جب کسی مسئلہ پر [illegible] مختلف ہوں تو مجتہد [illegible]
[illegible] معلوم ہوتا ہے اس کا نام اجتہاد ہے۔
[illegible] حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک رکعت وتر پڑھنا اجتہاد [illegible]
[illegible] سے ثابت ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما [illegible] کی شکایت
[illegible] ایک رکعت وتر تو حدیث سے ثابت ہے [illegible]
[illegible] فقیہ [illegible] مجتہد فقیہ ہیں [illegible]
[illegible] حضرت ابن عباس کے [illegible] حضرت امیر معاویہ کا ایک وتر پڑھنا اجتہادی [illegible]

[illegible] مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] دعویٰ پر کہ مجتہد کی خطا پر عتاب نہیں
[illegible] دلیل قرآن سے دی ہے کہ دیکھو داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ایک

اس مسئلہ پر فیصد مخالف ہے۔ قرآن کی رو سے سلیمان علیہ السلام درستی پر ہیں حضرت داؤد
علیہ السلام اجتہادی غلطی پر مگر اللہ سبحانہ تعالیٰ دونوں پر راضی ہے۔ رد کی علیہ الرحمہ
نے جواب نہیں فرمایا یہ دلیل ہے کہ مجتہد کو جنتی کی خطا پر گرفت نہیں۔ اس کے
وہابی صاحب کا دلیل طلب کرنا فضول ہے تاہم پھر بھی ان کا مطالبہ نظر
انداز نہیں کر سکتے۔ دلیل لکھ دیتے ہیں ملاحظہ ہو

مجتہد کی فضیلت

عن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران
وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر قال فحدثت بهذا
الحديث أبا بكر بن محمد بن عمرو بن حزم فقال هكذا
حدثني أبو سلمة بن عبد الرحمن عن أبي هريرة وقال عبد
العزيز بن المطلب عن عبد الله بن أبي بكر عن أبي سلمة عن
النبي صلى الله عليه وسلم مثله

صحیح بخاری و مسلم دونوں کی جلد ثانی دونوں کا باب اجر الحاکم اذا اجتہد
فاصاب او اخطاء عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انہوں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب حاکم نے اجتہاد سے فیصلہ کیا
درست ہو تو اسے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر خطا کی تو
اسے ایک اجر ہے۔ راوی نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ابوبکر بن محمد بن
عمرو بن حزم سے بیان کی انہوں نے تصدیق کی کہ اسی طرح یہ حدیث مجھے
ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے ابوہریرہ سے بیان کی اور عبدالعزیز بن مطلب
نے عبد اللہ بن ابی بکر سے انہوں نے ابو سلمہ سے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے اسی کی مثل بیان کی۔ صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے

اس کی طرح واضح ہوا کہ مجتہد کو اجتہاد کے بعد دونوں صورتوں میں اجر ہے
خواہ اجتہاد میں غلطی کر جائے اور امام بخاری اور مسلم نے یہ باب
باندھا کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے تو اسے اجر ہے درستگی پر ہو یا
غلطی پر۔ تصدیق کر دی کہ حدیث صحیح اور اپنے ظاہر معنی پر ہے۔

تیسرا اعتراض

وہابی صاحب کی ایک دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام
کے متعلق خیال کہ نبی مجتہد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی پیغمبر اپنی طرف سے بات
کرتا ہے بلکہ نبی اپنے رب کی طرف سے آمدہ وحی کا متبع ہوتا ہے اور یہی بات کی
وضاحت میں حد فاصل سے ارشاد ہوتا ہے

ان اتبع الا ما یوحی الی من ربی پ ۷ ع ۱۲ سورۃ الانعام

میں اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہی مضمون
سورت ۵ ... سورہ احقاف آیت ۹ میں بیان کیا گیا ہے ارشاد ہوتا

ان اتبع الا ما یوحی الی من ربی پ ۹ ... ۲۰۳

میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وحی
ہوتی ہے۔ ... ص ۲۳۲

اسلام کے اجتہاد کا انکار وہابی کی جہالت ہے

جناب وہابی صاحب کا یہ کہنا کہ نبی مجتہد نہیں ہوتا جہالت اور انبیاء علیہم السلام
کی عصمت کا انکار ہے۔ مجتہد ماہر علم و عقل اہم و درست رائے والا ہوتا ہے
انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ فہم ہوتا ہے مگر افسوس کہ جو شخص
... بنا ہوا ہے اور اپنے کو ہم چو دیگرے نیست جانتا ہے۔ کہتا ہے
... لیکن جب کہا جائے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے

(حصول یقین ہو سکتا) تو وہاں صرف کہتے ہیں کہ جی ... مدد حکومت ...
و ... سے تو ... کی طاقت ... ہو جانے کی ...
پیغمبر ... وصف کا تعلق اللہ سے ہو ... تو ...
بندوں کو طاقتیں دیتا اور جب چاہے چھینتا ہے ان کی ... طاقت ...
... کی مگر یہ ... اگر ... مجتہد ہو سکے ہی ... تو ...
... ہی ہے ... کا ... جامع ... ہی میں تمام
اوصاف ... درجہ کے ہوتے ہیں ... کی میں یہ بات ضروری نہیں

انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کا ثبوت

ثانیاً ... کہ علماء نے انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد ... یا ...
ذیل ... روح المعانی میں ... تفسیر ...

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا قال في التأويلات النجمية أي
حكمة وعلمًا بالحكم كل واحد منهم موافق لعلمه
والحكمة بالنسبة وإن كان مخالفًا في الحكم بالحكمة
تتحقق صحة أمر الاجتهاد وأن كل مجتهد مصيب كما قال
في الإرشاد وهذا يدل على أن الخطأ للمجتهد لا يقدح في
كونه مجتهدًا

... تحریر میں فرمایا کہ مراد ہے حکمت اور علم عطا کیا تاکہ ان دونوں
سے ہر ایک علم و حکمت کے موافق فیصلہ ... ہماری تائید کے ساتھ ...
اگرچہ فیصلہ مختلف واقع ... اور علم کے تحت تاکہ امر اجتہاد کی
صحت متحقق ہو اور یہ کہ ہر مجتہد ... پر ... کہا ... ہیں ...
اور یہ ... ہے کہ بے شک مجتہد کی خطاء اجتہادی اس کے مجتہد
ہونے میں نقص نہیں ڈالتی۔

... مسئلہ ... کی آیت کی تفسیر میں ہے

... داؤد ... اجتهد ... وهذا كان في شريعتهم فأما في
... عند الأصحاب عند أبي حنيفة وأصحابه رضي الله عنهم
... والمشهور أنه لا يكون مع البهيمة سائق أو قائد وعنده
... يجب الضمان بشيء

... یہ ... دونوں ... اور یہ حکم ان کی شریعت میں
... ہماری شریعت میں تو ... امام ابوحنیفہ اور ان کے
اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک ... کہ چوپائے رات ...
... کو مگر جبکہ چوپایوں کے ساتھ چرواہا یا نگران ہو اور امام شافعی
... صورت ...
... تفسیر ابن کثیر ... مقام پر ہے

... حماد عن حميد أن إياس بن معاوية لما استقضي أتاه
الحسن فبكى فقال ما يبكيك يا أبا سعيد قال بلغني أن القضاة
رجل اجتهد فأخطأ فهو في النار ورجل مال به الهوى فهو في
النار ورجل اجتهد فأصاب فهو في الجنة فقال الحسن
البصري إن فيما قص الله من نبأ داود وسليمان عليهما
السلام والأنبياء حكمًا يرد قول هؤلاء الناس عن قولهم قال
الله تعالى وداود وسليمان إذ يحكمان في الحرث إذ
نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شاهدين فأثنى الله على
سليمان ولم يذم داود ثم قال يعني الحسن إن الله اتخذ على
الحكام ثلاثًا أن لا يشتروا به ثمنًا قليلًا ولا يتبعوا فيه الهوى ولا
يخشوا فيه أحدًا ثم تلا يا داود إنا جعلناك خليفة في

الأرض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن
سبيل الله وقال فلا تخشوا الناس واخشون ولا تشتروا
بآياتي ثمنا قليلا قلت إن الأنبياء عليهم السلام كلهم
معصومون مؤيدون من الله عز وجل وهذا مما لا خلاف فيه
بين العلماء المحققين من السلف والخلف وأما من سواهم
فقد ثبت في صحيح البخاري عن عمرو بن العاص أنه قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اجتهد الحاكم
فأصاب فله أجران وإذا اجتهد فأخطأ فله أجر فهذا الحديث
يرد نصا على ما توهمه إياس من أن القاضي إذا اجتهد فأخطأ فهو
في النار والله أعلم

ہمیں حضرت حماد نے حمید سے روایت کی کہ حضرت ایاس بن معاویہ
رحمۃ اللہ علیہ سے جب قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسن
بصری رضی اللہ عنہ کے پاس آکر رونے لگے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے
ابوسعید! آپ کس لئے رو رہے ہو؟ فرمایا، مجھے یہ روایت پہنچی کہ اگر قاضی نے
اجتہاد کیا پھر غلطی کی تو وہ دوزخ میں جائے گا اور جو (فیصلہ میں) خواہش
نفس کی طرف جھکا وہ بھی جہنم میں جائے گا اور جس شخص نے اجتہاد
کیا درست (فیصلہ) کیا وہ جنتی ہے۔ حضرت حسن نے یہ سن کر فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے
قصے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب پر ہوتے
ہیں ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا اور داؤد و سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا نمٹا رہے تھے
جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلے

کو دیکھ رہے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف
کی اور داؤد علیہ السلام کی مذمت نہ کی۔

<u>قاضیوں سے تین عہد لئے</u>

پھر حسن رحمۃ اللہ کہنے لگے کہ اللہ نے قاضیوں سے تین باتوں کا عہد لیا
(۱) وہ حکم کے بدلے پر حقیر قیمت نہ لیں
(۲) اپنی خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں
(۳) اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔

پھر یہ آیت پڑھی۔ اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب
بنایا حق فیصلہ کرتے رہو اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ
سے بھٹکا دے۔ اور لوگوں سے مت ڈرو مجھ ہی سے ڈرو اور فرمایا میری آیتوں کے
بدلے تھوڑا مول نہ لو۔ میں کہتا ہوں کہ سب انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور مؤید من اللہ
ہونے میں محققین سلف و خلف میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں اور ان کے سوا
کے بارے میں صحیح بخاری میں ثابت ہوا ہے۔ عمرو بن العاص سے کہ کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم نے اجتہاد کیا پھر درست فیصلہ کیا تو اس کے
لئے دو اجر ہیں اور جس نے اجتہاد کیا اور پھر غلطی کی تو اسے ایک اجر ہے یہ نص ہے
صریح وارد ہے۔ اس کے خلاف جو وہم ہوا ایاس بن معاویہ کو کہ جب
قاضی اجتہاد میں خطا کی تو جہنم میں جائے گا۔ واللہ اعلم۔

تفسیر جو یہ ہیں:

ففهمها سليمان في حكومته وحكمهما باجتهاد ورجع
داود إلى سليمان وقيل بوحي والثاني نسخ الأول

اللہ نے سلیمان کو سمجھا دیا اور ان دونوں کا فیصلہ اجتہاد سے تھا اور داؤد نے
اپنے فیصلے سے سلیمان کے فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا اور کہا گیا کہ وحی سے تھا اور ثانی

اس کا ناسخ ہیں۔

(پنجم) حاشیہ صاوی علی الجلالین میں ہے

وقولہ ففہمناہا سلیمان ای فہمناہ الصواب فیہ

یعنی اللہ کا ارشاد کہ پس ہم نے اسے وہ حکم سمجھا دیا یعنی ہم نے اس میں [illegible] فیصلہ سمجھا دیا۔

وقولہ وکلا آتینا حکما وعلما ای حکمہما بالاجتہاد لنبی ای ویجوز الخطاء علی الانبیاء اذا لم یکن فیہ مفسدۃ ولکن لا یقرہم اللہ علیہ بعضہم و المجتہد ان اخطا او اصاب یکون مصیب یه خیر والمخطئ لہ اجر واحد

یعنی صاحب تفسیر کا قول کہ دونوں کا حکم اجتہادی تھا یعنی اور جائز ہے خطا نبیوں پر جبکہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو لیکن ان کی عصمت کی وجہ سے اللہ انہیں اس پر قائم نہیں رکھتا اور مجتہد معذور ہے خطا کرے یا درست میں [illegible] درست والے کو دو اجر ہیں اور خطا والے کو ایک اجر۔

(ششم) تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں اسی مقام پر ہے

قال بعض السلف لو لا ھذہ الایۃ لرأیت الحکام قد ھلکوا ولکن اللہ تعالی حمد ھذا بصوابہ واثنی علی ھذا باجتہادہ

بعض علماء سلف نے فرمایا کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں حکام کو ہلاک ہوتے دیکھتا لیکن اللہ تعالی نے ایک کا درست فیصلہ کرنے پر تعریف اور دوسرے کی اجتہاد سے پر تعریف کی

(ہفتم) اسی پر حاشیہ میں محمد بن عبداللہ عزنوی لکھتے ہیں

واستدل بہذہ الایۃ علی ان کل مجتہد مصیب والحق تدل علی رفع الاثم عن المخطی وما علی کون کل مجتہد

مصیب فلا تدل ھذہ الایۃ ولا غیرھا

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے اس پر کہ ہر مجتہد صحیح رہتا ہے اور یہ دلالت کرتی ہے (اجتہاد میں) خطا کرنے والے سے گناہ کی [illegible] تو یہ آیت دلالت کرتی ہے نہ اس کے علاوہ کوئی [illegible] دونوں میں سے ہر ایک صحت پر ہوتا ہے۔

[illegible] تفسیر احکام القرآن میں اسی آیت کے ضمن میں ہے۔

[illegible] قولہ ففہمناہا دل علی انہ کان باجتہادہم

[illegible] تعالی کا کلام ظاہر اس پر ہے کہ حکم اجتہاد سے تھا۔

[illegible] فتح القدیر کے اسی مقام پر علامہ شوکانی غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں۔

[illegible] الجمہور ان حکمہما کان بالاجتہاد

[illegible] بے شک ان دونوں کا فیصلہ اجتہاد کے ساتھ تھا۔

[illegible] وحید الزمان صاحب غیر مقلد وہابی اپنی تفسیر وحیدی میں اسی آیت کے [illegible] دونوں نے اپنی رائے سے حکم دیا تھا لیکن اللہ تعالی کو سلیمان علیہ [illegible] وہابی صاحب کو فیصلہ چھوڑ [illegible] تفاسیر کی رو سے قرار کرنا [illegible] علیہم السلام اجتہاد کے کمال [illegible] فائز ہوتے ہیں اور یہی اس [illegible] لینا چاہیے کہ نبی مجتہد نہیں ہوتا کیونکہ اس کے گھر کے بزرگ [illegible] ہے کہ جمہور کے نزدیک دونوں کا فیصلہ اجتہاد تھا اور ان کے مطہر [illegible] بھی کہہ رہے ہیں کہ دونوں کا حکم رائے (اجتہاد) سے تھا۔

[illegible] جاتا ہے کہ بعض حضرات نے کہا کہ فیصلہ دونوں کا وحی [illegible] سے جو حکم پہلے تھا وہ سلیمان نے فیصلہ سے منسوخ ہو [illegible] نہیں کیونکہ سلیمان علیہ السلام کی عمر اس وقت ۱۳ برس کی تھی اور چھوٹی [illegible] علیہ السلام کے دور کی بھی وحی نہیں آئی۔ وہابی صاحب جو سمجھے

اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔ رہا مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کہ مجتہد کی خطا بھی غلط
ہوتی تو یہ غلط محض ہے۔ بات چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہو رہی ہے۔ اس
مناسب یہی ہے کہ یہی مثال دی جائے تاکہ مفتی صاحب کا دجل پوری طرح
واضح ہو جائے۔ تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا
موقف یہ ہے کہ اگر مدعی ثبوت دعویٰ میں دو گواہ پیش نہ کر سکے تو ایک گواہ اور مدعی
قسم کے ساتھ دعویٰ کا یہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس پر احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ
تابعین و دیگر مجتہدین موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ صحیح مسلم مع شرح [illegible]
نووی ص ٧٤ ج ٢ و [illegible] مع تحفۃ الاحوذی ج ٢ ص ٢٨٠ و نیل الاوطار ج ٨ ص ٢٩٣
محلی [illegible] ج ٨ ص ٣٨٩ نیز یہی صحیح مسلک ہے لیکن [illegible]
احناف نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس موقف کی بناء پر بدعتی لکھا ہے چنانچہ
اس وقت میرے سامنے اصول فقہ کی چوٹی کی کتاب التوضیح ہے اس میں صدر الشریعہ
نے لکھا ہے کہ

ذُكِرَ فِي الْمَبْسُوطِ أَنَّ الْقَضَاءَ بِشَاهِدٍ وَيَمِينٍ بِدْعَةٌ وَأَوَّلُ مَنْ
قَضَى بِهِ مُعَاوِيَةُ التوضیح والتلویح ص ٣١١ [illegible]

مبسوط میں مذکور ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا بدعت ہے اور
جنہوں نے سب سے اول یہ فیصلہ کیا وہ (امیر المؤمنین) معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
شرح الوقایہ کتاب الدعویٰ میں اس قضاء بالیمین و شاہد کے متعلق حسب ذیل قول
ملاحظہ فرمائیے۔

عندنا هذا بدعة وأول من قضى به معاوية شرح الوقایہ [illegible] ص ٢٥٩

ہمارے (احناف) کے نزدیک اس طرح کا فیصلہ بدعت ہے اور امیر معاویہ
نے سب سے پہلے ایسا کیا۔ ملاحظہ کیجئے کہ مفتی صاحب مجتہد کی غلطی کو بھی خطا تسلیم
نہیں کرتے مگر حنفی اکابر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدعتی کہتے ہوئے بھی ذرہ بھر حیاء

[illegible] وتر لیلۃ واحدۃ

[illegible] وعلیٰ چیلنج

[illegible] کے تفصیلی ذکر سے ایک رکعت وتر کا ثبوت [illegible] ہے اور اس
[illegible] باطل اور مردود ثابت کر دیا ہے لہٰذا ہماری طرف سے پوری
[illegible] کو چیلنج ہے کہ کوئی ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث دکھا دو
[illegible] پانچ وتر کی ممانعت اور تین وتر کا [illegible] حنفی طریقہ کے موافق ہو یعنی
[illegible] میں تشہد کے علاوہ رکوع سے قبل قنوت کے وجوب کا [illegible] ہو اگر کوئی
[illegible] حدیث پیش کر دے تو ہم اس کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دینے کو
[illegible] تیار ہیں [illegible] امت کی [illegible] روایات پیش نہ کرنا بلکہ اپنے طریقہ [illegible] کو بھی
[illegible] دل اور [illegible] بھی [illegible] کی ہے

([illegible] ص ٣٣٢، ٣٣٣)

[illegible] صاحب کی خاص [illegible] ہے کہ مفتی صاحب مجتہد کی
[illegible] نہیں کرتے کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] نہیں اس
[illegible] صاحب اعتراض [illegible] مقلدوں کے چھٹے اعتراض کے
[illegible] میں [illegible] یوں لکھا ہے، عام مقلدین مجتہد کی خطا پر بھی ثواب ہے
[illegible] ہے کہ مجتہد کو غلطی پر بھی ایک [illegible] ملتا ہے جب کہ وہ تلاش
[illegible] ہے جس کی تحقیق مجتہد کی [illegible] نہیں کرتے۔ [illegible] موقف ہے
[illegible] مجتہد خطا ہوتی تو [illegible] اس پر ثواب [illegible] حدیث میں جو خطا کا
[illegible] ہے غلط ہے کہ خطا [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] مصنف شرح وقایہ اور صاحب توضیح وتلویح نے
[illegible] معاویہ رضی اللہ عنہ [illegible] بدعتی کہتا لگانے کو حیاتی عبارت کا
[illegible] اول من قضی بہ معاویۃ کا ترجمہ ہے جس سے پہلے [illegible]

کے ساتھ فیصلہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا، مگر وہابی جی اپنے مزاج و عادت کے
کے تحت احناف سے نفرت کی بنا پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کی سے
ترجمہ کرتے ہیں (اور امیر معاویہ نے سب سے پہلے یہ بدعت جاری کی) وہاں
کی عبارتوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدعتی کہنے سے اجتناب کیا
ہے لیکن وہابی صاحب ان بزرگوں کے ذمہ امیر معاویہ کی توہین لگانے کی
کوشش میں ہیں۔

ثالثاً یہاں بدعت سے مراد امر جدید ہے بدعت ملعونہ مراد نہیں ہے
شرح وقایہ کی مذکورہ عبارت کے تحت حاشیہ عمدۃ الرعایہ میں ہے معنی قولہ بدعۃ
امرٌ جدیدٌ ولا انہا بدعۃٌ ملعونۃٌ (یعنی یہاں بدعت کہنے کا معنی امر جدید ہے یہ
نہیں کہ وہ بدعت ملعونہ ہے۔

وہابی نے امام زہری کے قول کو احناف کے ذمہ لگا دیا

راقم: وہابی جی کے پاس تحقیق کی فرصت ہوتی تو دیکھتے کہ جس قول کو
احناف کے ذمہ لگا کر امیر معاویہ کی گستاخی کا فتویٰ لگا رہے ہیں حقیقت میں
قول احناف کا نہیں امام زہری کا ہے جو امام بخاری کے بھی استاد ہیں چنانچہ موطا امام
محمد باب الیمین مع الشاہد میں ہے

ذکر ذلک ابن ابی ذئب عن ابن شہاب الزہری قال سألتہ
عن الیمین مع الشاہد فقال بدعۃٌ واول من قضی بہا معاویۃ
وکان ابن شہاب اعلمہم عند اہل الحدیث بالمدینۃ من غیرہ

اس کو بیان کیا ابن ابی ذئب نے ابن شہاب زہری سے کہا کہ میں
نے ان سے (یعنی امام زہری سے) گواہ کے ساتھ قسم لینے (فیصلہ کے
جواز) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے سب سے پہلے اس
کے ساتھ امیر معاویہ نے فیصلہ کیا اور تھے ابن شہاب محدثین سے

مدینہ میں اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ علم والے
اور حاشیہ التعلیق الممجد علی موطا امام محمد میں ہے۔

ابن ابی شیبۃ حدثنا حماد بن خالد عن ابن ابی ذئب
عن الزہری قال ہی بدعۃٌ واول من قضی بہا معاویۃ وسندہ
علی شرط مسلم وفی مصنف عبد الرزاق اخبرنا معمر عن
الزہری قال ہذا شیءٌ احدثہ الناس لابد من شاہدین الخ

ابن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ ہمیں حماد بن خالد نے ابن ابی ذئب
سے انہوں نے زہری سے روایت کی فرمایا یہ بدعت ہے سب سے
پہلے امیر معاویہ نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا اور سند اس روایت کی بر شرط
مسلم ہے اور مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ ہمیں معمر نے زہری سے
روایت کی کہ فرمایا یہ وہ چیز ہے جسے لوگوں نے ایجاد کیا جبکہ دو گواہ
ضروری ہیں۔

وہابی صاحب کے اس چیلنج کا جواب دیتے ہیں کہ کوئی ایک صحیح صریح حد
یث دکھاؤ جس میں ایک اور پانچ رکعت وتر کی ممانعت اور تین رکعت وتر
حنفی طریقہ کے مطابق ہو یعنی اس میں درمیانی تشہد کے علاوہ رکوع سے قبل
دعائے قنوت کا بھی ذکر ہو مطالبہ کر اس مقام پر تین رکعت کی روایت پیش کر
کے طریقہ ادا کو بھی ثابت کرنا۔

جواب: دراصل حقیقت میں غیر مقلد صاحب یہ مطالبہ کر کے حدیث
کی ... لگانا چاہتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی ... سے پوچھے ... والا
... ہیں جب ... کا جنہیں ایک ہی حدیث میں ... تمام شرائط و فرائض
... واجبات و مستحبات دکھاؤ ... غیر وہابی جی کے مذکورہ مطالبہ سے یہ بھی پتہ چلتا
ہے ... ایک بھی مختلف روایت سے احناف کا طریقہ والا وتر ثابت ہے

وتر ... کی حدیث میں قنوت کا ... رہتا۔

ثانیاً ہم بفضلہ تعالیٰ تین رکعت وتر کو حدیث صحیح سے ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث سے درمیان کا تشہد ثابت ہو چکا ہے جس میں ارشاد ہے کہ رات کے وتر نماز مغرب کی طرح ہیں تو نماز مغرب میں دو رکعت پر تشہد بھی ہے ہم بتوفیقہ تعالیٰ وتر کی تیسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے قبل ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھنے کو ثابت کرتے ہیں۔

قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جزء رفع الیدین میں حدیث نمبر ۹۸ میں ارشاد ہے

حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ سُفْيَانُ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ هُوَ جَعْفَرُ بْنُ مَيْمُونٍ بَيَّاعُ الْأَنْمَاطِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوتِ

یعنی ابو علی جعفر بن میمون سے ہے کہ میں نے ابو عثمان کو سنا کہ کہا تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت میں ہاتھوں کو اٹھاتے

اسی کی حدیث نمبر ۹۹ میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ زَائِدَةُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ

حضرت ابن مسعود رکوع سے قبل ہاتھ اٹھاتے اور قنوت پڑھتے تھے

حضرت اسود اپنے باپ سے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں بے شک وہ وتر کی آخری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے پھر ہاتھ اٹھاتے اور رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھتے۔ امام بخاری اس جگہ فرماتے ہیں

... البخاری وَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا صَحِيحَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ

اور یہ تمام حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے صحیح منقول ہیں۔

... نیموی کی آثار السنن میں ہے

... عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّ الْقُنُوتَ وَاجِبٌ فِي الْوِتْرِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ وَإِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ أَيْضًا رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي ... الْحُجَجِ وَالْآثَارِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ ... [illegible]

... رمضان و غیر رمضان میں رکوع سے قبل واجب ہے

... حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ... وتر میں قنوت ... رمضان میں اور اس کے علاوہ سال میں رکوع سے پہلے اور جب تو قنوت ... تو تکبیر کہے اور جب تو رکوع جانا چاہے تو تکبیر کہے۔ ... محمد بن حسن ... ہے اور اس ... کی سند صحیح ہے ... ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ ... اپنے پاس سے دعائے قنوت کے وجوب کا حکم نہیں لگا سکتے ... ہوگا اور صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ... ہوگا۔ لہٰذا حدیث مرسل مرفوع ہوئی چنانچہ امام سیوطی نے ... جلد ثانی کے صفحہ نمبر ۸ پر ... پڑھنے کے متعلق حدیث ... مرسل قرار دیا ہے۔ الغرض احناف کا طریقہ وتر پڑھنے کا احادیث ... ثابت ہے اور غیر مقلد کا ... ہے۔ یہاں تک ... غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جوابات ... جاء الحق کا ... کے بارے شروع ہوتا ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ...

لی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ ایک ماہ پڑھی۔ آپ نے
ستر قاری صحابہ ایک جگہ تبلیغ کے لیے بھیجے وہ شہید کر دیئے گئے تو
آپ ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کو بددعا فرماتے ہوئے
پڑھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا یہ فعل شریف ہمیشہ نہ تھا عارضی وجہ سے
تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اس پر وہابی صاحب کا پہلا اور دوسرا اعتراض
منسوخ ہو گیا حدیث کے کن الفاظ کا معنی ہے یقین ہے کہ یہ معنی
حدیث میں اپنی طرف سے تصرف ہے۔

صاحب نے ایک مہینہ بعد تک پڑھا ہے تو
اس سے تو مفہوم میں نہ یہ ہے کہ رخصت ختم ہونے پر قنوت کو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کیا تو قنوت کا ہمیشہ پڑھنا لازم
نازلہ ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ
جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھنا۔

شریف ...الخ اور ... الخ کی حدیث میں
... ناسخ ... صراحت حدیث میں بھی موجود ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ
... فَقُلْتُ أَرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ
... لَهُمْ قَالَ فَقِيْلَ وَمَا تَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوْا

صحیح مسلم ص ۲۳۷

... رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا چھوڑ دی تو

باب کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ قنوت نازلہ پڑھنا منع ہے۔ اور وتر کی تیسری رکعت
میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنا سنت ہے اور فجر کے فرض کی دو
رکعت میں بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھنا سخت مکروہ اور خلاف سنت ہے مگر غیر
وہابیوں کا عمل اس کے برعکس ہے وہ وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ نہیں پڑھتے
رمضان کی بعض تاریخوں میں لیکن فجر میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھتے ہیں۔ دو
رکعت کے رکوع کے بعد بعض دیوبندی وہابی بھی جو اصل وہابی وہ غیر مقلد ہیں
بنا کر فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے لگے ہیں۔ اس لئے اس باب کی بھی دو فصلیں
ہوئی ہیں، پہلی میں اس مسئلہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر سوالات
جوابات

(پہلی فصل)

قنوت نازلہ کے معنی ہیں آفت و مصیبت کے وقت کی دعا۔ حضور سید عالم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک خاص مصیبت پر چند روز یہ دعا قنوت فجر کی رکعت دوم
میں بعد رکوع پڑھی پھر آیت قرآنی نے یہ دعا منسوخ فرما دی۔ اس کے بعد نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے پھر کبھی نہ پڑھی دلائل حسب ذیل ہیں۔

نماز فجر میں قنوت کے نسخ کا ثبوت

حدیث نمبر ۱ و ۲ بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی
انہوں نے حضرت عاصم احول کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ
بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا فَأُصِيْبُوْا فَقَنَتَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ
عَلَيْهِمْ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ پڑھی۔ آپ نے ستر قاری صحابہ جو ایک جگہ تبلیغ کے لئے بھیجے تھے وہ شہید کر دیئے گئے تو آپ ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان پر بددعا فرماتے ہوئے قنوت پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فعل شریعت ہمیشہ نہیں کیا بلکہ عارضی وجہ سے کیا اور پھر منسوخ ہو گیا۔ اس پر وہابی صاحب کا پہلا اور دوسرا اعتراض کہ منسوخ ہو گیا حدیث کے کن الفاظ کا معنی ہے یقین ہے کہ یہ معنی حدیث میں اپنی طرف سے تصرف ہے۔

جواب نمبر ۱ ایک مہینہ بعد ترک کر دینے کا مطلب یہی ہے تو اس سے تو مفہوم ہی یہ ہے کہ اصل ہے ہر رکعت ختم ہونے پر قنوت کو پڑھنا۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہتے تو قنوت نازلہ ہمیشہ پڑھنا لازم تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھنا۔

۲ شرح معانی الآثار باب القنوت میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں بات صاف ہے کہ منسوخ کی صراحت حدیث میں بھی موجود ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ ... فَقِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ... أَنَّهُمْ قَدْ قُتِلُوا وَمَا تَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا

صحیح مسلم ص ۲۳۰

... رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... کے بعد دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا چھوڑ دی تو

باب کے آغاز میں ذکر کرتے ہیں۔ قنوت نازلہ پڑھنا منع ہے۔ اور وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت ہمیشہ پڑھنا سنت ہے اور فجر کے فرض کی دوسری رکعت میں بعد رکوع قنوت نازلہ پڑھنا سخت مکروہ اور خلاف سنت ہے مگر غیر مقلد وہابیوں کا عمل اس کے برعکس ہے وہ وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ نہیں پڑھتے۔ رمضان کی بعض تاریخوں میں لیکن فجر میں ہمیشہ قنوت نازلہ پڑھتے ہیں۔ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد بعض دیوبندی وہابی بھی جو دراصل درپردہ غیر مقلد ہیں بنا کر فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے لگے ہیں۔ اس لئے اس باب کی بھی دو فصلیں کی جاتی ہیں، پہلی میں اس مسئلہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر سوالات و جوابات

(پہلی فصل)

قنوت نازلہ کے معنی ہیں آفت و مصیبت کے وقت کی دعا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک خاص مصیبت پر چند روز یہ دعا قنوت فجر کی رکعت ثانی میں بعد رکوع پڑھی پھر آیت قرآنی نے یہ دعا منسوخ فرما دی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کبھی نہ پڑھی دلائل حسب ذیل ہیں۔

نماز فجر میں قنوت کے نسخ کا ثبوت

حدیث نمبر ۱ و ۲ بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے حضرت عاصم احول کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ سَبْعُونَ رَجُلًا فَأُصِيبُوا فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ

میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم نے دعا چھوڑ دی ہے تو لوگوں نے کہا کہ دیکھتے نہیں ان
جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے وہ آ گئے یعنی
کافروں کے پاس سے چھوٹ آئے۔
سنن ابوداؤد میں ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَدْعُ لَهُمْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ وَمَا
تَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا [illegible]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے [illegible] ان لوگوں کے لئے دعا نہ کی تو میں نے [illegible] صلی
اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں
لوگ (ولید اور [illegible]) آ گئے ہیں (مدینہ میں [illegible] ہاتھ سے نجات پا [illegible])
یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مقصد [illegible] پورا ہو [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھے
اور بھی [illegible] کہ قد قدموا [illegible] علماء کے [illegible] مصیبت سے
قنوت پڑھنا شروع [illegible] چنانچہ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں

وَلَا تُشْرَعُ [illegible] إِلَّا فِي [illegible] مَشْرُوعِيَّةِ الْقُنُوتِ وَلَا فِي مَشْرُوعِيَّتِهِ
[illegible] فِي [illegible] مَشْرُوعِيَّةٍ بِغَيْرِ [illegible]

یعنی [illegible] قنوت کے مشروع ہونے میں کلام نہیں [illegible]
[illegible] وقت [illegible] مشروعیت [illegible] مشروعیت سے
میں ہے [illegible] قنوت کی شرح [illegible] فرماتے ہیں

[illegible] الْقُنُوتِ عِنْدَ [illegible]

[illegible] احناف) مصیبت کے وقت قنوت پڑھنے کے جواز پر

[illegible]

یہ وہابی جی کا خاص جھوٹ ہے کہ مفتی صاحب نے متن حدیث
[illegible] تحریف کی ہے۔ اپنی طرف سے تحریف تب ہوتا جب کہ مفتی
[illegible] پھر منسوخ ہو گیا کے الفاظ کا ترجمہ میں اضافہ کرتے نیز نسخ پر
[illegible] آپ نے ترجمہ حدیث میں اضافہ نہیں کیا بلکہ بعد از ترجمہ
[illegible] حاصل ہوتا ہے اسے بیان فرمایا ہے گر اس کا نام اپنی طرف
[illegible] تحریف ہے تو پھر تمام شارحین حدیث محدثین نے حدیث سے
[illegible] اپنی طرف سے تحریف کے فتوی کی روشنی [illegible] خود وہابی

[illegible] کو وہم تھا کہ قرآن و حدیث سے نماز فجر میں قنوت کی عدم
[illegible] نہ کرنا بلکہ دھر ادھر کے اوٹ پٹانگ مارنا ثابت کرتا ہے کہ
[illegible] دعائے قنوت کے عدم منسوخ پر دلائل نے حال ہیں جب کہ
[illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کی تمہید میں فرمایا ہے کہ نماز فجر میں
[illegible] قنوت منسوخ ہے تو اس بات کا ثبوت حاوی الحق کی فصل
[illegible] میں ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
[illegible] کے آخری الفاظ یہ ہیں

[illegible] فِي بَعْضِ صَلَوَاتِهِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِنَ
[illegible] أَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض نمازوں میں فرمایا کرتے تھے کہ خدایا فلاں
[illegible] پر لعنت کر یہاں تک کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی لیس لک
[illegible] مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث سے ثابت کیا [illegible]

قنوت نازلہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک حادثہ پیش آنے پر ایک ماہ روزانہ پڑھی نہ اس سے قبل پڑھی اور نہ بعد میں مگر افسوس غیر مقلد وہابی اس [illegible] انکار کرتا ہے

جس بات کا یہ وہابی اقرار کیا نام نہاد دین الحق کا مصنف

کا انکار کرتا ہے

ثالثاً وہابی صاحب صرف دعا قنوت نازلہ کے ترک کا سبب علت [illegible] ہے یہ نہیں مانا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمایا [illegible] کے گھر کے بزرگوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے اس آیت لیس لک من الامر شیء کا شان نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قنوت سے منع کرنا ہے غیر مقلد وہابیوں کے امام شوکانی صاحب اپنی تفسیر فتح القدیر میں مذکورہ آیت کے [تحت] حدیث نقل کرتے ہیں

وَأَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ وَالْمُسْلِمُ وَغَيْرُهُمَا مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ وَيَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ وَفِي لَفْظٍ اللّٰهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهُ تَرَكَ ذٰلِكَ لَمَّا نَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ

[illegible] آیت

بخاری مسلم وغیرہما نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دعا فرماتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے کہ اے اللہ ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ناتواں مومنین کو نجات دے اے اللہ مضر قبیلہ پر سختی و عذاب [کر] اور اس پر یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا قحط کر اسے بلند پڑھتے اور اپنی بعض نمازوں سے فجر کی میں پڑھتے اے اللہ عرب کے قبائل سے فلاں فلاں پر لعنت کر یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی لیس لک من الامر شیء اور ایک روایت میں ہے کہ لحیان و رعل اور ذکوان پر لعنت کر اور یہ سب عصیہ [illegible] نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی (راوی) کہتے ہیں پھر ہمیں پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز فجر میں) القنوت کو ترک کر دیا جب آیت نازل ہوئی لیس لک [illegible] محمد اسحاق [illegible] جو اپنی غیر [illegible] ترجمہ قرآن پر حاشیہ میں صلاح الدین یوسف غیر مقلد کی [illegible] اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

[illegible] روایت میں آتا ہے کہ آپ نے بعض کفار کے لئے قنوت نازلہ کی [illegible] میں ان کے لئے بددعا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل [illegible] آپ نے بددعا کا سلسلہ بند کر دیا غیر مقلدوں کے مفسر سید احمد حسن [illegible] اس آیت کے شان نزول [illegible] اسی طرح بیان کی ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسند میں حضرت ابن عمر سے اور بخاری کی ایک اور روایت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ چند روز تک صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام اور

سہیل بن عمرو اور قریش نے نام لے کر بددعا کرنا شروع کی اس پر یہ آیت نازل
ہوئی۔ تفسیر ابن کثیر جسے غیر مقلد بھی صحیح ترین تفسیر مانتے ہیں۔ میں ہے کہ

وقال البخاري حدثنا حبان بن موسى أنبأنا عبد الله أنبأنا
معمر عن الزهري حدثني سالم عن أبيه أنه سمع رسول
الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع رأسه من الركوع في
الركعة الثانية من الفجر اللهم العن فلانا وفلانا بعد ما يقول
سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد فأنزل الله تعالى ليس
لك من الأمر شيء الآية وهكذا رواه النسائي من حديث عبد
الله بن المبارك وعبد الرزاق كلاهما عن معمر به وقال
الإمام أحمد حدثنا أبو النضر حدثنا أبو عقيل قال أحمد وهو
عبد الله بن عقيل صالح الحديث ثقة حدثنا عمر بن
حمزة عن سالم عن أبيه قال سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول اللهم العن فلانا وفلانا اللهم العن الحارث بن
هشام اللهم العن سهيل بن عمرو اللهم العن صفوان بن أمية
فنزلت هذه الآية ليس لك من الأمر شيء الآية

یعنی امام بخاری نے مذکورہ سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت سالم
نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی اس نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جب آپ نماز فجر کی دوسری رکعت کے رکوع
سے سر مبارک اٹھاتے تو پڑھتے اے اللہ فلاں فلاں پر لعنت کر یہ آپ سمع
اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد پڑھتے پس اللہ نے اتارا لَیْسَ
لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ آیا اور اسی طرح سے نسائی نے عبداللہ بن
مبارک سے اور عبدالرزاق سے ان دونوں نے معمر کے طریق سے اسے

اور امام احمد نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو النضر نے کہ
ہمیں حدیث بیان کی ابو عقیل نے امام احمد نے فرمایا کہ وہ
عبداللہ بن عقیل ہیں جو صحیح حدیث والے ثقہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں
عمر بن حمزہ نے سالم سے حدیث بیان کی اس نے اپنے باپ عبداللہ
سے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے سنا اے اللہ فلاں فلاں پر لعنت فرما اور اے اللہ حارث بن
ہشام پر لعنت کر اے اللہ سہیل بن عمرو پر لعنت فرما اے اللہ صفوان بن
امیہ پر لعنت فرما پس یہ آیت نازل ہوئی (لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ)
ان روایات سے معلوم ہوا کہ آیہ مبارکہ قنوت کے منع پر نازل ہوئی اور منع
یہ بھی بات ہے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ کبھی کوئی حکم کلیۃً منسوخ
نہیں ہوتا فقط وصف منسوخ ہوتا ہے یہاں بھی
ایک قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ مذکورہ آیت
سے منسوخ ہوا ہے کسی وقت مصیبت جس میں عامۃ المسلمین مبتلا ہوں
اس وقت پڑھنا درست ہے مگر غیر مقلد ہمیشہ نماز فجر میں قنوت
پڑھتے ہیں

حدیث میں غیر مقلدوں کے مجتہد اعظم صاحب

قنوت نازلہ کے بارے ضعیف حدیث پر عمل

میں ہمیشہ دعا قنوت پڑھنا بدعت ہے البتہ فجر کی نماز میں
حدیث میں جب ضعف تھوڑا ہو تو فضائل اعمال میں معتبر ہے
نہیں کیونکہ حدیث میں ضعف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں
سے صحیح حدیث کا مطالبہ کرنے والے وہابی خود ضعیف حدیث کی بنا پر

[illegible] فجر میں ہمیشہ قنوت پڑھتے ہیں جو غیر مقلدوہابیوں کے مجتہد العصر کا [illegible] کہ ثابت تو [illegible] فجر میں قنوت پڑھنے کا حکم کر رہا ہے مگر دلیل [illegible] فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہے جس کے مجتہد العصر کا یہ حال ہے [illegible] یہ حال ہوگا۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض

اگر مذکورہ حدیث سے قنوت نازلہ منسوخ ہوگئی ہے تو سوال یہ ہے کہ [illegible] پر عمل کرنا جائز ہے۔ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم منسوخ کیا [illegible] بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کے جواز کے قائل [illegible] اس حدیث کی شرح میں خود مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ خیال رہے [illegible] نازلہ کا یا تو حکم منسوخ ہے یا ہمیشہ پڑھنا منسوخ ہے وہ ضرورت پر اب بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح [illegible]) اگر یہ حکم ہی منسوخ ہے تو ضرورت کے وقت پڑھنے کا [illegible] فتویٰ دیا جا [illegible] ہے۔ معلوم ہوا کہ مفتی صاحب [illegible] سے کام لیکر فقط پڑھتے [illegible] ہے ورنہ حدیث کا صحیح مفہوم یہی ہے [illegible] مصیبت کے وقت قنوت پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ خود نبی رحمت رسول مکرم حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔

الجواب ہم نے بعض دفعہ تو غیر مقلدوں کی تفسیروں سے قنوت نازلہ منسوخ ہونا ثابت کر دیا ہے جبکہ ہمارا احناف کا مذہب بھی ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اس کا وصف عموم ہمیشہ پڑھنا منسوخ ہے جیسا کہ مفتی صاحب رحمت اللہ علیہ نے لکھا ہے اور یہی فتاویٰ شامی میں ہے چنانچہ فرماتے ہیں

قَوْلُهُمْ بِأَنَّ الْقُنُوتَ فِي الْفَجْرِ مَنْسُوخٌ مَعْنَاهُ نَسْخُ عُمُوْمِ الْحُكْمِ لَانَسْخُ أَصْلِهِ (شامی ج ۱ ص ۴۴۶)

یعنی فقہا کا قول کہ قنوت نازلہ فجر میں پڑھنا منسوخ ہے اس کا معنی یہ [illegible]

[illegible] یہ بھی نہیں کہ اس کا اصل منسوخ کیا گیا ہے اس سے معلوم ہو کہ [illegible] شامی رحمتہ اللہ علیہ نے رفع التوفیق سے کام نہیں لیا بلکہ وہی بیان کیا [illegible] قنوت کے متعلق موقف ہے لہٰذا وہابی کی [illegible] اعتراض بے جا [illegible] حدیث نمبر ۳ ملاحظہ ہو طحاوی شریف سے حضرت عبد اللہ [illegible] سے روایت کی۔

[illegible] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى [illegible] فَلَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقُنُوْتَ

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی قبیلہ رعل [illegible] بددعا فرمائی جب حضور ان پر غالب آگئے تو چھوڑ دی۔

[illegible] میں چھوڑ دینے کا صراحۃً ذکر [illegible] ہے۔

[illegible] پر پہلا اعتراض

[illegible] کی روایت حدیث ہے مگر ہمارے خانی علماء کا باوا آدم ہی نرالا ہے کہ [illegible] بادور کر رہے ہیں جو کہ صریحاً بیہودہ ہے کیونکہ اس کی سند کا [illegible] رادی پر ہے دیکھئے شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۲ مسند [illegible] رقم الحدیث ۵۰۰۷ بیہقی ج ۲ ص ۲۱۳ وطبرانی کبیر ج ۱۰ ص ۱۸۳ [illegible] کی سند میں بھی یہی راوی ہے جیسا کہ علامہ زیلعی نے نصب الرایہ [illegible] علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷ میں صراحت کی ہے اور یہ [illegible] علامہ ہیثمی فرماتے ہیں

[illegible] ابن حبان فی کتاب الضعفاء کان فاحش الخطاء کثیر الوهم

[illegible] امام ابن حبان رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الضعفاء میں کہا کہ فاحش الخطاء [illegible] کثیر الوہم ہے۔ (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۸) حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے [illegible] احمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہا حدیث میں ضعیف ہے۔ دوسری بار کہا کہ متروک

الحدیث، امام ابن معین نے لیس بشیء (کچھ محض) لا یکتب حدیثہ روایت لکھی نہ جائے کہتے ہیں امام جوزجانی اور دارقطنی فرماتے ہیں جدا سخت ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ضعیف الحدیث ہے امام ابو حاتم کا کہنا ہے قوی نہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سند حافظے کی خرابی کی وجہ سے کلام کیا گیا۔ امام نسائی ثقہ نہیں حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی روایت قائم نہیں۔ خطیب فرماتے ہیں مقوم بہ حجۃ اس سے دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔ تہذیب ج ص ۳۹۶ ابن حجر کا یہ فیصلہ ہے کہ ضعیف ہے۔ تقریب ص ۲۵۹

<u>الجواب</u> ۱۵ یہ محدثین کرام کا طریقہ ہے کہ سند یا متن مختلف ہو روایت کو مکرر لاتے ہیں پھر بریلوی علماء کا بارا آدمی کیسے سر الا ہو۔ [illegible] روایت کو کتب حدیث سے مصنفین محدثین نے اپنی اپنی سند سے روایت کیا حدیث کا متن بھی مختلف ہے۔ حدیث نمبر ۳ جو صحابی نے جو [illegible] بیان کی قبل رکوع کا ذکر ہے اور حدیث نمبر ۴ تا ۵ میں اس جگہ عقبہ کا اور مو [illegible] الفاظ بھی زیادہ ہیں۔

قال فی روایۃ لم یقنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا شھرا واحدا لم یقنت قبلہ ولا بعدہ

اس قدر فرق کے باوجود وہابی نے یک ہی روایت بنا رہے [illegible]

[illegible]

<u>دروغ گو حافظہ نہیں رکھتا</u>

<u>ثانیاً</u> کلے خبر [illegible] میں وہابی صاحب ابو حمزہ کا متابع بھی مان رہے مگر یہاں بتاتے ہیں کہ اس حدیث کا دارومدار ابو حمزہ پر ہی ہے۔ یہ مقولہ سچ ہے دروغ گو حافظہ نہیں رکھتا پہلے جو کہا ہے کہ ابو حمزہ کا متابع [illegible]

ضعیف ہے چلو بقول ان کے دونوں ضعیف ہیں مگر سوال ہے کہ دو ضعیف روایوں کی روایت قوی ہو کر قابل قبول ہو جاتی ہے یا نہیں؟ غیر مقلد کے مجتہد العصر ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں اگرچہ [illegible] دونوں [illegible] دو سندوں کے ملنے سے ایک کو دوسری سے [illegible] ہو گئی فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۵۳۵ حسن کلیہ کے تحت وہابیوں کی [illegible] بھی قوی ہونی چاہئے کیونکہ کلیہ اپنے تمام افراد پر یکساں ہوتا ہے مگر یہاں غیر مقلد وہابیوں کا تو دو [illegible] ہے۔

<u>[illegible] کا عمل مروی عنہ کے موافق ہو تو اسے تقویت دیتا ہے</u>

[illegible] ہے کہ جب راوی حدیث کا اپنا عمل مروی عنہ کے موافق ہو تو [illegible] روایت بتاتا ہے بجائے بحث حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی [illegible] سے قنوت پڑھنا بسند حسن ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو

عن عبد اللہ بن مسعود انہ کان لا یقنت فی صلوۃ الغداۃ [illegible] فی الوتر قنت قبل الرکعۃ وفی روایۃ عنہ ایضا قال [illegible] لا نقنت فی شیء من الصلوۃ الا فی الوتر قبل [illegible] رواھما الطبرانی فی الکبیر واسنادھما حسن

مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷

[illegible] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ نماز فجر میں قنوت [illegible] تھے اور وتر میں قنوت پڑھتے تو رکوع سے پہلے پڑھتے [illegible] روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نمازوں میں [illegible] میں قنوت نہ پڑھتے مگر وتر میں رکوع سے پہلے ان دونوں کو [illegible] کبیر میں روایت کیا اور سند ان دونوں کی حسن ہے۔

[illegible] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم فقیہ مجتہد صحابی اور حضور

حدیث کے [illegible] یک بہانہ ہے جسے بار بار دہرا رہے ہیں ورنہ مفتی صاحب
علیہ نے اسی فصل میں حدیث نمبر [illegible] کے تحت طحاوی سے جو [illegible] ہے حضرت وائل
رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھی ہے جس میں واضح ہے کہ فلما قعد تشہد و
فرش رجلہ الیسریٰ ثم قعد علیہا یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تحیات کے
لیے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ گئے۔ حدیث نمبر ۸ جو طحاوی سے [illegible]
حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فاذا قعد یتشہد اضجع رجلہ
الیسریٰ ونصب الیمنیٰ علی صدرھا ویتشہد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
تحیات کے لیے بیٹھے تو آپ نے بایاں پاؤں بچھا دیا اور دایاں پاؤں اس کے
پر کھڑا رکھا اور تحیات پڑھتے تھے۔ اب ان دونوں حدیثوں میں بلا قید اس
تشہد واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحیات پڑھتے ہوئے اس کیفیت سے بیٹھے
کہ دایاں پاؤں مبارک کھڑا کرتے اور بایاں پاؤں شریف بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے [illegible]
صاحب نے مکاری یہ چلی کہ ان دونوں حدیثوں کا جواب ہی گول کر دیا تاکہ [illegible]
سوال ہی نہ کر دے کہ حضرت جی آپ تو بار بار کہہ رہے تھے کہ مفتی صاحب کی ذکر
کردہ حدیث میں بیٹھنے کی کیفیت واضح نہیں۔ [illegible] ان میں تو کیفیت واضح ہے
اسے کیوں نہیں مانتے کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نہیں؟ [illegible]
صاحب نے اس سوال سے پیچھا چھڑانے کو جواب گول کر دیا تاکہ [illegible]
[illegible]

ثالثاً دہلوی صاحب کا یہ ارشاد کہ زیر بحث حدیث کی عربی زبان (عبارت
درست نہیں [illegible] بھی عجیب ڈھکوسلہ ہے [illegible] نام نہیں چھپے گا آپ کو چاہئے تھا [illegible]
[illegible] کہ متن حدیث میں کون سی لفظی تحریف ہے [illegible] غیر مقلد [illegible] کے خلاف
[illegible] کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مذکورہ احادیث جو
[illegible] پیش کی گئی ہیں۔ قارئین کرام آپ ہماری گزارشات کو مکرر پڑھ لیجئے۔ مفتی

[illegible] کیے ہیں جس میں وہ گھبراتے رہے ہیں۔ حدیث نبوی صلی
[illegible] نہیں۔ [illegible] پوچھتے ہیں [illegible] ابراہیم نخعی کا ضعیف قول ہے۔ دوسری
[illegible] سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا [illegible] ہے۔ تیسری میں پہلے تشہد کا [illegible] ہے
[illegible] ہماری توجیہات [illegible] لفظ توجیہات ہے ان کی روشنی میں ہمارے
[illegible] موافق ہیں۔ دنیا بھر کے بریلویوں کو کھلا چیلنج۔

[illegible] طرف سے دعوت عام ہے کوئی ایک ایسی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش
[illegible] دونوں تشہدوں میں بائیں پاؤں
[illegible] دونوں تشہدوں میں پاؤں نکال کر بیٹھئے؟ [illegible] اعلان کرتا ہے
[illegible] ایک ہزار روپے انعام دینے کے علاوہ اس کی
[illegible] حدیث [illegible] کا قائل ہو جائے گا۔ [illegible] کے مرکزی
اور مفتی [illegible] کوشش کرنے کے باوجود بھی
[illegible] حدیث نہیں دکھا سکتے انشاء اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] ہوئے ہیں۔ تمام بریلوی [illegible] ص ۲۱۲ تا ۲۱۳

اب ثانیاً دہلوی صاحب یہاں یہ تو نہیں بتایا کہ [illegible] کو
[illegible] ہیں [illegible] ان کے مذکورہ عذر اصولوں سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible]
[illegible] ایک حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے مفتی
[illegible] کے حوالے سے لکھا ہے تو اسے دہلوی صاحب کا [illegible]
[illegible] حیران ہے [illegible]
[illegible] حوالے
[illegible] کہ حضرت ابراہیم نخعی کی روایت ابوداؤد کے صحیح نسخہ میں موجود ہے پھر
[illegible]
[illegible] مکتبہ [illegible] کی طرف سے شائع شدہ [illegible] شیخ محمود حسن [illegible]

احادیث [illegible] میں تک ہیں [illegible] حدیث [illegible]
صحیح نسخوں میں پائی جاتی ہیں تو نہیں ملی [illegible] بحث [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible]
بھی [illegible] ہے اور [illegible]
اسحاق رحمۃ اللہ علیہ [illegible] اسی طرح یہ حدیث [illegible]
ہے اور [illegible] اس سند میں موجود تھی [illegible] اسحاق پر پیش [illegible]
صاحب [illegible] سے [illegible] گجراتی [illegible] رہے ہیں۔

ثالثاً دوسری حدیث حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے [illegible]
صاحب نے گجراتی [illegible] میں [illegible] تحقیق ہے [illegible]
ہوتا ہے کہ اس نے صرف سنن الکبریٰ للبیہقی [illegible] دیکھ کر [illegible] کہ یہ
بیہقی میں موجود نہیں۔ ممکن ہے [illegible] بیہقی کے [illegible] میں یہ حدیث [illegible]
جہاں سے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو نقل کیا امام بیہقی کی سنن [illegible]
للبیہقی کے علاوہ کئی کتب ہیں۔ ممکن ہے کہ حدیث [illegible] کی کتاب میں [illegible]
جبکہ مفتی صاحب نے سنن الکبریٰ للبیہقی کی قید نہیں لگائی مطلق بیہقی کا [illegible]
کہہ دینا کہ یہ حدیث بیہقی میں نہیں گجراتی [illegible] ہے بالکل نامناسب ہے۔

رابعاً وہابی صاحب کا یہ کہنا کہ [illegible] ہیں [illegible] ضعیف
ہے۔ اس کا جواب ہم نے تفصیل [illegible] ہے [illegible]

خامساً وہابی صاحب کو یہ چیلنج [illegible] ایک صحیح صریح مرفوع حدیث پیش [illegible]
جس میں آپ کے مسلک کی ترجمانی ہو کہ مرد دونوں تشہدوں میں [illegible]
بیٹھے اور عورت دونوں تشہدوں میں پاؤں نکال کر بیٹھے۔ اس کے جواب میں [illegible]
اپنے دلائل کی صحت ثابت کریں گے نمبر ۲ یہ ثابت کریں گے کہ احادیث [illegible]
پر دلالت کرتی ہیں نمبر ۳ ثابت کریں گے کہ عورت دونوں تشہدوں میں پاؤں [illegible]
طرف نکال کر بیٹھے۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی وکافی

مفتی صاحب کے موقف پر احادیث کی صحت

اول [illegible] جامع الترمذی کے [illegible] باب میں حدیث [illegible] ۲۰۸ [illegible]
[illegible] سے نقل کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں

ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم وھو
قول سفیان الثوری وابن المبارک واھل الکوفۃ [illegible]
[illegible] فی التشہد [illegible] اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور
[illegible] سفیان ثوری اور ابن مبارک اور اہل کوفہ کا ہے۔

[illegible] خود غیر مقلدوں کے امام شوکانی نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۲ پر لکھتے [illegible]

حدیث وائل اخرجہ ایضاً ابن ماجہ والترمذی وقال حسن
صحیح وحدیث رفاعۃ اخرجہ ایضاً ابو داؤد بلفظ [illegible]
[illegible] ولا مطعن فی اسنادہ واخرجہ ایضاً ابن
ابی شیبۃ [illegible] وقد احتج بالحدیثین القائلون
[illegible] الیسری ونصب الیمنی فی التشہد الاخیر
منہم زید بن علی والہادی والقاسم والمؤید باللہ وابو حنیفۃ
واصحابہ والثوری

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اسی طرح ابن ماجہ اور ترمذی نے
[illegible] اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت رفاعہ کی حدیث کو
[illegible] نے روایت کیا [illegible] الفاظ سے جو باب اول میں گزر [illegible]
[illegible] سند میں طعن کی گنجائش نہیں اور [illegible] ابن ابی شیبہ اور [illegible]
[illegible] اور تحقیق [illegible] ان دو حدیثوں کے ساتھ ان حضرات نے [illegible]
[illegible] تشہد [illegible] میں بایاں پاؤں بچھانے اور [illegible] رکھنے [illegible]

استحباب کے قائل ہیں۔ اور وہ حضرت زید بن علی اور ہادی اور قاسم
مؤید باللہ اور ابو حنیفہ اور سفیان ثوری ہیں

اس میں شوکانی صاحب نے مذکورہ دو حدیثوں کی صحت کا اقرار کیا ساتھ یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اس کیفیت تشہد کے صرف امام ابو حنیفہ رضی اللہ قائل نہیں بلکہ اور بھی جلیل القدر ائمہ کرام قائل و عامل ہیں۔

حوالہ نمبر ۳ علامہ نیموی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کے بعد لکھتے ہیں رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ
یعنی اس باب میں وائل سے سعید بن منصور اور طحاوی نے روایت کیا اور حدیث کی صحیح ہے۔

حوالہ نمبر ۴ اسی باب میں ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ال سے ہے

قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنَى وَاسْتِقْبَالُهُ بِأَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْيُسْرَى رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ

فرمایا نماز کی سنت سے ہے کہ تو اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کو ہو اور بیٹھنا بائیں پاؤں پر ہو۔ اسے امام نسائی نے روایت کیا اور اسناد اس کی صحیح ہے۔

حوالہ نمبر ۵ امام دار قطنی نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کیفیت تشہد تین احادیث لائے ہیں جو کہ حضرت ابن عمر کے بیٹوں حضرت نافع اور حفص عبید اللہ بن عبد اللہ سے ہیں کہ فرمایا نماز میں سنت یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھائے اور داہنا کھڑا کرے۔ ان تینوں کو لکھنے کے بعد امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ هذه كلها صحاح۔ یہ روایات صحیح ہیں۔ دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۷۔

۸ ۲ ۔ دار قطنی پر التعلیق المغنی میں انہیں احادیث کے متعلق ہے۔
ناقی ہے

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری و مسلم ابوداؤد جامع ترمذی اور دیگر معتبر کتب حدیث سے احادیث پیش کی ہیں جن میں روایت کے خود وہابی صاحب نے بھی اور کسی حدیث کی صحت پر اعتراض اٹھتے ہیں جسے وہ بار بار ذکر کر رہا ہے کہ حق ان کہ پہلے تشہد میں ایسا کیا یا دوسرے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر یہ احادیث احناف کے حق میں نہیں ہیں ہم بفضلہ تعالیٰ ہیں اور ثابت کرتے ہیں تشہد کے باب میں مذکورہ احادیث حجت ہیں۔ شارح صحیح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى مَعْنَاهُ
مُفْتَرِشًا فِيهِ حُجَّةٌ لِأَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ
أَنَّ الْجُلُوسَ فِي الصَّلَاةِ يَكُونُ مُفْتَرِشًا سَوَاءٌ فِيهِ جَمِيعُ

مسلم ج ۱ ص ۱۹۵

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور داہنا کھڑا کرتے تھے اس کا معنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں بچھا کر بیٹھتے اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ کے لئے اور جو اس مسئلہ میں ان کے موافق ہوا دلیل ہے کہ نماز میں بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھنا (مسنون) ہے اس کیفیت میں تشہد برابر ہیں

وہابی کی بے عقلی دیکھو جو کہتا ہے کہ ان احادیث میں احناف کی دلیل

نیز شارح صحیح بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جیسے ایک اعتراض کا جواب دیا اور آخری قعدہ کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن عمر کی حدیث سے استدلال کو یوں بیان فرمایا

فَإِنْ قُلْتَ مِنْ أَيْنَ عُلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ فَلَمَّا قَعَدَ يَتَشَهَّدُ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ قَعَدَ عَلَيْهَا وَهِيَ قَعْدَةُ الْأَخِيرَةِ قُلْتُ عُلِمَ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ جَعَلَ يَدْعُو بِالدُّعَاءِ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي آخِرِ الصَّلٰوةِ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۰۵)

اگر تو کہے کہ کہاں سے جانا گیا کہ اس کے قول سے کہ جب تشہد کو بیٹھا بایاں پاؤں بچھایا پھر اس پر بیٹھ گیا مراد اس کی آخری قعدہ ہے؟ میں کہتا ہوں یہ اس کے ان الفاظ سے جانا گیا کہ پھر دعا مانگنے لگے بلاشبہ دعا نہیں ہوتی مگر نماز کے آخری تشہد میں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں جس میں انہوں نے مسنون طریقہ پر تشہد نہ بیٹھنے پر عذر پیش کیا کہ "ان رجلای لا تحملانی" میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے۔

فَكَانَ مَعْنَى ذٰلِكَ أَنَّهُمَا لَوْ حَمَلَتَانِي قَعَدْتُ عَلَى إِحْدَاهُمَا وَأَقَمْتُ الْأُخْرَى (طحاوی ج ۱ ص ۱۰۷)

تو معنی اس کا یہ ہے کہ اگر وہ میرا بوجھ اٹھاتے تو میں ان دونوں پاؤں میں ایک پر بیٹھتا اور دوسرے کو کھڑا رکھتا۔

اسی کے تحت انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں

قوله ان رجلای لا تحملانی وتمسك به الطحاوی انه یدل علی ان الرجلین تستعملان فی القعدة وهذا اصدق علی مذهبنا المخصوص فیه علی الیسری ونصب الیمنی بخلاف فی

[illegible] ان الیسری او الیمنی لا تستعملان فیه

(فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۲۱)

[illegible] سے امام طحاوی نے دلیل پکڑی کہ دونوں پاؤں قعدہ میں [illegible] ہوتے ہیں اور یہ صادق آتا ہے ہمارے مذہب پر تشہد بائیں کو [illegible] اور دایاں کھڑا کرنے میں بخلاف تورک میں کہ اس میں [illegible] یا دایاں استعمال ہی نہیں ہوتے۔

[illegible] کے گھر کی گواہی یہ ہے شارح ابوداؤد شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد [illegible] الفاظ ثم جلس فافترش رجله الیسری کی شرح میں لکھتے جلس علی باطنها ونصب الیمنی (عون المعبود ج ۱ ص ۳۶۱) یعنی اس کا [illegible] بائیں پاؤں کے باطن پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کیا۔ فقیر کہتا ہے کہ [illegible] معلوم ہوتا کہ اس کے بعد کیفیت تشہد کے [illegible] کیا وہ جیسے ہیں تو یہ [illegible] وارد احادیث میں سلف نے مذہب [illegible] رہی ہیں۔ نواب صدیق حسن [illegible] غیر مقلد لکھتے ہیں۔

[illegible] قعده [illegible] ست که برپائے چپ بنشیند و پائے راست ایستاده کند و تقدیم پائے چپ و نصب پائے راست و [illegible] مخصوص بر [illegible] مروی شده و بجمله بهر صفت که [illegible] از تربیع و تورک و افتراش جائز باشد و خلاف [illegible] در سنیت است و اشبه آں [illegible] که مودی بر صفت مرویه هر صفت که باشد مودی سنت ست (عرف الجادی ص ۲۸)

[illegible] قعدہ کی کیفیت یہ ہے کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور تقدیم بایاں پاؤں اور کھڑا کرنا دایاں پاؤں ہے اور [illegible] بیٹھنا بھی مروی ہو [illegible] کہ جس کیفیت پر بھی بیٹھے تربیع اور

تورک دورانِ افتراش سے جدا ہے اور اختلاف آئمہ منقول ہوتے ہیں جو احادیث وہ مشہور ہے وہ دکھائی دیتا ہے جو مرد کا طریقہ مراد ہو جو کوئی طریقہ ہو وہ سنت کے موافق ہے۔ اس کے مشابہ ان کی عبارت مسک الختام میں بھی ہے۔

اس میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ نواب صدیق حسن صاحب نے جو تشہد کیفیات مروی کا ذکر کیا ہے اس میں احناف کے مذہب یعنی بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور داہنا پاؤں کھڑا رکھنا اس میں صرف شامل ہی نہیں ہے بلکہ سب سے ذکر میں مقدم کیا معلوم ہو کہ یہ طریقہ ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اب وحید الزمان غیر مقلد صاحب کی سنئے وہ کیا کہتے ہیں لکھتے ہیں

ثُمَّ يَجْلِسُ مُفْتَرِشًا يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَجْلِسُ عَلَيْهَا وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰى وَيَسْتَقْبِلُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ (نزل الابرار ج ۱ ص ۸۱)

پھر بیٹھے پاؤں بچھا کر اس طرح کہ بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھے اور دایاں کھڑا کرے اور انگلیوں کا رخ قبلہ کو کرے۔

اس میں واضح ہے کہ وحید الزمان غیر مقلد ہونے کے باوجود حنفی مذہب کے مطابق طریقہ تشہد بیان کرتے ہیں اس سے معلوم ہو کہ ان کے نزدیک مسنون طریقہ یہی ہے مگر تمام بہادرین الحق کے مصنف کے تعصب کا تماشہ دیکھو اب احناف کے پاس کیفیت تشہد پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔

مرد و زن کے تشہد پر غیر مقلدہ کا مطالبہ ہم پیش کر دیتے ہیں

اب رہا غیر مقلدہ کا یہ مطالبہ کہ مرد و عورت کے تشہد کی کیفیت کا فرق حدیث کی میں دکھاؤ تو ہم پیچھے بھی کچھ بیان کر چکے ہیں یہاں مزید بیان کرتے ہیں تاکہ موصوفہ صاحب کی تسلی و تشفی ہو جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَتِ الْمَرْأَةُ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰى فَخِذِهَا الْاُخْرٰى وَاِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا فِي فَخِذَيْهَا كَاَسْتَرِ مَا يَكُوْنُ لَهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَيَقُوْلُ يَا مَلٰئِكَتِيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهَا (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت نماز میں تشہد بیٹھے تو ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا دے کہ یہ اس کا زیادہ ستر ہے جو اس کے لئے ہو سکتا ہے بے شک اللہ اس کی طرف نظر فرماتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے اسے بخش دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۰۲ پر ہے۔

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے کہ فرمایا جب عورت سجدہ کرے تو سمٹ [illegible] اور ران ملائے بھی پیٹ سے

اسی صفحہ پر ہے

حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کا پوچھا گیا تو فرمایا وہ سمٹے

عضو کو جمع کرے اور ستر چاہے۔ اس میں دلیل اول حدیث مرفوع ہے
جس میں واضح ہے کہ عورت تشہد میں ایک ران کو دوسری ران سے
ملائے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ دو پاؤں ایک جانب نکالے۔

دلیل ثانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو کہ حدیث کی ترجمانی
ہے کہ عورت ستر کرے اور اعضاء کو ملا کر سجدہ کرے جب سجدہ میں یہ حکم ہے کیونکہ
صورت میں اس کے لئے ستر کا اہتمام ہے تو تشہد میں بھی ہے ایسی ہیئت بھی
جس میں اس کے لئے ستر کا اہتمام ہو اور وہ وہی ہے جس کا حکم حدیث میں گزرا
عورت تشہد میں ایک ران کو دوسری سے ملا کر بیٹھے۔

تیسری دلیل امام المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے
میں عورت کے لئے اعضاء ملا کر اور سمٹ کر بیٹھنے کا حکم ہے مگر وہابی حضرات
چاہتے ہیں مردوں اور عورتوں کے سجدہ و تشہد بیٹھنے کا فرق نہیں کرتے۔ اب زیر بحث
کی دوسری فصل شروع ہوتی ہے۔ اس میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
غیر مقلدوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس سے آگے میں فرماتے
ہیں اب تک اس مسئلہ کے متعلق وہابیوں غیر مقلدوں کے جس قدر دلائل ہم کو مل
سکے ہیں ہم انہیں مع جوابات پیش کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

تشہد سے متعلق غیر مقلدوں کے اعتراضوں کے جواب

اعتراض نمبر ۱: طحاوی شریف سے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کی
أَنَّ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ أَرَاهُمُ الْجُلُوسَ فَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى
وَثَنَى رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَجَلَسَ عَلَى وَرِكِهِ الْيُسْرَى وَلَمْ يَجْلِسْ
عَلَى قَدَمَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَرَانِي هَذَا عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ
وَحَدَّثَنِي أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ
کہ قاسم بن محمد نے ان کو نماز میں بیٹھنا سکھایا تو دایاں پاؤں کھڑا کیا اور

بایاں پاؤں بچھایا اور اپنی بائیں سرین پر بیٹھے۔ آپ دونوں قدموں پر نہ
بیٹھے۔ پھر قاسم نے فرمایا کہ یہی مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے دکھایا
اور مجھے خبر دی کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر ایسے ہی کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر زمین پر بیٹھنا سنت صحابہ
ہے۔ کیونکہ صحابی کا عمل ہے اور ظاہر ہے کہ حضور کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ جواب اس
کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم
ہوا سیدنا عبداللہ بن عمر ساری التحیات میں اسی طرح بیٹھتے تھے مگر تم کہتے ہو کہ
پہلی التحیات میں بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دوسرے میں اس طرح بیٹھے لہٰذا یہ حدیث
تمہارے بھی خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حدیث اس روایت کے بھی خلاف ہے جو
پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر دونوں التحیات میں بایاں پاؤں بچھا کر
بیٹھتے تھے وہ حدیث بہت قوی تھی۔ یہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی ضعیف
اور قیاس شرعی کے بھی خلاف ہے۔ جب حدیثوں میں تعارض ہو تو جو حدیث قیاس
کے موافق ہوگی اسے ترجیح ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث سے تمہارا قول ثابت
نہیں ہوتا کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زمین پر سرین رکھ
کر بیٹھتے تھے یہ ہے کہ وہ دونوں قدموں پر نہ بیٹھتے تھے۔ واقعی ہم بھی دونوں قدموں پر
نہیں بیٹھتے بلکہ صرف ایک قدم یعنی بائیں پر بیٹھتے ہیں لہٰذا اس میں تمہاری کوئی دلیل
نہیں۔ اس کا غیر مقلد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس بیچارے کی مجبوری یہ ہوگی کہ
وہ جواب دینا اپنا گریبان کھونے کے مترادف تھا کیونکہ اس مذکورہ حدیث کو اپنی
بے سر دوری سے بتاتے ہیں حقیقتاً ان کا مذہب اس میں ثابت نہیں لہٰذا حدیث
ان کے بھی خلاف ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے بیان فرمایا۔ اب جاء الحق سے وہابیوں کا دوسرا
اعتراض اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

اعتراض نمبر ۲: طحاوی شریف اور ابوداؤد نے محمد بن عمرو بن عطاء سے ایک

طویل حدیث روایت کی جس کا نص یہ ہے

سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَلْسَةِ الْأُولٰى يَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتّٰى إِذَا كَانَ السَّجْدَةُ الَّتِي يَكُونُ فِي آخِرِهَا التَّسْلِيمُ أَخْرَجَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ فَقَالُوا كُلُّهُمْ صَدَقْتَ

میں نے ابوحمید ساعدی کو دس صحابہ کی جماعت میں فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سب میں حضورؐ کی نماز کو زیادہ جانتا ہوں۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی التحیات میں اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور اس پر بیٹھتے تھے جب وہ سجدہ فرماتے جس کے آخر میں سلام ہے تو بایاں پاؤں ایک جانب نکال دیتے اور اپنے بائیں سرین پر زمین پر بیٹھتے تو صحابہ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو۔

اس حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا کہ پہلی التحیات میں پاؤں پر اور دوسری التحیات میں زمین پر بیٹھنا سنت ہے اور ابوحمید ساعدی نے یہ حدیث دس صحابہ کی جماعت میں ذکر کی اور ان سب نے اس کی تصدیق فرمائی۔ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا وہی طریقہ تھا جس پر ہم عامل ہیں۔ یہ غیر مقلد وہابیوں کی مایہ ناز حدیث ہے۔

وہابی جھوٹے راوی کی روایت کو دلیل مانتے ہیں

جواب۔ یہ حدیث ضعیف ہی نہیں بلکہ گھڑی ہوئی ہے کیونکہ اس کا راوی محمد ابن عمرو ابن عطاء ہے جو بہت جھوٹا ہے وہ کہتا تھا۔ سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ وَأَبَا قَتَادَةَ یعنی میں نے ابوحمید و ابوقتادہ سے سنا کہ حضرت ابوقتادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ انہی کے ساتھ میں شہید ہوئے حضرت علی نے ہی ابوقتادہ کی نماز

جنازہ پڑھی اور محمد ابن عمرو خلافت حیدری کے بعد پیدا ہوا پھر ابوقتادہ سے کیسے سنا۔ ایسا راوی ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ نہ اس کی حدیث قابل عمل ہے۔ دیکھو طحاوی شریف اسی باب کا آخر ابوحمید ساعدی کی صحیح حدیث وہ ہے جو طحاوی شریف نے اسی باب میں بروایت عباس ابن سہل روایت کی جو ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے جس میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور التحیات پڑھتے افسوس ہے کہ آپ کسی راوی ضعیف بلکہ جھوٹے راویوں کی روایتوں پر اپنے مذہب کی بنیاد قائم کرتے ہیں اور جب حنفی اپنی تائید میں صحیح حدیث پیش کریں تو سو بہانوں سے ضعیف ضعیف کی رٹ لگاتے ہیں اور اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لی جائے تب بھی یہ ان احادیث کے خلاف ہوگی جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ ہماری احادیث چونکہ قیاس شرعی کی تائید سے قوت حاصل کر چکی ہیں لہٰذا وہی قابل عمل ہیں۔ یہ حدیث بالکل ناقابل عمل۔

غیر مقلد کا اس پر پہلا دوسرا اعتراض

مذکورہ حدیث صحیح ہے محدثین کرام نے اس کی صحت کو واضح کیا ہے اور فقہاء احناف نے صحیح تسلیم کیا ہے اور یہ تاویل بھی کی ہے کہ معذوری کی وجہ سے ایسا کیا تھا (عام کتب فقہ)

ثانیاً مذکورہ حدیث میں قطعاً کہیں صحت ابوقتادہ کا نہیں جو مفتی صاحب کا صریحاً الزام ہے اور جو شرح معانی الآثار میں طحاوی نے کہا وہ ایک طریق سے مروی روایت پر طحاوی کا اعتراض ہے اور اسی طحاوی نے محمد بن عمرو کو صاحب کہا ہے۔ تمام دین الحق ص ۲۰۱

جواب دو غیر مقلد کا جواب کہ بتایا کہ محدثین کرام نے اسے صحیح کہا ہے قابل اعتبار ہے جبکہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین کی بحث میں مذکورہ روایت کو بحوالہ ضعیف ثابت کیا ہے۔

ثانیاً غیر مقلد کا کہنا کہ فقہاء احناف نے صحیح یقین کر کے یہ تاویل بنا لی ہے کہ معذوری کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ فقیر پوچھتا ہے کہ وہابی جی جب آپ حنفی دلائل کو خلاف مذہب دیکھ کر تاویل اور احتمالات گھڑنے لگتے ہیں اس وقت آپ کو یہ کیوں نہیں آتا ہے کہ آپ نے ان دلائل کو صحیح یقین کر لیا ہے اگر تم پر یہ لازم نہیں آتا تو احناف پر کیسے آتا ہے پھر بھی وہابی صاحب کی غلط بیانی ہے کہ احناف نے بلا دلیل تاویل گھڑی ہے حالانکہ احناف کے پاس اس تاویل پر دلیل ہے وہ یہ کہ چوتھی صدی کے زیر بحث باب کی پہلی فصل میں بہت سی احادیث مرفوعہ سے عدم تورک ثابت ہے اگر ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کو ہر صورت صحیح مانا جائے تو اس تورک کو حالت عذر پر محمول کیا جائے گا ورنہ یہ عدم تورک ان احادیث کی صحت کو ہم نے اوپر ثابت کیا ہے کے خلاف ہوگی اور ابوحمید ساعدی کی اس روایت کے بھی جس سے عدم تورک ثابت ہے لہٰذا اس کے پیش نظر اس کی یہ تاویل ضروری ہے۔

ثالثاً ہمارے اصل اعتراض سے غیر مقلد پیچھا نہیں چھڑا سکتے کیونکہ زیر بحث روایت پر ہمارا اصل اعتراض یہ ہے کہ اس کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمید ساعدی کو جماعت صحابہ میں جن میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے یہ کہتے سنا جیسا کہ ابوداؤد و طحاوی کی روایت اس پر شاہد ہے۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں۔

"قال احمد قال اخبرني محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حميد الساعدي في عشرة من اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم منهم ابو قتادة" ۔ (ابوداؤد شریف: ۱:ص ۱۳۸)

میں نے ابوحمید ساعدی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ میں جن میں ابوقتادہ بھی تھے۔ حالانکہ اس نے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے سنا اور نہ ان صحابہ سے جن کا ذکر اس کے ساتھ کیا جیسا کہ امام طحاوی نے اس کے اس جھوٹ کی نشاندہی کی چنانچہ فرماتے ہیں

...راوی کی روایت کو دلیل بناتے ہیں

...ث حديث عبد الحميد بن جعفر فانهم يضعفون عبد الحميد فلا يقيمون به حجة فكيف يحتجون به في مثل هذا ... ذلك فان محمد بن عمرو بن عطاء لم يسمع ذلك الحديث من ابي حميد ولا ممن ذكر معه في ذلك الحديث ... رجل مجهول"۔ (معانی الآثار طحاوی ج:۱ ص ۱۵۶)

...عبد الحمید بن جعفر کی حدیث تو بے شک (محدثین نے) عبد الحمید کو ... ہے وہ اس سے حجت نہیں بناتے ور اس کے ساتھ یہ بھی کہ ... محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ ابوحمید ساعدی سے نہیں سنا اور نہ ان سے ... اس کے ساتھ ہیں ان دونوں کے درمیان کوئی مجہول راوی چھوٹ ... ہے۔

...کا منقطع حدیث پر عمل

... طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ میں لکھتے ہیں

... الذي رواه محمد بن عمرو غير معروف ولا متصل عندنا ... ابي حميد لان في حديثه انه حضر ابا حميد وابو قتادة ... وفاة ابي قتادة قبل ذلك بدهر طويل لانه قتل مع علي رضي الله عنه وصلى عليه علي فاين سن محمد بن عمرو بن عطاء من هذا۔

... وہ جسے ابوحمید سے محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت کیا ہمارے نزدیک غیر ... ہے اور اس کی اسناد بھی متصل نہیں کیونکہ اس کی حدیث میں ہے کہ وہ ابوحمید ... کے پاس حاضر ہونے حالانکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی وفات اس سے پہلے ... ہو چکی تھی اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہید

ہوئے اور حضرت علی نے ان پر نماز جنازہ پڑھی تو پھر محمد بن عمرو بن عطاء اس وقت کیسے پیدا ہوئے؟ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر علامہ عینی نے بھی اعتماد کیا چنانچہ لکھتے ہیں

"ثُمَّ اَجَابَ الطَّحَاوِیُّ عَنْ حَدِیْثِ اَبِیْ حُمَیْدٍ الَّذِیْ یَحْتَجُّ بِهٖ الشَّافِعِیُّ وَغَیْرُهٗ بِاَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ لَمْ یَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ وَلَا عَنْ اَحَدٍ ذُکِرَ مَعَ اَبِیْ حُمَیْدٍ وَبَیْنَهُمَا رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو ذَکَرَ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّهٗ حَضَرَ اَبُوْ قَتَادَةَ وَسِنُّهٗ لَا یَحْتَمِلُ ذٰلِکَ لِاَنَّ اَبَا قَتَادَةَ قُتِلَ قَبْلَ ذٰلِکَ بِدَهْرٍ طَوِیْلٍ لِاَنَّهٗ قُتِلَ مَعَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَصَلّٰی عَلَیْهِ عَلِیٌّ"۔ (عمدۃ القاری جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۵۱،۱۵)

پھر امام طحاوی نے اس حدیث کا جواب دیا جس سے حجت پکڑی امام شافعی وغیرہ نے کہ بے شک محمد بن عمرو بن عطاء نے اس حدیث کو نہ تو ابو حمید ساعدی سے سنا اور نہ ان سے جن کا ذکر اس کے ساتھ ہوا (کہ یہ حضرات وہاں موجود تھے) ان دونوں کے درمیان سند میں کوئی مجہول راوی چھوٹ گیا اور محمد بن عمرو نے حدیث میں ذکر کیا کہ حضرت ابو قتادہ وہاں موجود تھے حالانکہ ان کا زمانہ اس کے (موجود ہونے کا) احتمال نہیں رکھتا بے شک ابو قتادہ اس سے پہلے طویل زمانہ شہید ہو چکے تھے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ شہید ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔

دو سجدوں کا ترک کے مسئلہ میں ضعیف روایت پر عمل

علاوہ ازیں رفع یدین کا ترک کے قائلین کے زیر بحث روایت میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ایک راوی عبد الحمید بن جعفر بہت ضعیف ہونے کے ساتھ قدری المذہب ہے چنانچہ

ابن الترکمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"قُلْتُ رَوَاهُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ وَهُوَ اِنْ خُرِّجَ لَهٗ فِی الصَّحِیْحِ فَقَدْ تُکُلِّمَ فِیْهِ ضَعَّفَهُ الْقَطَّانُ وَکَانَ الثَّوْرِیُّ یَحْمِلُ عَلَیْهِ لِاَجْلِ الْقَدَرِ"۔ (الجوہر النقی مع الکبری ج ۲ ص ۱۱۷)

اسے روایت کیا محمد سے اس نے عبد الحمید بن جعفر سے اور اگرچہ اس سے صحیح میں تخریج کی گئی ہے مگر اس میں کلام ہے امام قطان نے اسے ضعیف کہا اور امام ثوری اس سے بھی ناراض رہتے تھے قدری ہونے کی وجہ سے۔ جبکہ غیر مقلد قدری کی روایت کو ضعیف کہہ چکا ہے مگر جب اپنے مذہب کو دلیل درکار ہو تو سب کچھ ٹھیک ہے ہم نے بفضلہ تعالیٰ غیر مقلدوں کی اس مسئلہ پر پیش کی ہوئی ابو حمید ساعدی کی روایت کے ضعف اور خرابیوں کو ثابت کر دیا ہے مزید اس پر اگلے اعتراض کے تحت ہے۔

مولانا صاحب کا تیسرا اعتراض

یہ کہنا کہ ابو قتادہ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں فوت ہوئے بلا دلیل ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"مات سنة اربع وخمسین وقیل سنة ثمان وثلاثین والاول اصح واشهر"۔ (التقریب ص ۴۱۰)

ابو قتادہ کی وفات ۵۴ ہجری میں ہوئی تھی اور کہا گیا کہ ۳۸ ہجری میں لیکن پہلی بات زیادہ صحیح اور معروف ہے۔

امام بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں

"ان ابا قتادة قتل مع علی روایة شاذة رواها الشعبی والصحیح الذی اجمع علیه اهل التاریخ انه بقی الی سنة اربع وخمسین"۔ (بحوالہ نصب الرایہ)

ابوقتادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے یہ روایت شاذ ہے ۔
ہے اور اسی پر اہل تاریخ کا اتفاق ہے کہ آپ ۵۴ ہجری تک زندہ رہے (اس
وفات پائی) امام بخاری امام ترمذی امام لیث امام ابن مندہ اور واقدی کی بھی یہ
ہے کہ آپ کی وفات ۵۴ ہجری میں ہوئی۔ (تہذیب [illegible]) اور جو طریق ثانی کی طرف
ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے کی روایت بیان
جاتی ہے اسے نقل کر کے امام بیہقی فرماتے ہیں

"هكذا روي وهو غلط لان ابا قتادة رضي الله تعالى عنه بقي بعد علي رضي الله تعالى عنه مدة طويلة" (السنن الکبری ج۳ ص۳۶)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھائی یہ غلط
کیونکہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک طویل مدت تک زندہ رہے
امام بیہقی کے اس فیصلے کے علاوہ اس کی سند میں موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید ہے
ج۲ ص۹۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۰۴) اور اس کی حضرت علی سے ملاقات ثابت نہیں
ہے اور صحابہ کرام سے اس کی روایت مرسل ہے (مراسیل ابن ابی حاتم ص۲۱۵ [illegible]
ص۳۰۲۔

اب جناب وہابی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ حضرت ابوقتادہ
رضی اللہ عنہ کی وفات خلافت حیدری میں ہوئی پھر سے بلا دلیل ثابت کرنے کو پہلے [illegible]
ابن حجر کی عبارت لائے جس میں انہوں نے دو روایتوں کا ذکر کیا ہے ایک یہ کہ حضرت
ابوقتادہ کا وصال ۵۴ ہجری کو ہوا دوسری یہ کہ ۳۸ ہجری کو ہوا۔ حافظ ابن حجر نے پہلی
روایت کو جس میں ۵۴ ہجری مذکور ہے کو زیادہ صحیح کہا ہے جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں
دوسری روایت غلط ہے پھر وہابی صاحب مزید بلا دلیل کس لئے کہتے ہیں پھر وہابی
صاحب امام بیہقی کی دو مختلف عبارتیں لائے ہیں ایک ان کی معرفۃ السنن والآثار سے
جس میں اس روایت کو شاذ کہا جس میں ہے کہ حضرت ابوقتادہ حضرت علی کی خلافت میں

دوسری سنن الکبری بیہقی سے جس میں اس روایت کو کہ ان کا وصال خلافت
[illegible] میں ہوا دوسرے غلط کہہ رہے ہیں حالانکہ شاذ کا معنی غلط نہیں لہذا ان کی
[illegible] میں تضاد نہیں مگر چونکہ وہابی صاحب کے مفید نہیں اس سے آنکھیں بند
[illegible] تقلید کر رہے ہیں حالانکہ اس بیہقی کی ذیل میں ہی جگہ علامہ ابن الترکمانی
حنفی ۷۴۵ ہجری نے امام بیہقی کا تعاقب کیا ہے۔

ابن ترکمانی نے امام بیہقی کا تعاقب کیا

فرماتے ہیں

"ما ذكره البيهقي أولاً أن عليا صلى على أبي قتادة [illegible] وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه فرواه عن عبد الله بن نمير ووكيع قالا ثنا إسماعيل بن أبي خالد فذكره [illegible] أبو عمر في الاستيعاب روي من وجوه عن موسى بن عبد الله بن يزيد الأنصاري وعن الشعبي أنهما قالا صلى علي على أبي قتادة فكبر عليه سبعا قال الشعبي وكان بدريا [illegible] الحسن بن عثمان مات أبو قتادة سنة أربعين وقال [illegible] قال ابن سعد [illegible] الهيثم بن عدي قالا توفي بالكوفة [illegible] بها وهو صلى عليه وقد ذكرت في باب تكبير [illegible] الشهيد الأول والثاني أن هذا القول هو الصحيح وأن من [illegible] توفي سنة أربع وخمسين ليس بصحيح وظهر بهذا أن [illegible] ذكره البيهقي ثانيا ليس بغلط"

(الجوہر النقی مع البیہقی ج۳ ص۳۶)

[illegible] تعجب ہے جس روایت کو بیہقی نے اولاً ذکر کیا کہ بے شک حضرت علی نے ابوقتادہ
[illegible] پڑھی اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے [illegible]

مصنف میں تو روایت بیان کی ہے کہ عبد اللہ بن نمیر اور وکیع نے ان کو ہمیں بیان کیا اسمٰعیل بن ابی خالد نے اور ابو عمر نے الاستیعاب میں کہا کہ یہ روایت طریق سے مروی ہے موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید انصاری سے وہ شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی انہوں نے سات تکبیریں کہیں۔

شعبی نے کہا کہ وہ بدری صحابی تھے اور کہا کہ حسن بن عثمان نے بیان کیا کہ فوت ہوئے حضرت ابو قتادہ چالیس ہجری کو اور الکلابازی نے کہا کہ بیان کی ہے ابن سعد نے کہ ہمیں بیان کیا ہیثم بن عدی نے کہ وہ فوت ہوئے کوفہ میں۔ اور حضرت علی بھی تھے انہوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور تحقیق ہم نے پہلے ذکر کر دیا کہ یہ اختلاف ہے سب میں پہلے اور دوسرے شہید ہیں اور یہ قول صحیح ہے۔ اور حسن نے کہا کہ ان کا وصال ۴۴ ہجری میں ہوا وہ صحیح نہیں۔

اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ بے شک وہ جو امام بیہقی نے کہا کہ یہ غلط ہے قول میں غلط نہیں۔ صاحب جوہر النقی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

وَقَالَ الْقَطَّانُ مَا مَلَخَّصُهُ فَيَجِبُ اَنْ يُّثْبَتَ فِيْ قَوْلِهِ فِيْهِمْ اَبُوْ قَتَادَةَ فَاِنَّ اَبَا قَتَادَةَ قُتِلَ مَعَ عَلِيٍّ وَهُوَ صَلّٰى عَلَيْهِ هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ وَقِيْلَ عَلٰى سَنَةِ [illegible] وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو لَمْ يُدْرِكْ ذٰلِكَ وَقِيْلَ تُوُفِّيَ اَبُوْ قَتَادَةَ سَنَةَ اَرْبَعٍ وَخَمْسِيْنَ وَلَيْسَ بِصَحِيْحٍ

(الجوہر النقی مع البیہقی جلد ۳ صفحہ [illegible])

حضرت قطان نے کہا جس کا خلاصہ یہ کہ ان پر لازم ہے ان کے اس قول میں ثابت کرنا جس میں کہا کہ ان صحابہ میں ابو قتادہ بھی موجود تھے پس بے شک ابو قتادہ شہید ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور انہوں نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور یہی صحیح ہے

[illegible] میں شہید ہوئے اور محمد بن عمرو نے یہ زمانہ پایا ہی نہیں اور جو کہا گیا [illegible] نے ۵۴ ہجری کو وفات پائی یہ صحیح نہیں۔ اس میں علامہ ابن [illegible] روایت کو صحیح کہا جس میں آیا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا وصال کوفہ میں ہوا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ [illegible] کو بھی صحیح، صحیح نہیں ہے کہا جس میں آیا ہے کہ ان کا وصال ۵۴ [illegible] صاحب کو تعصب نے اس قدر مجبور کیا کہ کہا یہ اختلاف کے [illegible] [illegible] کہ حضرت ابو قتادہ کی وفات خلافت حیدری میں ہوئی۔ اب یہاں [illegible] ابن ترکمانی کا مقام کیا ہے۔

[illegible] ابن ترکمانی کے متعلق لکھتے ہیں

ابن التركماني علي بن عثمان ابراهيم بن مصطفى المارديني الحنفي قاضي القضاة الامام العلامة الحافظ علاء [illegible]

[illegible] (الاعلام ج ۴ ص ۳۱۱)

ابن ترکمانی علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ ماردینی حنفی علاء الدین قاضی [illegible] امام علامہ حافظ ہیں۔

[illegible] ابن ترکمانی کے مذکورہ تحقیق پر شیخ [illegible] جو کہ ناصر البانی [illegible] کے شاگرد ہیں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[illegible] فِي الشَّرْحِ الْكَبِيْرِ" ۳۶۰۲

[illegible] ابْنُ التُّرْكُمَانِيِّ فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى [illegible] قَتَادَةَ فَكَبَّرَ سَبْعًا رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَاَخْرَجَهُ اَيْضًا ابْنُ اَبِيْ [illegible] فِيْ مُصَنَّفِهِ فَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَوَكِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ [illegible] عَنِ الشَّعْبِيِّ - وَقَالَ اَبُوْ عُمَرَ فِي الْاِسْتِيْعَابِ رُوِيَ مِنْ

رَوَوْهُ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ وَالشَّعْبِيِّ أَنَّهُمَا قَالَا صَلَّى عَلِيٌّ عَلَى أَبِي قَتَادَةَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا قَالَ الشَّعْبِيُّ وَكَانَ بَدْرِيًّا وَقَالَ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُثْمَانَ مَاتَ أَبُو قَتَادَةَ سَنَةَ أَرْبَعِينَ وَقَالَ الْكَلَابَاذِيُّ قَالَ ابْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا بَعْضُ بَنِي عَدِيٍّ قَالَ تُوُفِّيَ بِالْكُوفَةِ وَعَلِيٌّ بِهَا وَهُوَ صَلَّى عَلَيْهِ وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي بَابِ كَيْفِيَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ هُوَ الصَّحِيحُ وَأَنَّ مَنْ قَالَ تُوُفِّيَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَخَمْسِينَ فَلَيْسَ بِصَحِيحٍ" (تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ج ۲ ص ۳۵۳)

"یعنی ذکر کیا ہے بیہقی نے سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۳۶ پر اور اس کا تعاقب کیا ابن ترکمانی نے کہ علی کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے ابو قتادہ پر نماز پڑھی تو سات تکبیریں کہیں۔ اس اسناد کے سب راوی ثقہ ہیں اور اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ہمیں روایت کیا اس نے عبداللہ ابن نمیر اور وکیع سے انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا اسماعیل بن ابی خالد نے موسیٰ بن عبداللہ بن یزید سے کہ بے شک علی"

ابو عمر نے الاستیعاب میں کہا کہ یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے موسیٰ بن عبداللہ بن یزید انصاری سے اور شعبی سے دونوں نے اپنی روایت میں کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو قتادہ پر نماز جنازہ پڑھی تو سات تکبیریں کہیں شعبی نے کہا کہ (حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ) بدری تھے۔ اور کہا بیان کیا حسن بن عثمان نے کہ ابو قتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ کلاباذی نے بیان کیا کہ ابن سعد نے کہا کہ خبر دی ہم کو بنی عدی نے کہ وہ فوت ہوئے (ابو قتادہ) کوفہ میں اور وہاں اس وقت حضرت علی تھے تو انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ یاد کر ہم کیفیت جلوس پہلے اور دوسرے تشہد میں بتا چکے ہیں کہ بے شک یہ روایت صحیح ہے اور جس نے کہا کہ ۵۴ ہجری میں

اور محدث قرطبی المالکی استیعاب میں لکھتے ہیں

وَمَاتَ أَبُو قَتَادَةَ فِي خِلَافَةِ عَلِيٍّ بِالْكُوفَةِ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ سَنَةً وَصَلَّى عَلَيْهِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ سَبْعًا. رُوِيَ مِنْ وُجُوهٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ وَعَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُمَا قَالَا صَلَّى عَلِيٌّ عَلَى أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ عَلَيْهِ كَبَّرَ سَبْعًا قَالَ الشَّعْبِيُّ وَكَانَ بَدْرِيًّا، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ قَاسِمٍ نَا الْحَسَنُ بْنُ رَشِيقٍ قَالَ أَبُو بِشْرٍ الدُّولَابِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَزَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى أَبِي قَتَادَةَ سَبْعًا وَكَانَ بَدْرِيًّا هَكَذَا قَالَ سِتًّا وَرَوَاهُ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ وَعَمْرُو بْنُ هُشَيْمٍ عَنْ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى أَبِي قَتَادَةَ سِتًّا وَكَانَ بَدْرِيًّا وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُثْمَانَ مَاتَ أَبُو قَتَادَةَ سَنَةَ أَرْبَعِينَ وَشَهِدَ أَبُو قَتَادَةَ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَشَاهِدَهُ كُلَّهَا فِي خِلَافَتِهِ

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المحدث القرطبی المالکی ص ۱۶۲ ج ۳)

اور یہ کہ فوت ہوئے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور وہ اس وقت ستر برس کے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ میں ان پر سات تکبیریں کہیں روایت کیا گیا ہے کثیر طرق سے موسیٰ بن عبد اللہ بن یزید انصاری سے اور شعبی سے ان دونوں نے کہا حضرت علی نے ابو قتادہ پر نماز پڑھی سات تکبیریں کہیں اور شعبی نے کہا وہ بدری تھے اور اسماعیل بن ابی خالد اور زکریا شعبی سے روایت کیا اصحاب نے چھ تکبیروں کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ بدری تھے اور روایت

یاد دیا ہے کہ یہ باب وغیرہ نے ہیثم سے اس نے ذکر کیا ہے اس سے شعبی نے۔
اس میں ہے کہ حضرت علی نے ابو قتادہ پر سات تکبیریں کہیں اور وہ بدری تھے اور
عثمان سے بیان کیا کہ حضرت ابو قتادہ ۵۴ ہجری میں فوت ہوئے اور حضرت علی رضی
میں ان کے ساتھ تمام جہادوں میں موجود ہے۔ علاوہ [illegible] بن عامر بن
کی گواہی کے بعد کہ یہ روایت صحیح ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت حیدر کی میں
ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ پڑھا اور
الاستیعاب لابن عبد البر کی گواہی سے بعد کہ اس روایت کے متعدد طرق ہیں، ہو سکتا
اس کے راوی پر معترض غیر مسموع ہو۔

ثانیاً ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت متنا بھی مضطرب ہے
مدارہ ان کتب حدیث سے ہو سکتا ہے جس میں حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث
مختلف متون کو نقل کیا گیا ہے۔ اب حالانکہ غیر مقلدوں کا اعتراض [illegible]
ترمذی شریف سے عباس ابن سہیل ساعدی سے روایت کی

"قَالَ اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ وَأَبُو أُسَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ
بْنُ مَسْلَمَةَ فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ يَعْنِي لِلتَّشَهُّدِ
فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ
كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ
الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ".

ایک بار ابو حمید، ابو اسید، سہل ابن سعد اور محمد بن مسلمہ جمع ہوئے سب نے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید فرمانے لگے میں کہ تم
سب سے زیادہ حضور کی نماز کو جانتا ہوں حضور تحیات کیلئے بیٹھے تو آپ
نے بایاں پاؤں بچھا دیا اور داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف کر دیا اور اپنی

داہنا ہاتھ داہنے گھٹنے پر رکھی بائیں ہتھیلی بائیں گھٹنے پر رکھی اور اپنی انگلی (کلمے کی
انگلی) سے اشارہ فرمایا"۔
معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح التحیات میں بیٹھتے تھے
نہ کہ ورنہ آپ کے داہنے پاؤں کا سینہ قبلہ کی طرف نہ ہوتا۔ [illegible]

مقلد جس روایت کو تورک پر دلیل بناتے ہیں وہ سب کے خلاف ہے

اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے۔ [illegible]
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر التحیات میں زمین پر بیٹھتے تھے۔ تم پہلی التحیات
میں پاؤں پر بیٹھتے ہو دوسری میں زمین پر یہ کیوں جو تم جواب دو گے وہ ہی
ہم بھی عرض کر دیں۔

دوسرے یہ کہ تمہاری دوسری التحیات میں تین کام ہوتے ہیں۔ بائیں پاؤں کا
بچھانا، داہنے پاؤں کا کھڑا ہونا۔ سرین کا زمین پر لگنا عورتوں کی طرح سے
بیٹھنا۔ ان تینوں باتوں میں سے ایک بھی ثابت نہیں ہوتی، نہ بائیں پاؤں کا کسی طرف
بچھانا، زمین پر رکھنا نہ داہنے پاؤں کا کھڑا ہونا
ہاں یہ کہ آپ نے چوتھی تاویل کیسے سمجھ لیا یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔
اس سے بیٹھنے کا قبلہ کی طرف ہونا تمہارے بھی خلاف ہے۔

تیسرے یہ کہ ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس قدر مضطرب ہے
جیسا کہ ہم عرض کر چکے نیز خود ابو حمید ساعدی سے اس کے خلاف بھی
روایات ہیں۔ حدیث اس حدیث سے زیادہ قوی ہیں۔ وہی قابل عمل ہے۔
چوتھے یہ کہ اسی ترمذی میں اسی جگہ حضرت وائل کی وہ حدیث بھی موجود
ہے جس میں ہماری طرح بیٹھنا مذکور ہے جس کے متعلق امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ
حدیث صحیح ہے اور فرمایا کہ اکثر علماء کا اس پر عمل ہے۔ آپ نے ایک صحیح احادیث

حدیث کو کیوں چھوڑا اور مجمل حدیث پر کیوں عمل کیا جو آپ کے بھی موافق نہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ حدیث کے متبع نہیں۔ اپنی رائے کی اتباع کرتے ہیں؟ [illegible] نام اہل حدیث نہیں۔ بلکہ اہل رائے یا اہل [illegible] رکھیں۔ [illegible] غیر مقلد صاحب نے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دلائل [illegible] کا کوئی جواب دیا جو کہ احناف کی واضح فتح ہے۔ اب جو واقع سے غیر مقلدوں کا اعتراض [illegible] ہو [illegible] پاؤں پر بیٹھنے کے متعلق آپ نے جس قدر احادیث پیش کی ہیں وہ ضعیف ہیں۔

کسی روایت کا ضعیف ہونا احناف کو مضر نہیں

قابل حجت نہیں ([illegible]) جواب کسی [illegible] روایت کے ضعیف ہونے کا کوئی [illegible] نہیں پڑتا کیونکہ بحمدہ تعالیٰ ہم حدیث پیش [illegible] کرتے [illegible] وہ سب ضعیف بھی ہوں تو بھی قوی ہو جائیں۔ نیز امام اعظم [illegible] جیسے جلیل القدر مجتہد سراج امت کا قبول کر لینا اس کو قوی [illegible] حنفی مذہب [illegible] یہ روایت نہیں [illegible] [illegible] ہے

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم [illegible] [illegible] (مجتہدین امت) [illegible] الظن [illegible] حدیث کا ضعف دو طرح سے آتا ہے یا تو ضعیف راوی امام ابوحنیفہ [illegible] متاخر ہوگا یا مقدم اگر راوی متقدمین سے ہے تو روایت بہر حال ضعیف ہے اور [illegible] سے قبول کر لینا کوئی صحت کی دلیل نہیں کیونکہ اس کا عمل کوئی ایسا معتبر نہیں جس سے [illegible] کا غلطی کرنا [illegible] کو قبول کرنا حافظہ کی خرابی وغیرہ یا راوی کا جھوٹ بولنا [illegible] راوی متاخرین سے ہے تو اس کی دلیل چاہیے کہ یہ روایت خیر القرون میں صحیح تھی

[illegible] کی تھی اور اس کی وجہ سے ہی مجتہد نے یہ موقف اختیار کیا تھا۔

(نام مجاہد [illegible] ص ۱۳۶)

[illegible] مجتہد کے قبول کر لینے سے حدیث اس لئے قوی بن جاتی ہے کہ امام [illegible] تقویٰ [illegible] ہوتی ہے کہ وہ حدیث کو ہر جہت سے دیکھ کر [illegible] سے قبول کرتے ہیں [illegible] کا قبول کرنا دلیل ہے [illegible] مجتہد نے قبول [illegible] اس کے [illegible] تب احادیث میں اس کے صحت میں فوقیت [illegible] کا معیار بلند تھا حدیث کو بھی طرح پرکھ کر قبول کرتے تھے [illegible] تھے جب کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام مجتہد و محدث ہیں ان کا [illegible] صحت کی دلیل [illegible] ہے۔

مجتہد کی روایت کو قبول کرنا صحت کی دلیل ہے

[illegible] ثابت کرتا ہوں کہ امام مجتہد کا قبول کرنا حدیث کو قوی کرتا ہے۔

منها التسلسل بالائمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون غريبا كالحديث الذي يرويه احمد بن حنبل مثلا ويشاركه فيه غيره عن الشافعي ويشاركه فيه غيره عن مالك فانه يفيد العلم عند سامعه بالاستدلال من جهة جلالة رواته وان فيهم من الصفات اللائقة الموجبة للقبول ما يقوم مقام العدد الكثير من غيرهم ولا يتشكك من له ادنى ممارسة بالعلم واخبار الناس ان مالكا مثلا لو شافهه بخبر لعلم انه صادق فيه فاذا انضاف اليه من هو في تلك الدرجة ازداد قوة وبعد عما يخشى عليه من السهو" (شرح نخبہ [illegible])

[illegible] سے وہ حدیث جو مسلسل مروی ہو کر حفاظ ثقہ والوں سے اس طرح

کہ وہ غریب نہ ہو گی جیسے وہ حدیث جسے مثلاً روایت کیا احمد بن حنبل نے اور شامل
اس میں ان سے علاوہ شافعی اور پھر شریک ہو اس میں ان کے علاوہ مالک بن انس [illegible]
بے شک وہ سامع کو علم کا فائدہ دے گی متعدد اس کے ساتھ ان کے راویوں کی جہالت سے
سبب اس کے کہ وہ شبہ ان میں ایسی صفات ملتی ہیں جو ثقوں کو لازم کرتی ہیں تو وہ عدد
کثیر کے قائم مقام ہو جاتی ہیں ان کے غیروں سے اور نہ شبہ میں آئے گا وہ شخص جسے
علم حدیث اور لوگوں کے احوال سے کچھ تعلق ہے۔ بے شک مالک مثلاً متوجہ ہوں [illegible]
تو جانا جائے گا کہ وہ اس میں سچے ہیں پھر جب اس سے اسے اس میں شامل کی شرکت
حاصل ہے تو اس روایت کی قوت بڑھ جائے گی اور اس سے جید ہو جائے گی [illegible]
پر غلطی کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔ ان اصولوں کی رو سے خبر غریب ہو کر یقین کا فائدہ دیتی
ہے مگر جس حدیث کو امام مجتہد سے امام مجتہد روایت کرے وہ یقین کا فائدہ دیتی ہے
اس میں وجہ یہی ہے کہ ائمہ مجتہدین میں وہ صفات پائی جاتی ہیں جو روایت قبول
کرنے کو لازم کرتی ہیں اور یہی ایک ہستی عام لوگوں کے عدد کثیر کے قائم مقام ہوتی ہے
حدیث کو قوی بنا دیتی ہے اور غلطی کے شبہ سے دور کر دیتی ہے تو یہی مفتی صاحب رحمۃ
اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام کا قبول کرنا حدیث کو قوی کر دیتا ہے مگر وہابی صاحب کی سمجھ
شریف میں نہ آیا

اہل علم کے عمل سے حدیث کو تقویت ملتی ہے

۴

عَنْ عَلِيٍّ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ وَالْإِمَامُ عَلٰى حَالٍ فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ إِلَّا مَا رُوِيَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ قَالَ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ النَّوَوِيُّ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ نَقَلَهُ

مِيْرَكُ فَكَأَنَّ التِّرْمِذِيَّ يُرِيْدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيْثِ بِعَمَلِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

(مرقاۃ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے آئے تو جس حال پر امام ہو اس کے ساتھ
مل جائے پھر اسی طرح کرے جس طرح امام کرتا ہو۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ
حدیث غریب ہے ہم کسی کو نہیں جانتے جو اس کی سند بیان کرتا ہو مگر وہی جو اس سند سے
روایت کی گئی ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے اسے روایت کیا میرک
نے گویا کہ امام ترمذی اہل علم کے ذکر سے حدیث کی تقویت کا ارادہ فرما رہے ہیں
جب اہل علم کے عمل سے حدیث قوی ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ضعف کا تدارک
ہو جاتا ہے تو امام مجتہد کے عمل سے قوی کیوں نہ ہو۔ اب غیر مقلد اپنے گھر کی گواہی
سنے محدث نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں اس حدیث شریف میں اگرچہ قدرے ضعف
ہے مگر تعامل اہل علم کا اس حدیث شریف کے ضعف کو رفع کرتا ہے جیسا کہ اصول حدیث
میں ہے کہ تعامل اہل علم سے حدیث کا ضعف رفع ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص [illegible])
انہیں کے گھر کی دوسری گواہی ملاحظہ ہو ان کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری ایک
حدیث شریف کے ضعف کے جواب میں لکھتے ہیں۔ امام بیہقی اور امام ابن منذر کا یہ حدیث
[illegible] اس سے استدلال کرنا [illegible] سے محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے (فتاویٰ
ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۵) اب وہابی صاحب کو چاہئے کہ اپنے گھر کے بزرگوں سے
[illegible] اہل علم کے تعامل میں امام بیہقی و ابن منذر [illegible] میں [illegible]
حدیث کے سابقہ ضعف کو رفع کر کے قوی و قابل عمل بنا دیتا ہے۔
تابعی امام اعظم ابو حنیفہ جیسی [illegible] جلیل القدر تابعی ہیں ان کے دور میں [illegible]
ضعیف بہت کم تھی [illegible] علم و عمل ثقاہت بہت کثرت میں تھے اگر کوئی
[illegible] کسی روایت میں ضعیف بھی ہو تب بھی امام صاحب کے ہر مسئلے پر

ہے" لہٰذا بیس رکعت تراویح خلاف سنت ہے" دلائل ملاحظہ ہوں۔ حدیث نمبر [illegible] ابن ابی شیبہ، طبرانی کبیر میں، بیہقی، عبد بن حمید، اور امام بغوی نے سیدنا عبد [illegible] رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

<u>حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح پڑھتے تھے</u>

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر زاد البیہقی فی غیر جماعۃ"

"بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بیس رکعت" [illegible] تھے۔"

اس کے علاوہ بیہقی نے یہ زیادہ فرمایا کہ بغیر جماعت تراویح پڑھتے تھے اس [illegible] سے معلوم ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے [illegible] روایت میں آیا ہے کہ آپ صرف تین راتیں تراویح پڑھیں وہاں با جماعت پڑھنا [illegible] یعنی بغیر جماعت تو ہمیشہ پڑھتے جماعت سے صرف تین دن پڑھیں۔ لہذا [illegible] حدیث [illegible] یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح سنت مؤکدہ علی العین ہے کہ حضور صلی اللہ [illegible] اور لوگوں کو رغبت بھی دی۔ اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض۔ اس کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان راوی ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ و ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴) امام بیہقی نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے

"تفرد بہ ابو شیبۃ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی وہو ضعیف"

یعنی اسے بیان کرنے میں ابراہیم منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ جماعت محدثین نے اسے ضعیف و متروک کہا ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"قال احمد و یحیی و ابو داود ضعیف وقال یحیی ایضا لیس بثقۃ وقال البخاری سکتوا عنہ وقال الترمذی منکر الحدیث

[illegible] والدولابی متروک الحدیث وقال ابو حاتم [illegible] الحدیث سکتوا عنہ وترکوا حدیثہ وقال الجوزجانی ساقط وقال صالح جزرۃ ضعیف لا یکتب حدیثہ روی [illegible] الحکم احادیث مناکیر وقال ابو علی النیسابوری لیس

[illegible] تہذیب التہذیب [illegible] ص ۱۴۴

[illegible] یحیی، امام ابو داود نے ضعیف کہا ہے اور ایضا امام یحیی نے کہا کہ ثقہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے [illegible] نہیں کہ اس کا ذکر بھی کیا جائے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ [illegible] امام نسائی اور دولابی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ امام ابو حاتم [illegible] کی حدیث ضعیف ہے اور محدثین نے اس کا نام لینا پسند نہیں کیا اور اس [illegible] چھوڑ دیا تھا۔

[illegible] جوزجانی فرماتے ہیں کہ [illegible] ہوا ہے اور امام صالح فرماتے ہیں کہ [illegible] ہے کہ اس کی روایت لکھی ہی نہ جائے۔ امام حاکم سے روایت ہے کہ اس کی [illegible] ابو علی نیشاپوری نے کہا کہ یہ حدیث میں پختہ نہیں (قوی نہیں) حافظ [illegible] فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ تقریب [illegible] امام ابن عدی [illegible] مولانا عبدالحی لکھنوی، مولانا [illegible] شاہ کشمیری [illegible] مرحوم [illegible] [illegible] التعلیق الممجد ص ۱۴۳ [illegible] ج ۲ میں لکھا ہے [illegible] [illegible] ابراہیم بن عثمان [illegible] ہے جو محدثین کے نزدیک منکر [illegible] (حنفی) چونکہ وہاں حنفی صاحب کے مذہب کے خلاف حدیث میں [illegible] منکر حدیث تھا لیکن یہاں حنفی صاحب کو [illegible] ضرورت تھی جس [illegible] نے خاموشی [illegible] کی [illegible]

اسی طرح بریلوی مکتب فکر کے مناظر اعظم مولوی محمد عمر اچھروی ۔ [illegible] بشیر سے بواشبہ کو ضعیف کہا ہے۔

[illegible]

جواب بجواب الوہاب وہو موفق للصواب

[illegible] مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر آپ وہابی صاحب تب [illegible]

روایت پر تب کہتیں جب ساتھوں سے [illegible] حدیث کے راوی ابو شیبہ

کو ثقہ کہا ہو یا کہیں تو اس بات کا کہیں کوئی [illegible] ہے۔

ایک ہی راوی کی روایت دو طرح سے بیان کی مفتی صاحب نے

ثانیاً خود وہابی کی سنو ابو شیبہ [illegible] روایت [illegible]

ص ۱۷۶ پر پیچھی حدیث کے عنوان سے لکھا ہے [illegible] قرات فاتحہ

بطور دلیل پیش کی ہے جس کو وہابی صاحب یہاں [illegible] پر بحث کا [illegible]

حد گزر چکے تھے کہا کہ محدثین نے ابراہیم بن عثمان کا نام [illegible]

حالانکہ سکتوا عنہ کا [illegible] جو اس صاحب نے [illegible]

سوال ہی پیدا ہوتا ہے کہ وہابی جی پہلے تو آپ [illegible] جرح میں جو آتا تھا تب چپ

یہاں [illegible] روایت [illegible] سے [illegible] کہہ دیا کہ ہم نے

[illegible] کو بطور شاہد پیش کیا ہے اب بتاؤ وہابی [illegible] دلیل بنا [illegible]

[illegible] اپنے مذہب پر شاہد بھی بنا لیا مگر مفتی احمد یار خان بھی [illegible]

کی روایت کو [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible]

ثالثاً [illegible] کے علاوہ بھی غیر مقلدوں سے [illegible] ابراہیم بن عثمان کی حدیث

دلیل بنائی ہے محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد وہابی نے اپنی کتاب صلوۃ [illegible]

ص ۳۴۴ پر نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنے کے ثبوت پر یہ دلیل بنا [illegible]

الوہاب [illegible] صاحب نے بھی نماز جنازہ میں فاتحہ کے ثبوت پر [illegible]

[illegible] حدیث کا ضعف دور ہو جاتا ہے

[illegible] بحث روایت کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے اس نے

[illegible] غیر مقلدین میں سے بھی تراویح سے کم [illegible] کا بھی عمل

[illegible] مقلدین [illegible] کے لئے آٹھ تراویح پڑھتے ہیں مگر وہابی

[illegible] تلقی بالقبول سے حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے اور قابل عمل ہو جاتی

[illegible] جیسیں صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ کہ حدیث شریف میں

[illegible] اہل علم کا اس حدیث شریف کے ضعف کو رفع کرتا ہے جیسا

[illegible] ہے کہ تعامل اہل علم سے حدیث کا ضعف رفع ہوتا ہے فتاوی

[illegible] شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری ایک حدیث کے ضعف سے

[illegible] روایت کرتے اس سے [illegible]

[illegible] محدثین کا اس پر تعامل قابل عمل ہے [illegible] کے تحت [illegible]

[illegible] ابراہیم بن عثمان کی [illegible] روایت قابل عمل ہے [illegible]

[illegible] رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس کے مطابق عمل چلا آ رہا

[illegible] ضعیف کا ضعف دور ہو جاتا ہے وہابیوں کا اقرار

[illegible] حدیث کی تائید حاصل ہے اور یہ وہابیوں کو بھی مسلم ہے کہ

[illegible] ضعیف روایت بھی قوی بن جاتی ہے چنانچہ فتاوی علمائے حدیث

[illegible] حدیث کے ضعف کے [illegible] لکھتے ہیں۔ حافظ [illegible]

[illegible] ضعیف ہے لیکن اس کی تائید ایک حدیث سے ہو جاتی ہے اب اس

[illegible] حدیث کی [illegible] ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے

[illegible] سے تائید کی بات کر رہے ہیں جن کی صحت کو [illegible] اللہ تعالیٰ ہم

آگے بیان کریں گے۔ غیر مقلد کا دوسرا اعتراض۔ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے مخالف ہے۔ لہٰذا حجت نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور صحیح حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخالف و معارض بھی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں

"روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبراني في معجمه وعنه البيهقي من حديث إبراهيم بن عثمان أبي شيبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر انتهى. ورواه البيهقي ... سليم بن أيوب الرازي في كتاب الترغيب فقال ... بثلاث وهو معلول بأبي شيبة إبراهيم بن عثمان جد الإمام أبي بكر بن أبي شيبة وهو متفق على ضعفه ولينه ابن عدي في الكامل ثم إنه مخالف للحديث الصحيح عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه سأل عائشة كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان؟ قالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة"

نصب

ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور بیہقی نے ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت وتر کے علاوہ پڑھتے تھے ... اور سلیم بن ایوب نے اپنی کتاب ترغیب میں روایت کی ہے کہ تین رکعت پڑھتے تھے۔ لیکن یہ روایت معلول ہے ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے کیونکہ اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے اور ضعیف کہا ہے ابن عدی نے

امام ابن ہمام کے نزدیک یہ روایت صحیح حدیث کے مخالف و معارض بھی ہے کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان مبارک میں کیسی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ انتہی۔

علامہ ابن ہمام حنفی شرح ہدایہ میں تحریر کرتے ہیں

"وأما ما روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبراني وعنه البيهقي من حديث ابن عباس أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر، فضعيف بأبي شيبة إبراهيم بن عثمان جد الإمام أبي بكر بن أبي شيبة متفق على ضعفه مع مخالفة للصحيح من ... فهو رمضان سنة إحدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله صلى الله عليه وسلم ثم تركه لعذر"

(فتح القدیر ج ۱ ص [illegible])

اور یہ جو روایت ہے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور طبرانی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں وتر کے علاوہ پڑھتے تو یہ (روایت) ضعیف ہے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے جس کی تضعیف پر محدثین متفق ہیں اور یہ صحیح حدیث (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے مخالف ہے اور اس تقریر سے یہ بات حاصل ہوگی کہ گیارہ رکعتیں قیام رمضان وتر کے ساتھ جماعت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت ... پھر عذر کی وجہ سے ... کہ کہیں فرض نہ ہو جائیں (چھوڑ دیا) ...

([illegible])

مولانا عبدالحق محدث یوں لکھتے ہیں کہ

"واما ما اشتہر انہ عشرون رکعۃ صلی اللہ علیہ وسلم فھو المعروف لان لابی بن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر وقالوا اسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ وھو صحیح وکانت عائشۃ اعلم بحال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیرھا وقد کان الامر علی ما کان علیہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک"

ما ثبت بالسنۃ [illegible] ص ۲۹۲ [illegible]

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت نہیں ہیں کہ جو عام مشہور ہے صرف ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بیس رکعت آئی ہیں وہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے معارض ہے (جس میں گیارہ رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا اظہار ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت و امور سے سب سے زیادہ جانتی تھیں اسی طرح علامہ سیوطی اور زرقانی سے موطا [illegible] میں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخالف و معارض بھی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں

"وقال جماعۃ من العلماء منہم الذہبی وابن ہمام والسیوطی والزرقانی ان ہذا الحدیث مع ضعفہ معارض بحدیث عائشۃ الصحیح (التعلیق الممجد ۱۳۸)"

"علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں سے ذہبی سیوطی اور زرقانی ہیں

حدیث (ابن عباس رضی اللہ عنہما) ضعیف ہونے کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے مخالف و معارض ہے۔ (نقل)

یہ حدیث حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج ۴ ص ۲۰۵ میں نقل کی ہے۔

[illegible] عالم مولانا غلام رسول سعید فرماتے ہیں کہ بیس تراویح کی حدیث مرفوع [illegible] شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۹) مولوی ابو یوسف محمد شریف بریلوی لکھتا ہے کہ

[illegible] باتفاق محدثین ضعیف ہے [illegible] ص ۵۲۱، ۵۲۶)

[illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث و تراویح کے بارے میں نص [illegible] کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں رمضان اور اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا معمول گیارہ رکعت مذکور ہوا ہے اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھو تو تین [illegible] لیکن تم [illegible] پڑھتے ہو تراویح آٹھ رکعت اور وتر ایک رکعت تو یہ دونوں [illegible] کے خلاف ہیں [illegible] سنت تراویح کا کوئی سبب [illegible] حنفی کی طرح تین وتر پڑھیں۔

ابن عباس کی حدیث اور حدیث عائشہ صدیقہ میں کوئی تعارض نہیں

شاید [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اور ابن عباس کی حدیث میں [illegible] بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہے کوئی تعارض نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تصریح موجود ہے کہ اس میں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان کی راتوں میں [illegible] جاتی ہے اور رمضان کے علاوہ بھی جب کہ تراویح صرف رمضان المبارک میں [illegible] ہیں [illegible] حدیث عائشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا بیان کیا گیا ہے [illegible] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب صلوۃ اللیل یعنی تہجد کے [illegible] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی [illegible] میں نقل کیا [illegible] تراویح تو غیر رمضان میں نہیں پائی جاتیں [illegible] حدیث کی [illegible] اس میں تہجد کا ذکر ہے وہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں یعنی میری نیند تمہاری نیند جیسی نہیں کہ اس پر طہارت باطل ہو جائے اس سے معلوم ہوا جس نماز کا ذکر زیر بحث حدیث میں ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب کے بعد ادا فرماتے تھے حالانکہ تراویح عشاء کے بعد سونے سے پہلے ادا ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو تراویح پر محمول کرنا خلاف حقیقت ہے نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے اور پھر تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے اس کے درمیان بیٹھ کر ترویحہ (آرام) کا ذکر نہیں حالانکہ تراویح میں ہر چار رکعت پر ترویحہ ہے جس کا نام تراویح ہے اور یہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چلا آ رہا ہے معلوم ہوا کہ جس نماز کا ذکر حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہے وہ تہجد ہے

مسئلہ (۳) اس حدیث کے تمام طرق دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان شریف میں تہجد کا پوچھا اور اس کا جواب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا البتہ روایات میں کسی نے بسبب اختصار لفظ اللیل کو چھوڑ دیا اور کسی نے لفظ رمضان کو چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سوال کے لفظ یہ ہیں

كَيْفَ كَانَتْ صَلوٰةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ

اس حدیث میں راوی نے اللیل کا ذکر نہیں کیا لیکن امام بخاری نے باب میں اللیل کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا (باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ)

اہل علم پر مخفی نہیں کہ امام بخاری ترجمۃ الباب میں جو لفظ ذکر کرتے ہیں وہ اس حدیث کی دوسری سند میں موجود ہوں دیکھو یہی حدیث مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۰۰ بروایت یحییٰ عن ابی سلمہ ان الفاظ سے آئی ہے

"قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلوٰةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً" الحدیث

اس حدیث میں سوال میں لیل کا لفظ موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابو سلمہ کا سوال اور جواب میں بھی تہجد ہی کا بتایا گیا ہے کیونکہ جواب سوال کے مطابق ہے اب علم بات کا جواب دیتے ہیں جو غیر مقلد اعتراض کے ضمن میں کہ روایت پیش کی ہے کہ ابراہیم بن عثمان کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے مخالف ہے اور صاحب التعلیق الممجد سے عبارت لائے مگر وہ جس سے مقصد پورا ہوتا تھا اس میں وہ عبارت خیانتاً چھوڑ دی جو خلاف مقصد تھی وہ یہ کہ صاحب التعلیق الممجد صاحب نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے

وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ لَا شَكَّ فِي صِحَّةِ حَدِيثِ عَائِشَةَ وَفِي ضَعْفِ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ لٰكِنِ الْأَخْذُ بِالرَّاجِحِ وَتَرْكُ الْمَرْجُوْحِ إِنَّمَا يَتَعَيَّنُ إِذَا تَعَارَضَا تَعَارُضًا لَا يُمْكِنُ الْجَمْعُ وَهُنَا الْجَمْعُ مُمْكِنٌ (التعلیق الممجد ج ۱ ص ۱۳۸)

یعنی یہ کہنا کہ حدیث ابن عباس حدیث حضرت عائشہ کے معارض ہے محل نظر ہے کیونکہ حضرت عائشہ کی حدیث کی صحت اور حضرت ابن عباس کی حدیث کے ضعف میں کوئی شک نہیں لیکن راجح کو اختیار کرنا اور مرجوح کو چھوڑنا اس وقت ہے جب کہ دونوں میں ایسا تعارض ہو کہ جمع ناممکن

یہاں تو وہابی صاحب کے دعوی تعارض کا رد ہے۔

(۴) اس مسئلہ سے غیر مقلد نے یہ مطلب کا لکھا کہ گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر صاحب کتاب حضرت علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی نے [illegible] کے رفع کے لئے خود کل جو بات دی ہے اس اختلاف مذہب حال رکھیں

دیوبندی تفسیر قاسمیہ پر حقیقت واضح ہے [illegible] کو اپنی [illegible] میں لکھا ہے فرماتے ہیں۔
اگرچہ بلحاظ سند ضعیف ہے لیکن امت کا عمل اس کو تقویت دیتا ہے۔ علامہ سیوطی
اسی طرح فرماتے ہیں

المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح

کہ حدیث مقبول وہ ہے جس کو علماء نے قبول کر لیا ہو اگرچہ اس کی سند صحیح نہ ہو۔
حافظ سخاوی شرح الفیہ میں فرماتے ہیں

اذا تلقت الامة الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح۔

جب ضعیف حدیث کو امت نے قبول کر لیا ہو تو صحیح مذہب میں اس پر عمل کیا جائے گا چونکہ اس حدیث کو علماء امت نے قبول فرمایا صحابہ نے اس پر عمل کیا [illegible] اس کو اپنا معمول بھی ٹھہرایا لہذا بہرحال یہ حدیث مقبول ہوگی۔ علامہ ابن مری [illegible] اپنی شرح [illegible] میں لکھتے ہیں

محل كونه لا يعمل بالضعيف في الاحكام ما لم يكن تلقته الناس بالقبول فان كان كذلك تعين وصار حجة يعمل به في الاحكام وغيرها [illegible]

یعنی ضعیف حدیث پر احکام میں عمل نہ کیا جانا اس صورت میں ہے کہ لوگوں نے اس کو قبول نہ کیا ہو اگر قبول کر لیا ہو تو وہ احکام وغیرہ میں حجت ہوتی ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ امام ترمذی [illegible] کے ذکر میں [illegible] سے نقل کرتے ہیں

قد تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقوية للحديث المرفوع

اس حدیث (تسبیح) کو صالحین نے دست بدست لیا اور اس میں حدیث مرفوع کو تقویت ہے صلحاء کے عمل سے حدیث کو تقویت ہوگی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ [illegible] میں [illegible] کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ وكان الترمذي يريد تقوية الحديث

بعمل اهل العلم۔ ترمذی اہل علم کے عمل کرنے سے حدیث کی تقویت کا اظہار کرتے ہیں۔ امام سیوطی تعقبات میں فرماتے ہیں۔ وقد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قبول اهل العلم له وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله

کئی ایک محدثین نے تصریح کی ہے کہ حدیث کی صحت کی دلیل اہل علم کا اس پر عمل ہے چاہے اس کی سند قابل اعتماد نہ ہو۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں لکھتے ہیں۔ بعض ضعیف ایسی ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں [illegible] نجاست کے ساتھ پانی کا رنگ، مزہ، بو بدلنے سے پانی کا ناپاک ہونا حدیث ضعیف سے ثابت ہے مگر امت نے اس پر عمل کیا اور اسے قبول کر لیا تو حدیث ضعیف تھی۔ اہل علم کے عمل کرنے سے اس کو تقویت ہوگئی اسی طرح [illegible] والی حدیث ضعیف ہے مگر علماء نے اسے قبول کیا اور اس پر عمل کیا۔ اسی طرح بعض حدیثیں ایسی ہیں جو سند صحیح ہیں مگر قابل عمل نہیں۔ مثلاً [illegible] والی حدیث صحیح ہے مگر عملاً متروک ہے۔ دیکھو ترمذی کتاب العلل۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں [illegible] لکھتے ہیں۔ [illegible] یعنی ائمہ اربعہ اور اکابر علماء کا کسی حدیث پر عمل نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی یا متروک۔ [illegible] مسائل ص ۹۳۔ اس [illegible] سے تو یہ ثابت ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جس میں بیس تراویح کا ثبوت ہے یہ حجت اور قابل عمل ہے مگر غیر مقلد صاحب اپنے مقصود کے حصول کے لئے ضعیف ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

غیر مقلد کی خیانت

سوم فتح القدیر سے بھی غیر مقلد اپنے مقصد کی عبارت لکھی جو حذف مقصد تھی سے باقی چھوڑ دی [illegible] صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

بیس تراویح کا صحیح حدیث سے ثبوت

"ثم ثبت العشرين ركعة في زمن عمر في الموطأ عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة وروى البيهقي في المعرفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه بعشرين ركعة والوتر قال النووي في الخلاصة اسناده صحيح"۔ (فتح القدیر ج۱ ص ۳۰۰)

یعنی بیس رکعت تراویح ثابت ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے موطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب کی خلافت کے دور میں بیس رکعت (با جماعت) پڑھتے تھے یعنی تین وتر سمیت اور امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں سائب بن یزید سے روایت کیا کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ علامہ نووی شافعی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اسناد اس حدیث کی صحیح ہے

(چہارم) علامہ سعیدی صاحب کی شرح مسلم سے بھی آپ نے اپنے مطلب کا صرف ایک حصہ لکھ لیا ہے مگر مذہب حنفی کو چھوڑ دیا حالانکہ آگے لکھا ہے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت کو ثابت کیا ہے ملاحظہ ہو ہر چند کہ بیس رکعت کی حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات کثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے کہ بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے۔ شرح صحیح مسلم علامہ سعیدی ج۲ ص۴۹۶۔

حضرت عائشہ کی روایت تہجد کے بارے میں ہے نہ کہ تراویح کے بارے

(پنجم) یہ بھی غلط ہے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیس تراویح کی

نے حضرت عائشہ کی حدیث کے معارض کہتے ہیں ان کا صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث کو تہجد کے بارے میں مانتے ہیں۔

چنانچہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان کے آغاز میں فرماتے ہیں "و صحیح آنست کہ آنچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزارد ہمان نماز تہجد بود کہ یازدہ رکعت باشد و ابن ابی شیبہ از ابن عباس روایت آوردہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در رمضان بیست رکعت بود"

صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو گیارہ رکعت پڑھی وہ آپ کی تہجد تھی (یعنی آٹھ رکعت تہجد) اور ابن ابی شیبہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔ ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ محدثین صاحب مرقات وہ مسلم اور اس بارے میں بہت مہارت رکھتے ہیں جو اس حق سے حدیث نمبر ۶۔

خلافت فاروقی میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں

امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی

"كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعة"

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں لوگ تئیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔"

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ دوسرے یہ کہ وتر تین رکعت ہیں نہ کہ ایک جیسا کہ غیر مقلد کہتے ہیں اس پر غیر مقلد کے اعتراض میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ راوی نے ... یزید بن رومان ہیں اور انہوں نے حضرت فاروق کا زمانہ نہیں پایا جیسا کہ علامہ بیہقی نے کہا ہے اور علامہ زیلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ نصب الرایہ ص ۱۵۴ ج ۲۔ وتعلیق الحسن ص ۲۵۳
نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رواہ مالک عن یزید بن رومان ورواہ
البیہقی لکنہ مرسل فان یزید بن رومان لم یدرک عمر۔ مجموع شرح
المہذب ج ۴ ص ۳۳ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں اور امام بیہقی نے یزید بن
رومان سے روایت کی ہے۔

لیکن یہ مرسل ہے کیونکہ یزید بن رومان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں
پایا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں پانچویں طبقہ کا راوی قرار دیا ہے تقریب ص ۲۹۰
اور مقدمہ تقریب میں انہوں نے صراحت کی ہے کہ

الخامسة الصغرى منهم الذی رأی الواحد والاثنين ولم يثبت
لبعضهم السماع من الصحابة ص ۳ یعنی پانچواں طبقہ صغار تابعین کا ہے جنہوں
نے ایک دو صحابہ کو دیکھا ہو اور ان میں سے سماع ثابت نہ ہو۔ یزید کی وفات ۱۳۰ میں
وفات ہوئی تھی (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۵) وخلاصہ ج ۳ ص ۱۹۹۔ اور عمر فاروق رضی
اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ یکم محرم ۲۴ ہجری میں پیش آیا۔ الفاروق ص ۸۰ اگر ہم یزید
کی عمر ایک صدی بھی تسلیم کر لیں تو تب بھی ان کی پیدائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
شہادت کے سات سال بعد ہوتی ہے لہذا اصول حدیث کی رو سے ان کی روایت منقطع
ہے منقطع کے بارے میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف کی قسم بلکہ
نکمی گری ہوئی ہے کیونکہ اس کا راوی بہت بڑا جھوٹا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبیدہ اور
قتادہ سے سنا حالانکہ جو قتادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہید ہوئے اور یہ
خلافت حیدری کے بعد پیدا ہوتا ہے پھر جو قتادہ سے کیسے ملا؟ ایسا جھوٹا راوی ہرگز قابل
اعتماد نہیں ورنہ اس کی حدیث قابل عمل ہے۔ فلذلک نقول هذا حديث ضعيف
جدا لان يزيد بن رومان ولد بعد خلافة عمر بن الخطاب وكيف يقول
كان الناس يقومون في زمن عمر في رمضان بثلث وعشرين ركعة۔

پہلے متصل کے ساتھ صحیح سند سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا لہذا اس صحیح روایت کے سامنے اس منقطع
روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ جاء الحق ج ۱ ص ۲۳۱۔

جواب اولاً وہابی صاحب نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا غلط ترجمہ
کیا عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ پانچواں طبقہ صغار تابعین کا ہے جنہوں نے ایک یا دو
صحابہ کو دیکھا ہو اور بعض کے لئے سماع ثابت نہ ہو۔ جب کہ وہابی جی اس کا ترجمہ کر رہے ہیں
پانچواں طبقہ صغار تابعین کا ہے جنہوں نے ایک دو صحابہ کو دیکھا ہو اور ان سے
سماع ثابت نہ ہو۔ اس میں ایک یا دو کی جگہ ترجمہ ایک دو کر دیا اور بعض کا معنی کچھ نہ
کیا تاکہ مقصود پانے میں آسانی ہو

ثانیاً وہابی جی کا یہ جھوٹ ہے کہ مفتی صاحب منقطع روایت کے بارے میں کہتے
ہیں گری ہوئی ہے وہ تو ایک مخصوص روایت کے بارے میں گری ہوئی فرماتے ہیں
جس میں اس کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء کا جھوٹ ثابت ہے۔ جاء الحق صفحہ
۲۶۰ پر منقطع روایت کو کوئی بھی جھوٹ نہیں کہتا مگر وہابیوں کا چونکہ مقصد حاصل ہو
جاتا ہے ہیں العیاذ باللہ من ذلک
ثالثاً امام بیہقی نے یزید بن رومان کی منقطع روایت کو روایت کیا ہے مگر اس کی
روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس کے بعد یزید کی روایت جس میں ہے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم الداری رضی اللہ عنہما کو رمضان میں گیارہ
رکعت پڑھانے کا حکم دیا اس سے موافقت کرتے ہوئے کہا

ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون باحدى
عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلث"

بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶

ان دو روایتوں میں موافقت ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے رہے پھر بیس

رکعت تراویح اور تین وتر کو معمول بنالیا۔ یہاں کا مقصد یہ کہ یزید بن رومان کی روایت قابل حجت نہ ہوتی اور گیارہ رکعت والی روایت کے دعویٰ کے مطابق پڑھنا صحیح ہوتا تو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ان میں جمع و موافقت کیوں کرتے سیدھے کہہ دیتے کہ یزید بن رومان کی روایت گیارہ رکعت کی روایت کے معارض نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ قابل عمل نہیں۔

غیر مقلد نے خلاف مذہب عبارت کو خیانتاً چھوڑ دیا

(۲) غیر مقلد صاحب نے علامہ نیموی کی تعلیق التحسین سے مفید [illegible] کو تو ضرور یہاں لکھ دیا مگر اس جگہ علامہ نے یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد فرمایا رواہ مالک واسنادہ مرسل قوی [illegible] اسناد اس کی مرسل قوی ہے اسے خلاف مذہب جان کر چھوڑ دیا۔ بہرحال جب روایت علامہ نیموی کی تحقیق پر مرسل قوی ہے اور علامہ نیموی وہ ہیں جو ہر روایت و حدیث کا مقام بیان کر دیتے ہیں اس لئے غیر مقلد صاحب بھی ان سے [illegible] دیتے رہتے ہیں۔ تو یہ دیکھنا ہے مرسل روایت کا حکم کیا ہے اس کے بارے حافظ [illegible] نے تحفۂ نظر اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

مرسل حدیث کا حکم

احناف اور مالکیہ کے ہاں مرسل مطلقاً مقبول ہے اور امام شافعی کے نزدیک مقبول ہے جبکہ یہی روایت کسی اور طریق سے آئے جو اس مرسل کی تائید کرے، برابر ہے کہ وہ بھی مرسل ہو یا مسند۔ اس بنا پر یزید بن رومان کی روایت امام شافعی کے ہاں بھی مقبول ہے کیونکہ اس کی تائید السائب بن یزید کی صحیح روایت کرتی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں

عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة

(سنن الکبریٰ ج۲ ص ۴۹۶)

جواب یہ ہے کہ یہ لوگ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔"

اس کا راوی بالاتفاق ثقہ ہے

جس روایت سے [illegible] حضرت یزید بن رومان کا مقام ملاحظہ کریں۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۲۵ پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"يزيد بن رومان الأسدي أبو روح المدني مولى آل الزبير روى عن ابن الزبير وأنس وعبيد الله ونافع بن جبير وعبد الله بن عمر وصالح بن خوات بن جبير وعروة بن الزبير والزهري وهو من أقرانه وأرسل عن أبي هريرة وعنه هشام بن عروة وعبيد الله بن عمر وأبو حازم سلمة بن دينار ومعاوية بن مزرد وابن إسحاق وخارجة بن عبد الله بن سليمان بن زيد بن ثابت ومالك ويزيد بن عبد الملك النوفلي وجرير بن حازم وجماعة قال النسائي ثقة وذكره ابن حبان في الثقات قال ابن سعد عن الواقدي وغيره مات سنة ثلاثين ومائة وكان عالما كثير الحديث ثقة قلت وقال إسحاق بن منصور عن ابن معين ثقة"

(تہذیب التہذیب ج۱۱ ص ۳۲۵ [illegible] ج ۱ ص ۲۰۶)

یزید بن رومان اسدی ابو روح مدنی آل زبیر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ابن زبیر اور انس اور عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے، نافع بن جبیر اور صالح بن خوات بن جبیر، عروہ بن زبیر اور زہری سے روایت کی اور یہ ان کے ہم عصر تھے اور ابوہریرہ سے ارسال کیا۔ ان سے ہشام بن عروہ، عبیداللہ بن عمر اور ابو حازم سلمہ بن دینار، معاویہ بن مزرد اور ابن اسحاق اور خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت اور امام مالک اور یزید بن عبدالملک النوفلی اور

جریر بن حازم اور ایک جماعت سے ... یحییٰ بن معین اور نسائی نے کہا ثقہ ہے [illegible]
سے اس کا ذکر ثقات میں کیا اور ابن سعد نے واقدی وغیرہ سے بیان کیا [illegible]
میں فوت ہوئے [illegible] کثیر الحدیث [illegible]
منصور نے ابن معین سے اس کی توثیق بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ [illegible]
وہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے متعدد صحابہ سے روایتیں کیں [illegible]
کسی کو کلام نہیں [illegible] مرسل بھی ہے تو پھر بھی مقبول [illegible]
موجودگی میں تو [illegible] قابل [illegible] یہی وجہ ہے کہ [illegible] سے امام [illegible]
امام سے [illegible] کی مسنونیت کا قائل صرف نفس پرست وہابی ہی ہے
جواتق سے حدیث نمبر [illegible] بیہقی نے معرفۃ میں صحیح اسناد سے حضرت سائب
بن یزید سے روایت کی

"كنا نقوم في عهد عمر بعشرين ركعة والوتر".

"ہم صحابہ [illegible] عمر فاروق کے زمانہ میں بیس رکعت [illegible] وتر پڑھتے تھے۔"

اس پر غیر مقلد کا اعتراض اس کی سند میں [illegible] راوی ابو طاہر اور ابو عثمان بصری
جو [illegible] نصب الرایہ ج۲ ص ۵۴ [illegible] ان کی عدالت ثقاہت بیان کرنا [illegible]
[illegible] ہے۔ اس [illegible] ابو طاہر کے بارے میں [illegible] تاریخ [illegible] سے لکھا ہے
الفقیہ [illegible] لیکن اس سے اس کی عدالت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس قسم کے الفاظ تو [illegible]
راویوں کے متعلق بھی استعمال کئے گئے ہیں، مثلاً [illegible] کو [illegible] کہا [illegible]
[illegible]

حافظ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے خود علمائے احناف نے [illegible] کی صراحت
باوجود لکھا ہے کہ "وكان مع ذلك فقيرا" (التعلیق الحسن ص۲۵۴) [illegible]
[illegible] محتاج [illegible] ابو عثمان بصری کا ترجمہ بھی کتب [illegible]
[illegible] نہیں ملتا [illegible] حنفی فرماتے ہیں کہ

[illegible] الا من ترجمه له (ایضاً)".
[illegible] اس کا ترجمہ کتب رجال میں کہیں نہ پایا۔
[illegible] اس کو عمرو بن عبداللہ قرار دیا ہے مگر کتب رجال ابو عثمان عمرو بن عبداللہ
[illegible] حال ہے۔ الغرض اس روایت کی سند میں دو راوی مجہول الحال ہیں جس
[illegible] اظہر من الشمس ہے۔ [illegible] صاحب فرماتے ہیں کہ درمیان میں مجہول
[illegible] راوی ہونے [illegible] کے قابل نہیں ہے۔ [illegible] دلیل [illegible] کی
[illegible] جائے کہ [illegible] افسوس [illegible] صاحب کا [illegible] حلق کے اوپر [illegible] تھا
[illegible] ص ۵۳۲

[illegible] بحث روایت کے راویوں کی عدالت ثقاہت بیان کرنا [illegible]
[illegible] کسی محدث نے [illegible] کی عدالت پر انگلی اٹھائی ہو [illegible] وہابی تو ان کی
[illegible] روایت سے ضعف پر دعویٰ کو ثابت کرتے کہ
[illegible] نے ضعیف کہا ہے۔
[illegible] بالفرض [illegible] ثقاہت پر [illegible] کوئی دلیل ہو [illegible] علامہ [illegible]
[illegible] لکھا ہے [illegible] صاحب بتائیں کہ [illegible] جرح کون
[illegible] کی بنا پر حدیث کو ضعیف کہہ رہے [illegible] مذہب پر [illegible] ہے۔
[illegible] آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں یہی روایت امام [illegible]
[illegible] میں بھی روایت ہے جس میں [illegible] راوی جس پر غیر مقلد [illegible]
[illegible] ثقہ [illegible] ملاحظہ ہو

[illegible] اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن
[illegible] الدينوري بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحاق
[illegible] ابا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي ثنا علي
[illegible] بن الجعد انا ابن ابي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب

بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي
الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة" ۔ (بیہقی)
یعنی حضرت سائب بن یزید سے ہے کہ صحابہ حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان مبارک میں بیس رکعت
(باجماعت) پڑھتے تھے اس میں جن دو راویوں پر غیر مقلد کو اعتراض تھا
وہ موجود ہی نہیں۔

بیس تراویح پر روایت کی سند صحیح ہے

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد علامہ نیموی فرماتے ہیں رواہ البیہقی
و صحح … امام بیہقی نے روایت کیا اور اسناد اس کی صحیح ہے۔ (آثار السنن)
صفحہ … حاشیہ التعلیق الحسن میں پوری سند بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں
اسنادہ کلہم ثقات۔ میں کہتا ہوں اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں
توثیق ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں
قلت هذا الاثر قد صحح اسناده غير واحد من الحفاظ
في الخلاصة وابن العراقي في شرح التقريب والسيوطي في المصابيح
ص ٢٠٠۔ میں کہتا ہوں اس اثر کی اسناد کو بہت سے حضرات نے صحیح
کہا علامہ نووی نے خلاصہ میں ابن عراقی شرح تقریب میں سیوطی نے مصابیح
… صاحب نصب الرایہ ج ٢ ص ١٥٤ پر لکھتے ہیں۔

بیس تراویح کی روایت کی صحت پر علامہ نووی کی گواہی

عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمن عمر بن الخطاب
بعشرين ركعة والوتر قال النووي في الخلاصة اسناده صحيح
حضرت سائب بن یزید سے ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے نووی نے خلاصہ میں …

غیر مقلد کے گھر کی گواہی بھی ملاحظہ ہو
… غیر مقلد وہابی صاحب تیسیر الباری ترجمہ و تشریح صحیح بخاری ج ٣
میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحب سے بہ سند صحیح بیس رکعت پڑھنا
… باب قیام شہر رمضان میں ہے وعن السائب بن يزيد
… في عهد عمر بعشرين ركعة والوتر رواہ البیہقی فی المعرفۃ واسنادہ صحیح
… سائب بن یزید سے ہے کہ ہم (صحابہ و تابعین) عمر رضی اللہ
… بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ اسے امام بیہقی نے معرفت میں
… روایت کیا اور علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ سند اس کی صحیح ہے۔

… صحت پر علامہ عراقی کی گواہی

… الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی (متوفی ٨٠٦ ہجری) نے
… شرح التقریب جزء ثالث کے صفحہ ٩٧ پر لکھتے ہیں
… البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد رضي
… قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي
… في شهر رمضان بعشرين ركعة۔
… بیہقی میں باسناد صحیح حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے ہے کہ لوگ عمر
… کے زمانہ خلافت میں رمضان مبارک میں بیس رکعت قیام کرتے تھے۔ اب
… ہے کہ اس قدر صحیح روایت جس کی صحت پر محدثین متفق ہیں کو ضعیف کہنا
… صاحب پر حق ہے کہ …
… روایت کو محدث علی بن جعد رضی اللہ عنہ نے جو کہ امام بخاری کے بھی
… اپنی مسند علی بن جعد طبع بیروت ص ٤١٣ پر مختصر اسناد کے ساتھ
… میں بیہقی والی موجود نہیں جن پر غیر مقلد کو اعتراض ہے ملاحظہ ہو
… ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن

السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر في
رمضان بعشرين ركعة" بيهقی

"حضرت سائب بن یزید سے ہے کہ فرمایا صحابہ کرام عہد فاروقی
رمضان کے مہینہ میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے" بیہقی

محدث جلیل عبدالرزاق رضی اللہ عنہ جو کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ...
اپنی مصنف عبدالرزاق میں مختصر سند سے زیر بحث روایت کو بیان فرماتے ہیں

عبد الرزاق عن الاسلمي عن الحارث بن عبد الرحمن بن
ابي ذباب عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام
على عهد عمر وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد
عمر ثلاثة وعشرين ركعة (ج۴ ص۲۶۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب قیام رمضان یعنی
تراویح سے فارغ ہوتے اور قیام رمضان عمر میں تیئیس (بیس تراویح اور تین وتر) ... سے تا
معرفة السنن والآثار جس روایت پر غیر مقلد کو اعتراض ہے اس کے بہت سے
موجود ہیں جس سے اگر بالفرض ضعف مان لیا جائے تب بھی دور ہو جاتا ہے۔

خلاصہ وہابی صاحب کا کہنا ہے کہ خود علمائے احناف نے بھی صراحت
لکھا ہے کہ وکان مع ذلك فقيرا۔ یعنی اس کے باوجود ابو طاہر محتاج عدالت

وہابی کی خیانت جھوٹ

فقیر کہتا ہے ان مذکورہ دو سطروں میں وہابی جی کا جھوٹ بھی ہے اور
خیانت بھی جھوٹ یہ کہ علمائے احناف نے نہیں لکھا کہ وکان مع ذلك فقیرا
علامہ سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعیۃ الکبریٰ میں لکھا ہے علامہ نیموی تو
ناقل ہیں۔ خیانت یہ کی کہ نیموی نے التعلیق الحسن میں علامہ سبکی کی جو عبارت ...

... کے اور پیچھے سے چھوڑ کر صرف ایک جملہ لکھا وکان مع ذلك فقیرا اور اسے
... کی طرف منسوب کر دیا پوری عبارت اس طرف سے نہ لکھی کہ کوئی
... صاحب عبارت میں تو ابو طاہر کے حوال و اوصاف خوب انداز
... آپ جیسے کہتے ہیں کہ وہ مجہول ثابت ہے جہالت کا مظاہرہ کیا کہ فقیر کا
... ترجمہ یہ ... یہ معنی اس کا ہرگز نہیں ... فقیر کو فقیر لکھ دیا جائے ...
... منسوب لکھا جائے گا پھر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فقیر اس جگہ
... آپ جیسے شخص کا مفتی ہے لفقیر ... جو معنی اس کا وہابی جی نے کیا ہے ...
... ہو جائے گا جملہ کی مسلمان کی خوبی کو برائی میں بدل دے ... الشرع

... ثقہ راوی کو مجہول کہہ دیا

... ہم نواب حضرت ابو طاہر کی ثقاہت و عدالت ثابت کرتے ہیں پہلے ہم علامہ
... ابو نصر عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی الشافعی المتوفی ۷۷۱ کی عبارت
... سے ہم ثقاہت جھوٹ و خیانت وہابی صاحب ... جائیں گے لکھتے ہیں

محمد بن محمد بن محمش بفتح الميم بعدها حاء مهملة
ساكنة ثم ميم مكسورة ثم شين معجمة بن علي بن داود
المحمشي الشيخ ابو طاهر الزيادي امام المحدثين والفقهاء
بنيسابور في زمانه وكان شيخا اديبا عارفا بالعربية سمعت
الفقهاء لفتيه بمدينة نيسابور والمشيخة وله يد طولى
في معرفة الشروط وصنف فيه كتابا وكان مع ذلك فقيرا
... سنين ولد سنة سبع عشرة وثلاثمائة
وسمع الحديث سنة خمس وعشرين وثلاثمائة وبعدها
وتفقه سنة ثمان وعشرين وسمع من ابي حامد بن بلال و

محمد بن الحسين القطان، و عبد الله بن يعقوب الكرماني،
والعباس بن قوهيار و محمد بن الحسن بن محمد الآبادي
و ابي عثمان عمرو بن عبد الله البصري، و ابي علي الميداني،
و حاجب بن احمد الطوسي، و علي بن حمشاذ و ابي العباس
محمد بن يعقوب الأصم و ابي عبد الله محمد بن عبد الله
الصفار، و ادرك ابا حامد بن الشرقي و لم يسمع منه . و روى عنه
ابو عبد الله الحاكم و ذكره في تاريخه، و قد مات قبله،
و الحافظ ابو بكر البيهقي، و ابو صالح المؤذن و الاستاذ
ابو القاسم القشيري و عبد الجبار بن برزة، و محمد بن
محمد الساماني، و علي بن احمد الواحدي، و ابو سعد بن
رامش، و ابو بكر ابن يحيى المزكي، و القاسم بن الفضل
الثقفي و حديثه يعلو في الثقفيات و خلق يطول ذكرهم

☆ طبقات الشافعية الكبرى الجزء الثاني ص [illegible]

☆ ابو طاہر محمد بن محمد بن محمش [illegible] میم [illegible] ہے جو میم مکسورہ ہے
محمد بن محمد بن محمش بن علی بن داؤد فقیہ شیخ ابو طاہر زیادی ہیں جو کہ [illegible] محدث و فقیہ
نیشاپور میں اپنے دور کے شیخ ادیب عارف بہ عربی تھے [illegible] شہر میں
منصب قضاء اور مشیخت سونپا گیا تھا [illegible] معرفت شروط پر عبور حاصل تھا
انہوں نے مکمل کتاب لکھی [illegible] جو انہیں صحیح تھے [illegible]
تین سو سترہ ہجری کو پیدا ہوئے [illegible] تین سو پچیس ۳۲۵ ہجری کو اور اس کے بعد [illegible]
کا آغاز کیا اور فقہ کا حصول [illegible] برس میں شروع کیا [illegible]
حدیث کا سماع کیا ابو حامد بن بلال اور محمد بن حسین قطان اور عبداللہ بن یعقوب الکرمانی
اور عباس بن قوہیار اور محمد بن حسن محمد آبادی اور ابو عثمان عمرو بن عبداللہ بصری [illegible]

حاجب بن احمد طوسی اور علی بن حمشاذ اور ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم اور ابو عبد
اللہ الصفار اور ابو حامد الشرقی کو پایا مگر ان سے سماع نہ کیا۔ آپ کے تلامذہ
[illegible] سماع حدیث کیا۔ ابو عبداللہ حاکم اور اس نے ذکر کیا اس کا اپنی تاریخ میں اور
[illegible] فوت ہوئے اور حافظ ابو بکر البیہقی اور ابو صالح موذن اور استاد ابو القاسم
[illegible] عبدالجبار بن برزہ اور محمد بن محمد سامانی اور علی بن احمد الواحدی اور ابو سعد بن
رامش [illegible] بن یحییٰ المزکی اور قاسم بن فضل ثقفی [illegible] کی حدیث ثقفیات میں بلند
اس کے علاوہ خلق کثیر [illegible] حافظ [illegible] شمس
[illegible] محمد بن عثمان ذہبی المتوفی ۷۴۸ ہجری [illegible] سیر اعلام النبلاء [illegible]
[illegible] ابو طاہر کے متعلق لکھتے ہیں۔ ابن محمش ([illegible]) الشیخ العلامۃ القدوۃ شیخ
[illegible] ابو طاہر محمد بن محمد بن محمش بن علی بن داود الزیادی الشافعی النیسابوری [illegible]
[illegible] محدثہا [illegible]
[illegible] و عشرین و ثلاث مائۃ و اسمعہ ابوہ [illegible] خمس و عشرین و بعدہا [illegible] ابی حامد بن
[illegible] الحسین القطان و عبداللہ بن یعقوب الکرمانی و العباس بن محمد بن قوہیار و ابی
[illegible] عبداللہ البصری و محمد بن الحسن المحمد آبادی و محمد بن عمر بن حفص الجورجیری
[illegible] حسین و ابی العباس الاصم و ابی علی المیدانی و حاجب بن احمد الطوسی و علی بن
محمد بن عبداللہ الصفار [illegible] و کان [illegible] یسمع من ابن الشرقی۔ و کان [illegible]
[illegible] فی علم الشروط [illegible] صنف [illegible] کبیر الشان و کان امام اصحاب
[illegible] ابن محمش [illegible] خراسان کے شیخ ہیں۔ ابو طاہر محمد
[illegible] بن علی بن داود الزیادی شافعی نیشاپوری [illegible] محلہ میدان زیاد بن
[illegible] میں سکونت رکھتے تھے تو اس کی طرف منسوب ہوئے [illegible]
[illegible] ان کے باپ نے انہیں ۳۲۵ ہجری میں [illegible] سماع حدیث کی غرض
[illegible] ابو حامد بن بلال اور محمد بن حسین القطان اور عبد اللہ بن یعقوب کرمانی اور عباس

بن محمد بن توصیار اور ابو عثمان عمرو بن عبداللہ بصری اور محمد بن حسن الحمید... ہادی اور محمد بن حفص جوزجری اور عبدوس بن حسین اور ابو عباس الاصم اور ابو علی حید علی اور ... بن احمد طوسی اور علی بن حمشاذ اور محمد بن عبداللہ الصفار اور ان کے علاوہ متعدد اساتذہ ... پاس اور قریب تھا ابن الشرقی سے سماع کرتے اور مذہب میں امام تھے اور علم ... مسند ... کی اس میں مستقل کتاب تھی اور عربی کے ماہر اور بڑی بلند شان والے ... اصحاب حدیث کے امام اور علماء اور ان کے مفتی تھے۔

علاوہ ازیں عز الدین بن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ نے بھی ... رجال فی تہذیب الانساب جز ثالث ص ۸۲ پر کیا ہے اور عمدۃ الاحبار فی ... ج ۲ ص ۵۹ پر امام المحدثین ... کا ترجمہ خوب الفاظ سے لکھا ہے مگر افسوس وہابی جی کی حقیقت ... جس حضرت ابو طاہر محمد بن محمد بن محمش بن علی بن داود رضی اللہ عنہ کا محدثین کرام ... سے اچھے القاب و اوصاف کے ساتھ ذکر کیا اور جرح کا ایک لفظ بھی نہیں کہا ... مجہول کہہ رہا ہے ایسے مذہب پرست متعصب لوگوں سے خیر کی امید کیا ہو سکتی ہے۔

... بحث روایت سے ایک اور راوی ابو عثمان عمرو بن عبداللہ بصری ... وہابی صاحب نے لکھا ہے کہ اس کا ترجمہ بھی کتب رجال سے نہیں ملتا۔

وہابی صاحب تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں

تفتیش جو ... ہے ... ملتا ہے بشرطیکہ وہابی صاحبان تعصب کی عینک اتار دیکھیں۔ چنانچہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۶۷) پر علامہ ذہبی لکھتے ہیں

الامام القدوة الزاهد الصالح، ابو عثمان عمرو بن عبد الله بن درهم البصري ثم النيسابوري المطوعي الغازي المعروف بالبصري، سمع محمد بن عبد الوهاب الفراء واحمد بن سعد وغيرهما حدث عنه الحافظ ابو علي وابو اسحاق المزكي وابو عبد الله بن منده والحسن بن المؤمل وابو طاهر بن محمش،

مطوعی و غازی

[illegible] مقتدا و ... صالح ہیں ابو عثمان عمرو بن عبداللہ بن درہم نیشاپوری مطوعی ... بصری انہوں نے سماع احادیث کیا محمد بن عبدالوہاب فراء اور احمد بن ... دونوں کے علاوہ سے بھی اور اس سے حدیث بیان کی حافظ ابو علی اور ... اور ابو عبداللہ بن مندہ اور حسن بن علی بن مؤمل اور ابو طاہر محمش وغیرہ محدثین نے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو عثمان عمرو بن عبداللہ بصری رضی اللہ عنہ جلیل ... تھے جس سے عظیم الشان محدثین نے حدیث کا سماع کیا لیکن غیر مقلد ... میں مجہول کہہ رہا ہے ... غیر مقلد کا یہ بھی خالص جھوٹ ہے ... متفق ... علیہ سے مجہول راوی کی حدیث کہا ہے کہ یہ روایت نام لینے کے قابل ... چہ جائیکہ اس سے دلیل پکڑی جائے۔ اس مقام پر اصل بات یہ ہے کہ متفق ... رحمۃ اللہ علیہ نے وجوب کی دلیل ابو حمید ساعدی کی روایت ... بیان ... پر بھی تخریج فرمایا۔ غرض یہ کہ اس حدیث میں ایک نہیں بہت جرحیں ہیں ... مضطرب بھی ہے ... موضوع بھی ہے مجہول بھی ہے دیکھو حاشیہ ... روایت تو نام لینے کے قابل بھی نہیں چہ جائیکہ دلیل پکڑی جائے ... ص ۱۵ ... مگر وہابی جی نے ... مقصد پورا کرنا تھا اس لئے باقی چھوڑ کر آپ ... لکھ لیا آگے پھر ہماری روایت کے دونوں راویوں کو اپنے پاس سے مجہول کہہ دیا تو ... لکھا ہیں کہ حنفی حضرات تو ایک راوی مجہول کی روایت قبول نہیں کرتے ... مجہول ہیں یہ قابل قبول کیسے ہو گئی ... حدیث نمبر ۸ ...

... بن ملیح نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں بیس تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم دیا

ان عمر بن الخطاب امره ان يصلي بالليل في رمضان فقال

ناس يصومون النهار ولا يحسنون أن يقرءوا فلو قرأت
بالقرآن عليهم بالليل فقال يا أمير المؤمنين هذا شيء لم يكن فقال قد
علمت ولكنه حسن فصلى بهم عشرين ركعة۔

حضرت عمر نے انہیں حکم دیا کہ تم لوگوں کو رات کو تراویح ادا کرو پڑھاؤ کیونکہ یہ روزہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے بہتر یہ ہے کہ تم ان کو پڑھا دو۔ اس صورت میں حضرت ابی نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ وہ کام ہے جو پہلے نہ تھا آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں لیکن یہ اچھا کام ہے تو حضرت ابی نے انہیں بیس رکعت پڑھائیں۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عہد فاروقی سے مسلمانوں میں تراویح جاری تھی مگر با جماعت اہتمام سے ہمیشہ تراویح کا رواج عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہوا اصل تراویح سنت رسول اللہ ہے اور جماعت سنت فاروقی ہے۔

بیس تراویح پر تمام صحابہ کا اجماع ہے

دوسرے یہ کہ بیس رکعت تراویح پر تمام صحابہ کا اجماع ہوا کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے تمام صحابہ کو بیس رکعت پڑھائیں۔ صحابہ کرام نے پڑھیں کسی نے اعتراض نہ کیا۔ تیسرے یہ کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا کہ تراویح کی باقاعدہ جماعت اہتمام سے بدعت ہے اس سے پہلے نہ ہوئی۔ فاروق اعظم نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے واقعی یہ بدعت ہے مگر اچھی ہے۔ چوتھے یہ کہ جو کام حضور کے زمانہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے اگرچہ عہد صحابہ میں رائج ہو کیونکہ تراویح کی جماعت مگر زمانہ فاروقی میں ہوئی مگر اسے بدعت حسنہ فرمایا گیا۔ نوٹ وہابی نے اس حدیث کو اعتراض کی غرض سے مفتی صاحب کی چوتھی دلیل کے عنوان کے تحت لکھ کر اس کا یہ حلیہ بگاڑا کہ اللہ کی پناہ۔ یہ ہے ان نام نہاد اہلحدیثوں کا حال اگر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک لفظ کا بھی آگا پیچھا ہو جائے تو شور مچاتے ہیں لیکن خود وہابی صاحب

نے حدیث کا حلیہ ہی بگاڑ کے رکھ دیا۔ اب وہابی صاحب کا اعتراض ملاحظہ ہو لکھتے ہیں مفتی صاحب کی روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں ابن منیع حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سن وفات ۱۹ ہجری ہے (الکمال فی اسماء الرجال ص ۵۸٦) اور امام احمد بن منیع بن عبدالرحمن البغوی کی پیدائش سن ۱٦۰ اور وفات ۲۴۴ ہوئی تھی (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۸۴ طبع جدید) دونوں کے درمیان میں تقریباً ڈیڑھ صدی کا فاصلہ ہے اس صورت میں ابن منیع کی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات نا ممکن لہذا یہ روایت منقطع ٹھہری اور کسی بھی روایت کا منقطع (یعنی منقطع ہے) ہونا اس کی صحت کے لئے کافی ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب کو اقرار ہے جس کی صراحت مفتی صاحب کی اصل دلیل میں گزر چکی ہے۔ (ماہنامہ ... ص ۵۳۳)

وہابی جھوٹ سے ذرا نہیں شرماتا

جواب۔ اصل بات یہ ہے کہ غیر مقلد جھوٹ بولتے ذرا نہیں شرماتے یہی وجہ ہے کہ قصہ پورا کرنے کو جھوٹ بول کر منسوب مفتی صاحب کی طرف کر دیتے ہیں وہابی کہتا ہے کہ منقطع روایت کی عدم صحت کا مفتی صاحب کو اقرار ہے حالانکہ جس مقام کا حوالہ وہابی صاحب نے دلیل نمبر ۲ کے تحت دیا ہے وہاں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مخصوص منقطع روایت کی عدم صحت کا کہا ہے جس کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء نے پورا واقعہ پاس سے گھڑا کہ میں نے حضرت ابو حمید ساعدی کو دس صحابیوں میں جن میں ابو قتادہ بھی موجود تھے کہتے سنا حالانکہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ان کی پیدائش سے بھی پہلے خلافت حضرت علی میں شہید ہو چکے تھے جس نے اس روایت کو [illegible] بنایا ہے۔

ثانیاً وہابی صاحب مفتی صاحب کا مقلد نہیں کہ ان کی بات کو دلیل بنائے ان کا مذہب ہے ہم اہلحدیث کسی کی تقلید نہیں کرتے ہم قرآن و حدیث مانتے ہیں ہماری دلیل قرآن و حدیث ہے لہذا انہیں چاہیے کہ قرآن و حدیث سے منقطع کی تعریف مع

الکلم ... ہے

ثانیاً امام ابن منیع بہت بڑے محدث حافظ و ثقہ ہیں ابن حجر نے انہیں ثقہ حافظ کہا ہے تقریب التہذیب ص ۸۷، حالانکہ ان کی منقطع روایت حجت ہے انہوں نے کے رو ... کو جب ہی حذف کیا کہ ان کے نزدیک ثقہ تھے۔

ثالثاً اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دور فاروقی میں بیس رکعت تراویح پڑھانا واضح ہے لہٰذا یہ قابل حجت ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

"حدثنا حمید بن عبد الرحمن عن حسن عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث"۔ ج ۲ ص ۲۸۵

"عبد العزیز بن رفیع سے ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان مبارک میں مدینہ شریف میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے"۔

اور ... امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے ایک روایت بیان کرتے ہیں:

"وکیع عن نافع عن ابن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة"۔ الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

"حضرت نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے"۔

علامہ نیموی فرماتے ہیں رواہ ابو بکر بن ابی شیبہ و اسنادہ صحیح آثار السنن ص ۲۰۰ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے۔ علامہ بغوی کی شرح السنہ کے حاشیہ ... ہے۔ اسنادہ صحیح۔ ج ۴ ص ۱۲۳۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

بیس تراویح کی صحت پر غیر مقلدوں کے گھر کی گواہی:

خود غیر مقلدوں کے علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ ...

... یہ سند صحیح بیس رکعت پڑھنا منقول ہے ترجمہ و تشریح صحیح بخاری ج ۲ ... امام ترمذی اہل علم کا تراویح کے متعلق معمول لکھتے ہیں جس میں آٹھ تراویح ... نہیں چنانچہ فرماتے ہیں

"اختلف اهل العلم في قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلي احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة و العمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روى عن علي و عمر وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة۔ جامع الترمذي جلد اول باب ما جاء في قيام شهر رمضان۔

اور اختلاف کیا اہل علم نے قیام رمضان میں بعض کے نزدیک ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس رکعتیں پڑھی جائیں یہ قول اہل مدینہ کا ہے اور ان کے ہاں مدینہ میں اسی پر عمل ہے اور اکثر اہل علم اس پر ہیں جو روایت ہوئی حضرت علی اور حضرت عمر اور ان کے علاوہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت اور یہی قول سفیان ثوری ابن مبارک اور شافعی کا ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو پایا کہ وہ بیس رکعت تراویح پڑھتے۔ یہی امام بغوی شرح السنہ ج ۴ ص ۱۲۳، ۱۲۴ پر لکھتے ہیں فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے نزدیک حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ... میں بیس رکعت تراویح کا معمول ثابت ہے بیس رکعت تراویح سے کم کسی کا معمول ... اس بحث کے آخر میں ہم عرض کرتے ہیں خود وہابیوں کے امام ابن تیمیہ کو بھی ... حضرت ابی بن کعب سے بیس تراویح پڑھانے کا اقرار ہے چنانچہ اپنے فتاویٰ الکبریٰ ج ۲ ... پر لکھتے ہیں قام بھم ابی بن کعب فی زمن عمر بن الخطاب عشرین رکعة۔ یعنی حضرت

بی بن کعب (صحابہ نا بتیں) کے ساتھ بیس رکعت تراویح قیام کیا۔ سب ...
حدیث اسرہ پیش کرتے ہیں۔۔

حضرت علی نے اپنی خلافت میں بیس تراویح کا حکم دیا

بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابو عبدالرحمن سلمی سے روایت کی

عن علی رضی اللہ عنہ دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بهم۔

علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے حضرت علی انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ اس پر غیر مقلد ... الحق فاضل ... روایت کی اصل الفاظ ملاحظہ کیجئے بیہقی نقل کرتے ہیں کہ بیہقی ... کے ساتھ روایت کو اوپر لکھ دیا آگے وہابی صاحب لکھتے ہیں۔

قارئین کرام ملاحظہ کریں مفتی صاحب نے متن روایت میں کتنا تصرف کیا عن ... اور رضی اللہ عنہ کو ابن ابی طالب بنا دیا ہے اور یوتر بھم کا اصلی معنی چھوڑ ... اپنی طرف سے داخل کر دیئے اور یوتر بھم کا معنی کیا ... وتر پڑھاتے تھے ... علم کے ٹھیکے ... صادق آتی ہے لکھے پڑھے ... فاضل

جواب: اس روایت کے صحیح ترجمہ سے واضح ہے کہ متن میں غلطی مصنف ... نہیں کیونکہ آپ نے ترجمہ بالکل صحیح متن کے مطابق کیا ہے جو متن ... درست کر کے ہم نے اوپر لکھا ہے

البتہ یہ غلطی کاتب کی ہے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ جو الفاظ اس جگہ ... گئے وہ اس کے ساتھ ... روایت کے ہیں جو کاتب کی غلطی سے یہاں لکھے گئے ہیں

وہابی صاحب نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر متن روایت میں تصرف کا ... بھی بتاتے کہ مفتی صاحب کی غرض اس سے کیا تھی جب کہ اس کی دلیل ... صحیح متن میں ان کا موقف واضح ہے اصل میں وہابی صاحب دوسروں کو خود ... وہابی کی مفتی صاحب پر الزام تراشی سے پہلے اپنے گریبان کو جھانک ... پیچھے ہم نے حدیث میں اس کی فحش غلطی کی نشاندہی کی ہے۔

وہابی نے یہ الزام بھی جھوٹا لگایا ہے کہ مفتی صاحب (یوتر بھم) کا غلط ترجمہ کرتا ہے، اگر وہابی اپنے اس دعویٰ میں سچا تھا تو بتا دیتا کہ اس کا صحیح معنی کیا ہے ... الٹا ... کی حرکت ہے غیر مقلد کا ... اعتراض ... اس کی سند میں حماد بن ... سے نہیں ... سند میں ... بھی لکھتے ہیں۔

... ضعفہ ابن معین وقال یحیی لا یکتب حدیثه وقال البخاری ... منکر وقال النسائی ضعیف وقال ابن عدی اکثر حدیثه ... لا یتابع علیه وقال العقیلی لا یتابعه الا من هو دونه و ... وقال ابن حاتم لیس بالقوی۔ (میزان ج ۱ ص ۵۹۶)

... امام ابن معین نے تضعیف کی ہے اور امام یحیی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث ... امام بخاری کا کہنا ہے کہ منکر امام نسائی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے اور ... نے کہا کہ اس کی اکثر روایت کا کوئی متابع موجود نہیں اور عقیلی فرماتے ہیں کہ ... کا متابع نہیں مگر اس سے بھی ... اور امام ابو حاتم انہیں لیس بالقوی یعنی ... نہیں ... روایتیں ... علامہ ذہبی فرماتے ہیں ... حماد بن شعیب ... کے بعد وہابی صاحب نے اپنی بات کو مدلل کرنے کی غرض سے میزان ... عبارت نقل کی ہے جس میں ... کی حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ... بھی موجود ہے کہ ... امام ابن ہمام حنفی نے اپنی تالیف التحریر میں صراحت ... جس راوی کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فیہ نظر کہیں اس سے احتجاج کیا

جاتے ان کے الفاظ ہیں۔

"اذ قال البخاری فیہ نظر فحدیثہ لا یحتج بہ ولا یستشہد بہ ولا یصلح للاعتبار" بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۷۵۔

یعنی جس راوی کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فیہ نظر کے الفاظ بولتے ہیں تو اس کی روایت سے نہ تو احتجاج کیا جا سکتا ہے اور نہ بطور شواہد کے پیش کیا جا سکتے ہیں اور نہ وہ اعتبار کے لائق ہوتی ہے۔ [illegible] ۳۲۲۔

الجواب اولاً۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اکثر اہل علم کا عمل بیس تراویح پر ہے جو مروی ہے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے لہذا اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور جس روایت کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو وہ قوی اور قابل حجت ہو جاتی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں متعدد علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت حدیث شریف کی صحت کی دلیل بن جاتی ہے اگرچہ اس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔ تعقبات علی الموضوعات ص ۲۔

ثانیاً اس روایت کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد (شتیر بن شکل) رمضان شریف میں لوگوں کو بیس تراویح کے ساتھ تین وتر پڑھاتے تھے۔ کہ امام بیہقی اپنی سند سے یوں روایت کرتے ہیں عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ

"انہ کان یؤمہم فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ" (سنن کبریٰ) السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ عن ابی الفضل القطان بغداد

اور روایت میں ہے کہ شتیر بن شکل سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب (شاگردوں) سے تھے کہ وہ لوگوں کی امامت کرتے تھے رمضان شریف میں بیس تراویح کے ساتھ تین وتر پڑھتے۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ اس میں قوت ہے۔ اس کے لئے جو روایت کی ابوالحسن بن الفضل القطان بغداد نے میں آگے پوری سند سے زیر بحث روایت ہے۔

[illegible] بیہقی شریف نے حضرت ابوالحسناء سے روایت کی۔

"ان علی ابن ابی طالب امر رجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویح یعنی بیس رکعات پڑھائیں۔ اس پر غیر مقلد کے اعتراض ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں مفتی صاحب نے یہ الفاظ نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے کیونکہ امام بیہقی نے روایت کے بعد یہ کہا تھا کہ فی هذا الاسناد ضعف (سنن الکبریٰ للبیہقی) (صحیح [illegible] ص ۳۹) یعنی اس کی سند ضعیف ہے مفتی صاحب اس عبارت کو حذف کر گئے ہیں۔ انا للہ (صحیح انا للہ ہے)

ثانیاً مذکورہ جرح پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابن الترکمانی حنفی فرماتے ہیں۔

الاظہر ان ضعفہ من جہۃ ابی سعد سعید بن المرزبان البقال فانہ متکلم فیہ فان کان کذلک فقد تابعہ غیرہ قال ابن ابی شیبۃ ثنا وکیع عن الحسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا الخ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۴۹۶)

واضح رہے کہ اس سند کا ضعف سعید بن مرزبان کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ متکلم فیہ راوی ہے تو اس کا متابع موجود ہے جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے وکیع عن حسن عن عمرو عن ابی الحسناء کے طریق سے روایت کی ہے (انتہی) علامہ ترکمانی کا یہ اعتراض کئی وجہ سے مردود ہے۔

اولاً بات صرف ابوسعد البقال کی نہیں بلکہ اس کے استاد ابی الحسناء بھی متکلم فیہ ہیں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجہول حال اور ساتویں طبقہ کے راویوں سے ہے (تقریب ص ۳۹۴ طبع دہلی) حافظ صاحب کی اس صراحت سے معلوم ہوا کہ ابی الحسناء مجہول ہے علاوہ ازیں اس کا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد سے سماع بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ

ساتویں طبقہ اتباع التابعین کا ہے جیسا کہ خود انہوں نے مقدمہ میں صراحت کی
ہے اور جامع ترمذی میں [illegible] مالک والثوری [illegible] مقدمہ تقریب میں [illegible] یہ کیا [illegible]
جیسے امام مالک اور سفیان ثوری ہیں۔ گویا یہ روایت سند منقطع ہے۔

ثانیاً طریق ثانی پر لازم ہے کہ وہ کتب رجال سے جیسے ابی الحسناء
[illegible] کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہو اور ان کے شاگرد عمرو بن
ابوسعد البقال ہوں۔ محض یہ کہہ دینے سے کہ ابن ابی شیبہ میں ابوسعد کو عمرو بن قیس
[illegible] سے بات نہیں چلے گی کیونکہ ابوسعد بقال اور عمرو بن قیس جو بظاہر ابوالحسناء سے
معلوم ہوتے ہیں [illegible] دونوں کی سند میں عن ابی الحسناء کا لفظ موجود ہوتا ہے اور
متعلق اصول حدیث میں یہ صراحت ہے کہ اس لفظ کے ساتھ روایت کرنے والی
میں راوی مروی عنہ سے ملاقات اور عدم لقاء اور عدم سماع دونوں کا احتمال
ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

وعنعنة المعاصر محمولة على السماع بخلاف غير المعاصر
فإنها تكون مرسلة أو منقطعة فشرط حملها على السماع
ثبوت المعاصرة إلا من المدلس فإنها ليست محمولة على السماع
(شرح نخبہ)

یعنی معاصر کا ہیں۔ اس کا عن تو مرسل منقطع ہوگا۔ لہٰذا کسی راوی کے عن کو
سماع پر محمول کرنے کے لئے (معاصرت کا ثبوت شرط ہے یہاں اگر راوی مدلس
معاصرت کے ثبوت کے باوجود) اس کا عن سماع پر محمول نہیں ہوگا۔ مختصر
اصول پر حاشیہ طویل اور پر مغز گفتگو کے بعد [illegible] محمد [illegible] رحمۃ اللہ علیہ
کہ گر اصول [illegible] جب آپ پورے [illegible]
ساتھ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ابوسعد بقال کی متابعت عمرو بن قیس سے [illegible] ہے تو اس کا
یہ ہو کہ آپ یہ بھی دعوی کریں [illegible] کہ ابوسعد بقال اور عمرو بن قیس دونوں ابوالحسناء

[illegible] اور پھر روایت انہوں نے بلا واسطہ [illegible] الفاظ کے [illegible] ابوالحسناء سے کی
[illegible] ان دونوں میں سے کوئی ایک دعوی بھی آپ رجال کی کتابوں سے ثابت کر
دیں گے آپ کیا میں کہتا ہوں کہ اگر سارے علماء احناف مل کر بھی زور لگائیں تو
[illegible] ثبوت رجال کی کتابوں سے ناممکن ہے [illegible] کہ رجال کی تمام متداول
کتابوں میں [illegible] آپ دیکھیں [illegible] کا تذکرہ نہیں ملے گا کس کا نام
[illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شاگرد ابوسعد بقال اور عمرو بن
(مصابیح بجواب رکعات تراویح ص ۲۸۶) [illegible] ص ۳۵ تا ۵۲
[illegible] محقق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت [illegible] کردہ [illegible] روایت میں
[illegible] ان کا [illegible] اس حدیث سے [illegible] کہ محدثین سے
[illegible]

[illegible] مولوی صاحب کو موافق مذہب کے [illegible] تو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا محدثانہ
[illegible] اسی باب میں جو امام بیہقی نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد
[illegible] میں لوگوں کو بیس تراویح پڑھاتا [illegible] روایت کو [illegible] دیتا ہے
[illegible] نے طریق [illegible] ابو عبدالرحمن سلمی عن علی رضی اللہ عنہ مروی ہے جس
[illegible] حضرت علی نے ایک شخص کو رمضان میں لوگوں کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا
[illegible] خلاف مذہب ہے تو مولوی صاحب اپنا خلاف مذہب کسی کی نہیں مانتے
[illegible] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

وأكثر أهل العلم على ما روي عن علي وعمر وغيرهما من
أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة۔

اکثر اہل علم کا عمل اس پر ہے جو حضرت علی اور حضرت عمر اور ان دو کے علاوہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مروی ہے بیس رکعت اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح
[illegible] کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم ہیں اور پھر ان سے بے شمار تابعین نے

بیان کیا اور اسے معمول بنایا اسی طرح یہ سلسلہ ہم تک جاری ہے مسلمان ... مغرب اور شمال جنوب میں عمل کرتے ہیں رمضان میں بیس رکعت ... رضی اللہ ... یہ روایت حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ اصول حدیث ہے کہ خبر متواتر پر بحث نہیں ہوتی اسے قبول کرنا واجب ہوتا ہے۔

جس حدیث کو امت قبول کرے وہ درجۂ تواتر کو پہنچ جاتی ہے

امام سخاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب امت کسی ضعیف حدیث کو قبول کر لیتی ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث شریف بمنزلہ حدیث متواتر ہو کر ... سے قطعی حکم کو منسوخ کر دیا جائے گا۔ (فتح المغیث ج ۱ ص ۳۳۳)

جب امت کے عمل سے ضعیف حدیث کو متواتر کا درجہ مل جاتا ہے جو ہوئی ... خلفائے ثلاثہ کے دور میں بے شمار صحابہ نے بیس تراویح کو معمول یا سنت بنایا

بالفرض اگر ابو الحسناء مجہول ہے تو پھر حافظ ابن حجر نے اسے ساتویں طبقہ میں ... سے یہ ... معلوم ہو ... ساتویں طبقہ ... ہوا ہے۔

خامساً ہم ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ابو الحسناء مجہول نہیں ان کا ترجمہ موجود ہے۔ چنانچہ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۳۳ کے صفحہ ۲۴۳ تا ۲۴۹ پر حافظ ... الدین لکھتے ہیں

ابو الحسناء الكوفي اسمه الحسن ويقال الحسين روى عن الحكم بن عتيبة، روى عنه شريك بن عبد الله النخعي روى له ابو داود والترمذي والنسائي في (مسند علي) وقد وقع لنا حديث بعلو اخبرنا ابو الفرج بن قدامة و ابو الحسن ابن البخاري، و ابو الغنائم بن علان واحمد بن شيبان و زينب بنت مكي، قالوا اخبرنا حنبل بن عبد الله اخبرنا ابو القاسم بن الحصين قال اخبرنا ابو علي ابن المذهب قال ... ابو بكر ابن مالك، قال حدثنا عبد الله بن احمد قال حدثني عثمان

... قال حدثنا شريك، عن ابي الحسناء عن الحكم عن حنش ... علي بن ابي طالب يضحي بكبشين فقلت له ما هذا؟ فقال ... رسول الله ان اضحي عنه. رواه ابو داود عن عثمان فوافقناه فيه ... الترمذي والنسائي عن محمد بن عبيد المحاربي عن شريك ... فوقع لنا بدلاً عالياً وقال الترمذي غريب لا نعرفه الا من حديث ...

... امام ابو البشر محمد بن احمد بن حماد الدولابي المتوفى ۳۱۰ ... حضرت ابو الحسناء کا ترجمہ ... الکنی والاسماء ج ۱ ص ۱۴۳ پر اپنی سند کے ساتھ ... حدثنا عباس بن محمد عن يحيى بن معين قال ... الحسناء روى عنه شريك و حسن بن صالح كوفي۔

... "جرح و تعدیل" ... ابو الحسناء رضی اللہ عنہ کا ... سے معلوم ہوا کہ وہ معروف و ثقہ تھے۔ دو راوی شریک بن عبد اللہ نخعی اور حسن بن صالح کوفی ... روایت ... علی رضی اللہ عنہ سے منقطع نہیں بلکہ بواسطہ حکم بن عتیبہ عن حنش اور ... فرماتے ہیں ... حضرت علی کو دو مینڈھے قربانی کرتے دیکھا مگر ... دیکھو کہیں مجہول اور ... روایت کو منقطع کہہ رہا ہے۔

... محدثین و فقہاء کرام نے کلیہ بیان کیا ہے جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ معروف ہو جاتا ہے۔

اقل ما ترتفع به الجهالة ان يروي عن الرجل اثنان من المشهورين بالعلم ... الصحيح والضعيف ج ۱ ... ص ۲۷ ... خطیب بغدادی ... ہے۔

سکت علی مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۶۵۔

من روى عنه عدلان ... ارتفعت عنه الجهالة

سکت على مقدمة ابن الصلاح للامام بدر الدين محمد بن عبد الله

بن بهادر الزركشي، ص۲۶۳

(۳) وعبارة الدارقطني من روى عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته وثبتت عدالته (فتح المغيث شرح الفية الحديث للامام شمس الدين محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوي جلد ۱ ص ۳۵ طبع دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) (واقل ما يرفع الجهالة) عنه (رواية اثنين مشهورين) فاكثر (تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي جلد اص ۳۱۷ امام جلال الدين السیوطی طبع کتب خانہ کراچی)

(۵) ثم من روى عنه عدلان عيناه ارتفعت جهالة عينه

(تقریب النواوی جلد ص)

(۶) قال الخطيب المجهول عند اهل الحديث من لم يعرفه العلماء ولا يعرف حديثه الا من جهة واحد واقل ما يرفع الجهالة رواية اثنين مشهورين (تقریب النواوی جلد اص ۳۱۷، ص ۳۱۶ شیخ الاسلام ابو زکریا النواوی)۔

(۷) ان الراوي قد يخرج عن كونه مجهولا مردودا برواية راويين عنه (مقدمه ابن صلاح في علوم الحديث لابن صلاح ص ۱۲۲)

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت اٹھ جاتی ہے عدالت ثابت ہو جاتی ہے اس کلیہ کے تحت بھی حضرت ابو شیبہ کی عدالت ثابت ہے کیونکہ ان سے دو ثقہ راویوں کا روایت کرنا ثابت ہو چکا ہے۔

مزید اس وہابی سے قبل اس کے بڑے ناصر الدین البانی نے بھی علامہ ابن حافظ ابن حجر کی تقلید میں ابو الحسناء کی جہالت کا دعویٰ کیا تھا جس کے جواب میں اسماعیل بن محمد انصاری نے لکھا جو اس جگہ کی مناسبت سے نقل کر دیتا ہوں

واما اعتماد الالباني في الرد على تحسين الذهبي في ابي الحسناء لا يعرف وقول الحافظ فيه مجهول . فالجواب عنه

ان الدولابي روى في (الاسماء والكنى) عن عباس بن محمد عن يحيى بن معين انه قال ابو الحسناء روى عنه شريك والحسن بن صالح الكوفي، والمقرر في قواعد الحديث ان رواية اثنين عن الراوي ترفع عنه اسم الجهالة كما بينه الدارقطني في (سننه) وابن عبد البر (في الاستذكار) والخطيب (في الكفاية) وغيرهم . (تصحيح حديث صلاة التراويح عشرين ركعة والرد على الالباني في تضعيفه) ص ۳۶۔

ترجمہ: الدولابی نے (الاسماء والکنی) میں ... یعنی البانی کا حافظ کے قول کہ ابو الحسناء معروف نہیں، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کے قول کہ مجہول ہے پر اعتماد کر کے اس حدیث کو ضعیف کہنا۔ تو اس کا جواب ہے کہ امام دولابی نے (الاسماء والکنی) میں بیان کیا عباس بن محمد سے انہوں نے یحییٰ بن معین سے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ابو الحسناء سے شریک اور حسن بن صالح کوفی نے روایت کیا اور یہ قواعد حدیث میں ثابت ہے کہ راوی سے دو شخص روایت کریں تو اس سے جہالت کا اطلاق اٹھ جاتا ہے جیسا کہ اسے دارقطنی نے (سنن) میں، ابن عبد البر نے (الاستذکار) اور خطیب نے الکفایہ میں اور ان کے علاوہ نے بھی۔

مفتی محمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف بیس رکعت تراویح پر احادیث بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ بطور نمونہ چند حدیثیں پیش کی گئیں ورنہ بیس رکعت کی احادیث بہت ہیں اگر شوق ہو تو ہماری کتاب لمعات المصابیح اور صحیح البہاری ملاحظہ کریں اس پر ... کے علاوہ اس لکھتے ہیں

قارئین کرام مولانا مفتی صاحب نے صرف ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ... ہے جو محدثین ... کے خلاف کے علاوہ خود حجر تراویح پر بھی ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے مخالف ... بھی ہے اور پانچ تار پیش کئے ہیں جن کے ضعیف اور مردود

ور منقطع سند ہونے کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ثالثاً یہ کہ فلاں فلاں کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

ترجمہ: پہ قارئین [illegible] صحیح [illegible] سے) نے ساتھ بنا [illegible]

مفتی صاحب نے [illegible] اور فتح حاصل [illegible] کا [illegible] کی [illegible]

میں کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی تو مفتی صاحب [illegible] سے پیش کرتے اور [illegible]

(ابن عباس رضی اللہ عنہما والی پیش کرتے جس سے [illegible] خود جو [illegible]

احق میں ضعیف [illegible] چکے تھے اس ضعیف [illegible] کی روایت کو پیش کرنا [illegible]

دلیل ہے [illegible] کسی [illegible] صحیح روایت نہیں ہے یہی وجہ ہے [illegible]

ے [illegible] میں لکھا ہے [illegible] تراویح [illegible] رکعات [illegible] چنانچہ [illegible]

کی شرح میں فرماتے ہیں

ان التراویح فی الاصل احدی عشر بالوتر فی جماعة فعله صلی الله تعالی علیه وسلم (مرقاة بحواله حاشیه مشکوة ص ۱۱۵)

بلاشبہ نماز تراویح اصل گیارہ رکعات ہی ہے وتر [illegible] جماعت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں (آٹھ تراویح اور تین وتر) علامہ ابن ہمام [illegible] میں لکھتے ہیں کہ

ان قیام رمضان سنة احدی عشرة رکعة بالوتر فی جماعة فعله صلی الله علیه وسلم (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۷)

ترجمہ وہی ہے جو ملا علی قاری کی عبارت کا ہے) علامہ شامی درمختار کی شرح میں لکھتے ہیں

وذکر فی الفتح ان مقتضی الدلیل کون المسنون منها ثمانیة والباقی مستحبا (رد المحتار شامی ج ۱ ص ۵۰۰)

یعنی فتح میں ذکر کیا گیا ہے کہ دلیل کے اعتبار سے تراویح آٹھ رکعت ہی مسنون [illegible]

[illegible] زین الدین ابن نجیم حنفی کنز الدقائق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

[illegible] سنت [illegible] احدی عشرة رکعة کما ثبت فی

صحیحین من حدیث عائشة فانه یکون المسنون علی

[illegible] مشائخنا ثمانیة منها و المستحب اثنا عشرة

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۶۷)

[illegible] سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible] تراویح) [illegible] کے ساتھ [illegible] رکعات [illegible]

[illegible] بخاری و مسلم کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی [illegible] سے ثابت ہے

[illegible] مشائخ کے اصول سے مطابق آٹھ مسنون اور بارہ رکعات مستحب

ہیں) [illegible]

[illegible] راشدین کے دور میں بلا اتفاق صحابہ بیس تراویح باجماعت [illegible] نہیں

[illegible] خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے مبارک دور میں بیس رکعت

باجماعت پڑھا جانا [illegible] صحابی کا [illegible] حضرت [illegible] رضی

[illegible] حدیث [illegible] صحت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] میں آٹھ تراویح اور وتر پڑھتے تھے

[illegible] حضرت [illegible] روایت [illegible] پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

[illegible] جماعت میں صحابہ [illegible] تراویح اور وتر پڑھتے تھے [illegible] کی صحت پر محدثین کی

[illegible] اور موطا امام مالک میں امام مالک نے اپنی سند کے

حضرت [illegible] روایت کی جس میں خلافت فاروقی میں بیس رکعت

تراویح باجماعت پڑھنے کا ثبوت ہے [illegible] جس کے متعلق

[illegible] اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ کے ص ۱۰۶ پر فرماتے ہیں

کان الشافعی اصح الکتب بعد کتاب الله موطا مالک والحق

نَقَلَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰى أَنَّ جَمِيْعَ مَا فِيْهِ صَحِيْحٌ عَلٰى رَأْيِ مَالِكٍ وَمَنْ وَافَقَهُ وَأَمَّا عَلٰى رَأْيِ غَيْرِهِ فَلَيْسَ فِيْهِ مُرْسَلٌ وَلَا مُنْقَطِعٌ إِلَّا قَدِ اتَّصَلَ السَّنَدُ بِهِ مِنْ طُرُقٍ أُخْرٰى فَلَا جَرَمَ أَنَّهَا صَحِيْحَةٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ (انتهى)

مشائخ فرماتے ہیں کہ قرآن کے بعد سب کتب سے زیادہ صحیح موطا مالک [illegible] محدثین کا اس پر اتفاق ہوا ہے کہ موطا میں جتنی حدیثیں ہیں امام مالک اور ان کے موافقین کے نزدیک سب صحیح ہیں ان کے علاوہ دوسرے محدثین کے نزدیک موطا میں کوئی حدیث مرسل اور منقطع نہیں جس کی سند دوسرے طرق سے متصل نہ ہو اس وجہ سے وہ بھی صحیح ہے۔

حضرت شتیر بن شکل جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے صحاب سے ہیں کی روایت ہے وہ ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے امام بیہقی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں قوت ہے اس روایت کے لئے (جو اس کے ساتھ ہے) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قاریوں کو بلا کر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس تراویح پڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ دوسری روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیس رکعت کے ثبوت پر حضرت ابوالحسن [illegible] پر علامہ ابن ہمام نے بلفظ خاص جواب دیئے۔ یہ خود غیر مقلدوں سے [illegible] کا حوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس تراویح کی صحت پر ہم نے اس بحث میں پیش کر دیا ہے۔ مگر نام نہاد اہل حدیث کی ہٹ دھرمی دیکھو کہ بیس رکعت تراویح کی روایت کو ضعیف کہہ دیا ہے شاید یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ قبر و حشر میں [illegible] سے پوچھا جائے گا [illegible] صرف [illegible] توفیق [illegible]۔

غیر مقلد کی علمی عبارت میں خیانت

[illegible] صاحب نے اپنے مذہب کو تقویت دینے کے لئے کتب احناف میں

ملا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور ابن ہمام کی فتح القدیر [illegible] کے حوالے دیئے مگر سب میں ڈنڈی مار گئے صرف اپنے مقصد کی عبارتیں لکھ لیں [illegible] خیانت ظاہر کرنے کو مذکورہ کتب کے ساتھ وہ بھی عبارتیں لکھ رہے ہیں جن کو [illegible] نے خلاف مذہب جان کر چھوڑ دیا۔ ملاحظہ ہو۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ [illegible]

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ قَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْخُلَاصَةِ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَفِي الْمُوَطَّأِ رِوَايَةٌ بِإِحْدٰى عَشْرَةَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِأَنَّهُ وَقَعَ أَوَّلًا ثُمَّ اسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَى الْعِشْرِيْنَ فَإِنَّهُ الْمُتَوَارَثُ فَتَحَصَّلَ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ أَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ إِحْدٰى عَشْرَةَ بِالْوِتْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ فَعَلَهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ تَرَكَهُ لِعُذْرٍ أَفَادَ أَنَّهُ لَوْلَا خَشْيَةُ ذٰلِكَ لَوَاظَبْتُ بِكُمْ وَلَا شَكَّ فِيْ تَحَقُّقِ الْأَمْنِ مِنْ ذٰلِكَ بِوَفَاتِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَيَكُوْنُ سُنَّةً وَكَوْنُهَا عِشْرِيْنَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۹۴)۔

یعنی علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں

(فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۷) امام بیہقی نے معرفۃ میں حضرت سائب بن یزید سے روایت کی کہ ہم حضرت عمر بن خطاب کے دور میں بیس رکعت تراویح اور وتر [illegible] امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ سند اس روایت کی صحیح ہے اور موطا کی ایک روایت میں گیارہ رکعت آیا ان دو کے درمیان جمع کیا گیا کہ پہلے واقع ہو پھر امر بیس پر مستقل ہو گیا پس اس تمام سے حاصل ہوا کہ قیام رمضان وتر کے ساتھ

گیارہ رکعت سنت ہے جماعت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی پھر علماء
اس طرح پڑھی جماعت کو اس سے فائدہ یہ حاصل ہو کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ ہم
فرض ہو جائے گا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ ہمیشہ اس پر ہمیشگی فرماتے
[illegible] تحقیق میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد
یہ سنت ہو گئی جماعت کا [illegible] خلفاء راشدین کی سنت اور حضور علیہ
والسلام کا ارشاد ہے کہ تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

شرقاً غرباً لوگوں کا عمل بیس تراویح پر ہے

علامہ شامی فرماتے ہیں

قَوْلُهُ هِيَ عِشْرُونَ رَكْعَةً هُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ
شَرْقًا وَغَرْبًا وَعَنْ مَالِكٍ سِتٌّ وَثَلَاثُونَ وَذَكَرَ فِي الْفَتْحِ أَنَّ
مُقْتَضَى الدَّلِيلِ كَوْنُ الْمَسْنُونِ مِنْهَا ثَمَانِيَةً وَالْبَاقِي مُسْتَحَبًّا
وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ وَذَكَرْتُ جَوَابَهُ فِيمَا عَلَّقْتُهُ عَلَيْهِ۔

(فتاویٰ شامی [illegible])

اور صاحب درمختار کا قول کہ تراویح بیس رکعت ہیں اور وہ قول جمہور کا ہے
اور لوگوں کا عمل ہے شرقاً و غرباً اور امام مالک سے چھتیس رکعت منقول ہے اور فتح میں ہے
کہ مقتضی دلیل یہ ہے کہ اس سے آٹھ رکعت مسنون ہیں اور باقی مستحب ہیں
تمام بحث بحر میں ہے اور میں نے اس کا جواب ذکر کیا اس میں جو میں نے تعلیق
لکھی۔

بحر الرائق میں امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں

ثُمَّ وَقَعَتِ الْمُوَاظَبَةُ عَلَيْهَا فِي أَثْنَاءِ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى
عَنْهُ وَوَافَقَهُ عَلَى ذَلِكَ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ كَمَا وَرَدَ
ذَلِكَ فِي السُّنَنِ ثُمَّ مَا زَالَ النَّاسُ مِنْ ذَلِكَ الصَّدْرِ إِلَى يَوْمِ

هَذَا عَلَى الْأَصَحِّ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ وَكَيْفَ لَا وَقَدْ ثَبَتَ عَنْهُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَأَطْلَقَهُ
[illegible] وَلَيْسَتْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْهِدَايَةِ وَ
الظَّهِيرِيَّةِ، وَقَوْلُهُ (عِشْرُونَ رَكْعَةً) بَيَانٌ لِكَمِّيَّتِهَا وَهُوَ قَوْلُ
الْجُمْهُورِ لِمَا فِي الْمُوَطَّأِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ
يَقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ
رَكْعَةً، وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْقًا وَغَرْبًا لَكِنْ ذَكَرَ الْمُحَقِّقُ فِي
فَتْحِ الْقَدِيرِ مَا حَاصِلُهُ أَنَّ الدَّلِيلَ يَقْتَضِي أَنْ تَكُونَ السُّنَّةُ مِنَ
الْعِشْرِينَ مَا فَعَلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا ثُمَّ تَرَكَهُ خَشْيَةَ أَنْ
تُكْتَبَ عَلَيْنَا وَالْبَاقِي مُسْتَحَبٌّ وَقَدْ ثَبَتَ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ إِحْدَى
عَشْرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ
عَائِشَةَ فَإِذَنْ يَكُونُ الْمَسْنُونُ عَلَى أُصُولِ مَشَايِخِنَا ثَمَانِيَةً مِنْهَا
وَالْمُسْتَحَبُّ اثْنَا عَشَرَ انْتَهَى، وَذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْحَلَبِيُّ أَنَّ
الْحِكْمَةَ فِي كَوْنِهَا عِشْرِينَ أَنَّ السُّنَنَ شُرِعَتْ مُكَمِّلَاتٍ
لِلْوَاجِبَاتِ وَهِيَ عِشْرُونَ بِالْوِتْرِ فَكَانَتِ التَّرَاوِيحُ كَذَلِكَ لِتَقَعَ
الْمُسَاوَاةُ بَيْنَ الْمُكَمِّلِ وَالْمُكَمَّلِ انْتَهَى)

پھر واقع ہوئی اس پر ہمیشگی یعنی تراویح کی جماعت پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کی خلافت میں اور موافقت کی اس پر عامۃ الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جیسا کہ
سنن میں ہے پھر ہمیشہ سے کی لوگوں نے اس دور سے لے کر آج تک اس کی
بغیر کسی انکار کے اور یہ کیسے نہ ہوتا تحقیق ثابت ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے ارشاد کہ تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت اے

مصیبوطی سے تھامو جیسا کہ سے روایت ہے ... اور سنت اطلاق
اس حکم میں مرد و عورت سب شامل ہیں جس طرح کہ اس کی تصریح حاشیہ دیکھیے
اور اس کا قول کہ بیس رکعت یہ تعداد کا بیان ہے اور وہ جمہور کا قول ہے اس بنا
پر کہ یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
کی خلافت میں بیس تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے اور ... لوگوں کا تھا
نہیں ثبتی نقل سے صحیح تعداد ... یہ کہ کا حاصل ہے کہ بے شک نفل
ہے کہ بیس میں سے وہ سنت ہے جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے
اس حوالے سے کہ ہم پر فرض ہے ... کی اور باقی مستحب ہیں اور تحقیق بیان ثابت ہو
گیا دو رکعات ہیں وتروں سمیت جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے حضرت عائشہ
سے پس ہو سکتا ہے ہمارے مشائخ کے اصول پر اس سے آٹھ رکعت اور باقی بارہ
اور علامہ حلبی نے بیان کیا کہ بیس رکعت تراویح میں حکمت یہ ہے کہ سنتیں شروع
کی گئی ہیں واجبات کی تکمیل کرنے سے ہے اور یہ واجبات وتروں سمیت بیس رکعت ہیں
تراویح بھی اسی طرح ہو گئیں تاکہ مکمل کرنے والے اور مکمل ہونے والے ... برابر
ہو جائیں ...

... سے ثابت ہے کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم سے ...
سنت کا عمل بیس تراویح پر ہے سوال یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
تراویح معین تھیں تو خلفائے راشدین نے اس پر اضافہ کیوں کیا اور کسی صحابی نے
... ان کا انکار نہیں ... بات یہ ہے کہ ... حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے بیس رکعت تراویح ثابت نہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی
حدیث میں ہے یا پھر کوئی تعداد معین نہ تھی مگر خلفائے راشدین نے معین کر دیں
تو بھی سنت پر عمل لازم ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا ہے کہ تم پر میری
سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے جب کہ بعض اکابر غیر مقلد اس کے قائل ہیں۔

... تراویح کی تعداد معین نہیں

غیر مقلدوں کا نظریہ ہے کہ تعداد تراویح معین نہیں

غیر مقلدوں کے علامہ شوکانی صاحب نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۵ پر لکھتے ہیں:
فقصر الصلوٰۃ المسماۃ بالتراویح علی عدد معین
وتخصیصہا بقراءۃ مخصوصۃ لم یرد بہ سنۃ
نماز جس کا نام تراویح ہے اسے عدد معین پر ... کی تخصیص قراءت
مخصوص پر کوئی سنت وارد نہیں ہوئی۔
غیر مقلدوں کے نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں ... عدد معین در
... بکار نیامدہ ... حدیث
غیر مقلدوں کے علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں ولا یتعین لصلوٰۃ
... تراویح کا عدد معین ... رمضان کی ...
... کا کوئی عدد معین نہیں ہے۔

... کا ... وہابی کا ...

... نام ... اس کا مصنف دعویٰ کرتا ہے کہ حدیث صحیح میں آٹھ تراویح
... سے ... جس سے ... حدیث جس میں ... صلی
اللہ علیہ ... موقف میں کہ بیس تراویح ... مزید ... ان پر
... ملاحظہ ہو۔

... عقلی دلائل:

... بھی یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہوں ... چند وجوہ سے ایک یہ
... بیس رکعت فرض و واجب ہیں ... رکعت فرض تین رکعت ... جب
... بیس تراویح پڑھی جائیں ... ان رکعات کی تکمیل اور مدارج ... کے
... رکعات تراویح بالکل خلاف قیاس ہیں۔ دوسرے یہ کہ ... تراویح

کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھتے تھے اور قرآن کریم کے رکوع ہو گئے اور
بیس رکعت تراویح میں حضرت عمر و عثمان و صحابہ کرام رکوع کرتے تھے اور رمضان کی ۲۷ رات
کو ختم قرآن ہوتا تھا۔ آٹھ رکعت والوں سے پوچھنا چاہیے کہ قرآن کریم کے رکوع کل
۵۴۰ ہیں حالانکہ قرآن کریم کے کل رکوع ۵۵۰ ہیں جب کہ ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو
رکوع ۲۷ رات میں ختم ہوتے ہیں۔ کوئی وہابی صاحب آٹھ رکعت تراویح میں کر کے قرآن کریم کے
رکوع کی تعداد پوری کر کے دکھائیں تو ہم سمجھیں کہ آٹھ رکعت تراویح کا پڑھنا صحیح ہے اور دیکھنا ہے
بعد چھ مہینے ہر رکعت [illegible] کہتے ہیں اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو تراویح
تروحیہ ہوتا اس صورت میں اس کا نام تراویح نہ ہوتا جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے
تمام امت کا عمل ہمیشہ سے قریباً ساری امت کا عمل بیس رکعت تراویح پر ہے
ترمذی شریف باب قیام رمضان میں اس طرح فرماتے ہیں:

واکثر اھل العلم علی ما روی عن علیؓ و عمرؓ و غیرھما من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول
سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی وقال الشافعی ھکذا
ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ

اور اکثر علماء کا عمل اس پر ہے جو حضرت عمر و علی و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم سے منقول ہے یعنی بیس رکعت تراویح اور یہی سفیان ثوری ابن مبارک
اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں
کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ میں ارشاد ہے

قال ابن عبد البر وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون
و الشافعی و اکثر الفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من
غیر خلاف من الصحابۃ

یہ فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح ہی جمہور علماء کا قول ہے یہی
حضرات اور امام شافعی اور اکثر علماء فقہاء فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے
صحابہ سے منقول ہے کسی بھی صحابی کا اختلاف نہیں

تراویح پر اجماع ہے

ملا علی قاری شرح نقایہ میں بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں

فصار اجماعا لما روی البیھقی باسناد صحیح کانوا یقیمون علی عھد
عمر بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان و علی عشرین بیس رکعت تراویح
پر اجماع ہے کیونکہ بیہقی نے صحیح سند سے روایت کی صحابہ کرام اور سارے
حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا
کرتے۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔ اجمع الصحابۃ علی ان
التراویح عشرون رکعۃ تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں
اس سے معلوم ہوا بیس رکعت تراویح سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے
بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اجماع ہے بیس رکعت تراویح پر عام مسلمانوں کا عمل ہے بیس
رکعت تراویح حرمین شریفین میں پڑھی جاتی ہیں بیس رکعت تراویح عقل کے مطابق
ہیں بیس رکعت تراویح قرآن کریم کے رکوعات کی تعداد کے مناسب ہیں۔ بلکہ آج حرمین طیبین
میں [illegible] حکومت ہے مگر اب بھی وہاں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہے۔ جس کا
جی چاہے دیکھ لے معلوم ہوا ہمارے یہاں کے وہابی جو غیر مقلد کی تقلید کرتے
ہوئے آٹھ تراویح پڑھتے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح سنت رسول کے خلاف سنت صحابہ
اور عمل عام مسلمین کے خلاف سنت علماء مجتہدین کے خلاف سنت حرمین طیبین کے
خلاف اور نفس کے مطابق ہے کیونکہ نفس امارہ پر بوجھ ہے۔ رب تعالیٰ ان وہابیوں
کو ہدایت دے اور سنت رسول پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

نتیجہ یہ ہے کہ حضرت علامہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے

مذکورہ عبارت محققانہ عقلی دلائل کا غیر مقلد کوئی جواب نہیں دے سکا جو ...
فتح مبین ہے نیز اس سے معلوم ہوا کہ وہابی مذہب نقل کے علاوہ خلاف عقل بھی

البتہ جو عمر رکعتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیس تراویح پر اجماع
... کو پیش کی ہیں ان پر اس نے بہت جھوٹ ... الفاظ ...
... لکھتا ہے چونکہ علامہ بدر الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت
... رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ... تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم و صحیح علیہم ...
بعد کے علماء ... سے ... روشنی پڑتی ہے اس سے
... کا تعصب کا ... نقل کرتے ہیں ... جرات ... عینی کی ...
... عبارت ... حل ... پورا ...
... عینی کا ... کلام ... عوام کو مغالطہ ... ہے کہ بیس رکعت پر ...
اجماع ہے چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْعَدَدِ الْمُسْتَحَبِّ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ عَلَى أَقْوَالٍ كَثِيرَةٍ

۱) فَقِيلَ إِحْدَى وَأَرْبَعُونَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ رَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يُصَلِّيَ إِحْدَى وَأَرْبَعِينَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِينَةِ قَالَ شَيْخُنَا رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى وَهُوَ أَكْثَرُ مَا قِيلَ قُلْتُ ذَكَرَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِسْتِذْكَارِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِسَبْعٍ هَكَذَا ذَكَرَهُ وَلَمْ يَقُلْ إِنَّ الْوِتْرَ مِنَ الْأَرْبَعِينَ

۲) وَقِيلَ ثَمَانٌ وَثَلَاثُونَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ أَيْمَنَ عَنْ مَالِكٍ قَالَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَقُومَ النَّاسُ فِي رَمَضَانَ بِثَمَانٍ وَثَلَاثِينَ رَكْعَةً وَيُسَلِّمُ الْإِمَامُ وَالنَّاسُ ثُمَّ يُوتِرُ بِهِمْ بِوَاحِدَةٍ قَالَ

عَمَلُ بِالْمَدِينَةِ قَبْلَ الْحَرَّةِ مُنْذُ بِضْعٍ وَمِائَةِ سَنَةٍ إِلَى الْيَوْمِ
وَرَوَى ابْنُ أَيْمَنَ عَنْ مَالِكٍ وَكَأَنَّهُ جَمَعَ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ مَعَ قِيَامِ رَمَضَانَ وَإِلَّا فَالْمَشْهُورُ عَنْ مَالِكٍ سِتٌّ وَثَلَاثُونَ وَالْوِتْرُ بِثَلَاثٍ وَالْعَدَدُ وَاحِدٌ
وَقِيلَ سِتٌّ وَثَلَاثُونَ وَهُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَعَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ لَمْ أُدْرِكِ النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ يُصَلُّونَ تِسْعًا وَثَلَاثِينَ رَكْعَةً يُوتِرُونَ مِنْهَا بِثَلَاثٍ

وَقِيلَ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ عَلَى مَا حُكِيَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ

وَقِيلَ ثَمَانٌ وَعِشْرُونَ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى فِي الْعِشْرِينَ الْأَوَّلَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَكَانَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ يَفْعَلُهُ فِي الْعَشْرِ الْأَخِيرِ

وَقِيلَ أَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ

وَقِيلَ عِشْرُونَ وَحَكَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ فَإِنَّهُ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا الْحَنَفِيَّةِ أَمَّا أَثَرُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّأِ بِإِسْنَادٍ مُنْقَطِعٍ فَإِنْ قُلْتَ رَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ وَغَيْرِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقُومُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ بِفُرُوعِ الْفَجْرِ

قُلْتُ قال ابنُ عبد البَرّ وروى الحارثُ عشرين ركعة [illegible]
عبد البرّ هذا محفوظٌ عن [illegible] أبو جعفر [illegible] الوتر وقال [illegible]
البرّ وروى الحارثُ بنُ عبد الرحمن بن أبي [illegible]
[illegible] بن يزيد قال كان القيام على عهد عمر
[illegible] وعشرين ركعة قال ابن عبد البرّ هذا محفوظٌ عن [illegible]
[illegible] وقال شيخنا [illegible] في التعليق [illegible]
[illegible] روى محمدُ بنُ نصرٍ من رواية يزيد بن خصيفة
[illegible] بن يزيد أنهم يقومون في رمضان بعشرين [illegible]
زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه [illegible] عهد علي [illegible]
عنه [illegible] وكيع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قيس
[illegible] أبي الحسناء عن علي رضي الله عنه أنه أمر رجلا يصلي بهم
في رمضان عشرين ركعة وأما غيرهم من الصحابة [illegible]
[illegible] عن عبد الله بن مسعود رواه محمدُ بنُ نصرٍ [illegible]
قال أخبرنا يحيى بن يحيى أخبرنا حفصُ بنُ غياث [illegible]
الأعمش عن زيد بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود
يصلي [illegible] في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الأعمش
كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث [illegible]
[illegible] شتير بن شكل وابن أبي مليكة والحارث الهمداني
وعطاء بن أبي رباح وأبو البختري وسعيد بن أبي [illegible]
البصري أخو الحسن وعبد الرحمن بن أبي بكرة [illegible]
العبدي وقال ابن عبد البرّ وهو قول جمهور العلماء وبه [illegible]
الكوفيون والشافعي وأكثر الفقهاء وهو الصحيح عن أبي

[illegible] من غير خلاف من الصحابة
[illegible] ست وعشرون فهو مروي عن [illegible] أنه كان
[illegible] ويقرءون [illegible] القرآن في كل
[illegible] محمدُ بنُ نصرٍ من رواية عمران بن [illegible] عن أبي

[illegible] ثلاث عشرة [illegible] فاختاره محمدُ بنُ إسحاق روى
[illegible] بن نصر من طريق ابن إسحاق قال حدثني محمدُ بنُ
[illegible] عبد الله بن [illegible] عن جده [illegible]
[illegible] قال كنا نصلي في زمن عمر بن الخطاب رضي الله
[illegible] في رمضان ثلاث عشرة ركعة [illegible] والله [illegible]
[illegible] الصبح [illegible] يقرأ في كل ركعة
[illegible] آية قال ابن إسحاق وما سمعت في
[illegible] هو أثبت عندي ولا أحرى بأن يكون من حديث
[illegible] صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم
[illegible] ثلاث عشرة ركعة وقال شيخنا لعل هذا كان
من عمر [illegible] ثلاث وعشرين

وفي [illegible] إحدى وعشرة ركعة [illegible] اختار
[illegible] بكر بن العربي [illegible]

[illegible] کے علاوہ قیام رمضان کے مستحب عدد میں [illegible] اقوال کثرت
[illegible]
[illegible]

ہمارے (عینی کے) استاد محترم کا کہنا ہے کہ قیام رمضان کے عدد رکعات کے بارے میں یہ قول زیادہ قوی ہے۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ ابن عبد البر نے (موطا کی) شرح [illegible] میں [illegible] ذکر کیا ہے کہ وہ چالیس رکعت اور سات وتر پڑھتے تھے۔ [illegible] اسی طرح [illegible] چالیس [illegible] تھے

ثالث: اور بعض کہتے ہیں (کہ چھتیس) ہے محمد بن نصر نے [illegible] مالک سے [illegible] فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ رمضان میں لوگوں کو [illegible] امام اور لوگ سلام پھیریں پھر (امام) ایک رکعت وتر پڑھائے۔ مالک کہ مدینہ میں یہی عمل و تعامل ہے [illegible] تک ایک سو سال سے زیادہ چلا آ [illegible] سے مالک سے اسی طرح روایت کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رکعتیں قیام رمضان سے ساتھ شامل کی ہیں اور [illegible] قیام رمضان کا نام [illegible] مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت چھتیس رکعات [illegible] حال دونوں صورتوں میں تعداد ایک ہی ہے۔

ثالثاً: بعض نے کہا کہ چھتیس رکعات اور [illegible] پر عمل ہے اہل مدینہ کا [illegible] سے روایت کی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے [illegible] نافع سے بیان [illegible] فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اسی طرح پایا کہ وہ [illegible] رکعت پڑھتے تھے تین وتر [illegible] تھے۔

رابع: بعض کہتے ہیں چونتیس رکعات [illegible] بیان ہے کہ وہ آخری عشرہ میں لوگوں کو اسی طرح پڑھاتے تھے۔

خامس: بعض کہتے ہیں کہ اٹھائیس رکعات [illegible] کے پہلے دو عشروں میں بیس پڑھتے تھے اور سعید بن جبیر بھی آخری عشرہ میں [illegible] پڑھتے تھے۔

[illegible] بعض کہتے ہیں کہ چوبیس رکعات اور یہ سعید بن جبیر سے مروی ہے [illegible] بیس رکعات امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھی [illegible] اکثر اہل علم سے بیان [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ [illegible] ثوری ہمارے حنفی ساتھیوں کا قول ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا [illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں منقطع سند کے ساتھ بیان کیا ہے [illegible] مصنف میں داؤد بن قیس وغیرہ سے محمد بن یوسف سے بیان کیا ہے کہ عمر [illegible] رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری [illegible] [illegible] سورتوں کے ساتھ قیام کرتے تھے اور طلوع فجر کے قریب [illegible] لوٹتے تھے۔ (وہاں لکھتا) پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ روایت [illegible] ایک قسم ہے

[illegible] کہتا ہوں کہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ [illegible] محمول ہے۔ ایک [illegible] تھی اور فرمایا کہ حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب سے [illegible] ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئیس رکعت قیام [illegible] یہ اس پر محمول ہے کہ اس میں وتر تین تھے اور ہمارے شیخ [illegible] دونوں اثروں کو اس امر پر محمول کیا [illegible] ہے جو محمد بن نصر نے یزید بن خصیفہ سے اور انہوں نے سائب بن یزید [illegible] کہ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان مبارک میں قیام [illegible] تھے۔ اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے وہ وکیع نے [illegible] [illegible] انہوں نے ابو الحسناء سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان [illegible] ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ انہیں رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔ [illegible] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [illegible] بیان کی گئی۔ اسے محمد بن نصر مروزی نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے خبر

دی انہوں نے زید بن وہب سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
رمضان المبارک میں نماز پڑھاتے تھے تو وہ نماز سے فارغ ہوتے تو ابھی رات
حصہ باقی ہوتا۔ اعمش نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعات اور تین وتر پڑھتے
تھے اور تابعین میں سے اس عدد کے قائل ابن شکل، ابن ابی ملیکہ، حارث،
ابو البختری، سعید، عبدالرحمن، عمران عبدی ہیں اور کہا ابن عبدالبر نے کہ یہ جمہور کا قول
ہے اور یہی کوفیوں، شافعی اور اکثر فقہاء کا بھی قول ہے اور امام مالک سے بھی یہی ثابت
... کہتے ہیں ... یہ ابو مجلز سے مروی ہے کہ وہ لوگوں کو چار ترویحہ
پڑھاتے تھے اور ہر ترویحہ میں قرآن کا ساتواں حصہ پڑھتے تھے محمد بن نصر نے عمران
جریر نے بوضعیہ سے روایت کیا ہے

تاسع: بعض کہتے ہیں کہ تیرہ رکعات ہے محمد بن اسحاق نے پسند کیا ہے محمد بن
اسحاق کے طریق سے روایت کی ہے کہ محمد بن یوسف نے ... سے
یزید سے بیان کیا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم رمضان میں
تیرہ رکعات پڑھتے تھے لیکن سحری ختم ہونے کے بالکل قریب چلے جاتے
تھے۔ قاری ہر رکعت میں پچاس سے لے کر ساٹھ آیات کی تلاوت کرتا تھا میں
نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں جتنی احادیث دیکھی ہیں ان میں سے میرے نزدیک
سب سے زیادہ ثابت یہی ہے اصل حدیث ہونے میں یہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعت تھی اور میرے (عینی) کے شیخ نے فرمایا کہ شاید حضرت
فاروق رضی اللہ عنہ کا فعل پہلے کا ہو اور بعد میں آپ نے انہیں تیئیس کی طرف منتقل
کیا۔

عاشر: بعض کہتے ہیں کہ گیارہ رکعات اور یہ امام مالک سے ہے ... (علامہ
عینی) عینی کی عبارت اور اس کے ترجمہ کے بعد وہابی بطور تبصرہ لکھتے ہیں۔
قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ مفتی جی نے علامہ عینی کا ادھورا کلام نقل کرکے

بیس رکعت نماز تراویح پر امت کا اجماع ہے حالانکہ علامہ عینی کے کلام کا
... بیس رکعت پر امت اسلام کا قطعاً اجماع نہیں بلکہ علماء امت کے کم
... تعداد کے متعلق دس اقوال ہیں وہ عدد سنت میں نہیں بلکہ مستحب عدد میں
... مفتی صاحب اسی کتاب ... ہیں ... ص ...
... حضرت امام ابن تیمیہ کا خود اقرار کرتے ہیں کہ امام اہل حدیث نے مذکورہ
... مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کس قدر گھٹیا الفاظ استعمال کر
... جہالت کا اظہار کیا۔

مذکورہ عبارت کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ علامہ عینی کی عمدۃ القاری شرح بخاری
... سے متعلقہ عبارت نقل کریں اور غیر متعلقہ کو چھوڑ دیں تو وہ بددیانتی
اور مکاری، عیاری، غلط بیانی بلکہ جعل ذہنیت ٹھہرے جب خود وہابی جی کا
... کتب سے ... مذہب عبارت لکھ کر ... مذہب کو وکیل ... کر
کے پیچھے سے خلاف مذہب عبارات کو قصداً چھوڑ دیں تو ان پر ان جملوں کا
... جو کام دوسروں کے لئے برا اور شیطانی ہے وہابیوں کے حق ...
ثواب بن جاتا ہے لگتا ہے وہابیوں نے شریعت مطہرہ کو اپنے باپ کی وراثت سمجھ
... جائز قرار دیں اور جو چاہیں ناجائز و حرام۔

... رکعات تراویح میں اختلاف جس کا ذکر علامہ عینی نے کیا یہ ہمارے اس دعویٰ
... نہیں کہ بیس تراویح پر اجماع امت ہے بلکہ غیر مقلد کے اس دعوی کے خلاف
... ہے کہ آٹھ رکعت تراویح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث سے ثابت
... حدیث سے آٹھ تراویح ثابت ہوتے ہیں تو پھر تیرہ سو صدی کی پیداوار غیر
... سے پہلے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء، محدثین رسول اللہ
... اہم تحقیق کو معلوم نہ ہوا کہ حدیث صحیح سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہیں ...

تعداد رکعات تراویح پر جتنے اقوال مذکور ہوئے ان میں صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے متعلق بیان کیا کہ وہ ... رکعات کو پسند کرتے تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے یہ کہ وہ ... اختیار کرتے تھے لوگ ان کو چھتیس رکعات روایت ... حالانکہ یہ بھی خلاف عقل ہے ... پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے غیر مقلد حضرات حدیث شریف سے آٹھ رکعت تراویح کا ثبوت تو ثابت کرتے ہیں لیکن تین وتر کا ثبوت نہیں مانتے حالانکہ تین وتر معین ہونے سے آٹھ رکعت کی ... نہیں ہوتیں یہ ... مذہب کا ...

ثالثاً بیس رکعت تراویح پر اجماع کا دعوی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں وہابی صاحب نے اپنی تقلید ... کا نشان بنا کر اس کی جڑ اس لئے ... بیس ... اجماع محدثین و فقہائے کرام کی عبارات سے ثابت ہے۔

بیس تراویح پر اجماع پر دلائل

(۱) حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں

ادرکت الناس وہم یصلون ثلاثاً وعشرین رکعۃ بالوتر

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ

میں نے لوگوں کو (رمضان میں) پایا کہ وہ وتروں سمیت تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

آثار السنن میں اس روایت کے بارے میں ہے کہ ... اس کی سند حسن ہے ... ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور اس کی سند ... ہے۔

(۲) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب آثار صفحہ ۴۱ پر روایت کرتے ہیں

عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت حماد سے وہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ یعنی صحابہ و تابعین کرام رمضان شریف میں پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۳) امام بخاری کے استاد امام ابن ابی شیبہ اپنی مسند سے حدیث بیان فرماتے ہیں

حدثنا حمید بن عبد الرحمن عن حسن عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

حضرت عبد العزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے۔

(۴) امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزی کی سند سے روایت بیان فرماتے ہیں

اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وہب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی لنا فی شہر رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۵ ص ۳۵۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ماہ رمضان مبارک میں نماز پڑھاتے تو فارغ ہوتے اور ابھی رات باقی ہوتی۔ امام اعمش نے فرمایا کہ آپ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(۵) امام بیہقی اپنی سند سے ... روایت کرتے ہیں

وروينا عن شتير بن شكل وكان من أصحاب علي رضي الله عنه أنه كان يؤمهم في شهر رمضان بعشرين ركعة ويوتر بثلاث۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ طبع بیروت)

روایت کیا ہم نے حضرت شتیر بن شکل سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے تھے وہ رمضان مبارک میں ان کی امامت کرتے تھے اور بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت علی جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اور صحابہ ان کے پیچھے پڑھتے تھے ... بیس رکعات تراویح ... معترض نہیں ہوتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو ... فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا اور حضرت علی سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے بیس رکعت تراویح کا حکم دیا پھر بیس رکعت تراویح تسلسل سے جاری رہا حضرت علامہ ... رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی صحابہ و تابعین کو وتروں سمیت تئیس رکعات پڑھتے پایا ہے ... امت ... ہے۔

(۶) علامہ کاسانی حنفی المتوفی ۵۸۷ھ فرماتے ہیں

وأما قدرها فعشرون ركعة في عشر تسليمات في خمس ترويحات كل تسليمتين ترويحة وهذا قول عامة العلماء وقال مالك في قول ستة وثلاثون ركعة وفي قول ستة وعشرون ركعة والصحيح قول العامة لما روي أن عمر رضي الله عنه جمع أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان على أبي بن كعب فصلى بهم في كل ليلة

عشرين ركعة ولم ينكر عليه أحد فيكون إجماعا منهم على ذلك۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۸)

نماز تراویح کی تعداد بیس رکعت ہے جو دس سلاموں اور پانچ ترویحات میں ہر دو سلام کے بعد ترویحہ اور یہ قول عامۃ العلماء کا ہے اور امام مالک سے ایک قول میں چھتیس رکعت اور ایک قول میں چھبیس رکعت آیا ہے اور صحیح قول عامۃ العلماء کا ہے اس لئے کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابی بن کعب کی امامت پر جمع کیا اور وہ ان کو رمضان کی ہر رات بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے تو اس کا انکار کسی نے نہ کیا تو یہ اس پر اجماع ہوا۔

(۷) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے

وهي عشرون ركعة بإجماع الصحابة رضي الله عنهم۔ مع حاشیہ طحطاوی ص ...

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے ساتھ

(۸) امام نووی شافعی فرماتے ہیں

اعلم أن صلاة التراويح سنة باتفاق العلماء وهي عشرون ركعة

کتاب الاذکار باب اذکار صلوٰۃ التراویح

جان لے کہ نماز تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور وہ بیس رکعت ہیں

(۹) شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ما ثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں

والذي استقر الأمر عليه من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون من الصدر الأول إلى الآن

صحابہ کرام کے صدر اول سے لے کر آج تک جس بات پر اتفاق ہو گیا وہ بیس رکعت تراویح ہیں۔

(۱۰) امام بیہقی السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ پر فرماتے ہیں

وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقُومُونَ بِإِحْدَى عَشْرَةَ ثُمَّ كَانُوا يَقُومُونَ بِعِشْرِيْنَ وَيُوتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ

یعنی ان دو روایتوں میں تطابق اس طرح ممکن ہے کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے یعنی تئیس رکعت ہو گئیں۔

(ملا علی قاری نے بھی فرمایا ہے۔ آخر میں بیس رکعت اور وتر تین ہوئیں)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

(۲) علامہ شامی فرماتے ہیں

وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً هُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ شَرْقًا وَغَرْبًا۔

اور وہ یعنی تراویح بیس رکعتیں ہیں یہی قول جمہور اور اسی پر شرقاً اور غرباً عمل ہے۔ (رد المحتار شامی ج ۱ ص ۵۲۱)

(۳) بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بھی ہے کہ یہ جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔

(۴) علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ابن عبد البر کا قول نقل کیا جیسا کہ ان کی عبارت گذر چکی کہ جمہور علماء کا قول ہے کہ بیس رکعت ہیں اور یہی کوفی علماء اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور اکثر فقہاء کا۔ اور یہی حضرت ابی بن کعب سے صحیح منقول ہے بلا اختلاف صحابہ کرام۔

(۵) السید الانور غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں

وَصَحَّ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّوْنَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً، وَهُوَ رَأْيُ جُمْهُوْرِ الْفُقَهَاءِ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ وَدَاوُدَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ

وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ هٰكَذَا أَدْرَكْتُ بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

اور یہ بات ثابت ہے کہ بے شک لوگ عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور یہی رائے ہے جمہور فقہاء احناف، حنابلہ سے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ اکثر اہل علم اس پر ہیں جو روایت ہوئی حضرت عمر و علی اور ان کے علاوہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت اور وہی امام ثوری و امام ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے امام شافعی نے فرمایا کہ مکہ میں بیس رکعت پڑھتے پایا۔

(۶) نواب صدیق حسن بیس تراویح پر اجماع مانتے ہیں

(۶) السید نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح پڑھنے کا حکم دیا اس پر اجماع ہے۔ (عون الباری ج ۴ ص ۳۱۷) آپ لکھا ہے۔ فقہا حضرات کو اختلاف معلوم نہیں تو حسن کی بات ہے جو انہوں نے بیس رکعت پر اجماع کا اقرار کیا اصل میں تھوڑے لوگوں کا عمل مختلف ہوا اجماع امت کو نہیں توڑتا کثیر کو کل کے مقام میں اجماع کا درجہ دیا جاتا ہے۔

تنبیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اجماع کے کئی درجے بیان کرتے ہیں لکھتے ہیں

وَلَمْ يَكُنْ الْإِجْمَاعُ جَمِيْعَ جَمِيْعِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَكُنْ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ أَوْ كَانَ وَلَمْ يَكُنْ إِجْمَاعُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ أَوْ كَانَ إِجْمَاعُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ قَطْعِيًّا ثُمَّ لَمْ يَثْبُتْ بِطَرِيْقِ

التواتر ولو كان قطعيا لكن كان حجة سكوتيا۔

یعنی یا وہ اجماع سب کا نہ ہو یا سب کا ہو مگر صحابہ کا نہ ہو ۔

مگر سب صحابہ کا نہ ہو یا سب صحابہ کا تو ہو لیکن اجماع قطعی ۔۔

تواتر ثابت نہ ہو یا قطعی ہو لیکن سکوتی ہو۔

اب پیچھے مذکورہ سب درجے اجماع کے ہیں جس پر سب ۔ ۔
جو اسے بھی اجماع میں شامل کر لیا گیا ہے مگر دہلوی صاحب اپنی جہالت
پر اجماع کا منکر ہے حالانکہ [illegible] صاحب کی ۔
مقلد مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول رکعات کی
مجہول (راوی) استعمال کرتے اس کی تضعیف کر دی ہے کیونکہ محدثین ۔
روایت ضعیف ہو لیکن تعریض ہو تو تعریض کے صیغے استعمال ہوتے ہیں جیسے
حكم سعف يقال يذكر يحكى يروى يرفع يعزى وغيره ۔
المهذب ۶۳ ص ج ۱ نووی صحیح لنووی ص ، وتدریب الراوی ص ۔
اور صحیح ہو تو جزم کے صیغے لکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ قد حقق
اتفق محققو المحدثين وغيرهم على اعتبار هذه هدى السارى
البخاری ص ۶ وتعليق التعليق ج ص ۳۰ یعنی ان محدثوں نے اس
متقدمین اور ان کے بعد محققین محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے۔

ثانیاً مفتی صاحب نے امام ترمذی کا قول نقل ۔ ۔ میں بھی تقلیدی ۔
لکھا ہے ترمذی ۔ ۔ اب قیام رمضان میں امام ترمذی "
واختلف اهل العلم في قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلي
احدى واربعين ركعة بالوتر وهو قول اهل المدينة والعمل
هذا صحيح على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم

وروی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وهو قول سفیان الثوری
وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی هکذا ادرکت ببلدنا
بمکة ۔ وقال احمد روی فی هذا الوان لم یقض فیه بشیء وقال
اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعۃ علی ما روی عن ابی
بن کعب واختار ابن المبارک واحمد واسحاق الصلوة مع
الامام فی شهر رمضان واختار الشافعی ان یصلی الرجل
وحده اذا کان قاریا (ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۶)

اور اختلاف کیا ہے اہل علم نے قیام رمضان میں سو بعض نے دیکھا کہ وہ
(جو صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے) اکتالیس وتر کے ساتھ پڑھتے تھے اور یہی قول
اہل مدینہ کا اور اس پر ہی عمل ہے ان کے یہاں اور اکثر اہل علم اسی پر
جو مروی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہ
بیس رکعات اور یہی قول ہے سفیان ثوری ابن مبارک اور شافعی کا اور کہا امام
شافعی نے کہ ہم نے اسی طرح دیکھا مکہ میں اور کہا امام احمد نے مروی ہیں
اس میں کئی روایات اور ہم کچھ فیصلہ نہیں کرتے اور امام اسحاق نے کہا کہ ہم
اختیار کرتے ہیں اکتالیس رکعات جیسا کہ مروی ہے ابی بن کعب سے اور
اختیار کیا امام احمد اور اسحاق اور ابن مبارک نے با جماعت سے اور اختیار
کیا امام شافعی نے کہ اگر خود حافظ قرآن ہو تو اکیلا پڑھے

قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ مفتی صاحب نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھورا
قول نقل کر کے بیس رکعت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے ان کی اس بد دیانتی پر جتنا بھی
ماتم کیا جائے کم ہے۔

باندھی ہے تو نے اس قدر جھوٹ پہ کمر

امام ترمذی نے اہل مدینہ کا اکتالیس رکعت کا قول و عمل نقل کیا [illegible]
۲۷۹ھ میں ہوئی تھی آپ کی شہادت سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے [illegible]
کا قول کہ اکتالیس رکعات تھا۔ [illegible] علماء ہی بتا سکتے ہیں کہ [illegible]
اکتالیس رکعت ہے۔ لیکن [illegible] مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ [illegible]
تین رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ [illegible] تو [illegible] ہے پھر [illegible]
محدثین نے [illegible] کئے جاتے ہیں نے عدد رکعات قیام رمضان
نہیں دیا۔ اگر بیس رکعت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی دلیل
[illegible] مسلسل تعامل چلا آ رہا تھا آپ ضرور کوئی فیصلہ صادر فرماتے اور
[illegible] مقام سے گزر نہ جاتے۔ اس کا فیصلہ بھی علمائے [illegible] ہی کر سکتے
فیصلہ [illegible] کی وقعت پر ہی ہے۔ [illegible] مفتی صاحب کے مزعوم دعویٰ [illegible]
بنا ہے کوئی کرتا ہے پھر [illegible] ہے کہ امت سے اجماع کا [illegible]
حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی [illegible] جیسے عظیم محدث اور جلیل القدر فقیہ [illegible]
[illegible] عصر حاضر کے بقلم خود مفتی جی کو جو علم حدیث کے [illegible]
تھے [illegible]

الجواب: [illegible] غیر مقلد مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] سال میں [illegible]
ہوئے [illegible] نہیں کرتا مگر خود اس کا یہ حال ہے کہ چند سطر عربی کا ترجمہ کرنے میں
غلطیاں کر دیں۔ عربی: [illegible] بعضهم ان يصلي احدى و اربعين ركعة بالوتر
ترجمہ: [illegible] بعض نے [illegible] رکعتیں [illegible] پڑھتے تھے۔ [illegible]
صحیح ترجمہ یہ ہے۔ [illegible] بعض کی رائے ہے کہ اکتالیس رکعتیں وتر کے ساتھ
[illegible] جائیں۔ آگے پھر [illegible] اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
نے چھوڑ دیا آگے ([illegible]) [illegible] جس کا معنی ہے [illegible]
کہ ہم نے [illegible] پھر [illegible] کا معنی ہے اس میں [illegible]

[illegible] منسوب کر دیا کہ وہ کہتے ہیں ہم [illegible] فیصلہ نہیں کر سکتے [illegible]
[illegible] ترجمہ میں غلطیاں [illegible] جاتا ہے علاوہ ازیں اس کی تحریر میں غلطیاں [illegible]
[illegible] کے بعض جگہوں پر صرف اس پر اکتفاء کرتے ہیں کہ صحیح [illegible]

[illegible] کہ غیر مقلد صاحب علامہ [illegible] کی تقلید پر قائم رہتے ہیں کہ
[illegible] مجبوراً [illegible] تو روایت نے ضعف کی دلیل ہوتا ہے۔ اگر یہ قاعدہ
تو صحیح ہے

وما في عدد ركعات القيام في شهر رمضان [illegible] ج ۲
[illegible] روایت پائی گئی رمضان کے مہینہ میں قیام کی رکعات کے عدد میں [illegible]
[illegible] نے بعد [illegible] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت [illegible] امام
[illegible] غیر مقلد [illegible] خود آٹھ [illegible] تراویح پر اپنی بنیادی دلیل جانتے ہیں مذکورہ
[illegible] تو حضرت عائشہ کی روایت کو بھی ضعیف [illegible] لیکن [illegible] جواب اس کا
[illegible] نہیں کیونکہ [illegible] ہر مقام پر یکساں جاری ہوتا ہے
بعض وہابی ([illegible]) [illegible] امام ترمذی [illegible] بیس تراویح کی روایت کا
[illegible] پھر یہ [illegible] مجتہدین [illegible] علماء کے [illegible] احادیث سے ناواقف کہتے ہے
[illegible] امام ترمذی جیسے عظیم الشان محدث سے بعید ہے کیونکہ اس جگہ امام ترمذی
[illegible] بیس رکعت تراویح پر اکثر اہل علم کا عمل ہے اور اسی کے
[illegible] سفیان ثوری اور [illegible] ابن مبارک اور امام شافعی ہیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ
[illegible] (بیس رکعات) پر اہل مکہ کو پایا۔ اگر امام ترمذی کا مقصد
[illegible] صحیح [illegible] کا معنی ہوگا کہ حدیث تو ضعیف ہے مگر اکثر علماء [illegible]
[illegible] امام شافعی اور اہل مکہ [illegible] ناسمجھی سے [illegible]
[illegible] ایسا وہابی تو کہہ سکتے ہیں مگر امام ترمذی نہیں کہہ سکتے

رابعاً جب امام ترمذی فرما گئیں کہ اس پر اکثر اہل علم کا عمل ہے تو مقصد
صحت ثابت کرنا ہوتا ہے۔ محدث جلیل ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ۔۔۔
کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مبارک سے نقل کیا گیا ہے مگر امام ترمذی اہل علم
کی وجہ سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کرتے ہیں۔ مرقاۃ المصابیح ج ۳ ص ۔۔۔
اہل علم کے عمل کے ذکر سے ضعیف کی تقویت کا ارادہ فرماتے ہیں اور مراد تقو
کرنا ہوتا ہے تو جہاں اکثر اہل علم اور ائمہ مجتہدین کے عمل کا ذکر کریں اور روا
بھی نہ ہو وہاں تو روایت کا اعلیٰ مقام ثابت ہوگا مگر وہابی مذہب پر حق کے جھوٹ
لگتا ہے۔

خامساً امام ترمذی کی زیر بحث عبارت ہمارے خلاف نہیں غیر مقلدوں کے
ہے کیونکہ ان کا معمول آٹھ تراویح ہے حالانکہ امام ترمذی نے امت میں سے کسی کا
عمل آٹھ تراویح پر ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ
نہیں پڑھتے تھے۔ کو فقہاء و محدثین تراویح کے بارے نہیں جانتے ورنہ صحابہ و تابعین
سے فقہاء و محدثین رضوان اللہ علیہم سے ضرور اس پر معمول بتاتے اور آٹھ تراویح
روایتی ۔۔۔ کرتے ۔۔۔ سے دور ہیں ۔۔۔

بیس رکعت تراویح پر اعتراضات و جوابات میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ
اس کے آغاز میں فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدوں کے پاس آٹھ رکعت
کی کوئی قوی دلیل نہیں جو اہم کیا ۔۔۔ کچھ شبہات و وسوسہ ہیں۔ دل تو نہیں چاہتا
ہم ان کا ذکر کریں مگر بحث مکمل کرنے کے لئے ان سے اعتراضات مع جوابات
کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ اتنی ہمت نصیب ۔۔۔ اعتراض نمبر ۱ امام مالک نے ۔۔۔
بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی

انہ قال امر عمر ابن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری

۔۔۔ للناس باحدی عشرۃ رکعۃ ۔۔۔

۔۔۔ تے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب و تمیم داری کو حکم دیا کہ
۔۔۔ رکعت پڑھایا کریں
۔۔۔ یث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آٹھ تراویح
۔۔۔ آٹھ تراویح تھیں ۳ رکعت ہوتیں تو کل رکعات ۲۳ تیئیس مع وتر کے۔
۔۔۔ شرف روایت آٹھ تراویح سے تعلق میں غیر مقلدوں

۔۔۔ ہے

۔۔۔ سے پہلے جواب آیا ۔۔۔ یک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی سخت خلاف
۔۔۔ سے تنہا ۔۔۔ آٹھ تراویح کا ثبوت ہوگا ۔۔۔ کی تین وتر کا بھی ثبوت ہو جب
۔۔۔ گیارہ ہوں گی ۔۔۔ آٹھ تراویح میں وتر ۔۔۔ ایک رکعت ہوتی تو کل نو
۔۔۔ بتاؤ کہ ایک رکعت وتر کیوں پڑھتے ہو ۔۔۔ اسی حدیث کے
۔۔۔ قرار سے بعض کا انکار ۔۔۔ روایت کا جو تم جواب دو گے وہی جواب

۔۔۔ یہ کہ اس حدیث سے راوی محمد بن یوسف ہیں ان کی روایت میں سخت
۔۔۔ ہے۔ موطا امام مالک کی ۔۔۔ روایت میں تو ۔۔۔ سے گیارہ رکعتیں منقول
۔۔۔ محمد بن نصر مروزی نے انہیں سے تیرہ رکعت نقل کیں۔ محدث شہید ۔۔۔ ق
۔۔۔ کیس رکعتیں نقل فرمائیں دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ نمبر
۔۔۔ الحج غیر معتبر۔ لہٰذا ان کی کوئی روایت معتبر نہیں تعجب ہے کہ آپ نفس امارہ کی
۔۔۔ داری فرمانے کے لئے ایسی واہیات روایتوں کی آڑ پکڑتے ہیں۔
۔۔۔ سے یہ کہ عہد فاروقی میں اولاً آٹھ رکعت کا حکم ہو پھر بیس رکعت کا پھر آخر میں
۔۔۔ ہمیشہ کے لئے عمل ہوا۔ چنانچہ اسی موطا امام مالک میں حضرت اعرج سے
۔۔۔ حدیث نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں

وكان القارئ يقرأ بسورة البقرة في ثمان ركعات فإذا قام بها في اثنتي عشرة ركعة رأى الناس أنه قد خفف.

قاری آٹھ رکعت تراویح میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے جب بارہ رکعت میں پڑھتے تھے تو لوگوں نے محسوس کیا کہ ان پر آسانی ہوئی۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں [illegible]

ثبت العشرون في زمن عمر وفي الموطأ رواية بإحدى عشرة وجمع بينهما أنه وقع أولا ثم استقر الأمر على العشرين.

یہاں بیس کا حکم حضرت عمر کے زمانہ میں ثابت ہوا موطا شریف میں [illegible] ذکر ہے ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ عہد فاروقی میں پہلے [illegible] رکعت کا حکم تھا پھر بیس رکعت پر تراویح کا قرار ہوا یہی مسلمانوں میں رائج ہے کہ آٹھ رکعت تراویح پر عمل متروک ہے بیس رکعت تراویح صحابہ کرام و تابعین میں معمول ہے۔ غیر مقلد کا اس پر پہلا اعتراض۔ مفتی صاحب کا محمد بن یوسف میں یہ کہنا کہ ان کی کوئی روایت معتبر نہیں۔ سراسر غلط ہے کیونکہ یہ صحیح بخاری [illegible] امام مالک کے استاذ ہیں [illegible] امام احمد امام نسائی اور علی بن مدینی [illegible] ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ثقہ ثبت ہیں [illegible] بخاری میں ہیں۔ تہذیب [illegible] تقریب [illegible] اور امت کا اجماع ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں اور ان کے تمام راوی [illegible] کے حق میں جرح کرنا [illegible] قطعی [illegible] باطل [illegible]

[illegible]

جواب (۱) جناب وہابی صاحب امام مالک کے استاد صرف محمد بن یوسف ہی نہیں [illegible] نقل کیں امام مالک کے استاد حضرت یحییٰ [illegible]

جن سے آپ نے بیس رکعات تراویح کو روایت کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ [illegible])

امام مالک رضی اللہ عنہ کے استاد حضرت یحییٰ بن سعید بھی ہیں جن سے آپ بیس تراویح روایت کرتے ہیں چنانچہ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں۔

حدثنا وكيع عن مالك بن أنس عن يحيى بن سعيد أن عمر بن الخطاب أمر رجلا يصلي بهم عشرين ركعة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

[illegible] يصلي في رمضان من ركعة.

امام مالک بن انس نے حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کی کہ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔

امام مالک کے استاد یزید بن رومان کے متابع یزید بن خصیفہ بھی ہیں جو حضرت سائب سے بیس رکعت تراویح نقل فرماتے ہیں (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶) [illegible] قارئین حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ امام مالک کے استاد محمد بن یوسف کی روایت میں اضطراب بھی ہے یعنی انہیں سے گیارہ اور اکیس رکعت بھی منقول ہے [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نشاندہی بھی فرمائی ہے اس کے مقابلہ میں [illegible] ہے جسے امام مالک نے اپنے دو استادوں یزید بن رومان اور یحییٰ بن [illegible] کیا اور اس میں ان کا ثقہ متابع یزید بن خصیفہ بھی موجود ہے جس کی بیس [illegible] روایت کو متعدد محدثین نے صحیح کہا ہے جیسا کہ حوالہ جات گزرے مگر [illegible] نظر [illegible] کہ محمد بن یوسف امام مالک کے استاد ہیں لیکن یہ دکھائی نہ دیا کہ حضرت [illegible] اور حضرت یحییٰ بن سعید بھی امام مالک کے استاد ہیں جن سے آپ نے بیس رکعت تراویح روایت کی ہیں۔ نیز امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے عدد رکعات [illegible] روایات کو جمع کیا ہے انہوں نے گیارہ رکعت تراویح والی روایت کو متروک [illegible] بیس رکعت والی روایت کو جاری عمل قرار دیا ہے چنانچہ امام مالک کی محمد بن

یوسف سے گیارہ کی روایت اور امام مالک کی یزید بن رومان سے بیس رکعت، یزید بن خصیفہ سے بیس رکعت والی کعبت تراویح کی روایت بیان کے بعد فرماتے ہیں

امام بیہقی نے آٹھ اور بیس تراویح میں فیصلہ کر دیا

ویمکن الجمع بین الروایتین فانہم کانو یقومون باحدی عشرۃ ثم کانو یقومون بعشرین و یوترون بثلاث۔ (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

اور ممکن ہے موافقت ان دو روایتوں میں کہ پہلے گیارہ رکعت پڑھتے تھے (اسے ترک کر کے) صحابہ بیس رکعت تراویح معمول بنا لیا تھا وتر۔

یاد رہے کہ شرع مطہرہ میں طریقہ متروکہ پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ طریقہ مسلوکہ کیا جاتا ہے لہذا گیارہ رکعت والی روایت در بارہ تراویح قابل حجت نہیں ہے، صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اور بعد کے مسلمانوں سے متروک رہی۔

ثابت غیر مقلد کی یہ بات بھی حقائق سے بعید ہے کہ بخاری کی تمام روایات اس کی تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں کیونکہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے الضعفاء میں اپنی صحیح بخاری کے بعض رواۃ کو ضعیف کہا ہے نمبر ۱ ابراہیم بن اسمٰعیل بن جاریۃ الانصاری کی روایت کو بخاری ج ۱ ص ۳۶۹ کتاب بدء الخلق باب قول تعالیٰ میں روایت کیا اور کتاب الضعفاء کے ص ۳۰۷ پر اسے کثیر الوہم کہا۔

نمبر ۲: حارث بن شبل کی روایت بخاری ج ۱ ص ۱۶۰ باب "یشعر عن بلادہم" کی اور کتاب الضعفاء کے ص ۳۲۱ پر اس کی جرح میں فرمایا لیس بمعروف یعنی یہ حدیث میں معروف نہیں یعنی مجہول ہے

نمبر ۳۔ سعید بن ابی عروبہ کی روایت کو بخاری ج ۱ ص ۱۴۱ پر نقل کیا اور الضعفاء ص ۳۳۴ پر اس کے متعلق لکھا۔ سمعت ابا نعیم یقول کتبت عنہ بعد ما اختلط... میں نے ابونعیم کو کہتے سنا کہ میں نے اس سے یعنی سعید بن ابی عروبہ سے

... سب آخیر دو حد وقتوں میں اختلاط ہو گیا تھا۔

... مقلدوں کو امام بخاری پر کتنا یقین ہے ان کے گھر کے محقق حافظ ... کی کتاب الضعفاء پر حاشیہ لکھا ہے جس کا نام رکھا ہے تحفۃ الاقویاء فی تحقیق ... رکھا ہے اس میں امام بخاری جب راوی پر جرح میں بحوالہ دیتے ہیں اور ... در علم لگاتے ہیں ملاحظہ ہو خالد بن مخلد کو امام بخاری نے مذکورہ ... ص ۳۸ پر قدری کہا اور وہابی محشی نے اسے حسن الحدیث بتا کر طاق بن ... ان مذکورہ کتاب کے صفحہ ۵۵ پر محی الدین احمد ... کیا ہی وہابی محشی نے ... سلم لگایا ... تحفۃ الاقویاء تحقیق کتاب الضعفاء کے صفحہ ۷۰ پر امام ... عبداللہ بن عمر بن حفص العمری کو قدری لکھتے ہیں جبکہ وہابی محشی سے ... ثقہ بتاتا ہے یہ ہے وہابیوں کا امام بخاری پر یقین۔

... صاحب دوسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں ... یہ اعتراض کہ امام محمد ... ان سے بیس رکعتیں نقل کی ہیں تو یہ اعتراض علل حدیث سے ناآشنائی کا ... بن محمد بن یوسف سے بیس رکعت روایت کرتے ہیں اور داؤد بن قیس ہیں ... ث کا یہ قاعدہ ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام داؤد کا اختلاف ہو ... مالک کی روایت مقدم اور قابل عمل ہو گی (علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۷۰) ... ابن حجر امام مالک کے بارے میں فرماتے ہیں

الفقیہ امام دار الھجرۃ راس المتقین کبیر المتثبتین حتی قال البخاری اصح الاسانید کلہا مالک عن نافع عن ابن عمر"

(تقریب التہذیب ص ۳۲۹)

یعنی (صحیح فقیہ) امام دار الہجرت متقین کا سردار بہت بڑا ثقہ یہاں تک ... امام بخاری نے کہا کہ سب سے زیادہ صحیح سانید تمام کی تمام مالک عن نافع عن ابن عمر کی ہیں"۔ انتہی

تیسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں۔ امام مالک گیارہ رکعت نقل کر

بھی کئی بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو متابع موجود ہیں۔ ایک تو امام و
امام یحییٰ بن سعید القطان جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کی روایت اس
کی مصنف میں موجود ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۲) اور دوسرا متابع
محمد ہے جیسا کہ سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ حاشیہ ۱)
یہ مسلمہ اصول ہے کہ ثقہ راوی، اپنے سے اوثق کی مخالفت کرے تو اس کی روا
کی ... ص ۲۳۲ لیکن یہاں تو معاملہ برعکس ہے کیونکہ امام ...
سے امام مالک صرف اوثق ہی نہیں بلکہ ان کے دو ثقہ متابع موجود ہیں جنہو
رکعت روایت کی ہے لہٰذا اصول حدیث اور فن کی رو سے گیارہ رکعت والی روا
ضعیف ہے قابل قبول نہیں ہے۔ رہا امام مروزی کا تیرہ رکعت روایت کرنا تو
بھی کی بصیرت سے کور ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس میں عشاء کے بعد والی
سنت کا ذکر ہے جس کا اقرار کرتے ہوئے علامہ نیموی حنفی لکھتے ہیں کہ

"وَ اَخْرَجَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ مِنْ طَرِيْقِ
مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ جَدِّهِ السَّائِبِ
بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ فِيْ رَمَضَانَ ثَلٰثَ عَشَرَةَ
رَكْعَةً انتهى، قُلْتُ هٰذَا قَرِيْبٌ مِمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
يُوْسُفَ اَيْ مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ" (آثار السنن ص ۲۵۰)

محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں محمد بن اسحاق کے طریق سے روایت
کی کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن یوسف نے اپنے دادا سائب بن یزید سے
بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ
میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے (انتہی) میں نیموی کہتا ہوں کہ یہ اس روایت
کے قریب ہے جو امام مالک نے محمد بن یوسف سے بیان کی ہے (اور

... اس کا جواب ہے کہ) عشاء کے بعد والی دو رکعتیں ملا کر (تیرہ رکعت
...
... عقل کا مظاہرہ کیا
... التحقیق ص ۵۲۴ تا ۵۲۶۔

... اولاً ہمارا اعتراض محمد بن یوسف کی روایت پر ہے کہ ان کی روایت
... کے متن میں شدید اختلاف ہے موطا امام مالک میں ان سے گیارہ
... ہے اور مصنف عبدالرزاق میں ان سے اکیس رکعت مروی ہے جب کہ محمد
... سے انہیں سے تیرہ رکعتیں بیان کیں وہابی صاحب کو تو چاہیے تھا کہ وہ محمد
... کا وہ متابع دکھاتا جس سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے گیارہ
... نہ ہوں مگر وہابی جی اپنی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام مالک کے متابع ک
... ہیں۔

... وہابی صاحب کو مصنف ابن ابی شیبہ میں امام مالک کا متابع نظر آیا مگر یہ
... کہ امام مالک اپنے ایک اور استاد یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے بیس رکعت
... روایت فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ
بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً"۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ

... یہ حدیث بیان کی وکیع نے امام مالک بن انس سے انہوں نے حضرت یحییٰ بن
... سعید سے کہ بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ
... بیس رکعات پڑھائے۔ ... بیس رکعت تراویح کو ہوئی جا بجے کیونکہ ...
... اپنے دو استادوں سے بیان کرتے ہیں اور ... میں اعظم سب شک
... امام مالک رضی اللہ عنہ یک ... محمد بن یوسف سے گیارہ رکعت نقل کرتے

جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر اس سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہوئی ہے تو تین رکعت وتر بھی ثابت ہوئیں اب اسی تو کل رکعت گیارہ ہوئیں جناب تم وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہو۔ یہ کیا بعض حدیث پر ایمان ہے بعض کا انکار۔

دوسرے یہ کہ حضرت ام المومنین یہاں نماز تہجد کا ذکر فرما رہی ہیں [illegible] کا اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان دیگر مہینوں میں گیارہ [illegible] سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ تراویح رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کب پڑھی جاتی ہے۔ اگر آپ اس پر غور کر لیتے تو ایسی جرأت نہ کرتے۔ اسی لیے ترمذی شریف نے حدیث کو صلوۃ اللیل یعنی تہجد کے باب میں ذکر فرمایا۔ پھر اسی حدیث کے آخر میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں تو فرمایا کہ عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا جس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔

تراویح سونے کے بعد نہیں پڑھی جاتیں تہجد پڑھی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر اس نماز سے مراد تراویح ہے اور آٹھ تراویح حضور نے پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا اور تمام صحابہ نے یہ حکم قبول کیوں کیا اور خود ام المومنین نے سب کچھ دیکھ کر کیوں نہ اعلان فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے تم بیس رکعت پڑھتے ہو یہ خلاف سنت اور بدعت سیئہ ہے آپ کا خاموش رہنا [illegible] "حدیث کو صحیح سمجھنے کی کوشش کرو" غیر مقلد صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ یہ مغالطہ خالص مغالطہ ہے جس کی ضروری تفصیل مسئلہ وتر میں دیکھی جا سکتی ہے کہ ہم تین عدد وتر کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

[illegible] اگر بریلوی علماء اپنے ڈیرے سے نکل کر اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں تو

[illegible] پورے ملک میں کسی بھی اہل حدیث کی مسجد میں [illegible] تراویح پڑھ کر دیکھیں

[illegible] ص ۵۱۹

جواب اولاً: وہابی صاحب کے دبی زبان کے ساتھ کہنے سے کہ ہم تین عدد رکعت [illegible] نہیں ہیں اعتراض سے جان نہیں چھڑا سکتے کیونکہ تم کہتے ہو اس صحیح حدیث میں تراویح کا عدد ثابت و متعین ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ پھر کھلے دل سے کہو کہ حدیث میں تین رکعت وتر کا عدد ثابت و متعین ہے۔

وہابی اعتراض سے جان چھڑانے کا حیلہ

ثانیاً وہابی صاحب کا کہنا کہ ہم تین عدد وتر کے منکر نہیں اعتراض کے جواب سے [illegible] واقعی جان چھڑانا ہے ورنہ یہ صاحب اپنا موقف ایک رکعت وتر ثابت [illegible] پیچھے [illegible] ہو چکا ہے [illegible] کا عنوان ہے [illegible] رکعت وتر کے بیان میں۔ اس باب میں اس نے اپنے موقف ایک رکعت وتر کو [illegible] کی کوشش کی ہے اور احناف کے موقف تین رکعت وتر کی مخالفت کی [illegible] جب اعتراض سے جان چھوٹتی نظر نہ آئی تو کہہ دیا ہم تین عدد وتر کے منکر [illegible]

وہابی صاحب تیسرے اعتراض کے تحت لکھتا ہے

[illegible] سائل نے تو صرف رمضان المبارک کی عبادت کے بارے میں سوال کیا تھا [illegible] عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو جواب بھی اس کے سوال کے مطابق دیا کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے پھر مزید [illegible] مسئلے کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے غیر رمضان کی عبادت [illegible] جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں گیارہ رکعات سے زیادہ [illegible] تھے اسی طرح غیر رمضان میں بھی گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہ فرماتے تھے اور [illegible] حق حاصل ہے کہ سائل کے سوال کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب میں مسئلے کے [illegible] پہلو کی بھی وضاحت کر دے جس کی مثال [illegible] محمد

ويؤيده فعل عمر رضي الله عنه فانه كان يصلي التراويح في
بيته في آخر الليل مع انه كان امرهم ان يؤدوها بجماعة في
المسجد ومع ذلك لم يكن يدخل فيها وذلك لانه كان يعلم
ان عمل النبي صلى الله عليه وسلم كان باداءها في آخر الليل
[illegible] عليه قال ان الصلوة [illegible] في الليل
[illegible] لو كنتم تقيمونها في آخر الليل [illegible] الصلوة
[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]

بعض علماء سلف اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص تراویح پڑھے اس کو تہجد نہ
چاہیے اور بعض علماء نے مطلق نفل کی اجازت دی ہے اور علماء سلف کا یہ اختلاف
دلیل ہے اس بات کی کہ ان کے نزدیک یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں ان کے الفاظ

"ثم ان محمد بن نصر وضع عدة تراجم في قيام الليل وكأن
ان بعض السلف ذهب الى منع التهجد لمن صلى التراويح
وبعضهم قالوا باباحة النفل المطلق فدل اختلافهم هذا على عدم
اتحاد الصلاتين عندهم" ۔ (فیض الباری ص مذکور)

ان عبارت پر اگر انصاف اور دیانت کی رو سے غور کریں تو کوئی شبہ نہیں ۔
تراویح ہی تہجد فی رمضان ہے بلکہ شاہ صاحب نے ڈنکے کی چوٹ سے لکھا ہے

"قال عامة العلماء ان التراويح وصلوة الليل نوعان مختلفان
والمختار عندي انهما واحد وان اختلفت صفتاهما كعدم
واختلاف الصفات دليلاً على اختلاف نوعيهما ليس بجيد
عندي بل كانت تلك صلوة واحدة اذا تقدمت سميت باسم
التراويح واذا تأخرت سميت باسم التهجد ولا بدع في
تسميتها باسمين عند تغاير الوصفين فانه لا حجر في التغاير
الاسمي اذا اجتمعت عليه الامة وانما يثبت تغاير النوعين اذا
ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم انه صلى التهجد مع اتيانه
بالتراويح" ۔ (حوالہ مذکور)

یعنی عام طور پر علماء (حنفیہ) یہ کہتے ہیں کہ تراویح اور صلوۃ اللیل (تہجد)
دونوں نمازیں مختلف النوع ہیں ۔ لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں
نمازیں متحد النوع ہیں اگرچہ دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف ہے تاہم
صفات کے اختلاف کو نوعی اختلاف کی دلیل بنانا میرے نزدیک ٹھیک نہیں

حقیقت میں یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں ۔ اول شب میں پڑھی گئی تو
اس کا نام تراویح ہوا اور آخر شب میں ادا کی گئی تو اس کا نام تہجد ہوا اور جب
دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف بھی ہے تو اس لحاظ سے اگر اس
کے دو نام بھی ہو گئے تو کیا تعجب ہے ہاں ان دونوں نمازوں (میں) کا فرق تو
تب ہی ہو سکتا اس وقت ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تراویح کے ساتھ ساتھ تہجد بھی ادا فرماتے تھے" ۔ (انتہی ۔ ملخصا)

اس مذہب کے فقیہ اعظم مولوی ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلی لکھتا ہے کہ:
"قیام رمضان جیسے نماز تراویح سے حاصل ہوتا ہے نماز تہجد سے بھی حاصل
ہوتا ہے رمضان شریف کی تہجد پر بھی قیام رمضان بولا جا سکتا ہے" ۔

(دلائل المسائل ص ۲۹ ۔ کتاب مذکور ص ۵۲۱، ۵۱۸)

جواب اولاً ۔ سائل کے سوال میں اس کا تعین نہیں کہ اس نے حضرت عائشہ سے
تراویح کی رکعات کے عدد کے متعلق پوچھا بلکہ اس کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے ... میں قرینہ یہ ہے کہ تہجد کے بارے میں پوچھا تھا کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے رمضان المبارک کی عبادت میں رغبت دی اور زیادتی ثواب کا ذکر فرمایا سائل
رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی
تہجد میں اضافہ فرما دیتے ہوں اس کے جواب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر زیادہ نہ
کرتے تھے ۔ اس میں بھی قرینہ یہ ہے کہ جواب میں اس بات کا ذکر ہے جو رمضان اور
غیر رمضان کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے تو وہ نماز تہجد ہے نہ کہ تراویح ۔ پھر اگر سائل کا سوال
تراویح کے بارے میں ہوتا اور اس کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح
کی تعداد معلوم کرنا ہوتا تو وہ کسی صحابی سے پوچھتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین

روزانہ نماز تراویح مسجد نبوی شریف میں ادا فرماتی، اور بکثرت صحابہؓ اس کا مشاہدہ
اس کے بارے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنے کی حاجت نہ تھی اور
... سے بسہولت رجال صحابہ کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ...
تھیں اس لیے حضرت ابوسلمہ کو ان سے پوچھنے کی حاجت ہوئی۔

ثانیاً اگر حدیث عائشہ کا تعلق نماز تراویح سے ہوتا جیسا کہ غیر مقلدوں کا دعویٰ ہے تو صحابہ اس کے خلاف بیس تراویح پر متفق کیوں ہوتے اور آئمہ اربعہ اس کے خلاف کیوں کرتے جبکہ آئمہ اربعہ میں سے بیس رکعت تراویح سے کم کسی کا بھی نہیں۔

آٹھ تراویح کسی امام کا مذہب نہیں

چنانچہ بدایۃ المجتہد میں درج ہے

"وَاخْتَلَفُوا فِي الْمُخْتَارِ مِنْ عَدَدِ الرَّكَعَاتِ الَّتِي يَقُومُ بِهَا النَّاسُ فِي رَمَضَانَ فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَدَاوُدُ الْقِيَامَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ وَذَكَرَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحْسِنُ سِتًّا وَثَلَاثِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرُ ثَلَاثٌ"

یعنی تراویح میں مختار عدد میں اختلاف ہے مالک نے دو قولوں سے ایک میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد اور داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ بیس رکعت کی ہیں، ابن قاسم نے امام مالک سے ایک روایت کی کہ وہ چھتیس رکعات جانتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ چاروں اماموں کا مذہب بیس رکعت تھا اختلاف تھا تو وہ بیس سے زائد تھا آٹھ رکعت تراویح کسی کا بھی معمول نہیں ... حدیث عائشہ تراویح کے متعلق تھی تو یہ حضرات جو علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں ... رکھتے تھے نہ سمجھے؟

... کا دعویٰ کہ بیسیوں محدثین نے اسے یعنی حدیث عائشہ کو تراویح کے باب میں نقل کیا ... کرتا ہے کہ اول صاحب آپ کسی ایک محدث سے نقل ... تراویح کا قائل ہو اور بیس رکعت کو خلاف سنت جانتا ہو کیونکہ محدثین اس حدیث سے آٹھ تراویح ثابت نہیں اور اس سے زیادہ خلاف سنت ... صدی میں سمجھا گئی۔

تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے متعلق نہیں

حدیث عائشہ کے آخری الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ نماز تہجد کے بارے ... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا

"یا رسول اللہ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي" (بخاری ج۱ ص۱۵۴)

کیا آپ وتر پڑھنے سے قبل سو جاتے ہیں فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

... کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ... میں گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے سونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ ... اور سونے کے بعد نماز تہجد پڑھی جاتی ہے نماز تراویح سونے سے پہلے ...

... اکثر محدثین کرام نے حدیث عائشہ کو صلوٰۃ اللیل میں بیان کیا ہے کہ باب ...

... امام مسلم نے مسلم شریف میں حدیث عائشہ کو باب صلوٰۃ اللیل (تہجد) کے میں نقل کیا ... تراویح کے باب میں۔

... ابوداؤد نے سنن ابوداؤد شریف میں سے باب اللیل یعنی تہجد کے باب میں ... ہے تراویح کے باب میں نہیں کیا۔

(۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو جامع ترمذی شریف کے باب صلوٰۃ اللیل میں ذکر کیا ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔

(۴) امام نسائی نے سنن النسائی میں قیام اللیل کا باب (قیام رمضان اور تہجد) باندھا ہے لیکن حدیث عائشہؓ صرف وتر کے باب میں نقل کی ہے تراویح کے باب میں نہیں۔

(۵) موطا امام مالک میں تہجد اور تراویح کے الگ الگ باب ہیں مگر حدیث عائشہؓ تہجد کے باب میں روایت کی ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔

(۶) امام مروزی نے قیام اللیل ص ۴۸ میں اس حدیث کو قیام اللیل یعنی تہجد میں رکھا ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔

(۷) علامہ ولی الدین خطیب نے مشکوٰۃ میں تراویح و تہجد کے الگ الگ باب باندھے ہیں اور اس حدیث کو صرف تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(۸) اسی طرح ابن قیم نے تراویح و تہجد کے دو علیحدہ علیحدہ باب باندھے ہیں اور حدیث عائشہؓ کو صرف تہجد کے باب میں بیان کیا۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۸۶)

(۹) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک بھی حدیث عائشہؓ صرف تہجد سے متعلق ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ ج ۲ ص ۱۹۵)

(۱۰) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عائشہؓ تہجد کے بارے میں ہے۔ (فتاویٰ عزیزی اردو ترجمہ ص ۱۲۵)

اس پر دلائل کہ تہجد و تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں

سواد اعظم غیر مقلدین اس بات پر بڑا زور لگاتے ہیں کہ تہجد و تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں مگر ہم بفضلہ تعالیٰ دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے اور تہجد رمضان اور غیر رمضان کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے تراویح کا وقت عشاء کے فرضوں

کے بعد کا ہے عشاء کے فرضوں کے بعد اور سونے کے بعد ہے تراویح کے لیے جماعت سنت ہے اور تہجد بغیر جماعت کے پڑھی جاتی ہے۔ محدثین کرام نے تہجد اور تراویح کے الگ الگ باب باندھ کر ثابت کیا ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۱) حضرت عائشہؓ روایت کرتے ہیں عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَكَثُرَتْ صَلٰوتُهُ وَابْتَهَلَ فِي الدُّعَاءِ (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ کی نماز زیادہ ہو جاتی اور خوب گڑگڑا کر دعا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز زیادہ ہوتی تھی جب کہ نماز تہجد کے متعلق خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں وتر سمیت گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اب اس حدیث میں جو زیادتی کا ذکر ہے تو یہ نماز تراویح ہے۔

(۲) عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى في رمضان فجئت فقمت الى جنبه وجاء رجل فقام ايضا حتى كنا رهطا فلما حس النبي صلى الله عليه وسلم انا خلفه جعل يتجوز في الصلٰوة ثم دخل رحله فصلى صلٰوة لا يصليها عندنا قال قلنا له حين اصبحنا افطنت لنا الليلة قال فقال نعم ذلك الذي حملني على الذي صنعت (مسلم ج ۱ ص ۳۵۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک میں ایک رات نماز پڑھ رہے تھے میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک اور شخص آئے وہ بھی کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے

نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور
نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے حضرت انس رضی [illegible]
کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
رات کو ہماری کیفیت و حالت کو دیکھ لیا تھا آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی [illegible]
آمادہ کیا تھا جو میں نے [illegible] حضرت انس رضی اللہ عنہ کی [illegible]
ثابت ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں [illegible]
نماز صحابہ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور جو نماز گھر جا کر پڑھی تھی [illegible]
کرام کے ساتھ جو پڑھی تھی وہ نماز تراویح اور جو اس سے فارغ ہو کر [illegible]
تنہا پڑھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ تہجد اپنے حجرہ میں [illegible]
کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حُجْرَتِه۔

(الحدیث [illegible])

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز اپنے حجرہ میں ہی پڑھا کرتے تھے

(۹۳) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ قَالَ زَارَنَا طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ فِي يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ وَأَمْسَى وَأَفْطَرَ ثُمَّ قَامَ بِنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَأَوْتَرَ بِنَا ثُمَّ انْحَدَرَ إِلَى مَسْجِدِهِ فَصَلَّى بِأَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَدَّمَ رَجُلًا فَقَالَ أَوْتِرْ بِأَصْحَابِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ۔ (ابوداؤد ج۱ ص۲۰۳)

حضرت قیس بن طلق فرماتے ہیں کہ ہمارے والد (طلق بن علی رضی اللہ عنہ)
رمضان میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ساتھ روزہ
افطار کیا آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر [illegible]

[illegible] گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
[illegible] ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں۔ اس حدیث سے
[illegible] ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے جو پہلی نماز وتر سمیت پڑھی تھی
[illegible] تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

[illegible] میں ہے

[illegible] محمد بن محمد العبدري الفاسي المالكي رحمه الله
[illegible] رحمه الله تعالى حين كان يصلي مع الناس في
المسجد وكان الإمام ممن يوتر بعد [illegible] لا يفصل بينهما بسلام ثم
[illegible] ويوتر خرجت وتركتهم فللإنسان [illegible] رحمه الله أسوة
[illegible] الوتر معهم حتى يوتر في بيته بعد تهجده آخر الليل وقد
[illegible] سيدي أبو محمد رحمه الله يصلي في المسجد مع الناس
[illegible] ويوتر معهم فإذا رجع إلى بيته صلى ما قدر له ولا يعيد
[illegible] وكان رحمه الله يقول إن شيخه سيدي الشيخ أبا الحسن
رحمه الله كان يفعل ذلك (ج۲ ص۲۹۱)

[illegible] (المعروف بابن الحاج المتوفی ۷۳۷ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت
[illegible] علیہ نے فرمایا جب کہ آپ لوگوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے
[illegible] امام سلام پھیرے بغیر پڑھاتا کہ جب لوگ وتر پڑھنے لگتے
[illegible] سے نکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں انسان کے لئے امام
[illegible] کے ساتھ [illegible] وہ اسوۂ عمل ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ (تراویح)
[illegible] وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد پڑھے سیدی
[illegible] علیہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ ہی تراویح کے بعد وتر پڑھتے پھر
[illegible] توفیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے [illegible] پڑھتے اور وہ فرماتے

میرے شیخ ابوالحسن زیات بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت طلق بن علی اور شیخ ابوالحسن زیات رحمہم اللہ علیہم کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات [illegible] کے بعد وتر پڑھ کر جماعت ادا فرما کر گھر جاتے تھے۔ پھر تہجد گھر میں پڑھتے [illegible] کا عمل ہے۔ بہر طور ان روایتوں سے ثابت ہوا کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ اور امام مالک اور شیخ ابو محمد اور شیخ ابوالحسن زیات رحمۃ اللہ [illegible] کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

(۵) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

كان محمد بن اسمعيل البخاري اذا كان اول ليلة من شهر رمضان يجتمع اليه اصحابه فيصلي بهم ويقرء في كل ركعة عشرين آية وكذلك الى ان يختم القرآن وكذلك يقرء في السحر ما بين النصف الى الثلث من القرآن ويختم عند السحر في كل ثلاث ليال

(هدي الساري مقدمة فتح الباري ص [illegible])

رمضان المبارک کی پہلی رات حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شاگرد و اصحاب جمع ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یوں ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت میں نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں قرآن ختم کرتے۔

(۶) وحید الزمان غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں۔ امام حاکم ابوعبداللہ نے [illegible] مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسمعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے۔ الخ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۲۹)

[illegible] عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۸۰ پر لکھی ہے کہ شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

[illegible] تذکرہ نگار فضل حسین بہاری لکھتے ہیں۔ میاں صاحب پہلی رمضان [illegible] میں دو ختم قرآن مجید بحالت قیام ہر سال سنتے ایک تو عشاء کے بعد تراویح [illegible] کے امام تھے حافظ احمد عالم، فقیہ، محدث، جو آپ کے شاگرد رشید تھے [illegible] سناتے ترتیل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے بعد تہجد میں حسن [illegible] حافظ عبدالسلام مرحوم (آپ کے بڑے پوتے) (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۲۹) غیر [illegible] کہ اگر تراویح و تہجد دونوں ایک نہیں پڑھی تو مذکورہ بالا حدیث کا کیا [illegible] ہوگا جس میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں [illegible] اور نماز بھی پڑھی ہے بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے۔ اگر تراویح و تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام [illegible] حضرت امام بخاری ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین جن کے بارے گزر چکا کہ یہ حضرات تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے اور خود غیر مقلدوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔ تو ان حضرات کو معلوم نہ ہو کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی چیز ہیں [illegible] پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے [illegible] حنفی ہوتی ہے۔

[illegible] غیر مقلد صاحب کو جس کی بات موافق مذہب تھی وہ جیسا بھی ہو چپکے [illegible] القاب دیتے ہیں تاکہ لوگ جانیں کہ اس کی بات وزنی اور حجت [illegible] شاہ کشمیری [illegible] کی عبارت ہو کیونکہ اس نے بطور دلیل پیش کرنا [illegible] ہیں علماء دیوبند میں سے ایک جید عالم آگے [illegible] صاحب

نے جو اس کی عبارت دلیل کے طور پیش کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ

قَالَ عَامَّةُ الْعُلَمَاءِ اِنَّ التَّرَاوِيْحَ وَصَلٰوةَ اللَّيْلِ نَوْعَانِ مُخْتَلِفَانِ

وَالْمُخْتَارُ عِنْدِيْ اَنَّهُمَا وَاحِدٌ وَاِنِ اخْتَلَفَتْ صِفَتَاهُمَا۔

یعنی عامۃ العلماء نے کہا کہ بے شک تراویح اور تہجد دونوں مختلف

ہیں میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہیں اگرچہ ان کی

صفات مختلف ہوں ہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ انور شاہ کشمیری وہابی صاحب کے نزدیک تو

آپ کے عامۃ العلماء کی بات چھوڑ کر اس کی بات دلیل بنا رہے ہیں اصل بات

یہ ہے کہ وہابی مذہب کے موافق ہو وہی نص قطعی بن جاتی ہے جس کی وہ

معیار یہ ہے کہ جو مسلمہ مذہب کے موافق ہوتا ہے۔ اب چاہے حق ہو

حال نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ سوالات پیش کیے جاتے ہیں جو آپ نے مسئلہ تراویح

متعلق غیر مقلدوں وہابیوں سے پوچھے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

وہابیوں کو مفتی صاحب کا چیلنج

تمام دنیا کے وہابیوں سے حسب ذیل سوالات ہیں ہمت ہے تو ان کے جوابات دیں

(۱) کہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت کا حکم دیا۔ کیا ان کو سنت کی

خبر نہ تھی۔ آج تقریباً چودہ سو سال بعد تم کو پتہ لگا۔

(۲) نعوذ باللہ اگر خلفائے راشدین نے بدعت سیئہ کا حکم دے دیا تھا تو تمام صحابہ

نے کیوں قبول کر لیا کیا ان میں کوئی بھی متبع سنت نہ تھا آج تم نے عمل

بالحدیث کا دعویٰ کیا ہوئے اور متبع سنت بھی۔

(۳) اگر تمام صحابہ بھی خاموش رہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیوں نہ کہا کہ

خلاف بدعت سیئہ کا رواج دیکھ تو وہ کیوں خاموش رہیں۔ ان پر تبلیغ حق واجب تھی

کیوں چھپایا آج تم آٹھ رکعت تراویح کے لیے بڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو۔

ہو رہے ہو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا۔ پھر تو ام المؤمنین سے تم افضل

ہو۔ (نعوذ باللہ)

خلفائے راشدین و سارے صحابہ بلکہ خود ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح پڑھ کر یا پڑھوا کر یا جاری ہوتے ہوئے دیکھ کر

شمار کرکے بدعتی تھے یا نعوذ باللہ گمراہ۔ اگر صحیح حنفی ہیں بیس رکعت تراویح پڑھنے کی

گمراہ و بدعتی ہیں تو ان حضرات پر تمہارا کیا فتویٰ ہے۔ جو جواب دو جواب

اگر آٹھ رکعت وتر تہجد بدعت سیئہ ہے اور آٹھ رکعت تراویح سنت تو تم بہادروں سے

چودہ سو سال بعد یہ سنت جاری کی۔ تو بتاؤ حرمین طیبین کے تمام مسلمان بدعتی و گمراہ

ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں اور اگر ہیں تو تم آج نجدی وہابیوں کو اس کی تبلیغ کیوں

نہیں کرتے۔ تمہارے فتوے صرف ہند و پاکستان میں فساد پھیلانے ہی کے لیے

ہیں۔

اگر چاروں امام مجتہدین اور ان کے سارے مقلدین جن میں اولیاء علماء محدث فقہاء

سب داخل ہیں جو سب بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے وہ سب بدعتی یا گمراہ تھے یا

نہیں۔

اگر سارے یہ حضرات گمراہ تھے تو ہدایت پر تمہاری کمیٹی اور جماعت ہے تو ان

گمراہوں کی کتابوں سے حدیث لینا حدیث پڑھنا جائز ہے یا حرام اور ان کی روایت

حدیث صحیح ہے یا نہیں جب بد عمل کی روایت صحیح نہیں تو بدعقیدہ کی روایت کیونکر صحیح ہو

سکتی ہے۔

تمام دنیا کے مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں۔ تمہارے نزدیک گمراہ اور بدعتی ہیں یا

نہیں۔ اگر ہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

سواد اعظم کی اتباع کرو۔ الحدیث

اتبعوا السواد الاعظم مسلمانوں کے بڑے گروہ کی اتباع کرو۔ اور قرآن
نے عامۃ المسلمین کو خیر امت اور شہداء علی الناس کیوں فرمایا؟ امید ہے کہ حضرات
سے نجد تک کے علاوہ سے مل کر ان سوالات کے جواب دیں ہم منتظر ہیں۔

غیر مقلد صحاح ستہ سے کوئی ایک صحیح مرفوع حدیث پیش کریں جس میں ثابت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ تراویح پڑھتے تھے

(ہمارا مطالبہ) ہم ساری دنیا کے غیر مقلد وہابیوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ
مرفوع حدیث مسلم بخاری یا کم از کم صحاح ستہ کی کسی کتاب سے پیش کریں جس میں صراحۃً ہو
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے یا اس کا حکم فرماتے تھے
تراویح کا لفظ ہو یا صحابہ کرام نے آٹھ تراویح دائمی طور پر قائم فرمائیں۔ اور ہم کہتے
ہیں کہ قیامت تک نہ دکھا سکو گے صرف ضد پر ہو۔ رب تعالیٰ توفیق بخشے۔ بیس
رکعت تراویح کا ثبوت الحمد للہ حضور کے فعل شریف صحابہ کے فرمان و عمل عامۃ المسلمین
کے طریقہ شرع اور عقل سے ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین (لطیفہ) غیر مقلد
جب بھی حرمین میں پھنس جاتے ہیں۔ تو تراویح بیس رکعت پڑھتے ہیں کیونکہ
مشاہدہ اور ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا انہیں خود بھی بے مذہب پر عقیدہ نہیں

اس پر غیر مقلد کے اعتراض لکھتے ہیں۔

اولاً ان اعتراضات کو غور سے پڑھئے کہ مفتی صاحب نے صرف تین [illegible]
حاضر ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جبکہ اصولی طور پر یہ ایک ہی ہوتا ہے

وہابی کی عاجزی کہ ہمارا آٹھ تراویح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کا تھا مگر یہ حضرت عمر سے ثابت کرتا ہے

ثانیاً علمائے بریلی پر واضح ہو کہ ہم نے خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے [illegible]
رکعت کا حکم دکھا دیا ہے جبکہ مفتی صاحب نے کسی بھی خلیفہ راشد سے بیس رکعت کا حکم

دکھا سکتا ہے۔
اب بھی مہلت ہے قسمت آزمائی کر دیکھئے۔

ان کے رخ پہ شمس بنائے بیٹھے ہیں
کبھی تو [illegible] گی [illegible] پیام تیر

پھر جو مفتی صاحب نے اس سلسلہ میں تاریخ پیش کی ہے میں تمام گذارشات پہلے
ہی تفصیل کر چکی ہے۔ لہٰذا یہ سوال ہماری طرف سے تصور کر لیجئے کہ خلیفہ
ثانی عمر رضی اللہ عنہ کا آٹھ رکعت کا حکم دینا اور پھر ان کی خلافت میں کثیر صحابہ
کا ان پر عمل ہو جانا اور کسی بھی صحابی کا اختلاف نہ کرنا [illegible]
یہ اجماع صحابہ ہے۔

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ اگر بیس رکعت بدعت ہے تو تقریباً [illegible] سے
یہ بدعت جاری ہے تو بتاؤ کہ حرمین نے مسلسل بدعتی [illegible] ہیں۔ یہی بات
[illegible] سے مخالف علماء نے نفس [illegible] عرض سے تحریر کی ہے حالانکہ یہ وہی
جو مفتی صاحب پہلے لکھ چکے تھے اور اس ساری بحث کی وجہ یہ ہے کہ مفتی
[illegible] علماء بھی میں داخل ہیں کہ بیس رکعت پر اجماع ہے حالانکہ یہ دعویٰ قطعی طور پر غلط
[illegible] ہے ہم نے گذشتہ ورق میں علامہ عینی حنفی کا منصف کلام نقل کیا ہے کہ
[illegible] قول [illegible] پر ہے پڑھو تو بیس سے زیادہ پڑھتے ہیں اور کچھ کم اور یہ
[illegible] مسنون رکعات میں نہیں بلکہ مستحب رکعات میں ہے کیونکہ بیس پڑھے
[illegible] بھی تراویح کی مسنون تعداد [illegible] نہیں ہے [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible]
[illegible] زیادہ کو ترجیح دی ہے امام ابوبکر بن العربی جو کہ چھٹی صدی ہجری کے
محدث ہیں اور صحیح بخاری و جامع الترمذی اور موطا امام مالک جیسی اہم کتب
کے شارح ہیں۔ انہوں نے بھی گیارہ رکعات کو [illegible] لیا ہے۔ پھر سب سے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں [illegible] عمل تھا [illegible] مفتی

صاحب کا اسے ١٣ویں صدی کی پیداوار کہنا اگر تعصب نہیں تو کیا ہے؟ رہا بیس کا عدد سے بدعت کا اعلان تو اس کا جواب صاف ہے کہ جو قول احناف کا آٹھ نہیں بلکہ بیس ہے اسی وہابی طرف سے بیس رکعات پر ہے باقی کو نفل سمجھ کر سنت۔ تیس رکعت پڑھتے تھے تو ہمارے نزدیک وہ تاجر نہیں بلکہ بہر حال سنت ہے۔ حضرت نواب صدیق الحسن خاں صاحب فرماتے ہیں کہ

"مَعْلُوْمٌ صَلوٰۃُ التَّرَاوِیْحِ وَعَدَدُ الرَّکْعَاتِ فِیْہَا بِزِیَادَۃٍ وَنُقْصَانٍ لٰکِنْ لَا نَعْلَمُ اَنَّہٗ سُنَّۃٌ عَلٰی ھٰذِہِ الْحَالَۃِ الْمَضْرُوْبِ بِہَا السُّنَّۃُ لِصَحِیْحَۃٍ لِمَشْکُوْکٍ وَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ عَائِشَۃَ اَنَّہٗ مُنْکَرٌ مَرْوِیٌّ فِی الصَّحِیْحِ"

(عون الباری ج ٢ ص ٢٢٧ ناشر ...)

جواب دوم: یہ بڑی ناسمجھی کی بات ہے کہ مفتی صاحب نے صرف نمبر بڑھانے کی خاطر اعتراضات کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے جبکہ اصولی طور پر یہ ایک ہی سوال ہے ... ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں پر اس جگہ کل (٨) سوال کئے ہیں ہر ایک سوال کی مطلوب والی شق علیحدہ ہے سوال کی صورت اور وضع میں واضح فرق ہے پھر یہ ایک ہی سوال کیسے ہوا؟

ثانیاً جب وہابی صاحب نے مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے سوالات اور مبنی برحقیقت سوالات کا کوئی جواب نہ ہو سکا تو یہ گپ ہانک دی کہ ہم نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آٹھ رکعت کا حکم دکھا دیا ہے جبکہ مفتی صاحب بھی خلیفہ راشد سے بیس کا حکم نہیں دکھا سکے ورنہ کوئی دکھا سکتا ہے؟ الخ یہ جتا رہے کہ اس کی بنا پر غیر مقلد صاحب کہتے ہیں ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آٹھ اور وتر کا حکم دکھا دیا ہے حالانکہ یہ روایت مضطرب ہے نیز امام بیہقی کا بیان ہے کہ حضرت عمر سے پہلے آٹھ پڑھا دیا بعد میں تیس رکعت تراویح پر متفق ہوا ... مفتی صاحب

کسی خلیفہ راشد سے بیس کا حکم نہیں دکھایا اور نہ کوئی دکھا سکتا ہے۔ فقیر بتاتا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کی دوسری فصل میں حدیث نمبر ٨ کے حوالہ سے ہے کہ حضرت ابی ابن کعب فرماتے ہیں اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْ رَمَضَانَ۔ بے شک عمر بن خطاب نے انہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں نماز پڑھائیں۔ اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ تو بیس رکعت پڑھانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہی تھا اسی طرح اسی فصل میں حدیث نمبر ٩ جو کہ امام بیہقی نے اپنی سند سے ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت کی اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا مگر یہ سارا کچھ وہابی صاحب کو نظر نہ آیا جبکہ انہوں نے عینک اتار رکھی ہے۔

فاروق کے دور میں بیس تراویح کے ثبوت کی روایت کی صحت

وہابی جی کا بیس رکعت تراویح پر مفتی صاحب کی پیش کردہ روایات کو بے بنیاد کہنا تعصب اور دشمنی ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت تراویح کے ثبوت پر روایت کو محدثین رضوان اللہ علیہم نے صحیح کہا ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَرَوَی الْبَیْہَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَۃِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرِ

(قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ٣ ص ١٩٤)

امام بیہقی نے معرفہ میں حضرت سائب بن یزید سے روایت کی کہ انہوں نے کہا ہم (صحابہ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیس تراویح اور وتر پڑھتے تھے

علامہ نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ علامہ نیموی فرماتے

ہیں

تِلْكَ هٰذِهِ الْآثَارُ قَدْ صَحَّحَ إِسْنَادَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْهُمُ
النَّوَوِيُّ فِي الْخُلَاصَةِ وَابْنُ الْعِرَاقِيِّ فِي شَرْحِ التَّقْرِيبِ
وَالسُّيُوطِيُّ فِي الْمَصَابِيحِ۔ (التعلیق الحسن ص ۲۰۰)

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند کو حفاظ محدثین نے صحیح کہا ہے
جیسا کہ علامہ نووی نے خلاصہ میں اور علامہ ابن عراقی نے شرح
تقریب میں اور علامہ سیوطی نے مصابیح میں۔

اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی صحیح سند سے آتی ہے
چنانچہ شرح السنہ بغوی ج ۲ ص ۱۳۴ پر ہے۔ وعنده ایضاً (ابن ابی
شیبہ)

عَنْ نَافِعِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَا فِي
رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً

یعنی اس کے راوی بھی ابن ابی شیبہ کے راوی حضرت نافع ابن عمر
راوی کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے
تھے۔

اسی جگہ اس پر حاشیہ میں ہے اسنادہ صحیح یعنی اسناد اس کی صحیح ہے
اسی روایت کو علامہ نیموی نے بھی صحیح کہا ہے چنانچہ لکھتے ہیں رواہ ابن ابی
شیبہ و اسنادہ صحیح (آثار السنن ص ۲۰۲) یعنی اسے ابوبکر ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے
اس کی سند صحیح ہے۔ دہلوی صاحب اس کی صحت پر اپنے گھر کی گواہی بھی دیکھیں۔
الزماں غیر مقلد صاحب تیسیر الباری ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۳۲
ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحب سے بسند صحیح بیس رکعت پڑھنا منقول ہے

ایک غیر مقلد کا دور خلفاء راشدین میں بیس تراویح پڑھنے کی صحت کا

دوسری گواہی بھی وصول کرے سید سابق غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں
إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ
عِشْرِينَ رَكْعَةً۔ (فقہ السنہ ج ۱ ص ۱۸۲)

ثابت ہوا ہے کہ بے شک لوگ عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
زمانے میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیس تراویح پر اجماع امت کو بحوالہ ثابت کیا
شواہد موجود ہیں مگر غیر مقلد صاحب نے اس کا انکار کر دیا ہے جب آپ
کی ضرورت در پیش کی بلا دلیل ہی آٹھ رکعت تراویح پر اجماع امت کا
تی ہے جب کسی میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کہہ اور جو کیا گھڑا کہ بلاشبہ
دیے مطابق یہ اجماع صحابہ ہے جس اور حنفیہ کے علاوہ بہت غیر مقلد و حضرات
قرآن و سنت کے خلاف جانتا ہے جس کی دلیل بنا لیا جیسا کہتا ہے دہلوی کی
اصیلوی صاحب تو ذکر اور خوف خدا سے بے نیاز ہو کر آٹھ تراویح پر اجماع صحابہ کا
تحقیق آپ اپنے سارے جاہلوں کو جمع کر کے دور پورا زور لگا کر مسلمانوں کا
علاقہ کوئی شہر کوئی بستی یا کوئی ایک مسجد ہی ثابت کر دیں جہاں دور صحابہ دور
تابعین یا ان کے بعد آٹھ تراویح پر تسلسل سے عمل رہا ہو۔ وہابی کی ایک
نے تحقیق لکھتے ہیں۔

اعظم کی مد میں غیر مقلد کے چھکے

کے احناف کو مسلم ہے کہ کسی مسئلہ کے ثبوت و حقانیت کے لئے صرف ادلہ اربعہ
(قرآن و حدیث اجماع و قیاس) مگر سواد اعظم اور اکثریت بھی دلیل ہو تو اس
اصول سے خود ہے۔
یا قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (اور میرے بہت
سے بندے شکر گزار تھوڑے ہیں) لہذا اکثریت کی بنا پر کسی مسئلہ کا ثبوت نہیں

کرنا جہالت ہے۔

ثالثاً سواد اعظم سے کون مراد ہیں اگر کثرت ہے تو یہ غلط ہے بلکہ اس سے ایک خاص جماعت مراد ہے جس کی تفسیر ایک دوسری حدیث سے ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ قَائِمَةٌ عَلَى الْحَقِّ۔ صحیح مسلم مشکوٰۃ ص ۵۸۰

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گا)

اس حدیث میں لفظ طائفہ آیا ہے اور طائفہ کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو قلت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں

وَفِي الْحَدِيْثِ اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْمُرَادُ بِهٖ لُزُوْمُ الْحَقِّ وَاتِّبَاعُهٗ وَاِنْ كَانَ الْمُتَمَسِّكُ بِهٖ قَلِيْلًا وَالْمُخَالِفُ بِهٖ كَثِيْرًا لِاَنَّ الْحَقَّ مَا كَانَ عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ الْاُوْلٰى وَهُمُ الصَّحَابَةُ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

(لسان العرب ص ۔۔ باب الحاء)

یعنی سواد اعظم والی حدیث سے مراد اتباع حق اور لزوم حق ہے اگرچہ پیروی کرنے والے تھوڑے ہوں اور مخالفین حق زیادہ ہوں۔

کیونکہ حق وہی ہے جس پر صحابہ کرام اور ان کے متبعین ہوں (یعنی سنت) ابن منظور افریقی لکھتے ہیں

وَفِي الْحَدِيْثِ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ اَلطَّائِفَةُ الْجَمَاعَةُ مِنَ النَّاسِ وَتَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ كَاَنَّهٗ اَرَادَ نَفْسًا طَائِفَةً"

(لسان العرب ص ۔۔)

حدیث مرسل ہے بلکہ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ اس کی سند میں ابو خلف اعمیٰ ہے جس کا نام حازم بن عطاء ہے تقریب التہذیب ص ۲۹۶ اور یہ متروک ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں متروک ہے اور امام یحییٰ بن معین بالکذب رمیٰ کرتے ہیں کہ

یحییٰ ابن معین وقال ابو حاتم منکر الحدیث میزان الاعتدال

امام ابو حاتم رازی کا یہ ہے کہ ابو خلف الاعمیٰ متروک الحدیث ہے اور امام ابو حاتم نے منکر حدیث کہا ہے علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے مذکورہ روایت بیان کر کے کہا ہے کہ ضعیف منکر ہے

(تہذیب ج ۲ ص ۸۸)

اس حدیث کے ضعف کو بھی نظر انداز کر دیا جائے اور مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں تو پھر بھی مولوی احمد رضا فاضل بریلوی سے بات ہے کہ فروع کے بارے میں جو اختلاف کرنے والا جاہل و جہنمی ہے ان کے نزدیک سواد اعظم کا حکم اور من شذ شذ فی النار کی وعید صرف اور بارہ عقائد ہے ورنہ ایک اجتہادی مسائل کی بات نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آئمہ اربعہ تک رضی اللہ عنہم کے مجتہد ایسے ہوں گے جن کے بعض اقوال خلاف جمہور ہیں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا ... جمع کرنا ... مطلقاً حرام کہنا ... ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نوم (نیند) کو ناقض وضو نہ جاننا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مسئلہ ربا ... امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ متروک التسمیہ عمداً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ... طہارت سور کلب ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نقض وضو بلحم جزور ... مسائل کثیرہ کو جو اس وعید کا مورد جانے خود شذ فی النار کا مستحق بلکہ جماع ... الف اور ... ساتوں طبقہ جہنم و سخت مصیر کا موجب ہوگا۔

(احکام شریعت ... ص ۸۸)

الغرض مدارہ روایت ... متداول و قابل عمل تعلقات نہیں ویسے سے عقلی ... بھی اگر پرکھا جائے تو اس کا باطل ہونا واضح ہے کیونکہ آج جو مسلمان ... حالت میں کثرت دنیا پرستوں کی ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے کم ہیں۔ حقوق ... حقوق العباد کے غاصب زیادہ ہیں بلکہ ... اگر برا محسوس نہ کریں تو ان ... میں سے اکثر حق سے دور ہیں الخ" یہ ہے بریلویت جماعت کی بیہودہ بے جا تنقید اور حقیقت یہی ہے۔ (... ص ...)

حدیث سواد اعظم پر غیر مقلد کے اعتراضوں کے جواب

جناب ... غیر مقلد صاحب کی مذکورہ تحریر ان کی جہالت کی آئینہ دار ... ہے جو کئی مفسرین و شارحین ... سے حدیث شریف کا مطلب ... کر دکھایا۔ ایک یہ جہالت ... کی بات یہ کہ سواد اعظم اور جماعت کو ہم معنی ... حالانکہ یہ دونوں لفظ ہم معنی نہیں ہیں کیونکہ سواد کے ساتھ اس کی صفت الاعظم مذکور جس کا معنی بڑی جماعت ہے جب کہ جماعت کا اطلاق گروہ پر ہوتا ہے خواہ وہ چند ہوں۔ سواد اعظم کا معنی ... ابن ماجہ شریف کے محشی ... بحث حدیث کے تحت لکھتے ہیں

"فهذا الحديث معيار عظيم لأهل السنة والجماعة شكر الله سعيهم فإنهم السواد الأعظم وذلك لا يحتاج إلى برهان فإنك لو نظرت في أهل الأهواء بجمعهم مع تشتتهم وتشعبهم فرقة لا يبلغ عددهم عشر أهل السنة وأما خلاف المجتهدين فيما بينهم وكذا خلاف الصوفية الكرام والمحدثين العظام والقراء الأعلام فهو خلاف لا يضلل أحدهم الآخر" (حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۹)

پس یہ حدیث اہل سنت و جماعت کے لئے معیار عظیم ہے اللہ ان کی کوشش ...

... ہے جبکہ وہی سواد اعظم ہیں اور یہ کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے" تو تمام اہل ہوا ... فرقوں کو دیکھے باوجود ان کے کہ وہ بہتر فرقے ہیں تو ان کی تعداد اہل سنت ... کے عشر کو بھی نہیں پہنچتی اور بہر حال وہ اختلاف جو مجتہدین کے درمیان اور اسی ... صوفیہ کرام کا اختلاف اور محدثین عظام کا اور قراء اعلام کا تو وہ ایسا اختلاف ہے کہ ... ان میں کوئی دوسرے کو گمراہ نہیں بتاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم کا معنی بڑی جماعت ہے اور ان سے مراد اہلسنت و جماعت ہے۔

سواد اعظم سے مراد مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے

دوم حاشیہ مشکوٰۃ پر اسی حدیث کے تحت ہے

"قوله اتبعوا السواد الأعظم يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمراد ما عليه أكثر المسلمين"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ سواد اعظم کی پیروی کرو اس کی مراد جماعت کثیرہ ... مراد وہ (راستہ) ہے جس پر اکثر مسلمان ہیں۔ (سوم) علامہ ملا علی قاری لکھتے

"قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الأعظم يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمراد ما عليه أكثر المسلمين قيل وهذا في أصول الاعتقاد كأركان الإسلام وأما الفروع كبطلان الوضوء بالمس مثلا فلا حاجة فيه إلى الإجماع بل يجوز الاتباع لكل واحد من المجتهدين كالأئمة الأربعة" (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳۹)

ترجمہ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم کے پیچھے چلو۔ اس کی تعبیر (سواد اعظم کی) جماعت کثیرہ سے کی جاتی ہے اور مراد وہ (راستہ) ہے جس پر اکثر

مسلمان ہوں کہا گیا ہے کہ یہ حکم اصول اعتقاد میں ہے جس طرح کہ ارکان
اسلام ہیں مگر فروع میں مثلاً جیسے چھونے سے بطلانِ وضو تو اس میں اجماع
کی پیروی کی حاجت نہیں بلکہ مجتہدین میں سے ہر ایک کی تقلید جائز ہے
جیسا کہ مشہور ہے (ان میں سے کسی ایک کی تقلید)

چہارم شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اتبعوا السواد الاعظم) کے
معنی فرماتے ہیں

پیروی کنید سواد اعظم را سواد در اصل بمعنی سیاہی است و بمعنی جمہور و کثرت از
مردم ۔ اشعۃ اللمعات (شرح مشکوٰۃ) ج ۱ ص ۱۵۳

پیروی کرو بڑی جماعت کی سواد دراصل بمعنی سیاہی ہے اور بمعنی جمہور اور
لوگوں میں سے کثرت ہے۔

پنجم نواب قطب الدین دہلوی صاحب اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
بڑی جماعت کی پیروی کرو اس لئے کہ جو جماعت سے الگ ہوا وہ تنہا آگ میں
جائے گا ۔ مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۱۲ اب سواد اعظم کا معنی لغات سے دیکھیں !!
معروف کتاب تاج العروس میں ہے

عَلَيْكُمْ السَّوَادَ الْأَعْظَمَ اَلسَّوَادُ الْعَدَدُ الْكَثِيْرُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ
تَجَمَّعُوْا عَلَى طَاعَةِ الْإِمَامِ وَالسَّوَادُ مِنَ النَّاسِ عَامَّتُهُمْ وَهُمْ
الْجُمْهُوْرُ الْأَعْظَمُ ۔ تاج ج ۲ ص ...

تم پر سواد اعظم کی پیروی لازم ہے سواد مسلمانوں کی کثیر تعداد کو کہتے ہیں جو
کہ امام کی طاعت پر جمع ہوں اور سواد من الناس عامۃ الناس پر بولا جاتا ہے
اور وہ جمہور اعظم (بڑی جماعت) ہیں۔
ششم لغت کی معتبر کتاب (لسان العرب) میں ہے

وَالسَّوَادُ الْأَعْظَمُ مِنَ النَّاسِ هُمُ الْجُمْهُوْرُ الْأَعْظَمُ وَالْعَدَدُ
الْكَثِيْرُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ تَجَمَّعُوْا عَلَى طَاعَةِ الْإِمَامِ وَهُوَ
السُّلْطَانُ ۔ ج ۳ ص ...

سواد اعظم لوگوں سے ان کی بڑی جماعت اور عدد کثیر ہے مسلمانوں سے جو
کہ جمع ہوئے امام کی طاعت پر اور (امام) سے مراد سلطان ہے۔
ان حوالوں سے ظاہر متشخص ہوا کہ سواد اعظم سے مراد مسلمانوں کی بڑی
جماعت ہے عقلاً یہی معنی مناسب ہے کیونکہ حدیث شریف میں سواد کی صفت اعظم آئی
ہے اور اعظم اسم تفضیل ہے جس کا معنی ہے بہت بڑی جماعت ۔ اور یہی معنی شایانِ اسلام
لائق ہے یہ کہ ایسا معنی گھڑ جائے جس سے اہل حق کی تعداد کم سمجھی جائے مگر وہابیوں
کی مجبوری ہے کہ معنوی تحریف نہیں کرتے تو لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ
(من شذ شذ فی النار) کے زمرہ میں آتے ہیں لیکن یہ بے عقل یہ نہیں سوچتے کہ دنیا
میں تو بچ جائیں گے آخرت میں کیا ہوگا لہذا آپ کو درست تو ماننا
سواد اعظم کی توضیح ہیں
تاہم سواد اعظم کو دلیل بنانا بعض کے منافی نہیں اور سابق اسلاف
ہے بلکہ اتبعوا السواد الاعظم سے فقہاء نے جماعت کے دلیل ہونے
پر استدلال کیا ہے۔
ششم وہابی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ حدیث سرے سے دلیل ہی نہیں کیونکہ اس کی سند
ابو خلف اعمٰی ہے اور یہ متروک الحدیث ہے۔ وہابی صاحب نے اس جگہ دو بار
کا نام غلط لکھا ہے۔
یعنی ابو خلف الاعمٰی حالانکہ راوی کا نام ابو خلف الاعمیٰ ہے اس جہالت سے قطع نظر
یہ حدیث قابل حجت اور لائق دلیل ہے یا نہیں
ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے اس کی سند میں

ابوخلف الاعمیٰ ہے مگر یہی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ حضرت انس کی حدیث کی صحت پر شاہد ہے چنانچہ مشکوٰۃ کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں پہلے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار رواہ الترمذی وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجۃ من حدیث انس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا دست (قدرت وحمایت) جماعت پر ہے اور جو الگ ہوا وہ جہنم میں الگ گیا اسے ترمذی نے روایت کیا اور انہیں (ابن عمر) سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو تو جو اس سے الگ ہوا وہ دوزخ میں الگ گیا اسے ابن ماجہ شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

دوم اس کی معنوی موید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے جو مشکوٰۃ کے مذکورہ باب میں ہے

"وفی روایۃ احمد و ابوداؤد عن معاویۃ ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ"

حضرت امیر معاویہ سے احمد و ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے اس میں سواد اعظم کی جگہ جماعت مذکور ہے اور مراد تمام اہل حق کی بڑی جماعت ہے۔

سوم علمائے امت نے حدیث سواد اعظم سے استدلال کیا ہے جو کہ اس کی

ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: معتمد علماء نے تصریح کی ہے کہ اہل علم کی موافقت حدیث شریف کی صحت کی دلیل بن جاتی ہے اگرچہ اس کی کوئی قابل اعتماد سند نہ ہو۔

(تعقبات علی الموضوعات ص ۱۲) علمائے وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: امام بیہقی اور امام ابن منذر کا روایت کر کے استدلال کرنا اور پھر صدیوں سے اس پر تعامل قابل عمل ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۵

(۳) مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث سواد اعظم سے فروعی مسئلہ پر استدلال کیا آپ نے عقائد پر دلیل بنایا ہے جیسا کہ ان کی عبارت سے واضح ہے آپ نے وہابیہ سے سوال کیا ہے کہ اگر تمام دنیا کے مسلمان بیس تراویح پڑھتے ہیں سے مراد یہی گمراہ و بدعتی ہیں اور تم ہی تھوڑے وہابی ہی حق پر ہو تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم یعنی اس حدیث سے ثابت ہے کہ بڑی جماعت حق ہے جبکہ تمہارے بقول ان کے خلاف تمہارے گنتی کے وہابی حق پر ہیں تو یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے اور اہل اسلام کے عقیدے کے بھی۔

(۴) حدیث سواد اعظم یہ مقصد ذیل مردود آیت وقلیل من عبادی الشکور کے خلاف نہیں کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام حالات و اوقات میں اور تمام اوقات اور حسب دلی کیفیت سے شکر کرنے والے قلیل ہیں۔ چنانچہ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

والشکور المبالغ فی اداء الشکر علی النعماء والآلاء بان یشکر بقلبہ ولسانہ وجوارحہ اکثر اوقاتہ وغالب احوالہ ومع ذلک لا یوفی حقہ لان توفیقہ للشکر نعمۃ تستدعی شکرا آخر لا الی النہایۃ ولذا قیل الشکور من یری عجزہ

عن شکرہ" (تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۸۱)

اور شکور مبالغہ کا صیغہ ہے نعمتوں پر شکر میں یعنی دل زبان و جوارح سے شکر کرے اور اپنے اکثر اوقات اور اعضاء کو اس میں لگائے کہ توفیق شکر بھی ایک نعمت ہے شکر کی مقتضی ہے اسی طرح یہ سلسلہ ختم نہ ہونے پاتا ہے اسی لئے کہا گیا کہ شکور وہ ہے جس نے اپنے کو شکر سے عاجز دیکھا۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"وَالشَّکُوْرُ اَلْمُتَوَفِّرُ عَلٰی اَدَاءِ الشُّکْرِ اَلْبَاذِلُ وُسْعَہٗ فِیْہِ قَدْ شَغَلَ بِہٖ قَلْبَہٗ وَلِسَانَہٗ وَجَوَارِحَہٗ اِعْتِقَادًا وَّ اِعْتِرَافًا وَّ کَدْحًا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا مَنْ یَّشْکُرُ عَلٰی اَحْوَالِہٖ کُلِّہَا وَقِیْلَ مَنْ یَّشْکُرُ عَلَی الشُّکْرِ وَقِیْلَ مَنْ یَّرٰی عَجْزَہٗ عَنْ شُکْرِہٖ" (تفسیر نسفی ج ۳)

اس تفسیر مذکورہ آیت شکور کا معنی ہے وہ شکر پر کثرت کرنے والا اور اپنی ہمت کو صرف کرنے والا تحقیق جس نے اپنے دل اور زبان اور اعضاء کو اس کے ساتھ مشغول رکھا اعتقاداً اور اعتراف کے طور پر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ فرمایا کہ جو توفیق شکر پر بھی شکر کرے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے جس نے اپنے کو شکر سے عاجز جانا صاحب تفسیر جامع البیان معین الدین محمد بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں المتوفر الباذل وسعہ لیہ یعنی الشکور مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ اس پر صادق آتا ہے) جو اپنی پوری طاقت شکر میں لگا دے۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں سے شکر گزار تھوڑے ہیں۔ اس سے مراد اولیاء اللہ کامل شکر گزار ہیں تو اس وصف پر قائم اہل ایمان میں قلیل ہوتے ہیں جبکہ ہر صحیح عقیدہ ہر مومن سواد اعظم میں

اللہ کامل شکر گزاروں کا قلیل ہونا سواد اعظم کے قلیل ہونے کو لازم نہیں کرتا۔
مذکورہ آیت سے سواد اعظم کے معنی بڑی جماعت کا بطلان بتانا غیر مقلد کی

وہابی جی کی یہ بات درست ہے کہ اگر علمائے بریلی پر افسوس نہ کریں تو ان کی [illegible] کثرت سے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ربلویت جماعت کی پیدا [illegible] جاہلانہ مراد قلد و حقیقت یہی ہے۔
اب [illegible] وہابیوں کو یہ کیوں نہیں نظر آتا کہ تمام اولیاء کرام علیہم رحمۃ اللہ اجمعین [illegible] ہے ہیں جن پر بریلوی ہیں اور بریلوی عقائد کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہو سکتا [illegible] حضرت اپنے گروہ میں کوئی ولی دکھا سکتے ہیں۔
[illegible] کا اطلاق بدعقیدہ پر ہوتا ہے بے عمل پر نہیں اور ہم کسی بدعقیدہ کو [illegible] سمجھتے اس تصور سے بے دین وہابی ہیں کیونکہ یہ بدعقیدہ ہیں
[illegible] جہالت کی پیداوار وہابیت بہت ہے اور ان کا اپنے کو اہلحدیث کہنا بہت [illegible] ہے سابقہ دور میں جو حضرات علم حدیث میں مشغول ہوتے اور اس میں [illegible] حاصل رکھتے ان محدثین کو اہل حدیث کہا جاتا ہے اور جو علم فقہ میں مشغول رہتے [illegible] میں مہارت حاصل کرتے ان کو اہل فقہ کہا جاتا ہے اسی طرح اہل تفسیر اہل کلام [illegible] وغیرہم اور یہ سب حضرات اعتقاداً اہلسنت اور مذہباً حنفی شافعی حنبلی مالکی

[illegible] اہلحدیث کا حال

مگر ان نام نہاد اہلحدیثوں کا یہ حال ہے کہ جو حدیث کا معنی نہیں جانتا وہ بھی [illegible] اور جسے استنجا کا طریقہ نہیں آتا وہ بھی اہلحدیث اور جو عملاً فاسق فاجر ہو وہ بھی [illegible] جو ان کے عقیدہ میں داخل ہوا اسی وقت اسے اہلحدیث ہونے کا سرٹیفکیٹ مل [illegible] یہ دین پرستی کی اجارہ داری ہے۔ یہاں تک بفضلہ تعالیٰ مسئلہ تراویح سے متعلق

بحث پوری ہوئی اب ماہ واقعی حد درجہ سے گیارہواں باب۔

ختم قرآن پر روشنی کرنا شروع ہوتا ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس باب کے آغاز میں فرماتے ہیں۔

مسلمین کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے کہ ثواب اور روشنی قبر حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ اور مگر رمضان شریف یا شب قدر اور ختم قرآن کے دن خصوصیت سے مسجدوں میں چراغاں یعنی دھوم دھام سے روشنی کرتے ہیں مسجدوں کو خوب آراستہ کرتے ہیں۔ وہابیوں کی مسجدیں بے رونق بے نور رہتی ہیں انہیں مسجدوں میں چراغاں کرنے کی ہمت ہے نہ توفیق نہیں حتی کہ وہابی مسلمانوں کے اس کار ثواب کو بدعت حرام بلکہ شرک کہتے ہیں اس لیے ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں اس مسائل کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسائل پر اعتراضات مع جوابات ملاحظہ ہیں۔ توفیق الصواب اور رب تعالیٰ سے امید قبول ہے۔ یہ ہر ہے کہ تاحال ۲۰۰۶ء سی تک جاء الحق کی دو جلدیں دستیاب ہیں مگر ان میں زیر بحث باب کا غیر مقلد کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا لہذا قارئین سے عرض ہے کہ میں نے جاء الحق کی پوری عبارت لکھنے کا التزام کیا ہوا ہے لہذا یہاں بھی حسب طریقہ قارئین کے ملاحظہ کے لیے باب الحمد ہو ہوں۔

ختم قرآن کے وقت یا مخصوص راتوں میں مسجدوں میں روشنی کے جواز پر دلائل

پہلی فصل

روشنی مسجد کا ثبوت

مسجدوں میں ہمیشہ روشنی کرنا خصوصاً ماہ رمضان خصوصاً شب قدر یا ختم قرآن شریف کے دن وہاں چراغاں کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جس کا بہت ثواب ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں جماعت نماز قائم کرنا، وہاں صفائی رکھنا عمدہ چٹائیاں فرش وغیرہ بچھانا وہاں روشنی و چراغاں وغیرہ کرنا سب مسجد کی آبادی میں داخل ہے۔ روح البیان نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس میں کبریت احمر کی روشنی فرمائی تھی جس کی روشنی میں عورتیں میلوں تک چرخہ کاتتی تھیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں چراغاں کرنا ایمان کی علامت ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مسجدوں کو بے نور رکھنا منافق کی علامت ہے۔

(۲) ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی قَالَ اَوَّلُ مَنْ اَسْرَجَ فِي الْمَسَاجِدِ تَمِيْمُ الدَّارِيُّ ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس نے پہلے مسجدوں میں چراغ جلائے وہ تمیم داری صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں روشنی کرنا سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چراغ کا عام رواج نہ تھا وقت جماعت کھجوروں کی لکڑیاں جلا کر روشنی کر لی جاتی تھی حضرت تمیم داری نے وہاں چراغاں کیا۔

(۳) ابو داؤد شریف نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفْتِنَا فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُوْهُ فَصَلُّوْا فِيْهِ وَكَانَتِ الْبِلَادُ اِذْ ذَاكَ حَرْبًا فَاِنْ لَمْ تَأْتُوْهُ وَتُصَلُّوْا فِيْهِ فَابْعَثُوْا بِزَيْتٍ يُسْرَجُ فِيْ قَنَادِيْلِهِ ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں مسجد بیت المقدس شریف کے متعلق حکم دیجئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں جاؤ اور وہاں نماز پڑھو [illegible] فرمایا کہ اگر تم [illegible] نہ پہنچ سکو اور نماز نہ پڑھ سکو تو وہاں [illegible]

قندیلوں میں جلایا جائے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ
استدلال ... مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرکے جانا سنت ہے ہمارے ...
اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی خود حضور صلی
وسلم اور ... نے پیغمبر ... سے وہاں نماز پڑھنے پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بیت المقدس
مسجد میں بہت قندیلیں روشن کی جاتی تھیں جیسے کہ قندیلیں جمع فرمائے سے
۔ تیسرے یہ کہ مسجد میں روشنی کا ثواب وہاں نماز پڑھنے کی طرح ہے یعنی اعلیٰ
کی عبادت اور باعث ثواب ہے چوتھے یہ کہ مسجد میں چراغاں کرنے کے لئے
سے تیل بھیجنا سنت صحابہ ہے۔

مسجد میں روشنی کا ثواب

(۴) حدیث ... طبرانی ... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا بنی اللہ له
في الجنة ومن علق فيه قنديلا صلى عليه سبعون ألف ملك حتى
ينطفئ ذلك القنديل کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کے لئے
مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور جو مسجد میں قندیل
جلائے گا اس پر ستر ہزار فرشتے دعا رحمت کریں گے جب تک یہ چراغ بجھ
جائے۔ معلوم ہوا کہ مسجد کی روشنی ستر ہزار فرشتوں کی دعا لینے کا ذریعہ ہے۔

(۵) امام بخاری نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علق في مسجد قنديلا صلى عليه
سبعون ألف ملك حتى ينطفئ ذلك القنديل فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسجد میں کوئی قندیل لٹکائے تو اس پر ستر ہزار فرشتے دعا
کرتے ہیں جب تک کہ یہ قندیل گل ہو۔ معلوم ہوا کہ جیسے مسجد میں بنانا
ثواب ہے ایسے ہی مسجد میں چراغ یا تیل یا بتی دینا بھی ثواب ہے۔ خواہ ایک ...

ہے۔

... شامی ... محدث سے حضرت ابو اسحاق ہمدانی سے روایت کی قال خرج
علی ابن ابی طالب في أول ليلة من رمضان والقناديل تزهر وكتاب
الله يتلى فقال نور الله لك يا ابن الخطاب في قبرك كما نورت
مساجد الله تعالى بالقرآن۔

فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی شب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے مسجد نبوی
میں قندیلیں جگمگا رہی تھیں اور قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا اے عمر
ابن الخطاب اللہ تعالیٰ تمہاری قبر روشن کرے جیسے تم نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن کے
ذریعہ روشن کر دیا۔

... شیخ الہند ... شریف سے بعض محدثین سے روایت کی کہ انہیں امیر المومنین
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی انہ قال نور الله قبر عمر كما نور
علينا مساجدنا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر کی قبر روشن کرے جیسے انہوں نے
ہماری مسجدوں کو روشن کیا۔ ان آخری دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں
مسجدوں میں چراغاں کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مروج ہے۔ حضرت
... علماء ... نے اس پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس پر
... دعائیں دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ روشنی مسجد سے ان شاء اللہ قبر منور ہوگی۔ لہٰذا اب
جو روشنی مسجد کو روکتا ہے وہ درپردہ صحابہ پر اعتراض کرتا ہے۔ اس چراغاں
... سے اپنی قبریں تاریک کرتے ہیں۔

رب تعالیٰ ان ... کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ ومن أظلم
ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها "اس سے بڑھ کر
ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی میں
کوشش کرے۔ اس آیت میں ان لوگوں پر بھی عتاب ہے جو مسجدوں میں چراغاں

والے فرش بچھانے روشنی کرنے چراغاں وغیرہ سے روکتے ہیں کہ آبادی میں
چیزیں داخل ہیں۔

عقل کا تقاضا بھی ہے کہ موجودہ زمانہ میں مسجدوں کو آراستہ کرنا وہاں پر خصوصی مواقع پر چراغاں کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ آج ہم اپنے مکانوں میں زینت کرتے ہیں بیاہ شادی وغیرہ پر خوب دل کھول کر روشنی و چراغاں [illegible] عورتیں سجاتے ہیں جب ہمارے گھر آراستگی روشنی چراغاں کے مستحق ہیں تو [illegible] چونکہ گھروں سے افضل ہے سے تمام گھروں سے زیادہ آراستہ ہونا چاہیے [illegible] مسجدوں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم ہو یہ کام تبلیغ دین کا ہے۔

ختم قرآن کے وقت یا مخصوص راتوں میں مساجد میں روشنی پر وہابیوں کے اعتراض اوران کے جواب

دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات

غیر مقلد وہابیوں نے جس قدر اعتراضات اب تک ہم نے سنے ہیں وہ بقدر امکان مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے

اعتراض نمبر۱ مسجدوں میں چراغاں کرنا فضول خرچی و اسراف ہے۔ جسے قرآن کریم میں منع فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو بیشک [illegible] فضول خرچوں کو پسند نہیں فرماتا۔ جواب مسجد میں چراغاں کو فضول خرچی کہنا [illegible] فضول خرچی اسے کہا جاتا ہے جس میں دینی یا دنیاوی نفع نہ ہو [illegible] چراغاں میں مسجد کی زینت ہے جو عبادت اور عظمت کا سبب ہے۔

اعتراض نمبر۲ جب ایک چراغ سے روشنی حاصل ہو سکتی ہے تو زیادتی چراغاں

[illegible] فضول خرچی میں داخل ہے۔ جواب جب ایک قمیص و پاجامہ سے [illegible] جاتا ہے تو چاہیے کہ اچکن و کوٹ پہننا فضول خرچی و حرام ہو۔ جب چھ [illegible] سے ستر چھپ جاتا ہے تو چاہیے کہ دو روپے گز کی ململ [illegible] داخل [illegible] جب گھر روشن دان کے چراغ سے روشنی حاصل ہو سکتی ہے تو وہاں [illegible] بجلی فٹنگ کرانا اور گیس کی روشنی کرنا اسراف و حرام ہونا چاہیے۔ جب گھر [illegible] بھی [illegible] ہو جاتا ہے تو [illegible] میں روپیہ خرچ کرنا حرام ہونا [illegible] ایک [illegible] سے تو روشنی حاصل ہوتی ہے اور زیادہ چراغوں سے مسجد کی [illegible] مسجد کی روشنی بھی عبادت ہے اور وہاں کی زینت بھی عبادت۔

اعتراض نمبر۳ مسجد میں چراغاں کرنا اچھی چیز ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ [illegible] زمانہ شریف میں مسجد نبوی شریف میں کیوں نہ کیا تم حضور صلی اللہ علیہ [illegible] دین کے زیادہ [illegible] جو کام حضور نے نہ کیا تمہیں کرنے کا کیا حق ہے [illegible] اچھی اور [illegible] پس اچھا کام ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ [illegible] استعمال فرمائیں جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا وہ [illegible] تم اپنے گھروں میں بجلی فٹنگ کیوں کرتے ہو تم اپنے گھروں میں بجلی گیس [illegible] جناب حضور کے زمانہ شریف میں لوگوں کے گھر بھی سارے معمولی [illegible] کا رواج [illegible] توجہ فرمانے کا موقع ہی نہ تھا جب صحابہ کرام کے زمانہ میں [illegible] اپنے گھر اچھے بنانے تو فقہاء صحابہ نے سوچا کہ دین تو دنیا سے اعلیٰ ہے اور اللہ [illegible] مسجد نبوی شریف ہمارے گھروں سے افضل۔ جب ہمارے گھر شاندار ہیں تو [illegible] شاندار ہونا چاہیے یہ سوچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی [illegible] عالیشان بنائی اور [illegible] بہت [illegible] کی۔ حضور فرماتے ہیں عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۔ تم پر میری اور میرے خلفاء کی [illegible] مضبوطی سے پکڑو جیسے حضور کی سنت قابل عمل ہے ویسے ہی حضور [illegible]

کے صحابہ کرام کی سنت [illegible] عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ [illegible]
حضور سے صحابہ کرام نے مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیا۔ بلکہ [illegible]
وسلم نے بیت المقدس کی مسجد میں چراغاں کرنے کے لئے تیل بھیجنے کا حکم [illegible]

اعتراض ۳ ابو داؤد شریف نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے [illegible]
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ [illegible]
[illegible] لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى [illegible]
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے مسجدیں سجانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ حضرت [illegible]
نے فرمایا کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح آراستہ کرو گے۔ اس حدیث سے [illegible]
کہ مسجدیں سجانے کا حکم نہیں۔ یہ بھی پتہ لگا کہ [illegible] یہود و نصاریٰ
ہے [illegible] مسلمانوں کا طریقہ [illegible] ہے کہ مسجد میں چراغاں کرنا بھی سجاوٹ
منع ہے۔ جواب اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اس حدیث کا مطلب
مسجدوں کی زینت اور وہاں چراغاں کرنا منع ہے تو انہیں ابن عباس رضی اللہ
حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسجدوں کی زینت [illegible] وہاں چراغاں
اور منع [illegible] یہ خود اپنی روایت کی مخالفت کی [illegible] تمام صحابہ [illegible]
مطلب وہ ہے جو تم سمجھے ہو تو اس صورت میں یہ حدیث قرآن کے خلاف ہوگی
تعالیٰ نے مسجدوں کی زینت و آبادی کو ایمان کی علامت قرار دیا۔ فرمایا [illegible]
مَسٰجِدَ اللّٰهِ الخ۔ پتہ لگا کہ تم نے حدیث کا مطلب غلط سمجھا۔ دوسرے یہ
[illegible] ممانعت نہیں بلکہ [illegible] پر عتاب ہے جیسے کہ [illegible]
اس نے یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی گئی [illegible] عبادت [illegible]
جاتے ہیں [illegible] جو اللہ کے لئے [illegible]
کے موجب [illegible] اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ مگر جو زینت و چراغاں مسجد [illegible]
اور رب تعالیٰ کی [illegible] رب تعالیٰ [illegible] محبوب [illegible]

[illegible] جائے۔
اعتراض ۵ [illegible] ابن ماجہ [illegible] حضرت انس سے روایت کی
[illegible] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهٰى
[illegible] فِي الْمَسَاجِدِ۔ وہ فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً علامت
[illegible] یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر کریں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
[illegible] علامت قیامت ہے اس سے اللہ بچائے
[illegible] اس حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم اعتراض نمبر ۳ کے جواب میں عرض کر
[illegible] مسجدیں بنانا [illegible] مسجدیں [illegible] علامت قیامت ہے کہ ایک محلے
[illegible] کے مقابلہ میں مسجد [illegible] زینت [illegible] کہ ہماری مسجد
[illegible] جناب فخر [illegible] منع ہے تو اس
میں آکر خلوص کی [illegible] بھی منع ہو جاوے [illegible] حدیث کے معنی یہ ہیں کہ قریب
[illegible] مسجدوں میں جا کر [illegible] اللہ [illegible] ایک دوسرے
[illegible] فخر کریں گے۔ یہ سخت گناہ ہے [illegible] اگر حدیث کے وہی معنے ہوں جو تم
[illegible] مسجدوں کی زینت علامت قیامت ہے تو بھی اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی
[illegible] عیسیٰ علیہ السلام [illegible] امام مہدی کا ظہور بھی علامت
ہے مگر برا نہیں بلکہ بہت بہتر ہے۔ اعتراض نمبر ۶ مسجدوں میں چراغاں کرنا
[illegible] اور [illegible] بدعت گمراہی
جواب۔ یہ غلط ہے یہ تو سنت صحابہ ہے جیسا کہ پہلی فصل میں بیان ہوا اور اگر یہ
[illegible] بدعت ہو تو ہر بدعت حرام ہے [illegible] بخاری شریف [illegible] بلکہ [illegible]
[illegible] کی قسمیں [illegible] بدعت [illegible] تحقیق [illegible]
[illegible] حسن [illegible] گیا ہے کہ آج کل [illegible]
[illegible] شامل ہیں ان بدعتوں پر ثواب ہے جیسا کہ عرض کیا ہے کہ غیر مقلد نے

صاحب کا کوئی جواب نہیں، بالخصوص مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے، مساجد میں روشنی کا ثواب اور انہیں آباد کرنے کا ذریعہ ہے کی تائید پر کچھ حوالہ دیتا ہے

مساجد میں روشنی کے جواز پر تائید کے دلائل

(۱) تفسیر نسفی میں اس آیت (اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ الخ) کے تحت ہے:

عمارتها رم ما استرم منها وقمها وتنظيفها وتنويرها بالمصابيح وصيانتها مما لم تبن له المساجد من احاديث الدنيا لانها بنيت للعبادة والذكر ومن الذكر درس العلم۔

یعنی مساجد کی آبادی سے مراد تعمیر و مرمت جس کی وہاں حاجت ہو، جھاڑو اور ہر طرح کی صفائی اور انہیں چراغوں سے روشن کرنا اور ہر اس چیز سے بچانا جس کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئیں جس طرح دنیاوی باتیں کیونکہ مسجدیں اللہ کی عبادت و ذکر کے لئے ہیں اور علمی درس ذکر ہے

(۲) اس آیت کے تحت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ میں لکھتے ہیں۔

"وَقَالَ صَاحِبُ الْمَدَارِكِ وَكَذَا الْقَاضِي لِاَجْلِ اَخْذٍ مِنْ كَلَامِ صَاحِبِ الْكَشَّافِ وَعِمَارَتُهَا تَشْمَلُ رَمَّ مَا اسْتَرَمَّ مِنْهَا وَقَمَّهَا وَتَنْظِيفَهَا وَتَنْوِيرَهَا بِالْمَصَابِيحِ وَصِيَانَتَهَا مِمَّا لَمْ تُبْنَ لَهُ الْمَسَاجِدُ مِنْ حَدِيثِ الدُّنْيَا لِاَنَّهَا بُنِيَتْ لِلْعِبَادَةِ وَالذِّكْرِ وَالْمُرَادُ بِالذِّكْرِ دَرْسُ الْعِلْمِ" انتہی کلامہ۔

اور کہا صاحب مدارک نے اسی طرح قاضی بیضاوی (علامہ بیضاوی) نے صاحب کشاف کے کلام سے لیتے ہوئے کہ مسجد کی آبادی شامل ہے تعمیر و مرمت کو جس کی وہاں حاجت ہو اور انہیں چراغوں سے روشن کرنے اور ہر اس چیز سے بچانے کو جس کے لئے مساجد نہیں بنائی گئیں جس طرح دنیاوی

باتیں کیونکہ مسجدیں عبادت و ذکر کے لئے ہیں اور علم (دین) کا درس بھی ذکر ہے

مساجد کی آبادی کے اسباب

(۳) صاحب کشاف لکھتے ہیں

والعمارة تتناول رم ما استرم منها وقمها وتنظيفها وتنويرها بالمصابيح وتعظيمها واعتيادها للعبادة والذكر ومن الذكر درس العلم بل هو اجله واعظمه وصيانتها مما لم تبن له المساجد من الاحاديث الدنيا فضلا عن فضول الحديث"

(الکشاف ج ۲ ص ۱۸۰)

اور آباد کرنا شامل ہے تعمیر و مرمت کو جس کی حاجت ہو اور اس میں جھاڑو اور صفائی کو اور اسے چراغوں سے روشن کرنے کو اور اس کی تعظیم کو اور انہیں بنانا عبادت و ذکر کے لئے ہے اور درس علم بھی ذکر ہے بلکہ وہ درجہ میں اس سے بلند ہے اور اسے بچانا اس چیز سے جس کے لئے مساجد نہیں بنائی گئیں دنیاوی باتوں سے اس سے بڑھ کر اس میں فضول بولا جائے

تحقیق سے یہ معلوم ہوا

چراغ جلانا ثواب ہے

شروع ہوتا ہے لیکن

مسئلہ کا جواب سے فرار

یہ بات یاد رہے کہ غیر مقلد وہابی صاحب نے اس کا بھی سابقہ روش کی طرح جواب نہیں دیا جو کہ مسلک حق اہل السنت و جماعت ہی وسیع تر ہے مگر قارئین کے لئے ہم اس باب کی پوری عبارت لکھ دیتے ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق میں فرماتے ہیں۔

ہمیشہ سے عام مسلمانوں کا دستور ہے کہ رمضان مبارک میں شبینہ کرتے ہیں کبھی ایک رات میں، کبھی دو میں، کبھی تین راتوں میں پورا قرآن شریف تراویح میں پڑھتے ہیں۔ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ رمضان کے علاوہ بھی روزانہ قرآن شریف پڑھتے تھے یہ سب کچھ جائز اور ثواب ہے بشرطیکہ اتنی جلدی نہ پڑھے کہ حروف قرآن درست ادا نہ ہوں۔ یہ اتنی دلیل سے پڑھے مگر غیر مقلد وہابی اسے حرام کہتے ہیں۔ اور پھر ہمیشہ دیکھنے والوں کو بخیل کہتے مگر تمام رات قرآن پڑھنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں۔ اس باب کی دو فصلیں کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں شبینہ کا ثبوت دوسری فصل میں اس پر اعتراضات و جوابات۔ پہلی فصل شبینہ کا ثبوت ایک شب میں قرآن ختم کرنا باعث ثواب ہے اس کا ثبوت قرآن و حدیث و عقل بلکہ خود وہابیوں کی کتابوں سے حاصل ملاحظہ ہوں

شبینہ کے جواز واستحباب پر دلائل

(۱) قرآن کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔

اے چادر اوڑھنے والے محبوب رات میں قیام فرماؤ سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دو یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریباً تمام رات قرأت پڑھنے کا حکم دیا اور شروع اسلام میں رات بھر عبادت کرنا فرض تھا۔ کچھ تھوڑا حصہ آرام کے لئے رکھا گیا تھا پھر ایک سال کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہو گئی مگر استحباب اب بھی باقی ہے اب جو بھی شبینہ میں تمام رات جاگے جتنا کم سوئے وہ اس آیت پر عامل ہے مگر جائز شبینہ وہ ہے جو قرآن صحیح پڑھے جیسا کہ رتل کے حکم سے معلوم ہوا ہے۔

حدیث مسلم و بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی۔ جس میں ہے فَقَامَ فَصَلّٰى طَوِيْلًا نَحْوًا مِّنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ حسوف کا ذکر ہے۔ اس سے بعض الفاظ یہ ہیں۔ گرہن کی نماز میں بہت دراز قیام فرمایا قریباً سورہ بقرہ کی بقدر۔ معلوم ہوا کہ حضور گرہن کی نماز میں سورہ بقرہ جیسی لمبی سورت پڑھتے۔ ہر قرأت کی ایک ہی رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے۔ جب ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھنا ثابت ہے تو ڈیڑھ پارہ پڑھنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

۱۱) حدیث بخاری میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق ایک بہت دراز حدیث نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَرَأَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَآئِدَةَ وَالْاَنْعَامَ حضور نے نماز تہجد میں چار رکعتیں پڑھیں جن میں سورۃ بقرہ آل عمران اور سورہ نساء مائدہ اور سورہ انعام پڑھیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی چار رکعتوں میں قریباً آٹھ پارے پڑھے یعنی فی رکعت قریباً دو پارے۔ شبینہ میں ہر رکعت میں اتنی قرأت نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ فی رکعت ایک پارہ ہے تو شبینہ کیوں حرام ہوگا۔

۱۲) حدیث مسلم و بخاری نے حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ حضور نے اتنی دراز نماز پڑھی کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا تو عرض کیا گیا کہ آپ کیوں اتنی مشقت کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ بخشے جا چکے ہیں تو فرمایا کہ کیا میں بندہ شکر گزار نہ بنوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں مشقت اٹھانا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر کسی شبینہ میں دن بھر کے تھکے ہوئے کے پاؤں ورم کر جائیں تو اس خوش نصیب کو یہ سنت نصیب ہو گئی۔ وہابیوں کو خود تو عبادت کی توفیق نہیں دوسروں کو بھی عبادت سے روکتے ہیں

(۵) حدیث طحاوی شریف سے حضرت ابن سیرین سے روایت نقل کی ہے

كان تميم الداري يحيي الليل كله بالقرآن كله في ركعة

حضرت تمیم داری ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کرتے

فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم داری تمام رات جاگتے تھے اور ایک رکعت میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا

(۶) طحاوی شریف سے حضرت اسحاق ابن سعید سے روایت ہے عن ابيه عن [illegible] ابن الزبير انه قرأ القرآن في ركعة۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا

(۷) حدیث ابونعیم نے حلیہ میں حضرت عثمان بن عبدالرحمن تیمی سے روایت نقل کی ہے

قال ابي لاغلبن الليلة على المقام فلما صليت العتمة تخلصت الى المقام حتى قمت فيه فبينما انا قائم اذا رجل وضع يده بين كتفي فاذا هو عثمان بن عفان فبدأ بام القرآن فقرأ حتى ختم القرآن فركع وسجد ثم اخذ نعليه فلا ادري اصلى قبل ذلك شيئا ام لا۔

حضرت عثمان نے قیام میں پورا قرآن پڑھا

مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ آج تمام رات مقام ابراہیم پر جاگوں گا۔ جب میں عشاء پڑھ چکا تو مقام ابراہیم پر پہنچا میں کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک صاحب نے میری پشت پر ہاتھ رکھا وہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ تھے آپ نے سورہ فاتحہ سے قرآن شروع کیا۔ پس پڑھتے رہے یہاں تک کہ قرآن ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر اپنے نعلین شریف اٹھائے۔ مجھے خبر نہیں کہ اس سے پہلے بھی کچھ پڑھا یا نہیں۔

حدیث ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابو اسحاق سے روایت نقل کی ہے

كان الاسود يختم القرآن في رمضان في كل ليلتين وكان ينام بين المغرب والعشاء۔

حضرت اسود رمضان کی دو راتوں میں قرآن ختم کرتے تھے

حضرت اسود رضی اللہ عنہ رمضان میں دو راتوں میں ایک قرآن ختم فرماتے تھے اور مغرب و عشاء کے درمیان سوتے تھے۔

(۸) حدیث طحاوی شریف سے حضرت [illegible] سے روایت ہے عن سعيد بن جبير انه قرأ القرآن في ركعة في الكعبة۔ حضرت سعید ابن جبیر تابعی سے روایت ہے کہ انہوں نے بیت اللہ شریف میں ایک رکعت میں سارا قرآن شریف پڑھا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ساری رات جاگنا اور پڑھنا اور قیام [illegible] آپ کے [illegible] سنت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ایک رات [illegible] بلکہ ایک رکعت میں سارا قرآن پڑھنا سنت صحابہ ہے جو شخص اس کا انکار کرے [illegible] حال ہے۔

(۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ باب تلاوت القرآن میں [illegible] فرماتے ہیں

[illegible] ختمة جمعة في يوم وليلة مرة واحدة [illegible] حروف [illegible] في [illegible] لا يحصون كثرة

ایک جماعت سے [illegible] ایک ختم [illegible] تین بار [illegible] آٹھ بار [illegible]

[illegible] عبادات سے [illegible] عقلی دلائل

عقلی قیاس بھی یہی ہے کہ [illegible] عبادت [illegible] کیونکہ عبادت [illegible] ثواب [illegible] مشقت [illegible] [illegible] ہوسکتا ہے [illegible] رات [illegible] بھی [illegible]

قرآن شریف کی تلاوت بھی ہے اور ہر ایک ثواب کے علاوہ پورے قرآن
حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ہیں تو تعجب ہے کہ سارے قرآن پڑھنے پر جاتے ہیں
الناعلب رد حضرت۔ وہ جناب اصل مطلوب مقصود تھوڑی دیر میں [illegible] شریف
تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے تو گویا ایک شب میں قرآن پڑھنے پر علاوہ
پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں [illegible] پورا پڑھنے پر گنہگار ہوتے ہیں۔
تعالیٰ سمجھائے (علیہ) [illegible] اپنی کتاب روح ثلاثہ میں [illegible]
اسماعیل صاحب نے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مولوی اسماعیل صاحب عصر
مغرب تک قرآن کریم ختم [illegible] پڑھتے تھے لوگوں سے [illegible]
[illegible] سے پوچھتا ہوں کہ تم امام اعظم ابوحنیفہ [illegible]
رکھتے اور [illegible] جناب میں گستاخ بنتے ہو کہ وہ جناب [illegible] میں [illegible]
ایک قرآن شریف اور شب کو ایک ختم قرآن کرتے تھے تو تمہارے [illegible]
مغرب تک ایک قرآن ختم [illegible] پڑھتے تھے۔ وہ بھی اسی طعن کے مستحق ہیں یا نہیں
فاسق و فاجر ہوئے یا نہیں یا تمہارا امام جو رسے ہو [illegible] جواب دو۔

دوسری فصل

شبینہ پر اعتراض و جوابات

شبینہ کے متعلق ہم وہ اعتراضات بھی نقل کرتے ہیں جو غیر مقلد وہابی کرتے
اور وہ [illegible] بھی بیان کرتے ہیں جو آج تک ان کو سوجھے نہیں ہم ان کی [illegible]
عرض کرتے ہیں مع جوابات کے رب تعالیٰ قبول فرمائے۔
اعتراض نمبر قرآن کریم فرماتا ہے
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۔ اور قرآن پاک کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرو اور شبینہ میں
جب ہر رکعت میں ڈیڑھ پارہ پڑھا جائے اور قرآن ایک رات میں ختم کیا جائے گا تو [illegible]

نہ پڑھا جائے گا۔ جس سے سوائے [illegible] کے لعلمون سمجھ میں نہ آئے گا۔ لہٰذا
یہ عمل قرآن کے خلاف ہے۔
جواب اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے بانی مذہب مولوی
اسماعیل دہلوی عصر سے مغرب تک پورا قرآن پڑھ لیتے تھے بتاؤ وہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے
حضرت عثمان غنی تمیم داری عبد اللہ ابن زبیر وغیرہم کا عمل ہے ایک رکعت میں
قرآن پڑھ جانا ہے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ایک رکعت میں اتنی [illegible]
تلاوت فرماتے تھے جس کے حوالے پہلی فصل میں گزر گئے۔ کیا آپ کا یہ اعتراض ان
سب پر بھی جاری ہوگا۔ اگر نہیں تو کیوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بعض کو
ایسی زبان دی گئی ہے کہ وہ بہت تیز پڑھ کر بھی صاف اور صحیح پڑھ سکتے ہیں جس
[illegible] نہیں وہ اگر تیز پڑھیں تو صرف لعلمون اور لعلمون ہی سمجھ میں آوے گا شبینہ
[illegible] قسم کے حفاظ کو پڑھنا چاہیے دوسری قسم کے حفاظ ہرگز نہ پڑھیں اس آیت کا یہ ہی
مطلب ہے آیت ترتیل اپنی جگہ حق ہے اور حضور انور [illegible] کا عمل شریف
[illegible] ایک رکعت میں بہت دراز تلاوت اپنی جگہ حق ہے۔

اعتراض نمبر ۲

حدیث ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی نے حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے روایت کی۔

رسالہ [illegible] ص ۹۰

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ
الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلٰثٍ
بے شک فرمایا رسول اللہ نے کہ تین دن سے کم میں قرآن ہرگز نہ پڑھنا
چاہیے۔ کیونکہ پھر قرآن سمجھ میں نہ آوے گا۔ یہ شبینہ بالکل منع ہے۔
جواب اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے تم تمام
شب کا شبینہ بھی حرام کہتے ہو اور اس حدیث میں اس کی بات آگئی دوسرے یہ کہ

تمہارے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی عصر سے مغرب تک قرآن کریم ختم کر لیتے
بھی اس انداز میں آ جاتے ہیں۔ ان کی صفائی پیش کرو۔ جو تمہارا جواب ہے وہی [illegible]
تمہیں ہے یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں عام لوگوں کو ہدایت
کی علی العموم حفاظ اگر ایک [illegible] میں ختم قرآن کریں تو سمجھ نہ سکیں گے بعض
اہل [illegible] قادر ہیں وہ اس حکم سے علیحدہ ہیں۔ جیسے حضرت عثمان وغیرہم صحابہ
[illegible] رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں مرقات
شریف میں لکھا ہے۔ بعض بزرگ ایک رات دن میں تین ختم کرتے تھے بعض
آٹھ ختم روزانہ کرتے تھے۔ اور شیخ [illegible] مغربی ایک دن رات میں ستر ہزار ختم
کرتے تھے کہا جاتا ہے ایک دفعہ حجر اسود چوم کر دروازہ کعبہ پر پہنچے تو قرآن ختم
اور لوگوں نے حرف بحرف سنا (مرقات جلد دوم صفحہ ٢٦٩) باب تلاوت القرآن میں ہے

والحق ان ذلک تختلف باختلاف الاشخاص۔

حق یہ ہے کہ یہ حکم مختلف لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔

دلیل نمبر ٣ حدیث مسلم جلد اول میں حضرت عبد اللہ بن عمرو سے طویل حدیث
منقول ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں

وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ [illegible]

"ہر سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس سے زیادہ نہ کرو۔"

دیکھو حضرت عبد اللہ ابن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جلد ختم کرنے کی
اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً حکم دیا کہ ایک ماہ میں ایک ختم کرو۔ اس
کے بعد [illegible] ہفتے سے کم میں قرآن ختم [illegible] کرنا چاہیے۔ البتہ شبینہ [illegible]
جواب سرکار کا یہ حکم [illegible] حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حالت کے لحاظ سے
ہے وہ ایک رات میں [illegible] پڑھتے ہوں گے یا یہاں [illegible] تلاوت کا
ذکر ہے کہ [illegible] ایک ختم [illegible] تو دنیاوی کاموں سے معطل ہو جائیں گے

[illegible] رات دن میں قرآن ختم کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جن صحابہ نے
[illegible] رات میں پورا قرآن پڑھا ہے اور انہیں یہ حدیث معلوم تھی۔ پھر بھی ایک
[illegible] کرتے تھے۔
دلیل نمبر ٢ حضور [illegible] نے کبھی ایک رات میں پورا قرآن نہ پڑھا لہٰذا شبینہ
[illegible] بدعت ہے [illegible] چاہیے۔
جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شب میں پورا قرآن نہ پڑھنا اس وجہ سے
[illegible] ساری حیات شریف میں پورا قرآن اترا ہی نہ تھا۔ وفات سے کچھ
[illegible] نہیں ہوئی لہٰذا وہاں ختم قرآن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس سے یہ [illegible]
[illegible] یہ حکم فرمایا تاکہ شبینہ پڑھنا سب پر ضروری سنت نہ ہو جائے پھر صحابہ سے
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح ہمیشہ نہ پڑھی پھر صحابہ نے باقاعدہ
[illegible] پڑھی تو شبینہ سنت صحابہ ہے [illegible] عمل کرے انشاء اللہ ثواب
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے ملتا ہے سنت صحابہ کو بدعت کہہ کر منع
[illegible] کوئی سمجھائے کہ اس سنت پر عمل نہیں ہو سکتے۔
[illegible] نمبر ٤ آج کل شبینہ کا یہ حال ہے کہ حافظ تلاوت کر رہا ہے مقتدی [illegible]
[illegible] اونگھ رہا ہے اور کوئی سست بیٹھا ہے اس میں قرآن کی بے ادبی
[illegible] شبینہ بند ہونا چاہیے
جواب [illegible] محض جھوٹ [illegible] شبینہ میں اکثر لوگ باقاعدہ بیٹھے سنتے ہیں
[illegible] سب خوب سے سنتے ہیں بعض [illegible] تھکے [illegible] بیٹھے رہتے
[illegible] کوئی حرج نہیں۔ قرآن سننا فرض [illegible] ہے بعض کا کافی ہے [illegible] الغرض
[illegible] یہ جانتے کہ [illegible] مسلمان سستی سے سنتے ہیں تو کوشش کرکے سستی دور کرو
[illegible] آج کل [illegible] شادی بیاہ میں بہت گناہ کیے جاتے ہیں۔ ناچ تماشے باجے
[illegible] سب ہی کچھ ہوتا ہے۔ برائے مہربانی نکاح بند مت کرو۔ بلکہ ان چیزوں کو

ہٹانے کی کوشش کرو حضور ﷺ کے زمانہ میں کعبہ شریف میں بت تھے تو حضور ﷺ نے کعبہ نہ
ڈھایا بلکہ جب رب نے قوت دی تب بتوں کو نکال دیا۔ مسجد میں کتا آجائے تو
مسجد کو نہ گراؤ کتے کو نکالو۔ اگر چارپائی میں کھٹمل پڑ جائیں یا بستر میں جوئیں پڑ
جائیں تو یہ کپڑے سے اتارو ان چیزوں کو آگ نہ لگا دو۔ وہابیوں کا یہ عجیب
عادت ہے کہ عبادتوں سے خرابیاں دور کرنے کی بجائے خود عبادت کو روکنے کی کوشش
لوگ اسی قسم کے بہانوں سے سارے امور خیر کو روکتے ہیں جیسے میلاد شریف
وغیرہ گرمئی بحث سے ہمارا یہ جواب یاد رکھیں تو ان شاء اللہ وہابیوں کے لقمے بند
رہیں گے ہم شبینہ کے مسئلہ پر قدرے تفصیل سے گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ
یہ وہابی اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جہاں رمضان شریف میں کسی جگہ شبینہ
ہوا جھٹ دیوبندی اور غیر مقلد وہابیوں نے حرام و شرک کے فتوے جڑ دیے۔

فقیر عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے
اس میں اپنے موقف کہ شبینہ کار ثواب و عبادت ہے کو دلائل قاطعہ واضحہ سے ثابت کیا
مخالفین کے اس پر اعتراضات کا خوب بھرپور طریقہ سے جواب دیا تو دیوبندی غیر
مقلد وہابی کی طرف اس کا کچھ جواب نہ آنا آپ کی حقانیت ہے بہرحال
مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تائید و حمایت میں ہم کچھ مزید دلائل عرض
اللہ تعالیٰ کی توفیق فرمانے سے پیش خدمت کرتے ہیں۔

(۱) شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی مکی شافعی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ
میں:

أيضاً ما هو معروف من أحوال السلف رضوان الله عليهم أن
أكثرهم كانوا يختمون القرآن في كل سبع ليالٍ مرة وكان
يختمون في كل يوم وليلة ختمة وختم جماعة في كل يوم
وليلة ختمتين والآخرون في كل يوم وليلة ثلاث ختمات وختم بعضهم

ثماني ختمات أربعاً في الليل وأربعاً في النهار وقال
النووي بعد ذكره ذلك ومنهم من ختم أربع ختمات في الليل أربعاً وفي
النهار أربعاً السيد الجليل ابن الكاتب الصوفي رضي الله عنه
ومن ختم ثمانياً في الليل واليوم وروى السيد الجليل أحمد الدورقي
بإسناده عن منصور بن زاذان بن عباد من التابعين رضي الله عنه أنه
كان يختم القرآن فيما بين الظهر والعصر ويختمه أيضاً فيما بين
المغرب والعشاء وروى ابن أبي داود بإسناده الصحيح أن مجاهداً
رحمة الله عليه كان يختم القرآن في رمضان فيما بين المغرب
والعشاء وأما الذين ختموا القرآن في ركعة فلا يحصون لكثرتهم
فمنهم عثمان بن عفان رضي الله عنه وتميم الداري وسعيد بن جبير
رضي الله عنهم والمختار أن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص
فمن كان يظهر له بدقيق الفكر لطائف ومعارف فليقتصر على قدر
يسير الفهم عليه وكذا من كان مشغولاً بما هو أهم من الاستكثار
بنشر العلم ومن ليس كذلك فليستكثر ما أمكنه من غير خروج إلى حد
الملل والهذرمة وقد كره جماعة من المتقدمين الختم في كل ليلة
ويوم والخبر الصحيح لا يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث وهذا
خاص كلام النووي رحمه الله وهو يؤيد ما قدمته من ذكر من بحث
استحق شيء من ذم الإكثار والإفراط في القراءة مطلقاً وليس كذلك
أعني بذلك ذلك وإنما الذم خاص بمن يحصل له ملل أو عدم تدبر
أو هذرمة بخلاف من لا يحصل له شيء من ذلك ولا هو مشغول
بما هو أهم فينبغي له أن يستفرغ وسعه ويبذل جهده في الإكثار من قراءة
القرآن فإنه أفضل من سائر الأذكار ما عدا التي لها وقت أو محل

مخصوص، وقد كان الشافعي رضي الله عنه مع [illegible]
لا يستعمل [illegible] العلوم [illegible] والمعرفة [illegible]
المكثرون يختم في غير رمضان في كل يوم وليلة ختمة
رمضان ختمة في الليل وختمة في النهار) [illegible]
[illegible] لكثرة [illegible] حتى كان يقول رضي الله عنه [illegible]
[illegible] وسريع [illegible] شغله [illegible]
فالاختيار [illegible] وما [illegible]
[illegible] لم يختم [illegible] ولا [illegible]
[illegible] وفيه [illegible]

حوالہ [illegible]

یہ [illegible] جو [illegible] رضوان اللہ علیہم سے حوالے سے معروف ہے [illegible]
ہر [illegible] میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور کثیر (سلف) ہر دن [illegible]
کرتے تھے اور ایک جماعت نے ہر دن اور رات میں دو ختم کیے اور کچھ حضرات [illegible]
[illegible] میں تین ختم [illegible] دن رات میں آٹھ ختم [illegible]
میں اور چار [illegible] میں نووی نے اسے ذکر کرنے کے بعد کہا اور ان میں سے جس نے چار
دن میں اور چار [illegible] سید جلیل ابن الکاتب صوفی رضی اللہ عنہ ہیں [illegible]
[illegible] رات میں پڑھنے سے متعلق [illegible]
جلیل [illegible]
اللہ عنہم [illegible] ہیں کہ وہ ظہر اور عصر کے درمیان ایک قرآن ختم کرتے تھے اور [illegible]
عشاء کے درمیان بھی ختم کرتے [illegible] ابو داؤد نے اپنی صحیح اسناد کے ساتھ [illegible]
[illegible] رمضان شریف میں مغرب اور عشاء کے درمیان ایک قرآن ختم [illegible]
[illegible] دو حضرات [illegible] نے ایک [illegible] میں قرآن ختم کیا [illegible]

[illegible] ہیں تو ان میں سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور تمیم داری
[illegible] رضی اللہ عنہما ہیں اور مختار یہ ہے کہ بے شک یہ اشخاص کے حوالے سے
[illegible] مختلف ہوتا ہے [illegible] اس سے وہ جس [illegible] معانی اور معارف
[illegible] ہوتے مگر تھوڑے تو اس [illegible] قصد [illegible]
[illegible] جو کثرت ختم سے افضل ہے جیسا کہ [illegible] اسی طرح سے
[illegible] اور وہ کثرت کرے بقدر [illegible] اور حقداروں سے یک
[illegible] ختم مکروہ [illegible] صحیح حدیث کے سبب کہ وہ قرآن کو نہ سمجھ
[illegible] میں [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible] ہوتا ہے جس [illegible]
میں [illegible] کی مراد یہ ہیں جس کا ذکر کیا گیا [illegible] کثرت ختم کے [illegible]
[illegible] دائم خاص ہے اس کے ساتھ جو [illegible] عدم تدبر سے پڑھے [illegible]
[illegible] کوئی چیز [illegible] اس سے افضل کام میں مشغول ہو [illegible]
[illegible] کوشش [illegible] وقت پوری لگائے کثرت قرأت قرآن میں کیونکہ [illegible]
[illegible] جس کا کوئی وقت یا حال مخصوص [illegible] تحقیق [illegible]
[illegible] اللہ عنہ [illegible] کے ساتھ [illegible] کے اور [illegible]
[illegible] ایک دن اور رات میں [illegible] ختم [illegible]
[illegible] ایک دن اور ایک رات میں ختم کرنے [illegible] کثرت [illegible]
[illegible] کہ آپ [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] 9
[illegible] خطرناک ہیں [illegible] (صحیح)
[illegible] غور [illegible] حسن [illegible]
[illegible] کے وقت کا [illegible]
[illegible] بنا پر یا [illegible] جاتا ہے [illegible]

(۲) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں زیر قسم الشمس کے تحت لکھتے ہیں "انہ ختم القرآن فی رکعۃ واحدۃ اربعۃ من الائمۃ عثمان و تمیم الداری و سعید بن جبیر و ابو حنیفہ" [illegible] چار حضرات نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا حضرت عثمان، تمیم داری اور سعید بن جبیر اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم نے۔ اب غیر مقلد کیا یہ جلیل القدر حضرات حدیث کا خلاف کرنے والے تھے معاذ اللہ [illegible] یہ تھے جو آج غیر مقلد کہتے۔

(۳) شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی دمشقی شافعی لکھتے ہیں وروینا باسنادہ الصحیح عن مجاہد رحمہ اللہ کان یختم القرآن فی رمضان فیما بین المغرب والعشاء واما الذین ختموا القرآن فی رکعۃ فلا یحصون لکثرتہم فمنہم عثمان بن عفان و تمیم الداری و سعید بن جبیر [illegible]

[illegible] سے روایت کیا کہ حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن ختم فرماتے تھے اور وہ حضرات جنہوں نے ایک رکعت میں قرآن ختم کیا وہ کثرت کی وجہ سے شمار نہیں ہو سکتے ان میں عثمان بن عفان اور تمیم داری اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔

اب جاء الحق سے تیرہواں باب

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا

شروع ہوتا ہے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ فقہی مسئلہ یہ ہے کہ

اگر کوئی شخص فجر کے وقت مسجد میں آئے جبکہ جماعت ہو رہی ہو تو بھی اس

کو چاہیے کہ جماعت سے علیحدہ فجر کی سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو بشرطیکہ جماعت مل جانے کی امید ہو [illegible] التحیات ہی مل جائے تب بھی سنت پڑھ لے۔ غیر مقلد اس سے سخت ناراض ہیں [illegible] اس مسئلہ کی وجہ سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فقہ سنت فجر کی سنت پر ترجیح [illegible] [illegible] ہے [illegible] کی تفصیل [illegible] میں مذہب حنفی کے دلائل اور دوسری فصل میں غیر مقلد وہابیوں کے [illegible] اعتراضات مع جوابات ملاحظہ فرمائیے۔

[illegible] سنت فجر پڑھنے [illegible] کے دلائل

[illegible] حضرت عبد اللہ بن ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی

عن ابیہ حین دعاھم سعید بن العاص دعا ابا موسیٰ و حذیفۃ وعبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداۃ ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوۃ فجلس عبد اللہ الی اسطوانۃ من المسجد فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوۃ"

وہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ جب انہیں سعید ابن عاص نے بلایا اس سے پہلے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت حذیفہ اور عبد اللہ ابن مسعود کو بلایا [illegible] فجر پڑھنے سے پہلے پھر حضرات [illegible] کے پاس سے روانہ ہوئے حالانکہ فجر کی تکبیر ہو چکی تھی حضرت ابن مسعود مسجد کے ستونوں سے پاس بیٹھ گئے پھر وہاں دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شامل ہو گئے۔

[illegible] ابن مسعود سے جو فقیہ صحابی ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ کی موجودگی میں جماعت فجر ہوتے ہوئے سنت فجر پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے [illegible] [illegible] سے [illegible] معلوم ہوا

[illegible] صحابہ کا [illegible] طریقہ یہی تھا کہ بوقت [illegible] تحریمہ [illegible] شامل ہوتے تھے اور صحابہ [illegible] منصور سے علم [illegible] پہلے [illegible] نقل [illegible] ہے۔ [illegible] مقلد [illegible] اعتراض [illegible] عبداللہ السبیعی ہے [illegible] آخری عمر میں [illegible] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ثقہ عابد [illegible] آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ([illegible])

[illegible] ابو اسحاق کا [illegible] مذکورہ میں [illegible] معاویہ [illegible] صراحت کی ہے کہ زہیر بن معاویہ نے ابو اسحاق سے ملاقات [illegible] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ زہیر بن معاویہ ثقة ثبت الا ان سماعه عن ابی اسحق بآخره [illegible] زہیر ثقہ اور ثبت ہے [illegible] آخری عمر کا ہے [illegible] امام احمد بن حنبل سے بھی ہے
([illegible])

الغرض زہیر کی ابو اسحاق سے ملاقات کی وقت ہوئی جب وہ [illegible] میں [illegible] [illegible] مسلمہ اصول ہے کہ [illegible] راوی سے ملاقات [illegible] ہو تو اس کی روایت ضعیف ہوتی [illegible] کہ علامہ [illegible] نے صراحت کی ہے [illegible] روى عنه [illegible] الاختلاط ولا يقبل [illegible]
حافظ خراب ہونے [illegible] سے پہلے کی روایت [illegible] حافظہ بگڑنے کے بعد روایت [illegible] روایت ضعیف [illegible] مقلد صاحب [illegible] سب سے پہلے [illegible] [illegible] صحابہ کا عام طریقہ یہی تھا۔ [illegible] طحاوی میں زہیر کا متابع [illegible]

[illegible] عرض ہے کہ اس کی سند میں خالد بن عبدالرحمن ہے۔
([illegible])

[illegible] حدیث ہے چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ خالد بن عبدالرحمن [illegible] المکی متروک (تقریب ص ۹۹) یعنی خالد مخزومی متروک ہے۔ علاوہ [illegible] امام ابو حاتم سے [illegible] الحدیث قرار دیتے ہیں [illegible] بتاتے ہیں امام دار قطنی نے اس کی تضعیف کی ہے (تہذیب [illegible])
[illegible] زہیر بن معاویہ کی بجائے سفیان کہنے میں خالد نے غلطی کی ہے کیونکہ [illegible] صراحت کی ہے کہ یہ سند میں گڑبڑ کرتا ہے چنانچہ امام عقیلی نے [illegible] کہ "وله غير حديث منكر عن الثقات" (الضعفاء الکبیر [illegible]) [illegible] علاوہ بھی اس کی ثقات سے منکر روایات موجود ہیں یہی بات علامہ ذہبی [illegible] (میزان [illegible] ص ۲۳۳) خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ روایت ہر لحاظ سے مردود ہے
([illegible])

[illegible] غیر مقلد صاحب کو یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ حضرت ابو اسحاق عمرو بن [illegible] حافظہ خراب ہونے سے قبل ان الفاظ سے روایت بیان کرتے تھے اور حافظہ [illegible] کے بعد مذکورہ الفاظ بیان کر دیے تعجب کی بات یہ ہے کہ جس راوی کا بھی حافظہ [illegible] اختلاط [illegible] ہو وہ اسی وقت مذہب کے خلاف روایتیں شروع کر دیتا ہے اور [illegible] میں اصل میں احادیث سے فرار کا راستہ ڈھونڈتا ہے [illegible] صاحب کا یہ اعتراض کہ زہیر بن معاویہ نے حضرت ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ [illegible] ہونے کے بعد روایت کی ہے لہٰذا ضعیف ہے تو فقیر جواباً کہتا ہے کہ [illegible] صاحب آپ کو اقرار ہے کہ طحاوی شریف میں زہیر کے متابع حضرت سفیان [illegible] رضی اللہ عنہ موجود ہیں جو کہ ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ [illegible] سے یہی روایت [illegible] آپ کو یہ اعتراض بھی نہیں کہ ان کا روایت کرنا ابو اسحاق کے حافظہ

حسب عادت کے بعد بے تکی بحث حدیث میں ضعف کیسے ہوئی۔ مقلد صاحب نے امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ محدثین عظام کے نزدیک امام سفیان ثوری امام شعبہ سے زیادہ حافظ ہیں (جاء الحق ص ۳۰۶) مگر افسوس ہے کہ یہاں خلاف مذہب جان کر سفیان ثوری کی روایت بھی نہیں مانتے۔

ثالثاً غیر مقلد کا اعتراض کہ حضرت سفیان ثوری کی روایت میں محمود کی سبب سے حافظ ابن حجر نے متروک الحدیث لکھا ہے تو تقیح جواب یہ ہے عمرو بن عبد اللہ سبیعی کا متابع سفیان ثوری ہے جس کی ثقاہت کا آپ کو بھی بقول جمہور ہے بعد ابن خالد بن عبد الرحمن کے سند میں آنے سے ضعف پہنچے کو معتبر نہیں ہوتا لہذا یہ اعتراض لغو اور غیر مسموع ہے۔ جاء الحق سے اسی طحاوی نے حضرت ابو مجلز سے روایت کی

"قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَالْإِمَامُ يُصَلِّيْ فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ"

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے میں ابن عباس کا عمل

وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور عبداللہ بن عباس کے ساتھ نماز فجر میں داخل ہوا امام نماز پڑھ رہا تھا حضرت ابن عمر تو صف میں داخل ہو گئے لیکن ابن عباس نے دو سنتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ نماز میں داخل ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت ابن عمر وہاں ہی بیٹھے رہے جب سورج نکل آیا تو دو رکعت پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے جو بڑے فقیہ صحابی اور حضور کے اہل بیت سے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں جماعت

پڑھ کر جماعت میں شرکت فرمائی اور کسی نے آپ پر اعتراض نہ کیا۔ غیر مقلد اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں حسین بن واقد ہے جو کہ ضعیف ہے چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں (تقریب ص ۵۹) امام احمد نے اس کی روایت سے انکار کیا ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۵۴۱) ثانیاً روایت مذکورہ کا واضح معنی یہ ہے کہ سنت فجر قضا کی جاتی ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بعد طلوع شمس کے بعد قضاء کرتے ہیں حالانکہ مفتی صاحب اس قضاء کے منکر ہیں۔ (جاء الباطل) جواب جاء الحق ہے ج ۲ ص ۳۳ یہ تو صریحاً انحراف ہے کہ آپ اس روایت کے ایک حصہ کو تو تسلیم کر لیتے ہیں مگر دوسرے کو رد کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی تحقیق کے خلاف ہے یہ تو وہی شرمناک فعل ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے

أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ (پ ۱، البقرہ ۸۵)

تو کیا تم اللہ کی کتاب کے بعض حصہ کو مانتے ہو اور کچھ حصے سے انکار کرتے ہو پس جو کوئی تم میں سے یہ وطیرہ اختیار کرے اس کی دنیا میں خواری اور رسوائی کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا اور قیامت کے روز سخت عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔

(ثانی)

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کے ہوتے ہوئے نفل پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے چنانچہ ابن فرماتے ہیں کہ

"أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَلَمْ أُصَلِّ الرَّكْعَتَيْنِ يَعْنِيْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ لِأُصَلِّيَهُمَا

فَجَلَّيْنِيْ وَقَالَ تُرِيْدُ اَنْ تُصَلِّيَ الصُّبْحَ اَرْبَعًا قَبْلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ" (المحلی ۱۱، الاثر ج ۳ ص ۱۵۰)

نماز کی تکبیر کہی جا چکی تھی اور میں نے صبح کی دو رکعتیں بھی نہیں پڑھی تھیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ کیا میں رکعتیں پڑھ لوں تو آپ نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کیا تو صبح کی چار رکعتیں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے (راوی حدیث امام) ابو عامر سے کہا گیا کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابن عباس کو اسی طرح ڈانٹا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

(۲) مہاریہ احق ص ۲۹۲

وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت

الجواب: اس وہابی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے شرم و حیاء اور خوف خدا کو بالائے طاق رکھ دیا کہ حسین بن واقد کے متعلق تقریب اور میزان سے اپنے مطلب کی عبارت کو نقل کر دیا مگر وہ عبارت جس میں حسین بن واقد کی ثقاہت و شان و عظمت کا بیان ہے اسے خلاف مذہب جان کر چھوڑ دیا چنانچہ تقریب میں جہاں سے له اوهام (اس کے وہم ہیں) لکھا اسی کے ساتھ ہی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے "الحسین بن واقد مروزی ابو عبد اللہ القاضی ثقہ تھے۔ یہ تو تقریب میں ہے اور میزان میں فرماتے ہیں۔ وثقہ ابن معین وغیرہ یعنی امام ابن معین وغیرہ نے حسین بن واقد کو ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۷۳) پر حافظ ابن حجر صراحت کرتے ہوئے کہتے ہیں

وَقَالَ ابن ابی خیثمة عن ابن معین ثقة وقال ابو زرعة والنسائی لیس به بأس وقال ابن حبان کان علی قضاء مرو وکان من خیار الناس و ربما اخطأ فی الروایات قلت وجزم ابن حبان فی الثقات

ابن ابی خیثمہ نے امام ابن معین سے نقل کیا کہ حسین بن واقد ثقہ تھے اور ابو زرعہ اور نسائی نے فرمایا کہ ان میں کوئی خرابی نہیں اور ابن حبان نے فرمایا کہ وہ قضاءت پر فائز تھے اور لوگوں میں افضل تھے اور بعض روایتوں میں خطا کر جاتے (ابن حجر) کہتے ہیں میں کہتا ہوں ابن حبان نے انہیں وثوق کے ساتھ ثقات میں لکھا ہے یعنی جب ابن حبان نے حسین بن واقد کو ثقات میں لکھا ثابت ہے تو پھر یہ بات ابن حبان کی طرف منسوب کرنا عجیب ہے کہ وہ بعض اوقات خطا کر جاتے تھے۔

تاہم غیر مقلد کا یہ الزام کہ مفتی صاحب سرے سے سنت فجر کی قضا کے منکر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسروں کے مطابق بات کی ہے کیونکہ قضاء فرض و واجب کی ہے سنتوں کی نہیں لیکن سنت فجر کی احادیث مبارکہ میں بہت تاکید آئی ہے لہذا بعض مسائل میں ان کا حکم واجب جیسا ہے مثلاً بلا عذر سب فاطر ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھی جا سکتیں، اور سوار پر ان کی قضا کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر فجر کے فرضوں کے ساتھ قضا ہوں تو نصف النہار کے زوال سے پہلے تک ان کی قضا سنت ہے اور اگر فرضوں کے ساتھ نہیں ہوا تو بعد میں بعد طلوع آفتاب زوال کا وقت ختم ہونے تک ان کا پڑھنا مستحب ہے واجب اور ضروری نہیں۔

سنت فجر پڑھنے میں ہمارا موقف

چنانچہ بہار شریعت میں ہے فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں (بہار شریعت جلد ۴ ص ۳) فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لیے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ (بہار شریعت جلد ۴ ص ۳) امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو سکے گا اور صف سے دور سنتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کے ملے ورنہ بے پڑھے ملے پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے (فتاوی رضویہ جلد

… معلوم ہو گیا کہ غیر مقلد کا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر … وہ سنت فجر کے منکر ہیں یہ ان کی دور موقف احناف سے بے خبری کا نتیجہ ہے

ثالثاً غیر مقلد کی پیش کردہ روایت کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے … کو بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے سے منع کیا یہ مفتی صاحب … کردہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بوقت سنت فجر پڑھنے کا ثبوت ہے کیونکہ … پڑھنے سے منع … کر وہ جہاں جماعت ہو رہی تھی وہیں صف سے متصل سنتیں پڑھنا چاہتے تھے … طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت جماعت سنت فجر سے منع کی روایت کو … کیا ہے بلکہ … صورت ممنوعہ کو اس حدیث مرفوع سے ثابت کیا ہے کہ

"عن محمد بن عبد الرحمن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بعبد اللہ بن مالک ابن بحینۃ وهو منتصب يصلي ثمة بين يدي نداء الصبح فقال لا تجعلوا هذه الصلوة كصلوة قبل الظهر وبعدها واجعلوا بينهما فصلا" ۔ (طحاوی ج، ص ۲۵۲)

محمد بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مالک ابن بحینہ پر گزرے اور وہ وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تھے تکبیر فجر کے … حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سنت فجر کو ظہر کی پہلی اور پچھلی سنتوں کی طرح بناؤ سنت فجر اور فرض فجر میں فاصلہ کرو۔ اس حدیث نے صورت ممنوعہ کو واضح … منع اس وقت ہے جب کہ جہاں جماعت ہو رہی ہو وہیں سنت فجر پڑھے … اور … ہم احناف بھی جائز نہیں کہتے پھر ہم پر … حدیث ماننے اور … سے انکار کا کیسے درست ہو گا جبکہ امام … الحدیث اس جگہ بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے سے اس لئے منع کرتے ہیں کہ اس میں امام کی مخالفت ہے اس کی قراءت نہیں سنتا اپنی قراءت ہے جبکہ دوسرے مقام پر اس کا خلاف کرتے ہوئے خلف الامام مقتدی کو فاتحہ …

… حدیث … وہابیہ کے کرتوت پر صادق …

"افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب" (پ ۱، البقرہ ۸۵)

"تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا کیا بدلہ ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔"

کنز الایمان …

… روایت وہابیوں کی دلیل بھی ہو وہی صحیح ہو جاتی ہے عجیب بات ہے کہ وہابی … حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر … محدث کا قول … سنت کا حکم صادر فرما … ہے … روایت اس کے ضعف پر … عجیب بات ہے کہ وہابی صاحب کو اس کا پتہ … حضرت عبد … نے کہا کہ … روایت پر … حدیث … طحاوی نے حضرت ابو عثمان انصاری سے روایت کی۔

… ابن عباس نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھیں

"قال جاء عبد اللہ ابن عباس والامام فی صلوۃ الغداۃ ولم یکن صلی الرکعتین فصلی ابن عباس الرکعتین خلف الامام ثم دخل معهم" ۔

"حضرت عبد اللہ بن عباس مسجد میں اس حال میں آئے کہ امام نماز فجر … تھے اور حضرت ابن عباس نے ابھی سنت فجر نہیں پڑھی تھیں۔ آپ نے امام کے پیچھے (دور) دو رکعتیں پڑھیں پھر ان سب کے ساتھ شامل

جواب نمبر ۔

اس پر غیر مقلد کے اعتراض: اس کی سند منقطع ہے کیونکہ ابو عثمان [illegible]
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے [illegible]
نے انہیں چوتھے طبقہ کے راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تقریب ص ۳۰۵) اور اس
راویوں کے متعلق انہوں نے صراحت کی ہے کہ جنہوں نے کبار تابعین [illegible]
وقت وہ وغیرہ کو دیکھا ہو اور کسی صحابی سے سماع ثابت شدہ ہو۔ (مقدمہ تقریب التہذیب ص ۲)

ثانیاً اس کی سند میں ابو عمر معتزلی ہے۔ (محلی ج ۳ ص ۲۵۸) [illegible]
اور کر معتزلی کی صورت میں حجت نہیں ہے۔

ثالثاً ان عیوب کے علاوہ روایت مذکورہ مفتی صاحب کے موافق نہیں
ہے کیونکہ روایت کے الفاظ ہیں "فَصَلّٰی ابْنُ عَبَّاسٍ الرَّكْعَتَيْنِ خلف [illegible]"
یعنی ابن عباس نے دو رکعتیں امام کے پیچھے پڑھیں عیاں ہے کہ خلف [illegible]
الامام سے مراد یہی ہے کہ جماعت کے متصل نمازیوں کی صف میں دو رکعت [illegible]
یہ کہ مسجد کی کسی ایسی جگہ پر جہاں امام کی قراءت کی آواز نہ جاتی تھی کیونکہ
ناحیۃ المسجد فی جانب المسجد جیسے الفاظ ہوتے لیکن آپ کچھ ہے نہیں کرتے [illegible]
ہے خلاصہ کلام یہ کہ روایت مذکورہ سند کے لحاظ سے کمزور ہوتے [illegible]
متن سے بھی مفتی صاحب کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے جو لکھا ہے کہ
کے متصل پڑھنا منع ہے جبکہ روایت میں متصل پڑھنے کا ذکر ہے

غیر مقلد کا بلا تحقیق اعتراض

جواب اول: غیر مقلد کا ابو عثمان انصاری کی حضرت ابن عباس رضی اللہ
ملاقات سے انکار بلا تحقیق ہے کیونکہ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں ہے
عن ابن عباس و ابن عمر۔ (ج ۲۱۶ ص ۳۰۲) یعنی حضرت ابو عثمان انصاری نے
ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی ہے۔ نیز ابو عثمان انصاری [illegible]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

قال الآجری سَأَلْتُ أَبَا دَاوُدَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ فَقَالَ قَاضِي مَرْوٍ
اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ قُلْتُ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ قَالَ عَمْرُو
مَرْوَ ابْنُ جَنْبٍ فِي الثِّقَاتِ۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۳)
اس سے واضح ہے کہ امام ابن حبان نے ثقات (تہذیب الکمال) میں لکھا ہے
(ج ۲۱ ص ۲۷)

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ ابو عثمان [illegible] کثیرت
سے [illegible] ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۸۰۹) الغرض غیر مقلد کا یہ دعویٰ ثابت
نہ ہو سکا کہ ابو عثمان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی سند میں [illegible]
ہے غیر مسموع ہے۔

ثانیاً اس کا متابع جو اسحاق کے ابی حاتم کی حدیث نمبر ۲ میں ہے جو سند سے
بیان کر سکے [illegible] جس میں بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنا حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے اور یہ حدیث روایت موقوف ہے
رابعاً خلف الامام سے غیر مقلد کا جماعت سے متصل مراد بیان کرنے کی بات
[illegible] حقیقت یہ ہے کہ خلف الامام سے مراد یہ ہے جو غیر مقلد جماعت کے
[illegible] البتہ قریب یا متصل کا کوئی قرینہ پایا جائے تو اس وقت یہ معنی پر محمول ہو سکتے
[illegible] جیسا کہ حسن الشیب توقی [illegible] کو اپنے سر پر اٹھائے تو یہ
[illegible] قرینہ ہے کیونکہ [illegible] پشت پر رکھا ہوتا ہے اسی وجہ جانا ہے تو اس جگہ خلف
[illegible] جماعت سے دور پڑھنے پر قرینہ بھی موجود ہے جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
[illegible] جماعت سے دو سنت فجر [illegible] پڑھا کرتا ہے جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں
[illegible] رضی اللہ عنہما سے یہ بات بعید القیاس ہے کہ وہ ایسی جگہ کھڑے ہوں سنت فجر
[illegible] جہاں امام کی قراءت کی آواز کانوں تک آئے اور اس طرح قرآن و حدیث کا

خلاف رہیں جس میں حدیث رسول ہے کہ قرأت امام کا حکم ہے۔ (جاء الحق

٤) طحاوی شریف نے حضرت محمد بن کعب سے روایت کی

"قَالَ خَرَجَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهِ فَأُقِيمَتْ صَلوٰةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ"

"فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اپنے گھر سے نکلے ادھر نماز صبح کی تکبیر ہو گئی تو آپ نے مسجد میں آنے سے پہلے ہی دو سنتیں پڑھیں حالانکہ آپ راستے میں تھے پھر مسجد میں آئے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔

لیکن یہ غیر مقلد کے عقل کا فتور ہے اس کی سند میں عبداللہ بن صالح ہے۔ (طحاوی، ج۱، ص ۲۵۸)

اور یہ متکلم فیہ ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

"صدوق كثير الغلط ثبت في كتابه وكانت فيه غفلة"

تقریب

یعنی سچا تو ہے لیکن بہت غلطیاں کرتا ہے اپنی کتابت میں تو ثابت ہے اس میں بھی غفلت ہے امام صالح بن محمد کا کہنا ہے حدیث میں جھوٹ بولتا ہے ابن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو ترک کر دیا امام احمد بن صالح کا ارشاد ہے متہم بالکذب ہے امام نسائی کا کہنا ہے ثقہ نہیں امام احمد کہتے ہیں یہ پہلے کچھ نہ تھا ابن حبان فرماتے ہیں۔

"منكر الحديث جداً يروي عن الاثبات ما ليس من حديث الثقات كان صدوقاً في نفسه وانما وقعت المناكير في حديثه من قبل جار له كان يضع الحديث على شيخ عبد الله بن صالح ويكتب بخط يشبه خط عبد الله ويرميه في داره بين كتبه

فيتوهم عبد الله انه خطه فيحدث به"

(تہذیب، ج۵، ص ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱، میزان، ج۲، ص ۴۴۰)

یعنی یہ منکر الحدیث ہے ثقات سے وہ روایات کرتا ہے جو ان کی حدیث میں نہیں ہوتی فی نفسہ (اپنی ذات میں) تو صدوق (سچا) ہے اور اس کی حدیث میں مناکیر اس لئے واقع ہوگئی ہیں کہ اس کا ہمسایہ ان کے نام سے حدیث وضع کرتا اور پھر اس کو عبداللہ کی تحریر جیسا لکھتا اور اس کے گھر کی کتابوں میں ڈال دیتا اور عبداللہ کو وہم ہو جاتا کہ یہ میری لکھی ہے اس لئے وہ انہیں بیان کر دیتا۔ علامہ ماردینی حنفی نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ (الجوہر النقی، ج۱، ص ۲۰۹)

ثانیاً یہ روایت مذکورہ سے مفتی صاحب کا موقف بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ابن عمر نے تو مسجد سے باہر راستہ میں سنتیں پڑھیں جبکہ مفتی صاحب مسجد میں پڑھتے ہیں۔ (ماہ جاء الحق ۳۹۶)

سند کی ہیر پھیری

جواب اولاً غیر مقلد صاحب نے اپنی عادت کے مطابق اس جگہ بھی عظیم بد دیانتی کی ہے میزان اور تہذیب التہذیب سے وہ اقوال لکھے ہیں جس سے امام عبداللہ بن صالح کاتب لیث مصری پر جرح ثابت ہو لیکن انہی کتابوں میں اس کے متعلق آئمہ کرام سے وہ اقوال بھی موجود ہیں جس سے امام عبداللہ بن صالح کاتب الیث کی ثقاہت ثابت ہے مثلاً امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"عبدالله بن صالح بن محمد بن مسلم الجهني مولاهم ابو صالح مصري كاتب الليث كان يذكر انه راى عمر بن الحارث روى عن معاوية بن صالح الحضرمي وموسى بن علي بن رباح وحرملة بن عمران التجيبي وسعيد ابن عبدالعزيز

التنوخي والليث بن سعد والمفضل بن فضالة و ابن لهيعة
وهب وبشر بن السري ويحيى ابن ايوب وابي
وعبدالعزيز بن عبد الله ابن ابي سلمة الماجشون ...
واستشهد به البخاري في الصحيح وقيل انه روى عنه في
عنه في جزء القراءة خلف الامام وغيره وروى ...
والترمذي .وابن ماجة بواسطة الحسن بن علي ...
وعبدالله الدارمي ومحمد بن يحي الذهلي وعلي بن
القنطري والمكتوم بن العباس المروزي محمد بن ابي ال...
السمناني وابو حاتم الرازي وابو الازهر النيسابوري وابو ...
القاسم بن سلام ويحي بن معين وابو مسعود الرازي ، ...
بن الحسن الترمذي ومحمد بن منصور الرمادي ومحمد
الجوزجاني وحشيش ابن اصرم والربيع بن سليمان ورجاء
مرجى وحميد ومحمد بن اسماعيل الترمذي و محمد
اسحاق الصغاني و محمد بن مسلم ابن وارة ويعقوب
سفيان واسماعيل بن عبدالله سمويه ابوزرعة الدمشقي و ...
ابن عثمان بن صالح السهمي وهارون بن الكامل الله ،
ابو بكر بن ابي عتاب الاعين وعلي بن عبد الرحمن المخزومي
علان وابو الحسن محمد بن عثمان بن سعيد بن ابي السو
البصري وهو آخر من حدث عنه وغيرهم .وحدث ...
شيخاه الليث و ابن وهب قال ابو حاتم الرازي سمعت ابا الا...
النضر بن عبدالجبار وسعيد بن عفير يثنيان على كاتب الليث
يقول ابو صالح ثقة مامون قد سمع جدي حديثه وكان يحضر

" حديث وكان يحضر كاتبي "

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۵ تا ۲۲۶)

... بن صالح المصری سے عبد العزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ
... مالک کا شیوخ ہے۔ امام عبداللہ بن صالح کاتب الیث رحمۃ اللہ علیہ
... بیان کیں۔ اور امام بخاری سے ابوالحسن محمد بن عثمان محدثین
... احادیث بیان کیں اور وہ حضرت لیث اور ابن وہب آپ کے
... ہیں پھر انہوں نے بھی ان سے روایت بیان کیں ہیں اور ابو حاتم
... نے کہا کہ میں نے ابوالاسود النضر بن عبد الجبار اور سعید بن عفیر کو
... صالح کی خوبیاں بیان کرتے سنا امام ابو حاتم رازی نے کہا
... سے عبدالملک بن شعیب بن لیث کو کہتے سنا کہ عبداللہ بن صالح
... ہیں اس نے میرے دادا سے احادیث سماعت کیں اور وہ انہیں
... بیان کرنے پر رغبت دیتے تھے اور وہ میرے باپ کی موجودگی میں
... بیان کرتے تھے۔ اس میں یہ بات امام عبداللہ بن صالح کاتب
... موثقہ ثابت کرتی ہے کہ امام بخاری اور محدثین کرام کی ایک بڑی
... نے ان سے احادیث بیان کی ہیں جبکہ امام بخاری سے متعلق خود
... صاحب لکھ چکا ہے کہ اجماع امت ہے کہ بخاری کی تمام روایت
... ہیں) امام بخاری باب الحق ص ۳۶۵۔

... جگہ سچے ہی اس اقرار کا پاس رکھتے اور اس بحث روایت کو صحیح
... سے اور ضد چھوڑ دے مگر ان جیسے تعصب کے مریضوں سے کبھی
... ہے میزان الاعتدال سے امام عبداللہ صالح کاتب الیث کی
... ثقاہت و عدالت پر اقوال دیکھیں۔ عبدالملک بن شعیب بن لیث فرماتے
... ثقہ مامون ہے امام ابو حاتم فرماتے ہیں میرے علم میں سچے امین ہیں

امام ابوزرعہ نے فرمایا میرے پاس ان کے کذب پر کوئی دلیل نہیں اور
حسن الحدیث ہیں۔ (ج ۲ ص ۳۳۵ سوم)

کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۸۶ پر الامام الحافظ شیخ الاسلام ابو محمد ابن
ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی المتوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں

"نا عبدالرحمن قال سمعت ابی یقول سمعت عبدالملک بن
شعیب بن اللیث یقول ابو صالح کاتب اللیث ثقة مامون قد
سمع من جدی حدیثه وکان یحدث بحضرة ابی وابی یحضه
علی التحدیث"

عبدالرحمن نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں نے عبدالملک
بن شعیب بن لیث کو فرماتے سنا کہ ابوصالح کاتب لیث ثقہ مامون ہے
اس نے میرے دادا سے احادیث سنیں اور وہ میرے باپ کی موجودگی میں
احادیث بیان کرتے تھے اور میرا باپ ان سے حدیث بیان کرنے پر رغبت
دیتا تھا۔ نیز عبدالرحمن اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا
میں نے اسود بن النضر بن عبد الجبار اور سعید بن عفیر کو عبداللہ بن صالح
کاتب لیث کی تعریف بیان کرتے سنا۔ عبدالرحمن ہی فرماتے ہیں کہ

"سألت ابا زرعة عن ابی صالح کاتب اللیث فقال لم یکن
عندی ممن یتعمد الکذب وکان حسن الحدیث"

"میں نے ابوزرعہ سے ابوصالح کاتب لیث کے متعلق پوچھا تو اس
نے فرمایا میرے پاس اس کے کذب پر کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے اس
کی حدیث حسن ہے۔

چہارم (المسلم صحیح البخاری ومسلم) مثل الامام حافظ ابوبکر محمد بن اسمٰعیل بن ...
المتوفی ۲۳۶ھ لکھتے ہیں"

"وقال ابن ابی حاتم الرازی سألت ابا زرعة عن ابی صالح
کاتب اللیث فقال لم یکن عندی ممن یتعمد الکذب"

ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے امام ابوزرعہ سے ابوصالح کاتب کے
بارے پوچھا تو اس نے فرمایا میرے نزدیک ان کا عمداً جھوٹ ثابت
نہیں ہوا (امر سے حوالہ پیش)

"حضرت ابوزرعہ سے یہ بھی گزر چکا ہے کہ ابوصالح کاتب لیث کی حدیث حسن
ہے۔ ... ہے کہ

قال محمد عبدالله بن صالح ابو صالح کاتب اللیث من
اهل الصدق والامانة.

"عبداللہ بن صالح ابوصالح کاتب لیث اہل صدق وامانت سے ہیں"۔

نیز امام ابن ابی حاتم رازی فرماتے ہیں

"سمعت ابی یقول سمعت عبدالملک بن شعیب بن اللیث
یقول ابو صالح کاتب اللیث ثقة مامون"

میں نے اپنے باپ سے سنا کہ میں نے عبدالملک بن شعیب بن لیث کو
کہا کہ ابوصالح کاتب لیث ثقہ مامون ہے۔

پنجم تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۵ ص ۱۰۱ پر حافظ جمال ...
... لکھتے ہیں

قال ابو حاتم الرازی سمعت ابا الاسود النضر بن عبد
الجبار وسعید بن عفیر یثنیان علی کاتب اللیث وقال ایضا
سمعت عبدالملک بن شعیب بن اللیث یقول ابو صالح ثقة
مامون قد سمع من جدی حدیثه وکان یحدث بحضرة ابی وابی
یحضه علی التحدیث.

"ابو حاتم رازی نے بیان کیا کہ میں نے ابو سو نصر بن عبد ...
عبید بن عمیر کو کاتب الحدیث کی تعریف کرتے سنا اور یہ کہا کہ میں
عبد الملک بن شعیب بن لیث کو فرماتے سنا کہ ابو صالح کاتب لیث ثقہ
مامون ہے کہ انہوں نے میرے دادا سے احادیث سنیں اور میرے باپ کی
موجودگی میں حدیث بیان کرتے تھے اور وہ انہیں حدیث بیان کرنے کی
ترغیب دیتے"۔

اس کے صفحہ نمبر ۱۰۶ پر عبد الرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں
نے ابو زرعہ سے عبد اللہ بن صالح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے نزدیک
عمداً جھوٹ بولنے والوں سے نہیں تھے اور وہ حسن حدیث والے تھے۔"
ابو ابراہیم القطان نے فرمایا کہ میں نے محمد بن یحییٰ کو فرماتے سنا کہ اللہ نے
اور ابو صالح کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ مجھے ان کی بیان کردہ حسن حدیث کے
مشغول کیا۔

اور الفضل بن محمد الشعرانی نے فرمایا کہ
"مَا رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَالِحٍ إِلَّا وَهُوَ يُحَدِّثُ أَوْ يُسَبِّحُ"
"میں نے جب بھی عبد اللہ بن صالح کو دیکھا یا حدیث بیان کرتے
ہوئے یا تسبیح کرتے ہوئے"۔

مختلف فیہ راوی کی روایت عند المحدثین مقبول ہے

ثانیاً غیر مقلد صاحب کا اعتراض کہ عبد اللہ بن صالح کاتب لیث مختلف فیہ
ہے۔ واضح رہے کہ مختلف فیہ وہ راوی ہے جس میں ائمہ جرح و تعدیل نے کلام کیا
یعنی بعض نے توثیق کی ہو اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہو تو ایسے راوی کی روایت عند
المحدثین مردود نہیں بلکہ حسن ہے جو کہ فضائل و احکام سب میں مقبول ہے
اصول پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

... کا مسلک صواب

امام منذری کا فرمان

امام حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ فرماتے

"فَأَقُولُ إِذَا كَانَ رُوَاةُ إِسْنَادِ الْحَدِيثِ ثِقَاتٍ وَفِيهِمْ مَنِ اخْتُلِفَ
فِيهِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ أَوْ مُسْتَقِيمٌ وَلَا بَأْسَ بِهِ"

"پس میں کہتا ہوں کہ جب سند حدیث میں راوی ثقہ ہوں اور ان میں سے
کوئی ایسا راوی ہو جس کی توثیق و تضعیف میں اختلاف ہو تو اس کی روایت سند احسن یا
مستقیم ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا"۔ (الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف ... ص ...
... مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

امام ابن دقیق العید کا فرمان

ایک حدیث حسن کے الفاظ ہیں

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ أُذُنَيْهِ مَعَ الرَّأْسِ
مِنْ دَاخِلِ الْأُذُنَيْنِ مِنَ الرَّأْسِ"۔

کے بارے (امام زیلعی) امام ابن دقیق العید کا قول نقل کرتے ہیں کہ

"قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ فِي الْإِمَامِ وَهٰذَا حَدِيثٌ مَعْلُولٌ بِوَجْهَيْنِ
أَحَدُهُمَا الْكَلَامُ فِي شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ وَالثَّانِي الشَّكُّ فِي رَفْعِهِ
وَلٰكِنْ شَهْرٌ وَثَّقَهُ أَحْمَدُ وَيَحْيَى وَالْعِجْلِيُّ وَيَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ
وَسِنَانُ بْنُ رَبِيعَةَ أَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ وَهُوَ وَإِنْ قَدْ لُيِّنَ فَقَالَ ابْنُ
عَدِيٍّ أَرْجُو أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ
فَالْحَدِيثُ عِنْدَنَا حَسَنٌ" (نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۱۸)

یعنی امام ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الامام میں فرمایا کہ یہ حدیث دو

وجہ سے معلول ہے ایک یہ کہ اس کے راوی شہر بن حوشب میں کلام ہے۔ دوسری یہ کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے۔ لیکن شہر بن حوشب کو امام ابن حنبل، امام یحییٰ، امام عجلی، امام یعقوب بن شیبہ اور امام ... بن رافع نے ثقہ کہا ہے۔ اور امام بخاری نے شہر بن حوشب کی بخاری شریف میں حدیث لی ہے اور وہ راوی اگر کمزور بھی ہو تو امام ابن عدی نے فرمایا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس راوی سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابن معین نے فرمایا کہ اس راوی میں ضعف ہے۔ پس ہمارے نزدیک حدیث درجہ حسن کی ہے۔

(۳) امام ترمذی کا فرمان

شہر بن حوشب متکلم فیہ راوی ہیں۔

لیکن امام ترمذی نے بھی اس کی حدیث کو حسن بلکہ صحیح قرار دیا ہے چنانچہ امام ہیثمی لکھتے ہیں

"قُلْتُ وَقَدْ صَحَّحَ التِّرْمِذِيُّ فِي كِتَابِهِ حَدِيثَ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً وَقَالَ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي ثُمَّ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ"

میں امام ہیثمی کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے شہر بن حوشب کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کو ترمذی میں حسن صحیح کہا ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن، امام حسین اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہم کو اپنی چادر کے نیچے فرمایا اور فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پھر امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

(نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص [illegible])

(۴) امام ابن القطان کا فرمان

امام زیلعی ایک حدیث کے بارے امام ابن قطان سے نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

"وَ مُعَقَّبَةُ بْنُ الْقَطَّانِ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ ثُمَّ يَرْوِيهِ قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَدْ حَكَى الدَّارَقُطْنِيُّ فِي سُنَنِهِ عَنِ ابْنِ أَبِي حَاتِمٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَاهُ وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَا قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ لَيْسَ مِمَّنْ تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ وَوَهَّنَاهُ وَلَمْ يُثْبِتَاهُ قَالَ وَالْحَدِيثُ مُخْتَلَفٌ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُقَالَ فِيهِ حَسَنٌ" (نصب الرایہ ج ۱ ص ۶۲)

"امام ابن قطان نے کہا کہ اس حدیث کو قیس بن طلق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں امام ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ ابوحاتم اور امام ابوزرعہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے ارشاد فرمایا کہ قیس بن طلق ایسا راوی ہے جس سے حجت قائم نہیں ہوتی اور انہوں نے اسے واہی اور کمزور کہا تو یہ حدیث مختلف فیہ ٹھہری پس لائق ہے کہ اس حدیث کو حسن قرار دیا جائے۔

(۵) امام ابن ہمام کا فرمان

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الہمام حنفی شرح فتح القدیر میں ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں

"وَأَخْرَجَ الدَّارَقُطْنِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَيْتَةِ لَحْمَهَا فَأَمَّا الْجِلْدُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوفُ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَأَعَلَّهُ بِتَضْعِيفِ عَبْدِ

المختار بن منصور وهو متروك فقد ذكره ابن حبان في الثقات فلا يخرج الحديث عن الحسن .

"امام دارقطنی نے حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار سے اس کے گوشت کو حرام فرمایا ہے جبکہ بہر حال کھال اور بال اور [illegible] کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور اس حدیث کو عبدالجبار بن مسلم کے ضعف کے سبب معلول کہا ہے اور وہ متروک ہے پس اس راوی کو امام ابن حبان نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے لہٰذا حدیث درجہ حسن سے نیچے نہیں گرتی"۔ (شرح فتح القدیر للامام ابن الہمام ج۱ ص۱۰۱ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲) خاتم المحدثین امام جلال الدین سیوطی کا فرمان:

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"في حديث عائشة مرفوعاً لا ينبغي لقوم فيهم أبو بكر أن يؤمهم غيره رد على ابن الجوزي حيث أعله بعيسى بن ميمون أنه لا يحتج به وبأحمد بن بشير أنه متروك فهذا الحديث أخرجه الترمذي وأحمد بن بشير احتج به البخاري ووثقه الأكثرون وقال الدارقطني ضعيف يعتبر بحديثه وعيسى قال فيه حماد ثقة وقال يحيى مرة لا بأس به وضعفه غيرهم ولم يتهم بكذب فالحديث حسن"

مرفوع حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کسی کو لائق نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں لوگوں کی امامت کرے۔ ابن جوزی کی جرح کا رد کیا جو اس نے کہا کہ اس حدیث کے راوی عیسیٰ بن میمون ناقابل احتجاج ہیں اور راوی احمد بن بشیر متروک ہے اس حدیث کو

[illegible] اور راوی احمد بن بشیر کے ساتھ امام بخاری نے احتجاج [illegible] نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے امام دارقطنی نے کہا یہ [illegible] حدیث کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور راوی عیسیٰ بن میمون کے [illegible] ثقہ ہے اور امام یحییٰ نے ایک بار فرمایا اس کی روایت [illegible] اور امام یحییٰ کے علاوہ محدثین نے عیسیٰ بن میمون کو [illegible] نے متہم بہ کذب نہیں کیا لہٰذا اس راوی کی حدیث [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] تہذیب التہذیب میں اس راوی حسن پر جو مقصود [illegible] عبداللہ بن محمد بن مسلم جہنی کاتب لیث سے متعلق لکھتے ہیں۔

[illegible] هو صدوق ولم يثبت عليه ما يسقط له [illegible] فيه فحديثه حسن"

[illegible] نے فرمایا کہ راوی عبداللہ بن صالح صدوق ہے [illegible] ثابت نہیں جو [illegible] حدیث کو ساقط کرے مگر یہ راوی متکلم [illegible] حدیث حسن ہے۔

تہذیب التہذیب [illegible] ج۵ ص۲۸

[illegible]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنا ثابت

ملاحظہ ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کا ثبوت

"حدثنا فهد قال ثنا ابو نعيم قال ثنا مالك بن مغول قال سمعت نافعا يقول ايقظت ابن عمر لصلوة الفجر وقد اقيمت الصلوة فقام فصلى ركعتين" (طحاوی ج ا ص ۲۵۶)

"حضرت نافع سے بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز کے لئے بیدار کیا [illegible] نماز کی وقت قائم ہو چکی تھی تو آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں"

"حدثنا علی بن شیبة قال ثنا الحسن بن موسی قال ثنا شیبان بن عبدالرحمن عن يحيى بن ابي كثير عن زيد بن اسلم عن ابن عمر انه جاء والامام يصلي الصبح ولم يكن صلى الركعتين قبل صلوة الصبح فصلاهما في حجرة حفصة ثم انه صلى مع الامام"

طحاوی جلد اول صفحہ [illegible]

حضرت زید بن اسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ وہ مسجد میں آئے اور امام اس وقت جماعت قائم کر چکا تھا اور ابن عمر نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو آپ نے انہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ادا کیا پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے۔

اس روایت کے متصل ہی امام طحاوی فرماتے ہیں

"فهذا الحديث عن ابن عمر انه صلاهما في المسجد لان حجرة حفصة من المسجد فقد روي في ذلك ما ذكرناه عن

ابن عباس

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے دو رکعت سنت فجر کو مسجد میں پڑھا چونکہ حضرت حفصہ (بنت عمر) کا حجرہ بارگاہ مسجد نبوی (شریف) میں ہے تو یہ موافق ہوئی اس کے جو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے

کہ آپ نے بوقت جماعت مسجد میں سنت فجر پڑھا [illegible]

[illegible] کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سنت فجر کو [illegible] میں پڑھا مسجد میں نہیں۔

حضرت ابو درداء بوقت جماعت گوشہ مسجد میں سنت فجر پڑھا کرتے تھے۔

[illegible] حدیث نمبر ۵

عن ابي الدرداء انه كان يدخل المسجد والناس صفوف في صلوة الفجر فيصلي ركعتين في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في الصلوة

"کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لاتے تھے حالانکہ لوگ نماز فجر میں صف بستہ ہوتے تھے تو آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت پڑھ لیتے تھے پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے۔"

اس پر غیر مقلد کے اعتراض لکھتے ہیں۔ یہ روایت خود مفتی صاحب کے [illegible] ہے تفصیل اس جواب کی یہ ہے کہ مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی [illegible] تضعیف کی ہے [illegible] جس کی ضروری تفصیل مع جواب گزر چکی ہے۔

[illegible] طحاوی ج ص ۲۵۸

[illegible] (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۵)

معلوم ہے کہ آپ مفتی صاحب اور ان کے ہم مشرب [illegible] بریلوی یہاں بھی

راوی کے مرجیہ ہونے کی بنا پر سے ضعیف تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔ [illegible]
بے فیصلوں کا نام جاء الحق ص ۳۸۸)

<u>جواب</u> اولاً یہ غلط ہے کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی رفع یدین کی حدیث کو محض شعیب بن اسحاق کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کے ضعف کی چند وجوہ ذکر فرمائی ہیں ملاحظہ ہو۔ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے چند سندوں سے مروی ہے اور دو سخت ضعیف ہیں کیونکہ پہلی روایت میں یونس ہے جو سخت ضعیف ہے دیکھو تہذیب میں ہے۔ دوسری کی اسناد میں ابو قلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا ناصبی دیکھو تہذیب۔ تیسری سند میں عبید اللہ ہیں یہ پکا ناصبی تھا چوتھی اسناد میں شعیب بن اسحاق ہے یہ بھی مرجیہ مذہب کا تھا۔ (جاء الحق ص ۳۸۸)

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں راویوں کے مجروح ہونے کی بنا پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو ضعیف قرار دیا۔

<u>ثانیاً</u> وہابی صاحب کو حدیث سے فرار کے لئے یہ بہانہ کافی نہیں کہ مفتی صاحب نے اس کے راوی شعیب بن اسحاق کو مرجیہ کہا ہے بلکہ وہابی صاحب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے مخالف ہیں سوال یہ مقصد نہیں کہ اس کی [illegible] وہابی صاحب کو [illegible] نظر [illegible] کی روایت کو [illegible] سکتے ہیں یا نہیں؟ اول صورت میں تو حق اعتراض حاصل ہے مگر صورت ثانی میں ہرگز نہیں جب کہ [illegible] ثابت ہے [illegible] مرجیہ روایت کا قبول کرنا [illegible] مفتی صاحب نے فرمایا کہ [illegible] شعیب بن اسحاق مرجیہ ہے [illegible] متعلق وہابی صاحب یہ لکھتے ہیں [illegible] حضرات محدثین کے نام وصفات لکھے ہیں [illegible] دیکھا جاسکتا

[illegible] نے مراجع پر مزید محنت کی جائے تو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے [illegible] دیئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ شاذ اکیلی حدیث کی [illegible] احکام پر لکھی گئی ہو اس میں حدیث نہ ہو ورنہ تمام کتابوں میں یہ [illegible] ان حدیث کی صحت پر بھی کوئی کلام نہیں [illegible] منکرین [illegible] پیش ہو جانے کی مگر [illegible] آج تک نہیں

[illegible] ص ۳۳۲

[illegible] کے مذہب پر جب [illegible] ہو پھر [illegible] مرجی [illegible] کے باوجود بھی حدیث صحیح رہتی ہے [illegible] کی صحت پر [illegible] خلاف مذہب [illegible] میں [illegible] قول پر اعتماد کرتے ہیں [illegible] ان سے ثابت

[illegible] حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ کی [illegible] روایت میں مسعود [illegible] موجود نہیں بلکہ راوی کا نام مسعر بن کدام ہے جسے وہابی صاحب [illegible] رہے ہیں

[illegible] راوی کو ضعیف کہا <u>محدثین</u> اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں [illegible] متعلق کتب اسماء الرجال دیکھیں کہ فقہا و محدثین [illegible] اس [illegible] ثقاہت عدالت بیان فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

مسعر بن کدام بن ظهير بن عبيدة بن الحارث بن هلال بن
عامر بن صعصعة الهلالي العامري الرواسي ابو سلمة
الكوفي ثقة [illegible]"

مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیدہ بن حارث بن ہلال بن عامر ابن صعصعہ ہلالی عامری رواسی ابو سلمہ کوفی [illegible] تمام محدثین میں سے ایک [illegible]

[illegible]

[illegible]

حفص بن غیاث نے امام ہشام بن عروہ سے بیان کیا کہ ہمارے
عراق سے اب تک ایسے مسعر سے افضل کوئی نہ آیا اور امام ابن
نے کہا کہ میں نے حضرت یحییٰ بن سعید سے پوچھا کہ ہشام
مسعر دونوں میں سے حدیث میں زیادہ ثبت کون تھے انہوں نے فرمایا
کہ مسعر کی مثل کون ہے مسعر سب لوگوں سے ثبت تھے
علی نے کہا کہ میں نے ابن مہدی کو فرماتے سنا کہ ہمیں ابوحمزہ
امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور تھے
مسعر ثقات میں بھی تھے امام ثوری
کہ جب ہم کسی بات میں اختلاف کرتے تو کسی سے متعلق مسعر
کو پوچھتے اور امام شعبہ نے فرمایا کہ ہم مسعر کو مصحف کے لقب سے
اور بن سعید الجوہری نے کہا کو میزان کا نام
اور امام نے کہا کہ میں نے ابونعیم کو کہ مسعر
حدیث میں مگر اس نے حدیث میں کوئی خطا نہیں کی سوائے
حدیث کے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے امام وکیع سے بیان کیا کہ
شک میں غیر کے یقین جیسا ہے اور علامہ عجلی نے کہا کہ
ثقہ ثبت فی الحدیث ہے امام اعمش کہتے کہ شیطان مسعر کو
جاتے نے حدیث میں شبہ اور عبد بن سے
کہ حضرت مسعر سچائی کا تھے
کہ وہ ثقہ تھے ان کی حدیث اہل صدق کی حدیث تھی
اور اسحاق بن منصور نے ابن معین سے بیان کیا کہ ثقہ ہیں
نے کہا کہ مسعر ثبت ہیں کوفہ میں ان کی مثل کون ہے ابن
حاتم نے ابوزرعہ سے کا ثقہ ہونا بیان کیا

سے پوچھا گیا تو فرمایا مسعر سے اعلیٰ
حدیث اور والا مسعر حماد بن زید سے بھی زیادہ ثقہ
ہے اور آجری نے ابوداؤد سے بیان کیا کہ مسعر نے الف (۱۰۰۰) شیوخ
سے روایت کی جن سے سفیان نے اور محمد بن عمار بن حارث رازی
نے کہا کہ میں نے ابونعیم سے سنا کہ میں نے ثوری سے
کم ہوتا ہے پھر ابونعیم نے کہا کہ میں ثوری کا قول بیان کرتا ہوں
مسعر اسی حال پر فوت ہوئے سے بہتر تھے تو سفیان ان کے
جنازہ میں شریک نہ ہوئے سب عمرو بن علی نے
کہا کہ ۱۵۳ھ کو فوت ہوئے اور ابونعیم نے کہا کہ ۱۵۵ھ کو فوت
ہوئے۔ میں کہتا ہوں جو مسعر سے کہ حکم بن ہشام سے بیان کیا کہ
ہمیں مسعر نے بیان کیا کہ مجھے ابوجعفر نے عہدہ کے لئے بلایا تو
میں نے کہا میرے گھر والے مجھ پر کسی چیز کی خریداری میں خوش نہیں
ہوتے تو کی ہو تو تم مجھے عہدہ دینا چاہتے ہو مجھے معاف
رکھو اور نے کہا کہ میں نے مسعر کو دیکھا مگر وہ
میں سب سے افضل تھے اور امام شعبہ نے فرمایا کہ مسعر کو
میں جس طرح بھر اور کی کتاب
میں ابن مبارک نے فرمایا کہ کون مجلس ہو تو وہ مسعر بن کدام
کی مجلس میں اور محمد بن مسعر نے کہا کہ میرے باپ رات کی وقت
کہ نصف قرآن ختم اور ابن حبان نے امام مسعر کو
ثقات میں ذکر کیا اور کہا کی حدیث میں ثبت تھے میں نے ابن
خطیب کو کہتے سنا کہ میں نے نصر بن علی کو کہتے سنا کہا میں نے
عبداللہ بن داؤد کو کہتے سنا کہ مسعر کو مصحف کا لقب دیا گیا قلت

[illegible]

وقال حفص بن غياث عن هشام بن عروة [illegible]

[illegible] ذلك [illegible]

[illegible]

يحيى بن سعيد [illegible] مسعر [illegible]

[illegible] مثل مسعر كان من اثبت الناس وقال عمرو بن [illegible]

سمعت عبد الرحمن بن مهدي يقول [illegible]

[illegible]

شعبة ومسعر وقال عبد الله بن داود الخريبي [illegible]

[illegible]

شعبة [illegible] مسعرا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] عن شعبة [illegible] كان مسعر

[illegible] عن احمد بن حنبل

[illegible]

[illegible] محمد بن عبد الله بن عمار

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ححفص بن غیاث نے ہشام بن عروہ سے بیان کیا [illegible]

فرمایا ہمارے پاس عراق سے ایوب سختیانی اور امام مسعر سے
نہ آیا اور راوی سے شاذ و سر و سے کی اور سے ہو جاتا
مدینی نے بیان کیا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے پوچھا کہ
یہ مسعر میں سے زیادہ پختہ کون ہے تو انہوں نے فرمایا میں نے
کوئی نہ دیکھا وہ سب لوگوں سے حدیث میں زیادہ اثبت تھے
علی نے بیان کیا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو بیان کرتے
ابو حصین نے بیان کیا ۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا
موثق تھے اور ثقہ محدثین) سے بہتر شعبہ و مسعر تھے
الخریبی سے ہے کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا جب ہم کسی
اختلاف کرتے تو اس کے متعلق امام مسعر سے پوچھ لیتے
شعبہ نے فرمایا ہم مسعر کو مصحف کے لقب سے یاد کرتے
سعید بن جابر سے ہے کہ شعبہ اور سفیان جب کسی بات میں
کرتے تو کہتا ہمیں میزان مسعر کے پاس لے چلو
راوی نے کہا کہ میں نے ابو نعیم سے سنا مسعر ثقہ ہے
شعبہ اور ابو زرعہ دمشقی نے بیان کیا کہ میں نے ابو نعیم سے
اپنی حدیث میں تردد کرتے لیکن بہت سے لوگ کی حدیث میں
غلطی نہیں کی ۔ یہ حدیث کے ابو بکر ابی شیبہ سے
بیان کیا کہ مسعر کا شک کسی دوسرے آدمی کے یقین جیسا ہے اور
نے فرمایا کہ مسعر کوفی ثقہ حدیث میں پختہ ہے اور امام فرماتے
شعبان مسعر کا مصحف کہا جاتا ہے کہ انہیں حدیث میں شبہ ہوتا ہے
تھا وہ منظوم کلام سنتا اور عبداللہ بن علاء سے سفیان بن عیینہ سے
کیا کہ امام مسعر ہمارے پاس صدق کے خزانے ہے اور ابو طالب

بن حنبل سے بیان کیا کہ مسعر ثقہ و شیار ہے اور اس کی حدیث
صدق کی حدیث ہے اور اسحاق بن منصور نے امام یحییٰ بن معین سے
کیا کہ ثقہ ہے اور محمد بن عبداللہ بن عمار موصلی نے فرمایا کہ مسعر
ہے اور کون ہے جو کوفہ میں ان کی مثل ہو اور عبدالرحمٰن بن ابی
سے کہا کہ امام ابو زرعہ سے ان کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا ثقہ
اور میرے باپ ابو حاتم) سے مسعر و سفیان کے بارے پوچھا گیا تو
مسعر حدیث میں زیادہ اتقان والا اور زیادہ مضبوط ہے اور اسناد
میں ہے اور مسعر تو اتقان میں حماد بن زید سے بھی بڑھ کر ہے اور ابو عبید
نے ابو داؤد سے بیان کیا کہ امام مسعر وہ صاحب شیوخ ہے کہ
نے ان ایک سو ۱۰۰ شیوخ سے روایات کیں جن سے سفیان نے
نہیں کیں اور محمد بن عمر بن حارث رازی نے کہا کہ میں نے ابو نعیم سے
میں امام سفیان کو کہتے سنا کہ ایسا زیادتی اور کی قدح کرتا ہے تو
میں نے کہا اے ابو نعیم یہ کیسی بات کرتے ہو تو اس نے میری طرف نظر
تعجب دیکھا اور کہا میں سفیان کا قول بیان کرتا ہوں اور البتہ مسعر بن
کدام نے وصال کیا اور وہ محدثین) میں بہترین تھے اور سفیان و شریک
وہاں موجود تھے مگر ان کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے اور عمرو بن علی نے
کہا کہ مسعر ۱۵۳ھ میں فوت ہوئے اور ابو نعیم نے کہا کہ ۱۵۵ھ میں
وصال کیا اور احمد بن محمد بن ہلال نے مصعب بن مقدام سے بیان کیا
کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس شان میں دیکھا
کہ سفیان ان کا دست مبارک تھامے ہوئے اور وہ دونوں طواف کرتے
ہیں تو سفیان نے آپ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ مسعر فوت ہو چکے
ہیں فرمایا یہاں اور آسمان والے ان کے وصال پر خوشی کر رہے ہیں یعنی

ن کا استقبال کرتے ہیں اس وقت) کو ان سے ایک جماعت روایت کیا"

حوالہ نمبر ۳

امام الحافظ محدث العراق ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف ابن شاہین ۳۸۵ ہجری لکھتے ہیں

"مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ كُوفِيٌّ مِنْ مُتَقَدِّمِي مُصَدِّقِي" تاریخ اسماء الثقات

"یعنی امام مسعر بن کدام سچائی کے خزانوں سے تھے"

قارئین کرام نے اسماء الرجال کی کتب معتبرہ سے امام مسعر بن کدام کے متعلق آئمہ محدثین رضوان اللہ علیہم کے قول دیکھے ان میں کسی نے انہیں ثقہ کہا کسی نے حجت کسی نے متقن کسی نے ثقہ وحجت کہا اور انہیں مصحف کہا۔ بڑے بڑے آئمہ ثقات مثل سفیان وشعبہ وحماد بن زید نے انہیں اصل کہا، مگر وہابی صاحب حق پوشی وخیانت کی حد عبور کر کے کہتے مرجیہ ہیں یہ حال ہے تعصب کے مریض کا اب آخر میں علامہ ذہبی کی بھی سن لیں لکھتے ہیں

"مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ فَحُجَّةٌ إِمَامٌ وَلَا عِبْرَةَ بِقَوْلِ السُّلَيْمَانِيِّ كَانَ مِنَ الْمُرْجِئَةِ" ۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۹۹۔

"یعنی مسعر بن کدام پس حجت ہے امام ہے اور سلیمانی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ مرجیہ سے تھے۔"

اب بتائیں وہابی کی بات کا اعتبار کریں گے کہ امام جرح وتعدیل علامہ ذہبی کا۔

صحابہ سنت فجر بوقت جماعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوتے تھے

صاحب جاء الحق نے حدیث نمبر ۶ ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف نے ابو عثمان نہدی سے روایت کی

"كُنَّا نَأْتِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ أَنْ نُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَنُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ" ۔

فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر فاروق کے پاس سنت فجر پڑھنے سے پہلے آتے تھے حالانکہ حضرت عمر نماز میں ہوتے تھے تو ہم مسجد کے کنارے سنت فجر پڑھ لیتے تھے پھر قوم کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہوتے تھے۔

جواب غیر مقلد کا اعتراض

اس کی سند میں جعفر نامی راوی ہے جو کہ ابو عثمان النہدی عبد الرحمان بن مل کا شاگرد ہے اور ہشام بن ابو عبداللہ کا استاذ ہے۔ طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

اور یہ مجہول ہے تہذیب التہذیب میں اس نام کا کوئی راوی ابو عثمان النہدی کا شاگرد ہے اور نہ امام دستوائی کا استاد بتایا گیا ہے۔

تائید روایت مذکورہ امام ابوبکر نے اپنی مصنف میں روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

"رَأَيْتُ رَجُلًا يَجِيءُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ" مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱۔

"یعنی امام عبد الرحمان بن مل بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز فجر کی امامت کرا رہے تھے تو اس شخص نے پہلے دو رکعت مسجد کے ایک گوشہ میں ادا کی پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں داخل ہوا"۔

گو یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں حماد بن سلمہ ہیں جو کہ

مدلس ہیں تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳ وطبقات ص ۳۰)۔

اور روایت ضعیف ہے لیکن اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہو گیا کہ روایت کے متن میں اضطراب ہے کیونکہ طحاوی کی روایت میں اپنا فعل بیان کیا گیا ہے۔ میں کسی مجہول آدمی کا بطور حجت بتایا گیا ہے (رسالہ جواب الحق ص ۴۹)

<u>وہابی کی اسماء الرجال سے جہالت</u>

<u>الجواب اولاً</u> "ابوعثمان نہدی کے شاگرد جعفر کو مجہول لکھنا غیر مقلد صاحب کی بودی جہالت اور اسماء الرجال سے بے خبری ہے اسماء الرجال پر معروف کتاب میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"جعفر بن ميمون البصري بياع الانماط عن ابي العالية وابي عثمان النهدي وجماعة وعنه غندر ويحيى القطان قال احمد والنسائي ليس بقوي وقال ابن معين ليس بحديث وقال مرة صالح الحديث وقال الدارقطني يعتبر به وقال ابن عدي لم ار احاديثه منكرة" (ج ۱ ص ۴۱۸)

"یعنی جعفر بن میمون الانماط (ایک قسم کی چادریں) بیچتے تھے اس نے ابوعالیہ اور ابوعثمان النہدی اور محدثین کی ایک جماعت سے احادیث بیان کیں اور ان سے غندر اور یحییٰ القطان نے احادیث لیں۔ اور امام احمد اور نسائی نے کہا قوی نہیں اور ابن معین کے ان کے متعلق دو قول ہیں) ایک یہ کہ ان کی روایت غیر قوی ہے۔ دوسرا یہ کہ ان کی حدیث (استدلال) کے لئے درست ہے"۔

امام دار قطنی نے فرمایا کہ ان کا اعتبار کیا جائے گا اور امام ابن عدی نے کہا کہ میں نے ان کی احادیث منکرہ نہیں دیکھیں۔ غور کریں کہ جس کے باپ کا نام اور شیوخ و تلامذہ کے نام اور پیشہ کا ذکر دیا اور محدثین نے ان کے متعلق اپنی آراء قائم

سے کوئی بھی عقل مند مجہول کہہ سکتا ہے مگر وہابی صاحب اسے مجہول لکھ رہے ہیں یہ ان کی جہالت و بے عقلی کا کرشمہ ہے تہذیب التہذیب میں ایک جعفر بن میمون ذکر ہیں جو ابوعثمان النہدی کا شاگرد ہو اب دیکھیں تہذیب التہذیب میں کیا موجود ہے یہ کیں جناب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"جعفر بن ميمون التميمي ابو علي ويقال ابو العوام الانماطي بياع الانماط روى عن عبد الرحمن بن ابي بكرة وابي تميمة الهجيمي وابي عثمان النهدي وابي نعيمة رباح حليفة بن كعب وغيرهم وعنه ابن ابي عروبة وسفيان وعيسى بن يونس ويحيى بن سعيد القطان وعدة وقال احمد ليس بقوي في الحديث وقال ابن معين ليس بذاك وقال في موضع آخر صالح الحديث وقال مرة ليس بثقة وقال ابو حاتم صالح وقال النسائي ليس بالقوي وقال الدارقطني يعتبر به وقال ابن عدي لم ار احاديثه منكرة وارجو انه لا باس به ويكتب حديثه في الضعفاء قلت وقال البخاري ليس بشيء وذكره يعقوب في باب من يرغب عن الرواية عنهم وقال عبد الله بن احمد عن ابيه اخشى ان يكون ضعيفا وقال الحاكم في المستدرك هو من ثقات البصريين وذكره ابن حبان في الثقات" (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۷)

"جعفر بن میمون کی کنیت ابوعلی ہے اور ابوالعوام بھی بتایا جاتا ہے نسبت الانماطی ہے اس لئے کہ انماط (خاص قسم کی چادریں) بیچتے تھے اس نے عبدالرحمن بن ابی بکرہ اور ابوتمیمہ الہجیمی اور ابوعثمان نہدی اور ابوالعالیہ اور رباح حلیفہ بن کعب اور ان کے علاوہ سے احادیث بیان کیں اور اہل

سے ابوعروبہ اور دو سفیان اور عیسیٰ بن یونس اور یحییٰ بن سعید القطان اور
متعدد نے روایت کیں اور احمد نے کہا یہ حدیث میں قوی نہیں اور ابن
معین نے کہا صلاحیت نہیں رکھتا اور دوسرے مقام پر ہے اس کی حدیث
درست ہے۔ اور ایک بار کہا ثقہ نہیں۔ اور امام دارقطنی نے کہا اس کا اعتبار
کیا جائے گا اور امام ابن عدی نے کہا میں نے ان کی احادیث منکرہ نہیں
دیکھیں اور امید کرتا ہوں کہ اس کی حدیث میں کوئی حرج نہیں اور اس کی
حدیث ضعفاء میں لکھی جائے میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے کہا وہ کوئی
چیز نہیں اور یعقوب بن سفیان نے اسے اس باب میں ذکر کیا جن کی
روایت سے اعراض کیا جائے اور عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے
بیان کیا کہ میں اس کے ضعف کا اندیشہ کرتا ہوں اور حاکم نے اپنی
مستدرک میں کہا کہ وہ ثقہ بصریوں سے ہے اور ابن حبان اور ابن شاہین
نے اسے ثقات میں ذکر کیا"۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ محدثین کے امام جعفر بن میمون کے متعلق
جرح وتعدیل میں قول مختلف ہیں بعض نے جرح کی اور بعض نے تعدیل وتوثیق بیان کی
مگر جن حضرات نے جرح کی وہ غیر مفسر ہے جو کہ عند الاصول توثیق کے مقابلہ میں
معتبر نہیں دوسرے یہ کہ جن راوی کے بارے جرح وتعدیل دونوں طرف اقوال ہوں
سے متکلم فیہ کہتے ہیں اور متکلم فیہ کے بارے ہم نے ابھی پچھلی حدیث پر بحث میں
محدثین کا مسلمہ اصول بیان کیا کہ اس کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی

راوی کا فضول واویلا

ثانیاً غیر مقلد کا یہ واویلا بھی بے عقل ہے کہ زیر بحث روایت کے متن میں
اضطراب ہے کیونکہ یہ متن میں اضطراب نہیں بلکہ یہ دو روایتیں ہیں بخاری شریف
میں ابوعثمان سے روایت کرنے والے راوی اور ہیں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اور

...دوں کا پیچھے آچکا ہے ملاحظہ کریں۔

...ی سند

حدثنا ابوبکرۃ قال حدثنا ابوداؤد قال حدثنا هشام بن
محمد بن جعفر عن ابی عثمان النهدی" ج۱ ص۲۵۸)۔

...شیبہ کی سند۔

حدثنا ابواسامہ عن عثمان بن غیاث قال حدثنی
ابو عثمان"۔ (ج۲ ص۱۵۲)

...ن وسند سے معلوم ہوا کہ طحاوی وابن ابی شیبہ کی دو الگ الگ روایتیں ہیں
...یہ مقلد ایک سمجھ کر بلا دلیل اس کے اضطراب کا دعویٰ کیا جب کہ حقیقۃً یہ
...ہیں جو آپس میں ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔

ثالثاً راوی جی کا ایک اور بڑا جھوٹ۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے متعلق لکھتا
...یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں حماد بن اسامہ ہیں جو کہ مدلس
(تہذیب التہذیب ج۳ ص۳ وطبقات ص۳۰)۔ نام نہاد دین الحق ص۴۸۹)
...ب کہ طبقات میں امام حافظ ابن حجر نے ان کی اس طرح شان وعظمت بیان
...کی ہے

حماد بن اسامة ابو اسامة الكوفي من الحفاظ من اتباع
التابعين مشهور بكنيته متفق على الاحتجاج به مات سنة
ست وصفه بالتدليس قطبي فقال كان كثير التدليس ثم رجع
عنه وقال ابن سعد كان كثير الحديث ويدلس ويبين تدليسه
انتهى وقد قال احمد كان صحيح الكتاب ضابط لحديثه
وقد نقل عن ... كان الثقة لا يكاد يخطئ مات سنة
احدى ومائتين ۔ (طبقات المدلسین ص۳۰)

"یعنی حماد بن اسامہ ابو اسامہ کوفی حافظ ہے جو تابع التابعین سے ہیں
کنیت کے ساتھ مشہور ہے ان کے حجت ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے جو
سن ۲۰۱ ہجری میں وصال ہوا ان کے ساتھ ان کا وصف قطبی نے بیان کیا
تو کہا کثیر التدلیس تھے پھر تدلیس سے رجوع کر لیا اور امام ابن سعد نے
فرمایا کہ کثیر الحدیث تھے اور تدلیس کرتے اور اپنی تدلیس کو بیان فرما
دیتے اور امام احمد نے فرمایا صحیح الکتاب تھے اور اپنی حدیث کو ضبط رکھنے
والے نیز فرمایا کہ ثبت تھے ایسے پختہ کہ غلطی کے قریب نہ جاتے اور ان
کا وصال دو سو ایک ۲۰۱ ہجری میں ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام حماد بن اسامہ ابو اسامہ کے حجت ہونے پر اتفاق فرمایا ہے اور تدلیس سے انہوں نے رجوع فرما لیا تھا اور اپنی تدلیس کو ظاہر بھی دیتے تھے اور بیان کے بعد تدلیس مضر نہیں ہوتی اب دیکھیں کہ وہابی صاحب ا محدثین پر یقین کیا ہو محدثین حماد بن اسامہ کو حجت مانتے ہیں لیکن وہابی صاحب سے ضعیف کہتا ہے حجت نہیں مانتا۔ اب جاء الحق سے حدیث نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

طحاوی شریف نے حضرت یونس سے روایت کی۔

"قَالَ كَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ يُصَلِّيْهِمَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ"۔

"کہ امام حسن فرماتے تھے کہ سنت فجر مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھے پھر قوم کے ساتھ ان کی نماز میں شامل ہو جاوے"۔

اس پر غیر مقلد کا اعتراض

یہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نہیں جیسے کہ مفتی صاحب عوام کو امام حسن لکھ کر باور کرا رہے ہیں بلکہ حسن بصری ہیں جو کہ تابعی ہیں۔

ثانیاً اس کا راوی یونس بن اسحاق متکلم فیہ ہے۔

"صدوق يهم قليلا" تقریب ص ۳۸۷۔

یعنی سچا تو ہے لیکن کبھی کبھار وہم رہتا ہے۔

اور ایسے راویوں کی روایت منفرد ہونے کی صورت میں حجت نہیں ہوا کرتی
بلکہ امام یحییٰ نے اس کے حق میں بھی کہہ رکھا ہے کہ

"فيه غفلة شديدة" ۔ تہذیب ج ۱۱ ص ۴۳۳

اس میں سخت غفلت پائی جاتی ہے اور ایسے راویوں کی روایت
متابعت کے بغیر قابل قبول نہیں ہوتی"۔ (نام نہاد دین الحق ص ۳۸۹)

جواب اولاً امام حسن بصری رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بیعت یافتہ روحانی بیٹے اور جلیل القدر تابعی ہیں انکو امام لکھنے میں کون سی آفت آگئی جس پر وہابی صاحب کو اعتراض ہے جب کہ خود وہابی صاحب خود وقت کے صدی کا مولوی ان کے موافق مذہب بات کرے تو اسے بھی امام لکھ دیتے

غیر مقلد نے خلاف مذہب عبارت کو چھوڑ دیا

ثانیاً غیر مقلد کو تہذیب التہذیب سے یحییٰ کا قول تو نظر آیا کہ یونس بن ابی اسحاق میں غفلت پائی جاتی ہے اور یہ نظر نہ آیا جو اسی جگہ ہے کہ

"وَقَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ عَنْ مَعِيْنٍ ثِقَةٌ"

"امام عثمان دارمی نے ابن معین سے یونس بن ابی اسحاق کا ثقہ ہونا نقل کیا"۔

امام عثمان دارمی کا ارشاد کہ میں نے ابن معین سے پوچھا یونس یا اسرائیل دونوں میں سے آپ کو زیادہ کون پسند ہے

"فَقَالَ كُلٌّ ثِقَةٌ"

"یہ سب ثقہ ہیں۔"

"وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْنِ مَعِيْنٍ ثِقَةٌ"

"اور اسحاق بن منصور نے امام ابن معین سے ثقہ روایت کیا۔"

"وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ"

"امام نسائی نے فرمایا کہ ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں"۔

"وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَهُ اَحَادِيْثُ حِسَانٌ"

"اس کی احادیث بہت خوب ہیں"

"وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ"

"امام ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا"۔

"وَقَالَ الْعِجْلِيُّ جَائِزُ الْحَدِيْثِ"

"علامہ عجلی نے فرمایا کہ ان کی روایت سے احتجاج جائز ہے۔"

"وَقَالَ ابْنُ شَاهِيْنَ فِي الثِّقَاتِ"

"امام ابن شاہین نے انکو ثقات میں ذکر کیا" (تہذیب التہذیب ج ۱۱ [illegible])

اب ان محدثین کرام کے امام یونس بن ابی اسحاق کی ثقاہت وعدالت میں ارشادات چھوڑ کر اپنے مقصد کا وہ قول ذکر کرنا کس قدر عظیم جہالت اور ظلم ہے۔

ثالثاً علامہ نیموی طحاوی کی اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"اِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ"

"اس کی اسناد صحیح ہے" (آثار السنن ص ۸ [illegible])۔

رابعاً یونس بن ابی اسحاق کے متابع امام یزید بن ابراہیم موجود ہیں جو امام بصری بھی حسن سے یوں بیان کرتے ہیں

"اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلِّهِمَا وَاِنْ كَانَ الْاِمَامُ يُصَلِّيْ ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْاِمَامِ"

(طحاوی ج [illegible] ص ۵۸)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور سنت فجر نہ پڑھی ہو تو ان کو پڑھ لے اگرچہ امام جماعت کرا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شامل ہو جائے

یہ نقل کرنے کے بعد علامہ نیموی فرماتے ہیں

"رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ"

"اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے" (آثار السنن ص ۸۰)

[illegible] اسحاق سے حدیث نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ طحاوی شریف میں حضرت نافع سے [illegible]

"يَقُوْلُ اَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ"

فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز فجر کے لئے جگایا حالانکہ فجر کی تکبیر ہو رہی تھی تو آپ نے پہلے سنت فجر پڑھیں۔

غیر مقلد کا اعتراض:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنت فجر [illegible] کی روایت مذکورہ میں [illegible] کا ذکر نہیں ہے اور مفتی صاحب کی دلیل کے موافق [illegible] کی تطبیق دی [illegible] ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے باہر پڑھا کرتے تھے [illegible] صاحب کے موافق نہیں ہے۔

[illegible] پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جماعت کے کھڑے ہونے کے بعد فجر کی سنت نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ منع فرمایا کرتے تھے لہٰذا ان میں تطبیق کی ایک ہی صورت ہے کہ جب آپ کو مرفوع حدیث کا علم نہیں تھا تو آپ پڑھا کرتے تھے لیکن جب اس کا علم ہو گیا تو خود بھی عمل ترک کر دیا اور

لوگوں کو بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۶۰)

غیر مقلد کے بیچ اعتراضوں کے جواب:

جواب اولاً ہم اس فصل میں غیر مقلد کے اس اعتراض نے [illegible]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بوقت جماعت مسجد میں سنت ثابت نہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طحاوی سے روایت لکھی ہے جس میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بوقت جماعت سنت فجر کو حضرت حفصہ کے حجرہ میں پڑھا اور امام طحاوی کی تصریح بھی اس جگہ لکھ دی ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد نبوی شریف سے ہے لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جماعت سنت مسجد میں پڑھنا ثابت ہے [illegible] جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھنے کا جواز ملا ہے۔

ثانیاً غیر مقلد صاحب کی خود ساختہ توجیہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بوقت جماعت اپنے گھر پڑھتے تو خلاف عقل بھی ہے کیونکہ اقامت حاضرین کے اعلام کے لئے ہوتی ہے کہ اب جماعت قائم ہو رہی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں کیسے معلوم کر لیتے کہ اقامت ہو چکی ہے حالانکہ روایت میں تصریح ہے کہ آپ جماعت قائم ہونے کے بعد پڑھتے پھر اس دور میں گھر میں بھی جماعت نہیں ہوتی تھی کہ آپ (بوقت) [illegible] کیونکر معلوم کر لیتے کہ اب اقامت ہو چکی ہے پھر آپ وہاں سے کس طرح مسجد آتے کہ سنت فجر پڑھ کر جماعت میں شریک ہو سکیں گے اس کا مطلب ہو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما معاذ اللہ جماعت سے رہ جاتے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ثالثاً غیر مقلد صاحب نے دلائل کے ضمن میں اگلی ہی آثار سے جو [illegible] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ایک شخص کو بوقت جماعت سنت فجر پڑھتے دیکھا تو فرمایا کیا تم صبح کی چار رکعت فرض

[illegible] اس میں ہرگز مذکور نہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بوقت جماعت سنت فجر [illegible] تھے یہ غیر مقلد صاحب نے اپنے مذہب کی تقویت کے لئے اپنے پاس سے اضافہ کر [illegible] نام نہاد اہلحدیثوں کا حال ہے۔

مذہب بچانے کے لئے غیر مقلد کے حیلے

[illegible] غیر مقلد صاحب کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دو مختلف روایتوں کے درمیان [illegible] ایک یہی صورت نظر آئی ہے جو کہ ان کے مذہب کے موافق ہے اگرچہ عند العقل غیر مرضی و غیر مناسب ہے کہ جلیل القدر صحابی سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مرفوع حدیث کا علم نہیں تھا اس لئے بوقت جماعت سنت فجر گھر میں پڑھ لیتے تھے جب علم ہوا تو خود بھی عمل ترک کر دیا اور دوسروں کو بھی منع فرمایا کرتے تھے۔ اس پر سوال ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خود بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے میں منع کی مرفوع حدیث کا علم کہاں تھا تو کسی سے مسئلہ [illegible] گھر میں بوقت جماعت سنتیں پڑھتے رہے مگر [illegible] منع و جواز کی روایت کے درمیان تطبیق کی ایک یہ بھی صورت تھی جو [illegible] شاید ان کی نظر نہ آئے کہ خلاف مذہب تھی وہ یہ ہے جسے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کی روایتوں کے جواب میں ذکر کیا کہ منع اس صورت میں ہے جب جماعت سے متصل سنت فجر پڑھے چنانچہ لکھتے ہیں

فقد یجوز ان یکون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کرہ ذلک لانہ صلی الرکعتین ثم وصلھما بصلوۃ الصبح من غیر ان یکون تقدم او تکلم (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۶)

ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کو اس لئے ناپسند کیا ہو کہ سنت فجر کو اس نے نماز صبح (فرض) سے ملا دیا ہو یہ کہ نہ آگے بڑھا ہو اور نہ کلام کیا ہو۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اثر کی روایت میں بھی ہے تو کہ وہ شخص جماعت کی صفوں سے متصل سنتیں پڑھ رہا تھا اور چار اس مشابہ لگ رہا تھا دو پہلے دو جماعت کے تھے اسی مشابہت کی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم فجر کی چار رکعت پڑھتے ہو۔

حدیث نمبر ۹ ملاحظہ ہو طحاوی شریف سے حضرت امام شعبی سے روایت ہے

"كَانَ مَسْرُوقٌ يَجِيءُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ وَلَمْ يَكُنْ رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ"

"حضرت مسروق قوم کے پاس آتے تھے جب کہ وہ نماز فجر میں ہوتے اور مسروق نے سنت فجر نہ پڑھی ہوتیں تو آپ مسجد میں پہلے سنتیں پڑھ لیتے پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے تھے۔"

اس پر غیر مقلد کا اعتراض

مسروق صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں۔

تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۱۱ طبع دکن۔

مگر افسوس کہ منطقی صاحب کس پر حدیث کا عنوان لگا سکتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے۔

ثانیاً اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ ہیں طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "ثقہ حافظ ہیں … تقریب ص ۱۲۴ … روایت کرتے ہیں اور آخری عمر میں حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا اور یہ بحث روایت سے ہے۔"

ثالثاً دوسرا راوی اس کی سند میں حصین عبد الرحمان الحارثی ہے امام احمد … ہیں کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے میزان الاعتدال ص ۵۵۹ ج ۱ … ج ۲ ص ۲۰ طبع جدید۔

• ان تابعی کے فعل کو بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو امام ابوحنیفہ کا … قول تابعین کا آتا ہے اور وہ ان کے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو … تقلید [illegible] کرتے ہیں۔ … ص ۱۹۵ … ج ۲ ص ۲۵۰ … ج۔

… ص ۳۶۰، ۳۹۱

الجواب اولاً محدث کبیر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسروق رضی اللہ عنہ پر حدیث کا عنوان لگایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ۔

"ہمیں ابو بکرہ نے حدیث بیان کی" (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)۔

۲۔ عبد اللہ بن محمد (ابن ابی شیبہ) جو کہ امام بخاری کے استاد ہیں نے بھی … کی روایت کو حدیث کا عنوان دے کر فرماتے ہیں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ

"ہمیں ابو بکر نے حدیث بیان کی"۔

اب وہابی صاحب بتائیں ان محدثین کرام پر کیا فتویٰ ہے۔

ثانیاً سعید بن ابی عروبہ پر جرح سے پہلے وہابی صاحب کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ اس روایت کی سند میں سعید بن ابی عروبہ ہی راوی ہیں … موجود ہے اس طحاوی شریف کے … میں

قال صاحب التصحيح لا أعلم … سعيدا هذا ولعل الصواب … لعله هو سعيد بن عروبة أو سعيد بن منصور (ج ۱ ص …)

صاحب تصحیح … فرماتے ہیں کہ میں اس سعید کو نہیں جانتا شاید کہ … شعبہ ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ شاید یہ سعید بن ابی عروبہ ہی ہوں یا سعید بن منصور ہوں۔

جب راوی میں اختلاف ظاہر ہے تو بلا تعیین جرح معتبر نہیں۔

ثالثاً اگر زیر بحث روایت کے راوی امام شعبہ ہیں تو یہ ثقہ ہیں علامہ ذہبی لکھتے ہیں

"وَاَمَّا شُعْبَةُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ فَثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ سُفْيَانُ"۔

(میزان الاعتدال ج)

"یعنی شعبہ بن دینار کوفی ثقہ ہیں ان سے دونوں سفیان نے روایت کیا"

اور علامہ ابن حجر لکھتے ہیں

"شُعْبَةُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ لَا بَأْسَ بِهٖ" (تقریب التہذیب ص ۱۴۵)

شعبہ بن دینار کوفی کی روایتوں میں کوئی حرج نہیں اگر اس کے راوی سعید بن منصور ہیں تو یہ بھی بالاتفاق ثقہ ہیں"۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں

سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرِ بْنِ شُعْبَةَ الْخُرَاسَانِيُّ الْحَافِظُ الثِّقَةُ صَاحِبُ السُّنَنِ سَمِعَ مَالِكًا وَطَبَقَتَهٗ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۵۱)

"سعید بن منصور بن شعبہ خراسانی حافظ ثقہ اور صاحب سنن ہے اس نے امام مالک اور ان کے ہم طبقہ سے سماعت کی"۔

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

"سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرِ بْنِ شُعْبَةَ اَبُوْ عُثْمَانَ الْخُرَاسَانِيُّ نَزِيْلُ مَكَّةَ ثِقَةٌ مُصَنِّفٌ وَكَانَ لَا يَرْجِعُ عَمَّا فِيْ كِتَابِهٖ لِشِدَّةِ وُثُوْقِهٖ بِهٖ"

(تقریب التہذیب ص ۱)

"سعید بن منصور بن شعبہ ابو عثمان خراسانی مکہ آنے والا ثقہ اور مصنف ہے اور سخت اعتماد کی وجہ سے جو اس کی کتاب میں لکھا تھا اس سے رجوع نہ کرتے تھے"۔

یہ تسلیم کر لیں کہ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ ہی ہیں تو ان کے متعلق دیکھیں

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ مِهْرَانَ الْيَشْكُرِيُّ مَوْلَاهُمْ اَبُو النَّضْرِ الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ لَهٗ تَصَانِيْفُ لٰكِنَّهٗ كَثِيْرُ التَّدْلِيْسِ وَاخْتَلَطَ وَكَانَ مِنْ اَثْبَتِ النَّاسِ (تقریب التہذیب ص ۱۲۴)

یعنی سعید بن ابی عروبہ مہران الیشکری ان کے آقا تھے کنیت ابوالنضر بصری ہے۔ ثقہ حافظ اور صاحب تصانیف ہیں لیکن کثیر التدلیس ہیں اور آخر میں مختلط ہو گیا تھا وہ حدیث میں لوگوں سے مضبوط تھے۔

اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں

"سعيد بن ابي عروبة امام اهل البصرة في زمانه ابو النضر مولى بني عدي واسم ابيه مهران وله مصنفات لكنه تغير باخرة"۔

(میزان ج ۲ ص ۱۵۱)

"یعنی سعید بن ابی عروبہ اپنے دور میں اہل بصرہ کے امام تھے کنیت ابوالنضر ہے بنی عدی کے آقا ہیں اور ان کے باپ کا نام مہران ہے اس نے تصانیف کی ہیں لیکن آخر عمر میں تغیر ہو گیا"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ بن مہران ابوالنضر بصری بڑی پایہ کے امام ثقہ ثبت فی الحدیث ہیں مگر آخر عمر میں حافظہ میں تغیر آ گیا تھا تو اس کا اس روایت پر کوئی اثر نہیں کیونکہ اس کی تائید میں اس مسئلہ پر احادیث کثیرہ ہیں جن کا بیان جا بجا ہو چکا ہے۔

سعید بن ابی عروبہ کا متابع موجود ہے

راوی سعید بن ابی عروبہ کے متابع امام ہشیم موجود ہیں جو کہ حسین اور ابن عوف

سے بھی روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا هشیم قال انا حصین وابن عون عن الشعبی عن مسروق انه دخل المسجد والقوم فی صلاة الغداة ولم یکن صلی الرکعتین فصلاهما فی ناحیة ثم دخل مع القوم فی صلوتهم"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱)

"حضرت مسروق رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے جب کہ لوگ نماز فجر پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ابھی سنت نہیں پڑھی تھیں پس آپ نے انہیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھا پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہوگئے۔"

حاشیہ میں زیر بحث روایت کو علامہ نیموی نے صحیح کہا ہے چنانچہ یہی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

"رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح"

"اسے امام طحاوی نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے۔"

غیر مقلد کا اس پر تیسرا اعتراض کہ اس کی سند میں دوسرا راوی حصین بن عبدالرحمن الحارثی ہے۔ امام احمد نے اسے منکر الروایت کہا ہے۔

<u>غیر مقلد نے راوی کا نام اپنے پاس سے گھڑ دیا</u>

<u>الجواب</u> اولاً حصین بن عبدالرحمن حارثی نہیں بلکہ حصین بن عبدالرحمن السلمی ابوالہذیل الکوفی ابن عم منصور بن المعتمر ہیں جو کہ امام شعبی سے راوی ہیں۔

تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۸۱، تہذیب الکمال ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳ ...

اس کے بارے امام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"قال ابو حاتم عن احمد حصین بن عبدالرحمن ثقة مأمون من کبار اصحاب الحدیث وقال ابن معین ثقة وقال العجلی

ثقة ثبت فی الحدیث وقال ابن ابی حاتم سألت ابا زرعة عنه فقال ثقة قلت یحتج بحدیثه قال ای والله وقال ابو حاتم صدوق ثقة فی الحدیث وفی آخر عمره ساء حفظه"

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۸۱)

ابو حاتم نے امام احمد سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا حصین بن عبدالرحمن ثقہ مامون ہیں اور کبار محدثین سے ہیں اور ابن معین نے فرمایا ثقہ ہیں اور امام عجلی نے کہا ثقہ اور حدیث میں مضبوط ہیں اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے امام ابوزرعہ سے دریافت کیا (حصین بن عبدالرحمن) کا پوچھا تو آپ نے فرمایا ثقہ ہیں میں نے عرض کیا کیا اس کی حدیث کو حجت بنانا چاہیے تو فرمایا واللہ جس حدیث کو چاہو حجت بناؤ۔ امام ابوحاتم نے فرمایا سچے ثقہ فی الحدیث ہیں لیکن آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا۔

تہذیب الکمال میں امام ابوالحجاج جمال الدین یوسف بن عبدالرحمن المزی فرماتے ہیں

"قال ابو حاتم عن احمد بن حنبل حصین بن عبدالرحمن ثقة مأمون من کبار اصحاب الحدیث وقال اسحاق بن منصور عن یحیی بن معین ثقة وقال احمد بن عبدالله العجلی کوفی ثقة ثبت فی الحدیث وقال عبدالرحمن بن ابی حاتم سألت ابا زرعة عنه فقال ثقة قلت یحتج بحدیثه قال ای والله وقال ابو حاتم صدوق وثقة فی الحدیث وفی آخر عمره ساء حفظه"۔ (ج ۲ ص ۱۳۳)

ترجمہ اس کا اس سے پہلی تہذیب التہذیب کی عبارت میں آچکا ہے۔

ثانیاً یہ روایت طحاوی شریف میں ایک اور سند سے بھی مروی ہے جس میں بن عبدالرحمٰن کے متابع عاصم الاحول ہیں جو کہ امام شعبی سے راوی ہیں ملاحظہ ہو۔

"حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا ابو معاویہ عن عاصم الاحول عن الشعبی عن مسروق انہ فعل ذلک غیر انہ لم یذکر ناحیۃ المسجد"۔ (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

یعنی عاصم الاحول امام شعبی سے وہ حضرت مسروق سے راوی کہ انہوں نے ایسا کیا یعنی بوقت جماعت سنت فجر پڑھیں مگر اس نے ناحیہ کا ذکر نہیں کیا اب بھی وہابی نہ مانیں تو وہ نری ضد میں ہیں۔

غیر مقلد چوتھے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں کہ۔

تابعی کے فعل کو بالفرض اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو امام ابوحنیفہ کا فتویٰ ہے کہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو اس سے ہم مزاحمت کرتے ہیں۔

غیر مقلد پہلے اپنے گھر کی خبر لے

الجواب: وہابی غیر مقلد صاحب کو پہلے گھر کی خبر لے کر پھر باہر قدم رکھنا چاہیے کہ ان غیر مقلد وہابیوں کا تو حال یہ ہے کہ تابعی تو بعد کی بات صحابی کے قول کو بھی حجت نہیں مانتے جن کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ"

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"

غیر مقلدوں کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی صاحب لکھتے ہیں۔

"وقول صحابی حجت نباشد"،

"صحابی کا قول دلیل نہیں ہو سکتا"۔ (عرف الجادی ص ۲۳۹)

یہ تو صحابی کی بات ہے وہابیوں کے نزدیک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی بھی حجت نہیں۔ ان کے مولوی محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں

"جناب کسی کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے و قیاس، اجتہاد و استنباط کے اقوال تو کہاں شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں۔" (طریق محمدی ص)

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (سورۃ النجم)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے

ثالثاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خود تابعی ہیں لہٰذا تابعی سے اختلاف ہونا یا اس کی رائے پر اپنی رائے کو درست خیال کر کے ترجیح دینا کوئی معیوب بات نہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان اختلاف ہوئے ہیں بعض اوقات وہ اپنی رائے درست بھی جانتے رہے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ "اختلاف امتی رحمۃ" میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

سنت فجر کے بارے حضرت موسیٰ اشعری کا عمل

جاء الحق سنت حدیث نمبر ۱۰۔ طحاوی شریف نے حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ اشعری سے روایت کی

"اَنَّهٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ فِی الصَّلٰوةِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ"

"کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری مسجد میں آئے حالانکہ امام نماز میں تھا آپ نے پہلے دو رکعت سنت فجر پڑھیں"۔

اس کے بعد مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ دلی حدیثیں بطور سوء فہمی کی ہیں

دونوں کے متعلق بھی روایات ہیں اگر شوق ہو تو طحاوی شریف کا مطالعہ کریں۔

اس پر غیر مقلد کا اعتراض

تنبیہ: آخر میں مفتی صاحب نے مکرر حضرت ابو موسیٰ اشعری کا اثر نقل [کیا ہے] حالانکہ چند صفحات قبل نقل کر آئے تھے دیکھئے مفتی صاحب کی چوکی بیان فرق یہ ہے کہ ابو اسحاق سے بیان کرنے میں زہیر کی بجائے امام سفیان ثوری ہیں۔ [بتایا] جا چکا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن عبد الرحمن راوی متروک الحدیث ہے۔

خلاصہ کلام

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دس حدیثیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں حالانکہ مفتی صاحب نے دس تو کجا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعیف بھی پیش نہیں کی بلکہ آثار پیش کیے ہیں جن میں سات اقوال صحابہ اور دو آثار تابعین ہیں جن کی صحت بھی محل مشکوک ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح احادیث کے مخالف و معارض بھی ہیں اب فیصلہ قارئین کرام خود کریں کہ انہوں نے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جب اصل بنانا ہے یا کہ کسی صحابی و تابعی کے ضعیف قول کو نظر پر اپنی پسند بنا لی۔ (اہلحدیث ص ۲۹۱)

جواب اول: وہابی صاحب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر نکتہ چینی کر کے اپنے دل کا غصہ نکالتے ہیں ورنہ اصل اعتراض تو ان کا امام طحاوی پر بنتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی سند سے روایت کو طحاوی شریف میں دوبارہ نقل کیا ہے۔ مفتی صاحب تو محض ناقل ہیں ان پر یہ اعتراض بیہودہ ہی ہے۔

ثانیاً وہابی صاحب کتنا بے عقل ہے کہ اسے یہ معلوم نہیں کہ محدثین کرام سند و متن مختلف ہونے سے حدیث کو مکرر بیان کرتے ہیں جبکہ یہ سے قرار ہے کہ زیر بحث حدیث در جاء الحق میں اس فصل کی حدیث نمبر کی سند مختلف ہے کہ ایک میں زہیر بن معاویہ حضرت ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں جبکہ دوسری جگہ امام سفیان

[ثوری حضر]ت ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ نیز دونوں روایتوں کے متن میں بھی فرق ہے [پہلی روایت] کا متن یہ بھی ہے۔

"عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن ابیہ حین دعاهم سعيد بن العاص دعا ابا موسى وحذيفة وعبد الله ابن مسعود قبل ان يصلى الغداة ثم خرجوا من عنده وقد اقيمت الصلوة فجلس عبد الله الى اسطوانة من المسجد فصلى الركعتين ثم دخل فى الصلوة" (طحاوی جلد اول صفحہ ۲۵۵)

وہ عبد اللہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں جب انہیں سعید بن عاص نے بلایا اس نے حضرت ابو موسیٰ حضرت حذیفہ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود کو بلایا نماز فجر پڑھنے سے پہلے پھر حضرات سعید بن عاص کے پاس سے اٹھے حالانکہ فجر کی تکبیر ہو چکی تھی۔ حضرت ابن مسعود مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شامل ہوئے۔

"انه دخل المسجد والامام فى الصلوة فصلى ركعتى الفجر" (طحاوی جلد اول صفحہ ۲۵۵)

"کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری مسجد میں آئے حالانکہ امام نماز میں تھا آپ نے پہلے سنت فجر پڑھیں۔"

ثالثاً اس کی سند میں خالد بن عبد الرحمن ابو الہیثم خراسانی ہیں ان کے متعلق علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"خالد بن عبد الرحمن ابو الهيثم الخراسانى نزل الشام ومصر وحدث عن عمر بن ذر وعثمان بن ... وعنه ... والربيع المرادى وجماعة وثقه ابن معين وقال ابو

خاتم لا بأس به وقال العقيلي في حفظه شيء ثم ذكر حديثا معضلا رواه عنه وجوده ولعل الخطأ من غيره وقال ابن عدي ليس بذلك" (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۳۳)

"خالد بن عبد الرحمن ابو الہیثم خراسانی شام ومصر میں آئے اور حدیث بیان کی عمر بن ذر اور مالک بن مغول اور سفیان ثوری سے اور ان سے بحر بن نصر اور ربیع مرادی اور ایک جماعت محدثین نے اور ابن معین نے ان کو ثقہ کہا اور ابو حاتم نے فرمایا ان کی (احادیث) میں کوئی حرج نہیں اور عقیلی نے کہا ان کے حافظہ میں کچھ خلل تھا پھر ان سے معضل حدیث ذکر کی جو کئی وجوہ پر مروی ہے شاید وہ خطا ان کے غیر سے ہو اور ابن عدی نے کہا وہ اس کے ساتھ نہیں"

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں

"وقال يزيد بن عبد الصمد عن ابن معين ثقة وقال ابن صاعد ثنا بحر بن نصر ومحمد بن عبد الله ابن الحكم قالا حدثنا وكان ثقة وقال ابو زرعة وابو حاتم لا بأس به وزاد ابو حاتم كان ابن معين يثني عليه خيرا وقال العقيلي في حفظه شيء قلت ثم ذكر له حديثا معضلا رواه عنه وجوده ولعل الخطأ فيه من غيره وقال ابن عدي ليس بذلك".

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۳)

"یزید بن عبد الصمد نے امام ابن معین سے (خالد بن عبد الرحمن) کا ثقہ ہونا روایت کیا اور ابن صاعد نے کہا کہ ہمیں بحر بن نصر اور محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم نے بیان کیا کہ ہم کو خالد بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے اور امام ابو زرعہ اور ابو حاتم نے فرمایا اس کی

اس میں کوئی حرج نہیں اور ابو حاتم نے یہ بھی بیان کیا کہ امام ابن معین ان کی تعریف کرتے تھے اور عقیلی نے کہا کہ ان کے حافظہ میں کچھ خلل تھا اور پھر ان سے ان کی معضل حدیث ذکر کی جو کئی وجوہ پر مروی ہے اور ممکن ہے کہ اس میں خطا اس کے علاوہ سے کسی ہو اور ابن عدی نے کہا کہ وہ اس کے ساتھ نہیں

[illegible] الدین لکھتے ہیں

انبأنا ابو احمد بن عدي الحافظ ثنا محمد بن احمد بن حمدان قال حدثنا يزيد بن عبد الصمد قال سألت يحيى بن معين في مجلس ابي مسهر عن خالد بن عبد الرحمن الخراساني هذا الذي سكن [illegible] واشار باصبعه السبابة ثقة قال وحدثنا ابن صاعد قال حدثنا بحر بن نصر ومحمد بن عبد الله بن عبد الحكم قالا حدثنا خالد بن عبد الرحمن ابو الهيثم الخراساني وكان ثقة قال حضرت ابن صاعد يحدث فقال حدثنا ابو عتبة احمد بن الفرج قال حدثنا ابو الهيثم خالد بن عبد الرحمن الخراساني وقال يحيى بن معين هو ثقة وقال ابو زرعة وابو حاتم لا بأس به وزاد ابو حاتم كان يحيى بن معين يثني عليه خيرا وقال العقيلي في حفظه شيء روى له ابو داود والنسائي (تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۶۱)

ابو احمد بن عدی نے کہا کہ ہمیں محمد بن احمد بن حمدان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن عبد الصمد نے بیان کیا کہ میں نے ابو مسہر کی مجلس میں یحیی بن معین سے خالد بن عبد الرحمن خراسانی جو کہ [illegible] کے پاس تھے کے بارے پوچھا تو انہوں نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا

کہ ثقہ ہیں اس سے کہا ہمیں [illegible] سے بیان کیا ہمیں

اور محمد بن عبداللہ بن عبد الحکم نے بتایا کہ ہمیں خالد بن [illegible]

ابوالہیثم خراسانی سے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے

کہا میں نے [illegible] سے [illegible] حدیث [illegible]

ابوبکر محمد بن فرج نے کہا کہ ہمیں [illegible] خالد بن عبد [illegible]

[illegible] کی اور یحییٰ بن معین نے فرمایا وہ ثقہ ہیں اور [illegible] ابو حاتم [illegible]

کچھ حرج نہیں اور ابوحاتم نے یہ بھی کہا کہ امام یحییٰ [illegible]

اور عقیلی نے کہا کہ ان کے حافظہ میں کچھ چیز تھی [illegible]

[illegible] کی ہیں۔ محدثین کرام نے کس طرح [illegible] بن عبد [illegible]

ثقاہت وعدالت بیان کی مگر کوئی کا دکا قول جرح میں [illegible]

[illegible] قطعی کا درجہ دے کر بڑے بڑے عظیم الشان محدثین کے کیے [illegible]

کر دیتا ہے یہ ان بزرگوں سے کس قدر زیادتی و ناانصافی ہے وہابی صاحب کا

کہ مفتی صاحب ان تو کیا کوئی ایک حدیث مرفوع ضعیف بھی پیش نہیں [illegible]

آثار پیش کیے ہیں جن میں سے [illegible] اقوال [illegible] اور دو آثار تابعین سے [illegible]

صحت بہرحال مشکوک ہے

جواب وہابی غیر مقلد کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ [illegible]

[illegible] علیہم اجمعین کے [illegible] حدیث [illegible]

ناکام کوشش ہے [illegible] مرہ میں [illegible]

محدثین [illegible] رام کے ارشادات و افعال وتقریرات کو حدیث کا نام

[illegible] متن حدیث کی سند رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک جائے

حدیث مرفوع ہے اور جس متن حدیث کی سند صحابی [illegible] رسول اللہ علیہ [illegible]

جائے حدیث موقوف ہے

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ مشکوۃ میں فرماتے ہیں

"اعلم ان الحدیث فی اصطلاح جمہور المحدثین یطلق علی

قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفعلہ وتقریرہ ومعنی التقریر

انہ فعل احد او قال شیئاً فی حضرتہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولم ینکرہ ولم ینہہ عن ذلک بل سکت وقرر وکذلک یطلق

علی قول الصحابی وفعلہ وتقریرہ وعلی قول التابعی وفعلہ

وتقریرہ فما انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ

المرفوع وما انتہی الی الصحابی یقال لہ الموقوف کما یقال قال او فعل او قرر ابن عباس او عن ابن

عباس موقوفاً او موقوف علی ابن عباس وما انتہی الی التابعی

یقال لہ المقطوع وقد خصص بعضہم الحدیث بالمرفوع

والموقوف اذ المقطوع یقال لہ الاثر"

جان لو کہ بیشک جمہور محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا اطلاق نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ کسی

نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی رسول کی موجودگی میں تو آپ نے اسے نا

پسند جانا اور نہ ہی اسے منع فرمایا بلکہ سکوت فرمایا اور ثابت رکھا

اور ایسے ہی حدیث کا اطلاق صحابی کے قول وفعل اور اس کی تقریر پر ہوتا ہے

اور تابعی کے قول وفعل اور اس کی تقریر پر تو جس حدیث کی سند نبی صلی

اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اسے مرفوع کہا جاتا ہے اور جس حدیث کی

سند صرف صحابی تک جائے اسے موقوف کہا جاتا ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے

[illegible] کیا یا ثابت رکھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یا ابن عباس پر

موقوف ہے اور جس کی سند صرف تابعی تک جائے اسے مقطوع کہا جاتا

ہے اور بعض محدثین نے حدیث کی تخصیص مرفوع اور موقوف سے
بھی کی ہے۔ ان کے نزدیک مقطوع کو اثر کہا جائے گا۔ اس
ہوا کہ محدثین نے تابعی کے قول و فعل اور تقریر کو بھی حدیث
نام دیا ہے مگر بعض اس پر صرف اثر کا اطلاق کرتے ہیں تو اس کے
نظر مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ و تابعین رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے ارشادات کو حدیث کا نام دیا ہے [illegible]
محدثین کرام کی اصطلاح کے مطابق ہے مگر وہابی صاحب خوامخواہ
واویلا کر رہے اور حدیث کی دفاع میں ارشادات صحابہ کا مقام مقتدا سے
[illegible] سے محفوظ [illegible] امام حافظ ابن حجر عسقلانی
جس حدیث کی سند صحابی تک پہنچے اسے دو قسم پر منقسم کیا ہے

مرفوع حکمی اور موقوف

چنانچہ مرفوع حکمی کے بارے لکھتے ہیں

"ومثال المرفوع من القول حكماً لا تصريحاً أن يقول الصحابي الذي لم يأخذ عن الاسرائيليات ما لا مجال للاجتهاد فيه ولا له تعلق ببيان لغة أو شرح غريب كالاخبار عن الأمور الماضية من بدء الخلق وأخبار الأنبياء عليهم السلام أو الآتية كالملاحم والفتن وأحوال يوم القيامة وكذا الاخبار عما يحصل بفعله ثواب مخصوص أو عقاب مخصوص وإنما كان له حكم المرفوع لأن إخباره بذلك يقتضي مخبراً له وما لا مجال للاجتهاد فيه يقتضي موقفاً للقائل به ولا موقف للصحابي إلا النبي صلى الله عليه وسلم"۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۴۳،۴۴)

(صحابی سے مرفوع حکمی غیر صریح کی مثال جس کو وہ صحابی بیان
کرے جس نے اسرائیلیات روایت نہ کی ہوں اور اس میں اجتہاد کو بھی
دخل نہ ہو اور نہ ہی بیان لغت سے بھی تعلق نہ ہو یا شرح غریب سے
تعلق نہ ہو) جیسے امور ماضیہ کی خبریں دینا ابتداء خلق سے اور انبیاء
علیہم السلام کی خبریں یا آنے والے زمانہ کی خبریں جس طرح جنگوں اور
فتنوں اور قیامت کے دن کی خبریں یا ایسے کام بتانا جس کو کرنے پر
خاص ثواب یا مخصوص عذاب کا ذکر ہو اس کے لئے مرفوع کا حکم اس
لئے ہے کہ یہ اس کے مخبر کا تقاضہ کرتی ہے اور اس میں اجتہاد کو دخل نہیں
تقاضہ کرتی ہے اپنے قائل کے لئے معلم کا جبکہ صحابی کے لئے
معلم سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں۔ موقوف مطلق کے بارے لکھتے
ہیں "والثانی الموقوف وهو ما ينتهي الى الصحابي"۔ دوسری
قسم حدیث کی موقوف ہے یہ وہ ہے جس کی سند صحابی تک جائے۔ (شرح
نخبۃ الفکر ص ۴۸) یعنی صرف صحابی تک سند جائے اور مرفوع حکمی کے قرائن
سے خالی ہو۔

ارشادات صحابہ کا مقام محدثین کی نظر میں

(۱) محدثین عظام نے ارشادات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی احادیث
میں اور حدیث مرفوع کی طرح ان سے بھی احتجاج کیا۔ بلکہ بعض ابواب بھی
ارشادات و معمولات صحابہ کے کر پر منعقد کیا۔ وہابی صاحب ان محدثین
پر اعتراض کریں گے کہ اس جگہ حدیث مرفوع کو ذکر نہیں کیا؟ (جلد دوم کے
"يكبر وهو ينهض من السجدتين" کے تحت امام بخاری نے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے استدلال کیا ہے اور اسی سے متصل اگلے "باب
سنة الجلوس في التشهد"

کے آغاز میں حضرت ام درداء صحابیہ کے قول سے استدلال کیا
اسی طرح باب قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ کے آغاز میں حضرت
ابراہیم نخعی کے قول سے استدلال کیا ہے فرماتے ہیں

"وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ
وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنْ
كَانَ عَلَيْهِمْ اِزَارٌ فَسَلِّمْ وَاِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ"

اور منصور نے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کیا کہ
حمام میں قراءت کرنے اور رسائل لکھنے میں حرج نہیں اور حضرت حماد نے ان
ہی سے بیان کیا کہ فرمایا اگر اہل حمام نے تہبند باندھ رکھے ہوں تو ان کو سلام کرو
ورنہ انہیں سلام نہ کہو۔ اس باب میں امام بخاری رضی اللہ عنہ حدیث کے آگے
امام ابراہیم نخعی تابعی رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کیا ہے اب وہابی
اس حضرت کا کیا فتویٰ ہے کیونکہ ان میں دوہرا معیار نہیں ہوتا ...
... کے چھوڑنے کا ... اسی طرح ابوداؤد شریف جلد اول میں امام ابوداؤد
تین باب متصل ذکر کرتے ہیں یعنی باب مَنْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ
طُهْرٍ اِلٰى طُهْرٍ اور باب من قال تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً اور باب من قال ... صلاۃ
الصلوٰۃ" ان میں صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات سے استدلال
ہے اسی طرح امام علی بن عمر دارقطنی نے سنن دارقطنی میں دار قطنی کے باب ...
القبلۃ فی الخلاء میں احادیث سے قبل ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے استدلال
ہے۔ اب ان محدثین کرام پر بھی غیر مقلد یہی اعتراض کرے جو مفتی احمد یار خان
رحمۃ اللہ علیہ پر کیا ہے۔ اب بحمد اللہ اسی باب کی دوسری فصل جو اس مسئلہ پر
مقلدوں کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے شروع کرتے ہیں جس کے
میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اب تک اس مسئلہ پر ہم ...

... حصوں میں ... جوابات ... سے عرض کئے دیتے
... وہ ... اعتراض ... علم میں آئے تو ان کا بھی جواب عرض کر دیں

... کے اعتراضوں کے جواب

... طحاوی وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا
صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ

... ابوہریرہ رضی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہو جاوے تو فرض کے سوا کوئی نماز
نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر کی تکبیر ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھنا اس
... کے صریح خلاف ہے کیونکہ تکبیر ہو چکنے کے بعد صرف فرض نماز ہی پڑھی جاوے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے
تم بھی کہتے ہو کہ فجر کی تکبیر ہو جاوے تو اپنے گھر میں یا مسجد کے سوا دوسری
جگہ سنتیں پڑھ لے مگر وہ جگہ مسجد کے بالکل متصل ہو جہاں تک امام کی قراءت کی
آواز نہ جاتی ہو اور جماعت وہاں سے نظر آ رہی ہو تو جو تم جواب دو گے وہی ہمارا
جواب ہے دوسرے یہ کہ اگر کسی نے سنت فجر یا دوسری سنتیں جماعت سے پہلے
شروع کر دی ہوں اور درمیان میں فجر کی جماعت کھڑی ہو جاوے تو تم بھی اس
کو نماز توڑنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ جائز ہے کہ یہ نماز پوری کر کے جماعت میں
شامل ہو حالانکہ اس حدیث میں تفصیل نہیں لہٰذا یہ حدیث گویا مجمل ہے جس کی
تفصیل عمل ... سے ہے تیسرے یہ کہ یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے۔

جیسا کہ کئی جگہ طحاوی شریف سے بہت تحقیق سے بیان فرمایا۔ ہم [illegible] میں ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ جماعت فجر کے وقت سنت فجر [illegible] میں شریک ہوتے تھے [illegible] کا عمل وقول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [illegible] ترجیح پا جاوے گا۔ چوتھے یہ کہ اس حدیث پر ہر شخص عمل نہیں کر سکتا کیونکہ [illegible] ترتیب جس پر ترتیب نماز فرض ہے اگر اس کی عشاء قضا ہوگئی ہو اور [illegible] ہو جاوے تو وہ اولاً عشاء قضا کرے پھر جماعت میں شرکت کرے [illegible] خلاف ہوگا۔ پانچویں یہ کہ اگر یہ حدیث مرفوع درست ہو تب اس کے معنی ہوں گے کہ تکبیر فجر کے وقت جماعت کی جگہ یعنی صف سے متصل سنت نہ پڑھے بلکہ مسجد کے گوشہ میں جماعت سے علیحدہ پڑھے تاکہ مذکورہ بالا حدیثیں [illegible] ویں۔

حنفی بھی کہتے ہیں کہ جماعت سے متصل سنت فجر ہرگز نہ پڑھے [illegible] بیہقی شریف میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔ "إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلوٰةُ فَلَا صَلوٰةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ" (از حاشیہ طحاوی) جب نماز کی تکبیر کہی جاوے تو فرض کے سوا کوئی نماز جائز نہیں بجز سنت فجر کے۔ اس صورت میں تمہارا اعتراض [illegible] کیا بیہقی کی یہ روایت اگر ضعیف بھی ہو تو بھی عمل صحابہ کی وجہ سے [illegible] جاوے گی۔ عمل صحابہ ہم پہلی فصل میں عرض کر چکے وہاں سے ملاحظہ فرمائیے [illegible] کہ آپ کی پیش کردہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ تکبیر فجر کے بعد کوئی نفل جائز [illegible] جائز نہیں کہ جماعت ہو رہی ہو اور دوسرا آدمی اس جگہ نفلیں پڑھتا جاوے۔ سنت [illegible] نفل نہیں بلکہ مؤکدہ سنت ہے پتا ہی اس لئے ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو جاوے۔

وہابی صاحب کا اس پر یہ اعتراض طحاوی کا اس حدیث کو موقوف [illegible]

[illegible] ت امامی پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو ایک جماعت حفاظ نے مرفوع [illegible] مرفوعاً [illegible] زکریا بن اسحاق [illegible] بن سعد، اسمٰعیل بن مسلم [illegible] اسمٰعیل بن ابراہیم [illegible] عمرو بن دینار وغیرہم۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ [illegible] اصح [illegible] یعنی یہ حدیث مرفوع کی روایت صحیح ہے۔ [illegible] سفیان بن عیینہ نے موقوف بیان کیا ہے جبکہ امام [illegible] نے [illegible] میں صراحت کی ہے کہ سفیان بن عیینہ مرفوع وموقوف دونوں روایت کرتے ہیں۔ [illegible] ص ۲۲۳

[illegible] کا رد

[illegible] جیسے مقلد صاحب کا یہ اعتراض درست نہیں [illegible] روایت [illegible] کی [illegible] سے مرفوع روایت کیا ہے کیونکہ جماعت [illegible] کا اطلاق تب ہوتا ہے [illegible] روایت [illegible] کثیرہ سے مروی ہو مگر غیر مقلد صاحب سے [illegible] [illegible] سند میں [illegible] عمرو بن دینار [illegible] عطاء بن یسار [illegible] سے عطاء [illegible] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ملاحظہ کرو [illegible] ص ۲۵۵

[illegible]

[illegible]

[illegible] جب غیر مقلد صاحب کو اقرار ہے [illegible] حماد بن زید اور [illegible] [illegible] سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو موقوف بیان کیا ہے تو پھر امام [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کا موقوف کہنے میں کیا قصور ہے کہ وہابی صاحب نے مذہب [illegible] تعصب کیے ہیں

[illegible] زیر بحث روایت کو موقوف کہنے میں امام طحاوی اکیلے نہیں فتح الملہم [illegible] جلد ثانی صفحہ [illegible] پر ہے

"قَالَ الشَّيْخُ الْأَنْوَر وَوَقَفَهُ ابْنُ عُلَيَّةَ فِي مُصَنَّفِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ

وأبو ب ابن أبي شيبة على هذه المسألة وصيغته في هذا
الباب يدل على الوقف وكيف لم يرفعه حيث أخرجه تحت
الباب ونقل الشافعي في كتاب الأم من قول أبي هريرة ۔
لموضعين وأخرجه الطحاوي مرفوعًا وموقوفًا ومال إلى
الوقف، وفيما لخصه الحربي من كتاب العلل للإمام
محمد عبد الرحمن بن الإمام أبي حاتم قال سمعت أبي
حديث رواه الفضل بن دكين عن إبراهيم بن إسماعيل بن
مجمع عن الزهري عن عطاء بن يسار عن أبي هريرة قال
إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة فقال هذا خطأ
إنما هو إبراهيم بن إسماعيل عن عمرو بن دينار عن عطاء بن
يسار عن أبي هريرة ليس للزهري معنى، كذا ذكره
الدراوردي وهذا الصحيح موقوف قيل فرفعه عبيد الله بن
موسى عن إبراهيم بن إسماعيل فقال هو خطأ إنما هو
موقوف" ۔

شیخ نے [illegible] سے موقوف بیان کیا ہے علیہ نے مصنف ابن ابی
شیبہ میں اس مسئلہ پر ابن ابی شیبہ کا باب اور باب کے مقام پر اس کا
طریقہ اس کے وقف پر دلالت کرتا ہے۔ نیز جس باب کے تحت
بیان کیا تو مرفوع بیان نہ کیا اور امام شافعی نے کتاب
الام میں دو جگہ حضرت ابو ہریرہ کے قول سے موقوف بیان کیا اور امام
طحاوی نے اسے مرفوع و موقوف دونوں طرح نقل کیا اور خود موقوف کے قائل
ہوئے اور امام ابی محمد عبد الرحمن بن امام ابی حاتم کی کتاب العلل کے
خلاصہ میں علامہ [illegible] نے بیان کیا کہ امام ابی محمد عبد الرحمن بن ابی

حاتم نے کہا کہ میں نے سنا اپنے باپ ابی حاتم سے اس حدیث کے متعلق
جو ایسے فضل ابن دکین نے ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع سے روایت کیا
اس نے زہری اس نے عطاء بن یسار سے اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا جس میں ہے کہ کہا جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض
کے سوا کوئی دوسری نماز جائز نہیں۔ تو اس نے فرمایا (زہری کا نام) اس
جگہ غلطی سے ہے۔ اس میں اس جگہ ابراہیم بن اسمٰعیل عمرو بن دینار وہ
عطاء بن یسار سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ اسے
الدراوردی نے بیان کیا اور یہ موقوف صحیح ہے پھر اسے کہا گیا کہ اسے
عبید اللہ بن موسیٰ نے ابراہیم بن اسمٰعیل سے مرفوع روایت کیا ہے اس
نے فرمایا یہ غلطی سے ہے حقیقت میں موقوف ہی ہے۔

بعد اس روایت کے معیاری راوی امام عمرو بن دینار ہیں جو عطاء بن یسار سے
روایت کرتے ہیں بعد میں رفع سے وقف کی طرف رجوع کر دیا تھا چنانچہ امام حماد بن
زید فرماتے ہیں

"ثُمَّ لَقِيتُ عَمْرًا فَحَدَّثَنِي وَلَمْ يَرْفَعْهُ"

(صحیح مسلم باب کراہۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع [illegible])

پھر میں عمرو سے ملا تو اس نے مجھے حدیث بیان کی مگر پہلے کی طرح مرفوع بیان

- ۲ -

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب ثقہ راوی کسی وقت مرفوع
اور کسی وقت موقوف بیان کرے تو اس کے بارے میں صحیح تر فیصلہ یہی ہے کہ وہ
حدیث مرفوع ہی قرار دی جائے کیونکہ ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے مثبت کو نافی پر
ترجیح ہوتی ہے۔ عدم علم عدم شیء کی دلیل نہیں ہوتی عارف کے قول کو جاہل کے قول
پر ترجیح ہوتی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ

"أكثر من رواه رفعوه فإن الترمذي ذكر أن الرفع أصح والله ... فلذلك القصور سابقة في مقدمة الكتاب أن الرفع مقدم على الوقف على مذهب الصحيح" (الشرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶)

زیادہ راوی اس کو مرفوع ہی بیان کرتے ہیں اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ہی صحیح ہے اور ہم نے کہ شروع فصل مقدمہ (مسلم) میں صراحت کی ہے کہ مرفوع مقدم ہے موقوف پر صحیح مذہب کے [illegible]
آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

"وبينا أن الصحيح بل الصواب عند الفقهاء والأصوليين ومحققي المحدثين أنه إذا روي الحديث مرفوعا وموقوفا موصولا ومرسلا حكم بالرفع والوصل لأنها زيادة ثقة وسواء كان الرافع والواصل أكثر أو أقل في الحفظ والعدد"

الیضا ج ۱ ص ۲۵۶

اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ صحیح بلکہ خاص حق بات یہی ہے جس پر فقہاء علماء اصول اور محقق محدثین متفق ہیں کہ جب کوئی حدیث مرفوع اور موقوف روایت کی گئی ہو موصول اور مرسل بیان ہوئی ہو تو اس صورت میں حدیث مرفوع اور متصل ہی سمجھی جائے گی چاہے رفع اور وصل کرنے والے حفظ اور عدد میں زیادہ ہوں یا کم حدیث بہر حال مرفوع ہوگی
امام نووی نے اس کا مزید تفصیل کے ساتھ ذکر شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸ ج ۱ ص ۱۲۷ ج ۲ ص ۲۰ میں کیا ہے اور ج ۱ ص ۲۷۲ میں حضرت امام بخاری اور مسلم کا خاص طور پر ذکر کیا ہے علامہ ابن ترکمانی حنفی لکھتے ہیں کہ

"وإذا تعارض الوصل مع الإرسال والرفع مع الوقف فالحكم

عند أكثرهم للواصل والرافع لأنهم زادوا وزيادة الثقة مقبولة" الجوہر النقی ج ۲ ص ۹۰

"جب تعارض ہو وصل کا ساتھ ارسال کے اور مرفوع کا ساتھ موقوف کے تو اکثر کے نزدیک حکم وصل اور مرفوع کا ہے کیونکہ یہ زیادت ہے اور ثقہ کی زیادت مقبول ہے۔ (۲ [illegible] ص ۲۲۴، ۲۶۵)

[illegible] دوسروں نے حرام [illegible] سے کہے [illegible]

مغالطہ: جب کوئی اور قیاسی قاعدہ [illegible] دلیل بنے تو [illegible] ہیں کہ دیکھو یہ [illegible] قرآن و حدیث کے علاوہ قیاس [illegible] دلیل مانتے ہیں [illegible] [illegible] کا یہ حال ہے کہ جب ان کے [illegible] کو [illegible] [illegible] قیاس کی دلیل وہی [illegible] قطعی کا [illegible] جب [illegible] کو [illegible] [illegible] ترجیح کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنا [illegible] کا دعویٰ [illegible] کہ ہم قرآن و حدیث کو دلیل مانتے ہیں [illegible] دعویٰ اپنے مذہب [illegible] کرے کو قیاس کا [illegible] موجود ہے کہ [illegible] ترجیح ہوتی ہے [illegible] وصل وغیرہ زیادتی ہے اور [illegible] کو یہاں مفید نہیں [illegible] روایت کا [illegible] مرفوع سے موقوف کی طرف رجوع [illegible] مسلم شریف سے [illegible]

[illegible] مزید فرماتے ہیں

"أنه لقيت عمر فحدثني به ولم يرفعه"

"جب میں پھر عمرو سے ملا تو انہوں نے مجھے یہی حدیث بیان کی اور اسے مرفوع بیان نہ کیا۔"

ثانیاً زیر بحث روایت حسن عن حسن سے مروی ہے

"حماد بن زید عن ایوب عن عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ (مسلم ج۱ ص ۲۴۷)

جبکہ غیر مقلد صاحب کو معنعن روایت پر شدید اعتراض ہوتا ہے۔ نام نہاد دین الحق میں جگہ جگہ معنعن روایت پر معترض ہوتا ہے بلکہ عن عن کو تدلیس کہتا ہے مگر جب اپنے گھر کی دلیل ہو تو سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔

غیر مقلد کا تیسرا اور چوتھا اعتراض: ہر لحاظ سے انصاف پسند اور قبول کرنے والے حضرات کے لئے تو مذکورہ اصول بات ہی کافی ہے اور … جاہل پر تمام حجت کے لئے عرض ہے کہ اس روایت کو امام ابوحنیفہ سے بھی … نے روایت کیا ہے (مسند الخوارزمی ج۱ ص ۲۲۳ … جامع المسانید ج۱ ص ۱۰۷)

جو کہ احناف پر خاص طور پر حجت ہے۔

ربعاً: اگر اب بھی کوئی جاہل ان کے موقوف ہونے پر بضد ہے تو ان … ممکن ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہوگا تو بنا … بیان کر دیا اور جب حدیث کا بیان کرنا مقصود ہوگا تو مرفوعاً بیان کر دیتے ہوں گے۔

(نام نہاد دین الحق ص ۲۶۵ …)

جواب اول: غیر مقلد کی مذہب پرستی کا یہ عالم ہے کہ جب کوئی ثقہ راوی ان کے خلاف روایت کرے تو اسے ضعیف ناقابل حجت لکھ دیتے ہیں وہی راوی اگر ان کے مذہب کے موافق روایت کر دے تو قابل قبول و قابل حجت ہو جاتا ہے گویا کہ ان کے نزدیک ضعیف کا معیار ان کے مذہب کی مخالفت اور ثقہ کا معیار موافقت ہے اس کا ثبوت یوں دیکھیں یہ صاحب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو سخت ضعیف اور ناقابل حجت لکھ چکے ہیں۔ (نام نہاد دین الحق ص ۲۳۲)

اب جب امام صاحب کی روایت موافق دیکھی تو قابل قبول و قابل حجت ٹھہری اور زیر بحث روایت کو مرفوع ثابت کرنے کو ان سے مروی روایت کو دلیل بنایا ہے یہ ہے ان دو نمبریوں کی تضاد بیانی۔

غیر مقلدین جو مسلسل دروغ گوئی اور حق پوشی کرتے چلے آ رہے ہیں کہ … حدیث میں کمزور ہیں ضعیف ہیں محدث نہیں ان سے بہت کم حدیثیں … بھی ضعیف ہیں۔ تو اب نام نہاد دین الحق کے مصنف سے کہیں سے پردہ … اس صاحب نے جس مسند خوارزمی کا حوالہ دیا ہے اس میں تمام وہ … جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اپنی سند سے مروی ہیں اور مذکورہ … جلدوں میں … صفحات پر مشتمل ہے اب یہ تو نہیں کہ اس میں سے اپنے … حدیث امام صاحب سے مان لیں اور باقی سے انکار کریں یہ ان کے قرار … ہے اور دیگر بہت سے کتب میں امام صاحب رضی اللہ عنہ سے حدیث …

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے غیر مقلدوں کی دلیل کے جواب … بیہقی شریف نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ:

"اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الصبح"

… یہ غیر مقلد پہلے اعتراض کے تحت لکھتا ہے۔

اس کی سند میں حجاج بن نصیر راوی ہے (بیہقی ج۲ ص ۴۸۳) جو کہ ضعیف ہے … ابن حجر نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

"حجاج بن نصیر بضم النون الفساطیطی بفتح الفاء بعدها مهملة القیسی ابو محمد البصری ضعیف کان یقبل التلقین" (تقریب التہذیب ص ۱۵۱)

"یعنی حجاج بن نصیر فساطیطی ابو محمد بصری ضعیف ہے … تلقین کو قبول کر لیتا تھا"۔

اور حجاج کا سند مذکورہ میں استاد ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عباد بن … المنقری البصری متروک قال احمد روی احادیث کذب"۔

(ایضاً ص ۱۶۲)

"حماد بن کثیر ثقفی بصری متروک ہے اور امام احمد بن حنبل نے [illegible] جھوٹی روایت بیان کرتا ہے"۔ (امام اعظم اور علم الحدیث ص ۳۲۶)

غیر مقلدوں کے قول و فعل میں شرمناک تضاد

جواب (۱) غیر مقلد وہابیوں کا یہ تضاد بہت شرمناک ہے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارے اہلحدیث کے مذہب کی دلائل صرف قرآن و حدیث ہیں [illegible] علاوہ ہمارے نزدیک کوئی دلیل قابل قبول نہیں [illegible] تقلید شخصی [illegible] ہیں۔

اہلحدیث کے دو اصول

[illegible] اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] کے مقتدر عالم مولوی محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں۔ برادران آپ کے [illegible] تین ہیں [illegible] شریعت [illegible] کی ہیں [illegible] کلام اللہ اور [illegible] کلام رسول اللہ اب تیسرا [illegible] ہے [illegible] تیسری چیز [illegible] کی [illegible] ۔ [illegible] گذر چکا کہ بزرگوں کی مجتہدوں کی [illegible] جتنی [illegible] کہاں [illegible] تو خود پیغمبر صلی [illegible] علم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرما دیں تو وہ حجت نہیں۔ غیر مقلدوں کے مولوی [illegible] صاحب لکھتے ہیں [illegible] سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا ہے [illegible]

غیر مقلدوں کے [illegible] بھی یہی لکھتے ہیں [illegible] جوناگڑھی صاحب لکھتے ہیں کہ تقلید شرک ہے [illegible] مولوی [illegible] غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں [illegible] کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید [illegible] کی [illegible] شرک ہے۔ [illegible] کہنے کے باوجود جب ان غیر مقلدوں کو مذہبی حاجت کے لئے دلیل کی ضرورت [illegible]

[illegible] تے چلے جاتے ہیں کبھی [illegible] مجتہدین کا سہارا لیتے ہیں کبھی فقہاء کا [illegible] کبھی محدثین کی تقلید کرتے نظر آتے کبھی قیاس کرتے دکھائی دیتے ہیں [illegible] شرک [illegible] یہاں ہو جاتی ہے اور جو قیاس [illegible] شیطانی کام [illegible] اسلامی کام [illegible] بات ہے [illegible] دعویٰ کے مطابق صرف قرآن و حدیث کو دلیل دیں تو پھر انہیں [illegible] کی صحابہ کی تابعی کی امام مجتہد کی فقیہ کسی محدث کی [illegible] قول و فعل یا [illegible] کو دلیل بنائیں مگر ان کا عمل [illegible] دعویٰ کے [illegible] قول و فعل میں تضاد [illegible] بات ہے [illegible] کا مصنف بھی [illegible] مطابق [illegible] مقصد [illegible] کی دلیل بناتا [illegible] دلیل خلاف [illegible] تو پھر [illegible] شروع کر دیتا ہے [illegible] حدیث مرفوع نہیں موقوف ہے [illegible] قول ہے [illegible] باقی کہ احناف کے پاس [illegible] حدیث بھی موجود نہیں [illegible] وقت جماعت فجر کی سنتیں پڑھنا ثابت [illegible] مرفوع حدیث [illegible] وقت جماعت فجر کی سنت پڑھنے کا استحباب ثابت [illegible] ابن حجر کی تقلید [illegible] دونوں ضعیف ہیں البتہ حدیث قابل [illegible] ہیں [illegible] صاحب [illegible] حجر [illegible] کی نے [illegible] تجاج بن [illegible] ضعیف [illegible] ثقہ [illegible] محدثین بھی [illegible] ملاحظہ ہو [illegible]

"حجاج بن منصور [illegible] فقد نحن به [illegible] بن [illegible] " [illegible] الثقات [illegible]

محدث ابن حبان نے حضرت [illegible] کو کتاب الثقات میں لکھا ہے

[illegible]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں "وثقہ ابن حبان فوثقہ" کاشف ج ۲ ص ۲۵۰
یعنی ابن حبان نے حجاج کی توثیق کی ہے۔

ثانیاً عباد بن کثیر کا حافظ ابن شاہین نے کتاب تاریخ اسماء الثقات میں ذکر کیا ہے (ص ۲۳۵) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عباد بن کثیر کے متعلق فرماتے ہیں

"عباد بن کثیر الثقفی البصری سکن مکۃ سکتوا عنہ"

(تاریخ الصغیر ج ۲ ص ۱۸۱ و تاریخ الکبیر)

"یعنی عباد بن کثیر ثقفی بصری مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے۔ ان سے (محدثین) نے سکوت کیا (جرح و تعدیل سے)۔ اور جس سے امام بخاری سکوت کریں قابل بحث ہوتا ہے

ثالثاً مذکورہ دونوں راوی مختلف فیہ ہیں اور محدثین کرام سے اصول بیان کرتے ہیں کہ مختلف فیہ کی روایت حسن درجہ سے کم نہیں گرتی۔

غیر مقلد دوسرے اعتراض کے تحت لکھتے ہیں مفتی صاحب نے مذکورہ روایت طحاوی کے حاشیہ سے لکھی ہے اور محشی طحاوی مولوی وصی احمد نے مولانا سہارنپوری کے حوالہ سے لکھی ہے (حاشیہ طحاوی ج ۱ ص ۲۵۶) اور مولانا سہارنپوری نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے حوالہ سے بخاری کے حاشیہ میں لکھی ہے (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۹۰) جب بخاری شائع ہو کر ہندوستان میں آئی تو حضرت شیخ الکل فی الکل الحاج سید نذیر حسین شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۹۳ھ میں علامہ سہارنپوری کے نام خط لکھا جس میں انہوں نے بہت مدلل محققانہ معارضہ کیا جس کا جواب مولانا سہارنپوری سے آخر دم تک نہ بن سکا چونکہ مفتی صاحب نے علامہ سہارنپوری کی تقلید کی ہے لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب بھی دیکھ لیا جائے جو آج تک پورے برصغیر کے حنفی علماء پر ادھار چلا آرہا ہے۔

نوٹ یہ عربی میں طویل خط ہے ہم طول طوالت سے بچنے کے لیے اس کا ترجمہ

یہ ہیں جو غیر مقلد نے لکھا ہے۔

ترجمہ عاجز نحیف سید محمد نذیر حسین کی طرف سے مولوی احمد علی سلمہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی پیروی کی کہ میں "الدین النصیحۃ" اور خاکسار نے لوگوں کے پوچھنے کی وجہ سے ان کی تردید کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین فرمان کے ساتھ جو اصولوں کے بانہوں إلّا أن يحدث يحكي ما شهد۔ آپ کی خدمت شریف میں واضح ہو کہ جو آں مکرم سے حاشیہ بخاری میں اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ کے تحت واقع ہوا ہے کہ میں نے حضرت استاذی المکرم مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ بیہقی کی روایت میں یوں ہے "اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر"۔ اکثر طالبعلموں بلکہ بعض ہمارے زمانہ کے نامور لوگ جو آپ کے قول پر اعتماد کرتے تھے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سنت فجر پڑھے خواہ جماعت ہی کیوں نہ چلی جائے جبکہ یہ زیادتی الفاظ الا رکعتی الفجر کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ محققین کے نزدیک باطل اور مردود ہیں اور یہ صحیح حدیث میں امام بیہقی کی طرف سے آفت وضع حدیث کی درست نہیں بلکہ یہ زیادتی حجاج عباد بن کثیر اور حجاج بن نصیر کی طرف سے مدرج ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے حضرت استاذی المکرم رحمۃ اللہ علیہ سے بیہقی کا پورا کلام نہیں سنا کیونکہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے یا پھر سنا ہے تو سے پورا نقل نہیں کیا اگر ایسا نہیں تو محققین ثقات کے نزدیک الا رکعتی الفجر کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ میں نے

(اور) آپ کی طرف مکتوبہ خط میں لکھا ہے چنانچہ شیخ سلام اللہ نے موطا امام مالک کی شرح میں لکھا ہے کہ

روایت کیا ہے مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار کے طریق سے کہ [illegible] اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو کوئی نماز نہیں (ہوتی) مگر فرض نماز تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیا فجر کی سنتیں بھی اس کو روایت کیا ہے ابن عدی نے حسن [illegible] ساتھ اور جو امام بیہقی نے روایت کی ہے الا رکعتی الفجر۔ اس کی اصل نہیں [illegible] تو رپشتی [illegible] امام احمد [illegible] [illegible] ہوں مگر وہی [illegible] تکبیر کہی گئی ہو [illegible] ابن عدی [illegible] سند کے ساتھ روایت کی ہے [illegible] آپ علیہ السلام [illegible] فجر کی سنتیں بھی نہیں [illegible] آپ علیہ السلام نے فرمایا [illegible] شوکانی نے کی حدیث جب مؤذن نے تکبیر کہی جائے تو [illegible] ہوتی مگر [illegible] اور صبح کی سنتیں [illegible] امام بیہقی نے [illegible] نہیں اور کہا شیخ [illegible] اپنی کتاب موضوعات میں حدیث اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر [illegible] امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا [illegible] ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اسی طرح دیگر موضوع [illegible] [illegible] آپ پر لازم ہے آپ آخری جملہ الا رکعتی الفجر کی تحقیق ثقات کتب سے صحت ثابت کریں یا پھر اس سے رجوع کریں اور آپ جان لیں کہ یہ آخری جملہ قطعی طور پر مردود و باطل ہے اور اس پر عمل کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی [illegible] اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ میں نے آپ

[illegible] صاحب کا مشکور۔ کیونکہ میں نے آپ کی غفلت کو واضح کیا محبت سے بیدار کیا ہے۔ والسلام مع الاکرام۔

شیخ الکل فی الکل محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ پرچہ کا جواب [illegible] [illegible] ہم عصر مولوی عالم علی مراد آبادی کے [illegible] نے بھیج دیا حضرت مولانا شمس الحق محدث عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ

حس ذلک لمن جس ابعث ثم یفیر علی نحو اب نل سنگ [illegible] سکت القاضی السیہ لسہر نوری

(اعلام اہل العصر ص۱۳۶)

[illegible] مراد آبادی کا ص رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کا جواب دینے کی ہمت نہ [illegible] اختیار کر لی جیسے کہ علامہ بہار پوری نے کی تھی۔

(امام اعظم ابو حنیفہ ص ۳۴۲-۳۴۴)

[illegible] دعویٰ ہم چکا دیتے ہیں

[illegible] غیر مقلد کا یہ قول ان کے کہ احناف کے ذمہ ادھار چکا دیتے اب واضح ہو کہ مذکورہ میں غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل نے دو دعوے کئے ہیں ایک اپنے مؤقف کی روایت کی سند حسن مروی ہونے [illegible] مخالف کے مؤقف پر روایت کے آخری جملہ الا رکعتی الفجر کے باطل و مردود

[illegible] فقیر کہتا ہے کہ شیخ الکل فی الکل صاحب نے ابن عدی کی سند کے حسن [illegible] کسی محدث کا قول نقل نہیں کیا لہٰذا [illegible] کا دعویٰ غیر مسموع اور [illegible] ہے۔

[illegible] کے شیخ الکل فی الکل کی خیانت

[illegible] غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل صاحب نے عظیم خیانت کی ہے۔ جہاں [illegible] بیہقی کا قول الا رکعتی الفجر کے متعلق لکھا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اسی جگہ ہی

جس روایت کی سند کے حسن ہونے کا دعویٰ کیا جا سکے اس راوی کو ضعیف کہا گیا ہے اس سے نظر انداز کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو:

أنبأ أبو سعد الماليني أنبأ أبو أحمد بن عدي الحافظ ثنا محمد بن علي بن إسماعيل المروزي ثنا أحمد بن يحيى بن نصر بن حاجب المروزي ثنا مسلم بن خالد الزنجي عن عمرو بن دينار عن عطاء بن يسار عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة قيل يا رسول الله ولا ركعتي الفجر قال ولا ركعتي الفجر قال أبو أحمد لا أعلم ذكر هذه الزيادة في متنه غير يحيى بن نصر عن مسلم بن خالد عن عمرو قال الشيخ وقد قيل عن أحمد بن سيار عن نصر بن حاجب وهم ونصر بن حاجب المروزي ليس بالقوي وابنه يحيى كذلك". (السنن الکبریٰ ج۲ ص۴۸۳)

عطاء بن یسار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جماعت قائم ہو جائے تو سوا فرض کے کوئی نماز نہیں سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ فجر کی دو سنت بھی نہیں فرمایا کہ فجر کی دو سنت بھی نہیں۔ ابو احمد نے فرمایا کہ اس زیادتی کا ذکر میں اس کے متن میں نہیں جانتا سوا یحییٰ بن نصر کے جو اس نے مسلم بن خالد سے اس نے عمرو سے روایت کی۔ شیخ نے فرمایا کہ کہا گیا ہے احمد بن سیار نے نصر بن حاجب مروزی سے روایت کیا وہ وہم ہے اور نصر بن حاجب المروزی قوی نہیں اور اس کا بیٹا یحییٰ بھی اسی طرح (غیر قوی) ہے۔ اس سے واضح ہے کہ اس روایت میں زیادتی ہے جس کو صرف یحییٰ بن نصر مسلم بن خالد سے روایت کرتے ہیں اور اس زیادتی کو بیان کرنے

والے نصر بن حاجب المروزی اور اس کا بیٹا یحییٰ دونوں ضعیف ہیں اور مسلم بن خالد بھی ضعیف ہیں جس کا ذکر آگے آ رہا ہے مگر صد افسوس ہے اس کے باوجود غیر مقلدوں کے شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے جو ان کے مذہب کی دلیل ہے۔

پھر شیخ الکل میاں نذیر صاحب نے شوکانی کے حوالہ سے ہمارے موقف کی دلیل کا ضعف ثابت کرنے کی کوشش کی مگر شوکانی صاحب نے کسی جگہ غیر مقلدوں کی مذکورہ روایت کے بیان میں اس کے ضعف کا بھی اقرار کیا ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں:

وقد روى البيهقي عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة قيل يا رسول الله ولا ركعتي الفجر قال ولا ركعتي الفجر وفي إسناده مسلم بن خالد الزنجي وهو متكلم فيه وقد وثقه ابن حبان واحتج به في صحيحه (نیل الاوطار ج۳ ص۲۰۶)

امام بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے سوا کوئی نماز نہیں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دو رکعت سنت فجر بھی نہیں فرمایا دو رکعت سنت فجر بھی نہیں"۔

اس روایت کی سند میں مسلم بن خالد زنجی ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی اور اپنی صحیح میں اسے حجت بنایا۔ جس میں خود غیر مقلدوں کے امام مسلم بن خالد زنجی کے متکلم فیہ کی روایت کو حجت نہیں مانتا مگر یہ گھر کی دلیل ہے اس لئے سب کچھ قبول ہے۔

شوکانی کی تحریر ﷺ اکاں صاحب کے خلاف

غیر مقلدوں کے امام شوکانی کی تحقیق کے مطابق حضرت ابن مسعود اور جلیل القدر تابعین نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھی ہے چنانچہ شوکانی لکھتے ہیں

"القول بانه لا باس بصلاة سنة الفجر والامام في الفريضة حكاه ابن المنذر عن ابن مسعود ومسروق والحسن البصري ومجاهد ومكحول وحماد بن ابي سليمان وهو قول الحنفية لكن فرق هؤلاء بين الفجر وغيره واستدلوا بما رواه البيهقي من حديث ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا ركعتي الصبح"

نیل الاوطار ج ۳

تیسرا قول یہ ہے کہ سنت فجر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ امام فرض پڑھا رہا ہو اسے نقل کیا ہے ابن منذر نے حضرت ابن مسعود اور مسروق اور حسن بصری اور مجاہد اور مکحول اور حماد بن ابی سلیمان رضوان اللہ علیہم سے اور یہی قول احناف کا ہے ان حضرات نے سنت فجر اور دوسری نمازوں (کے دوران جماعت کے وقت پڑھنے کے حکم) میں فرق کیا ہے انہوں نے استدلال کیا ہے اس کے ساتھ جس حدیث کو امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت قائم ہو جائے تو فرض کے سوا کوئی نماز نہیں مگر دو رکعت سنت فجر۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ الارکعتی الفجر پر جب حضرت ابن مسعود اور مذکورہ تابعین نے عمل کیا اور اس سے استدلال کیا

اس وقت حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر تو پیدا بھی نہ ہوئے تھے جن کی وجہ سے یہ بحث روایت کے ضعف اور الارکعتی الفجر کے مدرج کا دعوی ہے اور یہ اصول ہے کہ بعد کا ضعف پہلے کے عمل واستدلال کو مضر نہیں ہوتا۔ وہابی صاحب کا تیسرا اعتراض۔ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر یہ روایت (الارکعتی الفجر) ضعیف بھی ہو تو تب بھی عمل صحابہ کی وجہ سے قوی ہو جائے گی یقین جانیے کہ یہ مفتی صاحب کا محض ڈھکوسلہ ہے "تحصیل" گئے" ہی ہے۔ (نام نہاد دین الحق، ص ۲۷۰)

جواب: وہابی نے مذکورہ اعتراض میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کو کہ بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنے پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا عمل ہے غیر مقلد نے ڈھکوسلہ سے تعبیر کیا ہے اب ہم بفضلہ تعالیٰ ثابت کریں گے کہ صحابہ کا عمل بے حقیقت ڈھکوسلہ نہیں۔

اول عرض یہ ہے کہ بوقت جماعت سنت پڑھنے کے قائلین کے نظریے کئی ہیں بعض فرماتے ہیں بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھ سکتا ہے مگر اس جگہ سے جبکہ یقین ہو کہ امام کے سلام کہنے سے قبل جماعت میں مل سکتا ہے ورنہ نہیں اور جماعت میں شامل ہو جائے اور جس قدر ہو سکے مسجد میں جماعت سے دور پڑھے یہ موقف احناف کے علاوہ صحابہ کرام میں پہلے عبد اللہ بن مسعود حضرت حذیفہ حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی رکھتے تھے مسجد کے ستون کے پاس سنتیں پڑھیں اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ان کے ساتھ تھے انہوں نے اسے برا نہ جانا ان کا موقف بھی یہی ٹھہرا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوقت جماعت سنت فجر پڑھ کر پھر جماعت میں شامل ہوتے (طحاوی شریف) طحاوی میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوقت جماعت سنت فجر حضرت حفصہ کی حجرہ میں پڑھ کر جماعت سے ملتے اور امام طحاوی نے صراحت کی ہے کہ

حضرت حفصہ کا حجرہ شریف مسجد نبوی شریف میں تھا۔ طحاوی میں ہی ہے کہ ابو الدرداء نے جب سنتیں پڑھی ہوتیں تو بوقت جماعت گوشہ مسجد میں سنت فجر جماعت میں مل جاتے۔ حضرت ابو عثمان النہدی بیان فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آتے سنت فجر پڑھنے سے قبل اور وہ نماز پڑھا رہے ہوتے تو ہم آخر مسجد میں سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاتے۔ طحاوی

اس میں حضرت ابو عثمان النہدی کا جمع کا صیغہ بولنا اور جماعت میں شامل انہیں اس عمل سے نہ روکنا تعامل صحابہ پر دلالت کرتا ہے۔

نوٹ مذکورہ حوالہ جات طحاوی ج ۱ ص ۲۵۵ تا ۲۵۶ سے دیے ہیں

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر تابعین و محدثین کا عمل

(تابعین و آئمہ محدثین بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھنے کے قائل ہیں)

۱) "حدثنا ابو بكر قال حدثنا هشيم قال انا حصين وابن عون عن الشعبي عن مسروق . انه دخل المسجد والقوم في صلوة الغداة ولم يكن صلى الركعتين فصلاهما في ناحية ثم دخل مع القوم في صلوتهم"

"امام شعبی سے ہے کہ حضرت مسروق مسجد میں آئے اور لوگ نماز فجر پڑھ رہے تھے انہوں نے ابھی دو رکعت نہیں پڑھی تھیں تو انہوں نے انہیں مسجد کے گوشہ میں پڑھا پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے"۔

۲) "حدثنا معتمر عن داود بن ابراهيم قال قلت لطاؤس اركع الركعتين والمقيم يقيم قال هل تستطيع ذلك"۔

"حضرت داؤد بن ابراہیم سے ہے میں نے حضرت طاؤس سے پوچھا کہ جب اقامت کہنے والا اقامت کہہ رہا ہو تو دو رکعت سنت پڑھ لوں فرمایا کہ ایسا کر سکتے ہو یعنی پڑھ سکتے ہو تو پڑھ لو"

حدثنا عبد الله بن موسى عن عثمان بن الاسود عن مجاهد قال اذا دخلت المسجد والناس في صلوة الصبح ولم تركع ركعتي الفجر فاركعهما وان ظننت ان الركعة الاولى تفوتك .

"عثمان بن اسود سے ہے کہ حضرت مجاہد نے فرمایا جب تو مسجد میں آئے اور لوگ نماز فجر پڑھ رہے ہوں اور تم نے دو سنت نہ پڑھی ہوں تو انہیں پڑھ لو اگرچہ تجھے پہلی رکعت نکل جانے کا اندیشہ ہو"۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۳

۳) "حدثنا ابو بكرة قال حدثنا حجاج بن المنهال قال حدثنا يزيد بن ابراهيم عن الحسن انه كان يقول اذا دخلت المسجد ولم تصل ركعتي الفجر فصلهما وان كان الامام يصلي ثم ادخل مع الامام" طحاوی ج ۱ ص ۲۵۶

"حضرت حسن فتویٰ دیتے تھے کہ جب تو مسجد میں سنت فجر پڑھنے سے پہلے آئے تو انہیں پڑھ لے اگرچہ امام جماعت شروع کر چکا ہو پھر امام کے ساتھ شامل ہو جا" (ص ۱۰۵)

حضرت مکحول، حضرت حماد بن ابی سلیمان، حضرت الحسن البصری بھی بوقت جماعت سنت فجر کی ادائیگی کے قائل ہیں جیسا کہ نیل الاوطار سے حوالہ ہے۔

۴) علامہ شوکانی غیر مقلد نیل الاوطار میں قول السادس کے تحت لکھتے ہیں

"انه يركعهما في المسجد الا انه يخاف فوت الركعة الاخيرة فاما الركعة الاولى فليركع وان فاتته وهو قول الاوزاعي وسعيد بن عبد العزيز وحكاه النووي عن ابي حنيفة واصحابه" نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۰۲

یعنی جب تک اسے فرض کی آخری رکعت بھی چلے جانے کا خوف نہ ہو تو

مسجد میں سنت فجر پڑھ لے گرچہ اسے پہلی رکعت نکل جانے کا اندیشہ
ہو پھر بھی پڑھ لے اور یہ قول امام اوزاعی اور حضرت سعید بن عبدالعزیز
کا ہے اور [illegible] سے ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے
نقل کیا ہے۔

۱۱) امام سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں۔ نیل میں اسی جگہ ہے کہ
"انه یرکعهما فی المسجد وغیره الا ان خاف فوت الرکعة
الاولی وهو قول سفیان الثوری حکی ذلك عنه ابن عبد البر
وهو مخالف لما رواه الترمذی عنه"

یعنی مسجد میں ہو یا خارج سنت فجر (بوقت جماعت) پڑھ لے مگر جب
کہ فرض کی پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ یہ قول امام سفیان ثوری
کا ہے اس کو ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے اور یہ ان کے مخالف ہے
جو ان سے ترمذی نے بیان کیا۔ دوم) بعض حضرات وہ ہیں جو بوقت
جماعت سنت فجر پڑھنے کے قائل تو ہیں مگر خارج مسجد۔

۱) "حدثنا عباد بن العوام عن حصین عن القاسم بن ابی ایوب عن
سعید بن جبیر انه جاء الی المسجد والامام فی صلوۃ الفجر
فصلی الرکعتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۳)

"سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ وہ مسجد کو آئے اور امام نماز فجر میں تھا تو
انہوں نے مسجد میں داخل ہونے سے قبل دو رکعت سنت مسجد کے دروازہ
کے پاس پڑھیں"۔

۲) "حدثنا عباد بن العوام عن سعید بن ابی معشر عن ابراهیم انه
کره اذا خاف والامام فی صلوۃ الفجر ان یصلیهما فی المسجد

الا ان یصلیهما علی باب المسجد او فی ناحیته"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص [illegible])

"حضرت ابراہیم ناپسند جانتے ہیں کہ کوئی اس وقت جب امام نماز فجر
پڑھ رہا ہو اور مسجد میں سنت پڑھے (یعنی جماعت سے قریب) اور
انہوں نے فرمایا کہ مسجد کے دروازہ کے پاس یا مسجد کے گوشہ میں"۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول بھی بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کا ہے
بشرطیکہ خارج مسجد ہو اور امام کے ساتھ رکعت اولی فوت ہونے کا خوف بھی نہ
ہو۔ ([illegible] ج ۳ ص [illegible])

۱) مالکیہ سے امام ابن جلاب کا نظریہ ہے کہ جب وقت فجر میں گنجائش ہو تو [illegible]
جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تب بھی سنت فجر پڑھ لے ([illegible])

ہم نے مفصل تمام کتب احادیث اور غیر مقلدوں کے امام شوکانی کی نیل
الاوطار کے حوالوں سے صحابہ کرام کثیر تابعین اور آئمہ مذاہب مجتہدین رضوان اللہ
علیہم سے بوقت جماعت سنت فجر کو مسجد میں اور خارج مسجد پڑھنا ثابت کر دیا ہے
[illegible] سے اوکاڑوی صاحب کا جھوٹ ثابت ہوا کہ صحابہ کا عمل بتانا مفتی صاحب کا
[illegible] ہے جب کہ وہابیوں کا مذہب ان حضرات سے الگ ہے کیونکہ [illegible]
[illegible] کے مصنف کے بقول یہ لوگ بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں اور خارج مسجد
[illegible] بھی پڑھتے [illegible] سنت فجر کی حدیث میں بہت تاکید آئی ہے [illegible]
[illegible] واضح ہے کہ جو حضرات بوقت جماعت خارج مسجد سنت فجر پڑھنے کے
قائل ہیں ان میں اور جو مسجد میں جواز کے قائلین ہیں کوئی فی الاصولی اختلاف نہیں
محض لفظی اختلاف ہے کیونکہ خارج مسجد بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کے قائلین
[illegible] بعید [illegible] مسجد کی قید نہیں لگاتے اور مسجد میں جو پڑھنے کے قائلین جماعت سے متصل
پڑھنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ حتی الامکان جماعت سے دور پڑھے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ آپ کی پیش کردہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ تکبیر کے بعد نفل نہیں یعنی یہ درست نہیں کہ جماعت ہو رہی ہو اور دوسرا آدمی اس جگہ نفل پڑھنے لگ جائے سنت فجر نفل نہیں ہیں۔

اس پر پہلے اعتراض کے تحت غیر مقلد لکھتا ہے:

مفتی صاحب کا صبح کی سنتوں کو نفل تسلیم نہ کرنا غلط محض اور دعویٰ بلا دلیل بلکہ صحیح احادیث کے مخالف اعتراض بھی۔ چنانچہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے مروی ہیں کہ

"سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ یُّصَلِّیْ لِلّٰہِ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعًا غَیْرَ فَرِیْضَۃٍ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ"

(الحدیث مسلم ج۱ ص۲۵۱، ابوداؤد ج۱ ص۱۸۰، نسائی ...)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اللہ کی (رضا) کے لئے دن رات میں بارہ رکعتیں نفل جو کہ فرض نہیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔"

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ السنن مع تحفہ ج۱ ص۳۲۹ میں اور امام نسائی نے سنن ص۸۰ میں صحیح حدیث سے وضاحت کی ہے کہ یہ کون سی رکعات ہیں ان میں دو رکعت صبح کی سنتیں بھی ہیں الغرض اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ فجر کی سنتیں نفل ہیں۔ مفتی صاحب نے یہاں پر صرف احادیث صحیحہ کو (رکیک تاویل سے) رد کرنے کا ہی ماجرا نہیں کیا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے بھی ہاتھ صاف کر گئے ہیں۔ ہدایہ میں صبح کی سنتوں کو نوافل کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے (ہدایہ ... فصل ص۱۰۸) ...

فتح القدیر کنز الدقائق کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

"وَفِی التَّجْنِیْسِ رَجُلٌ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ تَطَوُّعًا وَّہُوَ یَظُنُّ اَنَّ الْفَجْرَ لَمْ یَطْلُعْ فَاِذَا الْفَجْرُ طَالِعٌ یُجْزِئُہٗ عَنْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ ہُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّ السُّنَّۃَ تَطَوُّعٌ فَتَتَاَدّٰی بِنِیَّۃِ التَّطَوُّعِ"

(البحر الرائق ج۲ ص۴۹)

"تجنیس میں ہے کہ ایک شخص نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اس نے گمان کیا کہ صبح طلوع نہیں ہوئی جبکہ صبح ہو گئی تھی تو وہ دو رکعت نماز نفل صبح کی سنتوں کو کفایت کر جائیں گی یہی صحیح ہے کیونکہ (صبح کی) سنتیں نفل ہیں اور یہ نوافل کی نیت سے ادا ہو جاتی ہیں۔"

احناف کے خاتمۃ المحققین محمد بن امین الشہیر بابن عابدین نے الدر مختار کی شرح میں اسی کو راجح قرار دیا ہے (فتاویٰ شامی ج۲ ص۱۵، امام ... ص۲۲۷)

<u>غیر مقلد کا من گھڑت ترجمہ</u>

<u>الجواب اول:</u> ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ترجمہ غیر مقلد صاحب نے گھڑا ہے اس سے ان کی علمی بے بضاعتی عیاں ہوتی ہے۔ قارئین کے غور کے لئے غیر مقلد صاحب کا کیا ہوا ترجمہ پھر پیش ہے "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جو مسلمان اللہ کی (رضا) کے لئے دن رات میں بارہ رکعتیں نفل جو کہ فرض نہیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے" اس سے ایک مسئلہ تو یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا مژدہ سنا رہے ہیں جو تارک فرض ہو محض مذکورہ بارہ رکعت نفل کا عامل ہو حالانکہ یہ غلط محض ہے فرائض کو چھوڑ کر نوافل پر عمل بے معنی اور حدیث کے مطلوب کے خلاف اور دوسرا مذکورہ ترجمہ سے یہ گمان گزرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان دن رات میں وہ بارہ رکعتیں نفل پڑھتا

ہے جو کہ فرض کی صفت سے موصوف نہیں ہیں یہی معنی اس کے ترجمہ سے
جاتا ہے حالانکہ یہ معنی بھی فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے کیونکہ یہ معنی
بات کو داخل کرنا ہے وہ ہے نوافل سے فرائض کی صفت کی نفی کرنا جبکہ نفی
معنی فضول ہے کیونکہ ہر وہ شخص جسے عربی سے کچھ تعلق ہے جانتا ہے کہ نوافل
ہوتے ہیں جو نوافل نہ ہوں فرائض کی صفت سے خالی ہوں پھر یہ بتانے کی
حاجت کہ وہ نفل پڑھتا ہے جو فرض نہیں معلوم ہو کہ غیر مقلد کا خود ساختہ ترجمہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فصیح و بلیغ کلام مبارک کو عیب لگانے کے مترادف ہے
مذکورہ حدیث شریف کا فقیہ کی طرف سے ترجمہ ملاحظہ ہو

حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں کوئی مسلمان بندہ جو اللہ کے لئے ہر روز بارہ رکعت
فرض کے علاوہ بارہ رکعت نوافل پڑھے مگر اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا
ہے۔ یعنی فرض بھی پڑھے اور ہر روز بارہ رکعت نفل بھی پڑھے۔

غیر مقلد کا بھونڈا پن

شاید مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر بحث عبارت کو ہم نے جو واضح کر
دیا ہے اس سے یہ مراد نکالنا کہ مفتی صاحب سنت فجر پر نفل کے اطلاق کا انکار کرتے
ہیں محض بھونڈا پن اور خالص مغالطہ ہے۔

واضح رہے کہ جس طرح فرض کی دو حیثیتیں ہیں کہ ایک طرف سے وہ واجب
سے مشابہ ہے کہ فرض بھی اسی طرح واجب العمل ہے [illegible]
دوسری جہت سے فرض اپنی تعریف کے اعتبار سے واجب سے ممتاز و جدا ہو جاتا ہے۔
فرض کی تعریف ہے کہ یہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر ٹھہرتا ہے جبکہ
واجب کی تعریف ہے کہ یہ دلیل ظنی سے ثابت ہو جاتا ہے اور اس کا منکر کافر نہیں
ہوتا مثلاً کوئی شافعی کا مقلد وتر کو سنت کہتا ہے تو اسے کافر نہیں کہہ سکتے۔

فرض کی دو حیثیتیں ہیں تو اس کے پیش نظر محدثین و فقہاء نے اس پر
اطلاق بھی کیا ہے اور فرض کا بھی۔ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۷ [illegible] فرماتے ہیں
ج ۱ ص ۲۰۵ پر فرماتے ہیں (باب وجوب حج وفضلہ ص ۲۰۶ پر فرماتے ہیں
[illegible] مسلم شریف ج ۱ ص ۳۴۴ پر ہے باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ
الہلال [illegible] ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۸ پر ہے باب من تجب علیہ الجمعۃ۔
[illegible] زکوۃ حج وارکان اسلام اور یہ سب فرائض ہیں۔ مگر محدثین و فقہاء
[illegible] علیہم نے ان پر فرض و واجب دونوں کا اطلاق کیا ہے لہذا اگر کوئی کہے
[illegible] وغیرہ واجب ہے تو اسے غلط نہیں کہہ سکتے مگر فرض کو مقابل واجب
[illegible] کی وقت ملحوظ [illegible] تعریف ضروری ہے مثلاً کوئی سوال کرے کہ کیا نماز
[illegible] فرض تو اسے جواب میں کہا جائے گا کہ نماز فرض ہے اب کوئی یہ نہیں کہے
[illegible] سے تو کیا [illegible] وجوب کے اطلاق کا انکار کر دیا ہے۔

سنت کی دو حیثیتیں

اسی طرح سنت کی بھی دو حیثیتیں ہیں ایک طرف سے تو یہ نوافل کے مشابہ ہیں
[illegible] سے ترک سے گناہ لازم نہیں آتا ویسے ہی کبھی کبھی سنت کے
[illegible] شرعاً گناہ لازم نہیں آتا جب تک کہ ترک سنت کو عادت نہ بنایا جائے۔
[illegible] میں نوافل سے ممتاز ہیں کہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] کبھی ترک کیا تو بیان جواز کے لئے ورنہ ان پر مواظبت کی تاکید
[illegible] حیثیت سے سنن مطلق نوافل سے ممتاز ہیں ان دو حیثیتوں کے پیش نظر
[illegible] شرع نے سنن پر نوافل کا اطلاق کیا ہے اور سنت کا نام بھی دیا ہے کوئی
[illegible] فجر کے فرضوں سے قبل دو سنتیں ہیں یا نفل تو اسے جواب میں یہی
[illegible] سنتیں ہیں اس صورت میں مجیب پر کوئی عقل مند اعتراض نہیں کرے گا
[illegible] سنت فجر پر نوافل کے اطلاق کا انکار کیا ہے اسی طرح مفتی احمد یار خان

نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی عند العقل والنقل اعتراض درست نہیں کہ وہ سنت کو نفل
کرتے کیونکہ ان کے کہنے کا کہ سنت فجر نفل نہیں یہی مقصد ہے کہ …
… میں جو نفل سے سنت زائدہ ہے اس پر حضور سرور کائنات صلی اللہ …
مواظبت ودوام فرمایا اور اس کی بہت تاکید فرمائی

… آخر فقہاء و محدثین کرام نے سنن و تطوع و نوافل …
شامل کرتے … الگ الگ فصلیں قائم کیں جن میں سنن کی اہمیت …
ذکر فرمایا گر سنن و نوافل ہر جہت سے ایک ہی چیز ہے تو پھر انہیں الگ
کیا حاجت تھی سنن بھی … موجود … ہیں

… باب التطوع وركعات السنة …

… مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے

"حدثنا وكيع عن سفيان عن منصور عن ابراهيم قال كانوا يعدون من السنة اربعة قبل الظهر وركعتين بعده وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل الفجر قال ابراهيم وكانوا يستحبون ركعتين قبل العصر الا انهم لم يكونوا يعدونه من السنة" … ج۲ ص …

"حضرت ابراہیم سے ہے کہ تھے (صحابہ کرام) شمار کرتے سنت سے ظہر کی پہلی چار رکعتیں اور دو رکعتیں اس کے بعد کی اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے قبل حضرت ابراہیم نے کہا کہ عصر کی پہلی دو رکعتوں کو مستحب (نفل) جانتے تھے مگر سنت میں شمار نہ کرتے تھے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نفل کو سنت میں شمار نہیں کرتے تھے تو یہ ظاہر ہے کہ سنت کو سنت جانتے تھے نوافل میں شمار نہیں فرماتے تھے …

… وہابی جی کا کیا فتویٰ ہے۔

… ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو غیر مقلد نے دلیل میں سنت کو تطوع کے لفظ سے بیان کیا مگر یہی روایت ام المؤمنین صدیقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اس میں مذکورہ رکعات کو سنت … ملاحظہ ہو

"حدثنا ابوبكر قال حدثنا اسحاق بن سليمان عن مغيرة بن زياد عن عطاء عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ثابر على ثنتي عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتا في الجنة الخ" (ابن ماجہ ص ۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص ۲۰۹)

الفاظ مصنف کے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بارہ رکعات سنت پر ہمیشگی کی اس کے لئے اللہ جنت میں گھر بنا دے گا۔"

… ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے بوقت جماعت بھی حتی الامکان … فجر کو نہیں چھوڑتے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ …
… فرمایا

سنت فجر کی تاکید

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعوهما وان طردتكم الخيل"

"یعنی سنت فجر کو نہ چھوڑو اگرچہ تم پر گھوڑے حملہ کر دیں"۔ (ابوداؤد ج۱ …

… طحاوی ج۱ ص …)

… میں لا تدعوهما کی جگہ … آیا ہے

صحیح بخاری شریف ج۱ باب المداومۃ علی رکعتی الفجر میں حضرت ام المؤمنین …

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ

"صلى النبي صلى الله عليه وسلم العشاء ثم صلى ثماني ركعات وركعتين جالسا وركعتين بين النداءين ولم يكن يدعهما أبدا"

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء پڑھی پھر آٹھ رکعتیں پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کیں اور پھر دو اذان و اقامت کے درمیان، اور یہ فجر کی ہیں اور ان دو رکعتوں کو کبھی نہ چھوڑا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یوں فرماتی ہیں کہ

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن على شيء من النوافل أشد معاهدة منه على الركعتين قبل الصبح"

(ابو داؤد [illegible])

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی چیز پر اتنی سخت محافظت نہیں فرماتے جس قدر صبح کے (فرض) سے پہلی دو رکعتوں پر فرماتے۔"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فجر کی سنتوں کی تاکید سے متعلق لکھتے ہیں

"وقال أبو حنيفة لو علم المصلي أنه لو اشتغل بسنة الفجر تدرك الإمام في الركعة الأولى أو الثانية صلى سنة الفجر أولا ثم يدخل مع الإمام وقال ابن الملك سنة الفجر مخصوصة من هذا بقوله عليه السلام صلوها وإن طردتكم الخيل فقلنا يصلي سنة الفجر ما لم يخش فوت الركعة الثانية ويتركها حين خشي عملا بالحديثين اه وحديثه رواه أبو داود بلفظ لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل قال ابن الهمام سنة الفجر أقوى السنن حتى روى الحسن عن أبي حنيفة لو صلاها قاعدا

من غير عذر لا يجوز وقالوا العالم إذا صار مرجعا للفتوى جاز له ترك سائر السنن لحاجة الناس إلا سنة الفجر لأنها أقوى السنن" (مرقات [illegible])

اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ نمازی نے جان لیا کہ اگر اس نے سنت فجر کو شروع کر دیا تو امام کو پہلی یا دوسری رکعت میں پا لے گا تو پہلے سنت فجر ادا کرے پھر امام کے ساتھ شامل ہو اور ابن ملک نے کہا کہ سنت فجر اس سے مخصوص ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ساتھ کہ فرمایا ان کو پڑھو اگرچہ تم پر دشمن کے گھوڑے آ پڑیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ سنت فجر پڑھے جب تک کہ رکعت ثانیہ کے جانے کا خوف نہ ہو اور انہیں چھوڑ دے جب رکعت ثانیہ جانے کا خوف ہو دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے اور حدیث جسے ابو داؤد نے ان لفظوں سے روایت کیا کہ ان دو سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تم پر دشمن کے گھوڑے ٹوٹ پڑیں۔ امام ابن ہمام نے فرمایا کہ سنت فجر سب سنتوں سے قوی ہیں یہاں تک کہ حسن نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اگر کسی نے ان کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھا تو جائز نہیں اور فقہاء نے کہا کہ اگر کوئی عالم فتویٰ کے مرجع ہو گیا اسے بوقت حاجت تمام سنتوں کا ترک جائز ہے مگر سنت فجر اس لئے کہ یہ سب سنتوں سے قوی ہیں۔ معلوم ہوا کہ علماء سنت فجر کا از روئے احکام احادیث کے پیش نظر باقی سنن سے قیام و تفریق مانتے ہیں مگر وہابی ایسا سر پھرا ہے کہ ان کا نوافل سے بھی قیام و تفریق نہیں مانتا۔ اب اس سے اور پیچھے جو ہم نے غیر مقلد کی پیش کردہ روایت میں الفاظ زائد ولا ركعتي الفجر کا ضعف ثابت کر دیا ہے لہذا غیر مقلد کے اعتراض ثانی کا جواب بھی اس میں ہو گیا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ

اللہ علیہ نے فرمایا کہ [illegible] کی بوقت جماعت خارج مسجد فجر پڑھنے کے قائل ہو دوسرے یہ کہ اگر کسی نے سنت فجر [illegible] فرض جماعت سے پہلے شروع کر دیئے ہوں اور درمیان میں [illegible] جماعت کھڑی ہو جائے تو تم بھی اس نماز کا توڑنا واجب نہیں کہتے [illegible] جائز ہے کہ یہ نماز پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔ اس پر [illegible] اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مفتی صاحب قرآن وحدیث کے معنی بگاڑنے، تاویلیں کرنے کے [illegible] کے موقف کو بیان کرنے میں بھی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کوئی عار نہیں کرتے اب ترتیب وار مذکورہ اعتراض کا جواب ملاحظہ کریں

اولاً جب نمازی کو علم ہوا کہ مسجد میں جماعت کے لئے اقامت ہو گئی [illegible] حالت میں مسجد سے باہر بھی سنت فجر ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اقامت کے [illegible] نماز میں شامل ہونے کا حکم ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دے رکھا [illegible] چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اذا سمعتم الاقامة فامشوا الی الصلوة وعلیکم السکینة والوقار ولا تسرعوا فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا"

بخاری ج۱ ص [illegible]، سنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ ص [illegible]، مسند امام احمد ج۲ ص [illegible] [illegible] ج۲ ص [illegible]

"جب تم تکبیر کی آواز سنو تو نماز کی طرف چلتے ہوئے آؤ اور تم پر سکینت اور وقار ہو اور جلدی نہ کرو جتنی نماز ملے وہ پڑھ لو جو جاتی رہے اس کو پورا کر لو۔ (انتہیٰ)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اقامت کے بعد کسی بھی دوسرے ذکر واذکار

[illegible] میں مشغول ہونا جائز نہیں کیونکہ اقامت کے بعد جماعت میں شامل ہونے [illegible] واجب ہے [illegible] صاحب کو [illegible] حکم سے فرض ثابت ہوتا ہے۔

[illegible] جہاں تک اقامت کے بعد [illegible] کو [illegible] کی بات ہے تو اس میں اہل [illegible] کا صحیح موقف یہ ہے کہ [illegible] کو توڑ کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے [illegible] لکھتے ہیں کہ

"فمن سمع اقامة الصلوة [illegible] وعلم انه ان اشتغل برکعتی الفجر فاتته من صلوة الصبح ولو التکبیر فلا یحل له ان یشتغل بهما فان فعل فقد عصی الله تعالی وان دخل فی رکعتی الفجر فاقیمت صلاة الصبح فقد بطلت الرکعتان فلا قضاء له"

جو شخص اقامت کو سن لے پھر وہ جان لے کہ اگر وہ سنت فجر پڑھنے لگ جائے تو اس کی نماز باجماعت اگرچہ تکبیر اولیٰ ہی کیوں نہ ہو فوت ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ سنت فجر میں مشغول ہو اگر وہ ایسا کرے گا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اگر سنت فجر میں داخل [illegible] اور صبح کی تکبیر ہو گئی تو اس کی دونوں رکعتیں باطل ہو گئیں (انتہیٰ)

حافظ ابن حجر [illegible] شافعیہ سے [illegible] کا یہ موقف بیان [illegible] ہے کہ نماز کو توڑ دینا

[illegible] فتح الباری ج۲ ص ۱۹[illegible]

[illegible] محدث عظیم [illegible] تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"واقول المحقق فی هذا الباب ما قاله الشیخ ابو حامد وقال [illegible] واصبح [illegible] شیخنا محمد نذیر حسین محدث دهلوی یامر بقطع الصلوة"

([illegible] ص ۱۲۷)

۔ ث سے حکم سے مستثنیٰ ہیں ورنہ ایک حدیث پر عمل ہوگا دوسری کا خلاف لازم آئیگا
وکر جائز نہیں۔

ثانیاً ہم نے بفضلہ تعالیٰ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین مذہب اور محدثین رحمہم اللہ
سے بوقت جماعت سنت فجر مسجد اور خارج پڑھنا ثابت کر دیا ہے کیا وہ حضرات
آپ کی پیش کردہ حدیث نہیں سمجھتے تھے۔

ثالثاً غیر مقلد کی پیش کردہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کا اس مسئلہ
سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں تو ارشاد ہے کہ جب تم اقامت سنو اطمینان اور وقار
کے ساتھ نماز کی طرف آؤ یہ کہاں ہے کہ نماز پڑھ رہے ہو تو وہ توڑ کر جماعت میں
شامل ہو جاؤ نیز ابن حزم کی عبارت میں بھی یہ ہے کہ بوقت جماعت سنت شروع نہ
کرے یہ تو نہیں کہ پڑھتا ہو تو اسے توڑ دے۔

رابعاً جب وہابی جی کو علم تھا کہ اس کا خود ساختہ مذہب کہ بوقت جماعت کوئی
سنت فجر یا دوسرے فرض پڑھ رہا ہو تو وہ توڑ کر جماعت سے مل جانا چاہئے کی
صحیح مرفوع حدیث سے بھی ثابت نہیں تو یہ خانہ پری کرنے کو علامہ عراقی کی عبارت
بعد واضح کے ساتھ (احادیث سے ثابت ہے کہ نماز توڑ دینا چاہیے) نقل کر دی
تا جواب

خامساً وہابی صاحب کا اپنے موقف پر حضرت عبداللہ بن عمرو العاص کی مذکورہ
روایت سے استدلال تو ان کی تائید میں نہیں کیونکہ اس میں تو نماز نافلہ توڑ کر
جماعت میں ملنے کا ذکر ہے نہ کہ سنت فجر یا فرض شروع کر کے توڑنے کا جبکہ
ہمارا غیر مقلدوں پر مفتی صاحب کا سوال سنت فجر اور دوسرے وقت کے فرض
شروع کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں توڑنے کے متعلق تھا لہذا
مذکورہ روایت سے استدلال سوال کے جواب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدوں کے اعتراض کے جواب

اس باب (مسئلہ) میں تحقیقی قول شیخ ابو حامد کا ہے اور علامہ عراقی
کہا ہے کہ یہی واضح ہے احادیث سے ثابت ہے اور میاں صاحب ... سید محمد نذیر حسین دہلوی کو دیکھا ہے کہ آپ نماز توڑنے کا حکم دیا
کرتے تھے۔ بس

محقق العصر مولانا ارشاد الحق حفظہ اللہ تعالیٰ ... عبارت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

"وَهُوَ مُقْتَضَى الْأَحَادِيثِ الْمَذْكُورَةِ وَيُؤَيِّدُهُ فِعْلُ ابْنِ عَمْرٍو رَوَاهُ الدُّولَابِيُّ فِي الْكُنَى" ... عن ابی مرّیہ
بن رباح قال رأیت عبد اللہ بن عمرو کبّر فی صلوٰۃ ...
وَأَقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَتَقَدَّمَ وَ تَرَكَ صَلَاتَهُ ... (دروس اعلام العصر ص ...)

"اس پر مذکورہ احادیث دلالت کرتی ہیں اور اس کی تائید کرتا ہے حضرت
عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ کا فعل کہ ابو مریہ بن رباح بیان کرتے
ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ نفل نماز کو شروع کیا اور جماعت کی تکبیر
ہوگئی پس آپ آگے بڑھے جماعت میں شامل ہو گئے اور نفل کو چھوڑ
دیا۔ (مرعاۃ ...)

نماز کو توڑ دینا ہی درست ہے اور آپ بفضلہ تعالیٰ اس حدیث عامل ہیں
مفتی صاحب جھوٹ لکھتے ہوئے ذرا بھی اپنے منصب کا خیال نہیں کرتے۔

تا ص ... بینا ص

الجواب اول یہ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حکم ہے کہ فجر کی سنتیں
نہ چھوڑو اگرچہ تم پر دشمن کے گھوڑے آپڑیں اس حدیث شریف پر عمل کرنے کا حق
تو مقلدین کے پاس کیا جواب ہے۔

ہم حنفی بفضلہ تعالیٰ دونوں حدیثوں پر عمل کرتے ہیں فجر کی سنتوں کے
سوا کوئی نفل و سنت بوقت جماعت جائز نہیں جانتے مگر سنت فجر تمہاری پیچھے

میں فرمایا کہ اس حدیث پر ہر شخص عمل نہیں کر سکتا کیونکہ صاحب ترتیب جس پر فرض ہے اگر اس کی عشاء کی نماز قضا ہو گئی اور جماعت فجر قائم ہو جائے تو وہ عشاء کی قضا نماز ادا کرے پھر جماعت میں شرکت کرے ورنہ ترتیب کے خلاف ہوگا

غیر مقلد صاحب اس پر وہ اعتراض کرتے ہوئے لکھا:

والا حناف کے نزدیک بھی جماعت کے ہوتے ہوئے کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی صرف صبح کی سنت کی تخصیص کرتے ہیں (در مختار مع شرح ج ا ص ۴۰۸)

اور احناف کا یہ بھی موقف ہے کہ جماعت کے ہوتے ہوئے قضا نماز بھی پڑھنا مکروہ ہے علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ

"فشملت كراهة النفل والفائتة ولو كان بينهما وبين الوقتية ترتيب" . (شامی ج ا ص ۴۷۸)

"یہ کراہت شامل ہے نفل و جب اور قضا نماز میں اگرچہ ان کے درمیان ترتیب ہو"

لہٰذا مفتی کا ترتیب کے بہانے سے مذکورہ حدیث کو ٹالنا غلط بیانی کے علاوہ خود اکابر احناف کی صراحت کے خلاف ہے۔

ثانیاً علمائے احناف کی اس صراحت کے علاوہ یہ حدیث مذکورہ کے بھی خلاف ہے چنانچہ یہی حدیث مسند امام احمد اور طحاوی میں ان الفاظ سے بھی مروی ہے کہ

"اذا أقيمت الصلوة فلا صلوة الا التي أقيمت" .

(بحوالہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸)

"جب نماز کھڑی ہو جائے تو کوئی نماز نہیں ہوتی مگر وہی جس کے لئے اقامت کہی جائے"۔

ان الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی مفتی صاحب کا اعتراض کرنا حدیث سے کم

صاحب کا نتیجہ ہے۔

دعویٰ اور دلیل اور

مقلد کی غلط بیانی ہے کہ احناف کے نزدیک بھی جماعت کے ہوتے ہوئے فجر کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی پھر اس پر شامی کا حوالہ دیا ہے مگر اس سے ثابت ہے یہ کب ہے کہ بوقت جماعت سنت فجر کے علاوہ کوئی نماز ہوتی ہی نہیں جبکہ نہ ہونا اور ہے بات ہے کہ یہ بات دوسری بات۔

ثانیاً اب ہم بفضلہ تعالیٰ بخوبی بیان کرتے ہیں کہ صاحب ترتیب کے متعلق احناف کا کیا موقف ہے پہلے تو ہم شامی سے لکھتے ہیں علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

شامی ج ا ص ۵۳۶ پر ہے کہ

"الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر أداء وقضاء لازم يفوت الجواز بفوته للخبر المشهور من نام عن صلوته وبه يثبت الفرض".

"ترتیب پنجگانہ فرض کے درمیان اور وتر کے درمیان لازم ہے نماز کا جواز فوت ہو جاتا ہے ترتیب فوت ہونے سے حدیث مشہور کی رو سے کہ جو اپنی نماز سے سو جائے"۔ الخ

اور اس سے فرض ثابت ہو جاتا ہے۔

ثالثاً نمازوں میں ترتیب لازم ہے

بدائع الصنائع ج ا ص ۱۳۷ پر ہے

"ودخل فيه الجمعة لان الترتيب بينها وبين سائر الصلوات لازم حتى لو تذكر انه لم يصل الفجر يصليها ولو كان الامام يخطب ومنهم تقدم قضاء الفجر في حد كرفر د كاست

الصلوات فيلزمه وفي الوقت سعة هو شرط جواز الوقتية".

"اور اس حکم میں جمعہ بھی داخل ہے پس بے شک ترتیب اس کے اور تمام نمازوں کے درمیان لازم ہے تو اگر اسے یاد آیا کہ اس نے فجر نہیں پڑھی تو اسے جمعہ سے قبل پڑھے اگرچہ امام خطبہ پڑھتا ہو اور وہ اسے سنے۔"

فوت نماز کی قضا پہلے کرنا جو ہے یہ ہے جب کہ فوت نمازیں قلیل ہوں (یعنی پانچ سے تجاوز نہ کریں) اور وقت میں قضا اور وقتیہ پڑھنے کی گنجائش بھی ہو وہ شرط (فوت نماز کا پڑھنا) وقتیہ کی صحت کے لئے۔

۳) ھدایہ جزء اول باب قضاء الفوائت میں ہے۔

"من فاتته صلوة قضاها اذا ذكرها وقدمها على فرض الوقت والاصل فيه ان الترتيب بين الفوائت وفرض الوقت عندنا مستحق"

"جس کی نماز فوت ہو وہ اسے پڑھے جب یاد آئے اور قضا کو فرض سے پہلے پڑھے اور اصل اس میں یہ ہے کہ بے شک ترتیب فوت نمازوں کے اور وقتیہ کے درمیان ہمارے نزدیک لازم ہے"

۴) شرح وقایہ جزء اول باب قضاء الفوائت میں ہے کہ

"فرض الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر فائتة كلها او بعضها ان كان الكل فائتا فلا بد من رعاية الترتيب بين الفروض الخمسة وكذا بينها وبين الوتر وكذا ان كان البعض فائتا والبعض وقتيا لا بد من رعاية الترتيب فيقضي الفائتة قبل اداء الوقتية"

"ترتیب فرض ہے پنجگانہ فرض اور وتر کے درمیان تمام فوت شدہ ہوں یا بعض فوت اور بعض وقتیہ یعنی اگر تمام فوت شدہ ہوں تو ترتیب کی رعایت پنجگانہ فرضوں کے درمیان ضروری ہے اسی طرح فرض و وتر کے درمیان اور اسی طرح بعض فوت شدہ ہوں اور کوئی وقتیہ ہو تو اس صورت میں بھی ترتیب کی رعایت ضروری ہے"۔

پس فوت نمازیں وقتیہ (نماز) سے پہلے پڑھے۔

صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض و وتر میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء پھر وتر پڑھے خواہ یہ سب قضا ہوں یا بعض قضا بعض ادا مثلاً ظہر کی قضا ہوگئی تو فرض ہے کہ اسے پڑھ کر عصر پڑھے یا وتر قضا ہوگیا تو اسے پڑھ کر فجر پڑھے اگر یاد ہوتے ہوئے عصر یا فجر کی پڑھ لی تو ناجائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم بحوالہ عالمگیری وغیرہ) ان تمام حوالوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ احناف کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور صاحب ترتیب پر فرض ہے کہ پہلے قضا پھر وقتیہ پڑھے اور قضا نمازوں کو بھی ترتیب وار پڑھے مگر غیر مقلد نا تمام عبارتیں پیش کر کے اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا ہے۔

ثالثاً صاحب فتاویٰ شامی علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے [illegible] ثابت فرما دی کہ فرضیت ترتیب حدیث مشہور سے ثابت ہے مگر تمام غیر مقلد اس حدیث پر عمل نہیں کرتے اسے چھوڑ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خبر واحد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کی بھی مراد کو نہیں سمجھتے یہ حال ہے ان کی مذہب پرستی کا۔

رابعاً غیر مقلد صاحب کا اپنے مذہب کی تائید میں یہ حدیث پیش کرنا کہ

"اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا التي اقيمت لها"

"جب جماعت قائم کی جائے تو کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے اس کے جس

کے لئے اقامت کہی گئی"۔

اول اس سے پہلے وہابی صاحب لکھ چکے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے اس روایت کو حفاظ کی جماعت نے موقوفاً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

"اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃ"۔

اب ابوہریرہؓ کی روایت اس سے مختلف ہے تو معلوم ہوا کہ مخالف نے تفرد کیا جماعت کا خلاف کیا ہے لہٰذا اسے دلیل بنانا غیر مقلد کی مذہب۔

دوم: اس روایت میں ایک راوی فہد نامی ہے (طحاوی ج۱ ص۲۵۱) اور ... نے میزان میں صرف دو فہد کا ذکر کیا ہے جو کہ دونوں سخت مجروح ہیں۔ ایک راوی اس میں محمد بن عیاش بن عباس القتبانی ہے جو ... کرتا ہے (طحاوی ج۱ ص۲۵۶) اس کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "صدوق یخطئ" (تقریب التہذیب ص۳۸۲) کہا ہے مگر تشیع ... کرتا ہے۔ ضعیف روایت کو قبول کرنا دلیل بنانا مذہب حق نہیں تو اور کیا ہے۔ ...

غیر مقلدوں کا اعتراض نمبر۲ اور مفتی صاحب کی طرف سے اس کا جواب ...

(طحاوی شریف سے حضرت مالک بن بحینہ سے روایت کی)

"قَالَ اُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الْفَجْرِ فَاَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَقَامَ عَلَیْہِ وَلَاثَ بِہِ النَّاسُ فَقَالَ اَتُصَلِّیْهَا اَرْبَعًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ"

"کہ ایک دن فجر کی تکبیر کہی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو سنت فجر پڑھ رہا تھا تو اس پر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے گھیر لیا فرمایا کہ کیا تو فجر کے فرض چار پڑھتا ہے یہ تین بار فرمایا"۔

اس حدیث میں سنت فجر کا صراحۃً ذکر ہو گیا جس میں کوئی تاویل نہیں معلوم ہوا کہ تکبیر فجر کے وقت سنت فجر سخت منع ہے۔

جواب: یہ صاحب مالک بن بحینہ کے صاحبزادے عبداللہ تھے اور وہاں ان سنت فجر پڑھ رہے تھے جہاں جماعت ہو رہی تھی یعنی صف سے متصل یہ واقعہ ... کی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب فرمایا چنانچہ اسی طحاوی شریف میں اسی حدیث سے پہلے یہ حدیث مفصل طور پر اس طرح مذکور ہے

"عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَالِکِ ابْنِ بُحَیْنَۃَ وَھُوَ مُنْتَصِبٌ یُصَلِّیْ بَیْنَ یَدَیْ نِدَاءِ الصُّبْحِ فَقَالَ لَا تَجْعَلُوْا ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ کَصَلٰوۃِ قَبْلَ الظُّھْرِ وَبَعْدَھَا وَاجْعَلُوْا بَیْنَهُمَا فَصْلًا"

محمد بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ ابن مالک بن بحینہ پر گزرے جبکہ وہ وہاں نماز پڑھ رہے تھے تکبیر فجر کے بالکل سامنے تو حضور نے فرمایا کہ اس سنت فجر کو ظہر کی پہلی پچھلی سنتوں کی طرح نہ بناؤ سنت فجر اور فرض فجر میں فاصلہ کرو۔

اس حدیث نے آپ کی پیش کردہ حدیث کو بالکل واضح کر دیا کہ اگر سنت فجر جماعت سے دور پڑھی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے جماعت سے متصل پڑھنا منع ہے یہی ہم کہتے ہیں لہٰذا آپ کا اعتراض اصل سے ہی غلط ہے۔

اس پر غیر مقلد صاحب کا پہلا اعتراض: یہ صاحب عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نہیں تھے کوئی اور صحابی تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابراہیم بن سعد کے طریق سے روایت ہے کہ عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَقَدْ اُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الصُّبْحِ فَکَلَّمَہٗ بِشَیْءٍ لَا نَدْرِیْ مَا ھُوَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا اَحَطْنَا بِہٖ نَقُوْلُ مَاذَا قَالَ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"۔ (الحدیث مسلم ج۱ ص۲۴۷، ابن ماجہ ص۸۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے اور فجر کی
اقامت ہو چکی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کہا جسے میں نہیں
جانتا جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے گرد گھیرا ڈال لیا اور پوچھا
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے کیا فرمایا ہے (حدیث) معلوم ہوا
کہ اگر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ خود ہوتے تو روایت میں اس طرح
ذکر کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے اور اس
سے ایک ایسی بات کی جسے میں نہیں جانتا اور نماز سے فارغ ہونے کے
بعد ہم نے اس شخص سے گرد گھیرا ڈال لیا وغیرہ بلکہ حدیث کے الفاظ اس
طرح ہوتے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے
پاس سے گزرے اور مجھ سے فلاں بات کی اور نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام نے
مجھے گھیر لیا۔ [illegible] ص ۲۶۰

غیر مقلد کی بدحواسی

جواب: غیر مقلد صاحب اس قدر بدحواس ہوا کہ راوی کا نام عبد اللہ بن
مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ ہے جسے عبد اللہ بن بحینہ لکھ دیا۔

حالانکہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے نہیں کہا کہ یہ صاحب
مالک ابن بحینہ کے صاحبزادے عبد اللہ تھے بلکہ حدیث میں واضح الفاظ ہیں کہ

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِعَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَالِكٍ
ابْنِ بُحَیْنَۃَ".

مگر وہابی صاحب تعصب میں اس بات کا بھی انکار کر دیتا ہے نیز مفتی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے جو طحاوی شریف سے حدیث پیش کی جس میں عبد اللہ بن مالک
رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ خود بیان نہیں کر رہے کہ وہ صرف مذہب کے الفاظ اپنی طرف منسوب
کریں بلکہ ان کا واقعہ بیان [illegible] قریب [illegible] محمد بن عبد الرحمن

[illegible] ہیں اور اس کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ایک شخص پر گزرے تو وہابی
[illegible] اس سے انکار کی راہ نکالنے کو بجائے طحاوی کے مسلم و ابن ماجہ سے
[illegible] روایت جس میں ظاہری طور پر تو عبد اللہ بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
[illegible] روایت کرتے ہیں مگر مسلم شریف میں ہی جگہ حضرت عبد اللہ کے خود روایت
[illegible] اختلاف مذکور ہے جسے وہابی جی نے خلاف مذہب جان کر نقل نہ کیا
[illegible] ہے کہ علامہ نعیمی فرماتے ہیں عبد اللہ نے رسول اللہ سے خود روایت نہیں
[illegible] اپنے باپ مالک بن بحینہ سے کی ہے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
[illegible] اور امام مسلم فرماتے ہیں [illegible] عن ابیہ [illegible] باپ سے روایت
[illegible] حدیث میں غلط ہے۔ ([illegible] ص ۲۴۷) مگر [illegible] وہابی صاحب اپنے
مطلب کے لیے [illegible] الفاظ نقل کر رہے ہیں
[illegible] لوگوں کی مذہب پرستی کا حال کہ ان نے خود صحابہ مذہب پر ترجیح دے کے
[illegible] میں [illegible] آیا ہو تو آئے مگر تقلید طحاوی و مسلم کی دو روایتوں میں
[illegible] کرتا ہے کہ طحاوی کی جس روایت کو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان
[illegible] میں حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے اور مسلم کی جو
[illegible] وہابی صاحب نے دلیل بنائی اس میں کسی اور صحابی کا واقعہ بیان ہے اس کی
[illegible] سنن بیہقی میں موجود ہے کہ عبد اللہ سے اپنا واقعہ مذکور ہے اور مالک بن
بحینہ کی روایت بھی ہے۔ ([illegible] ج ۲ ص ۴۸۱)

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض: راوی طحاوی کی روایت تو بریلوی علماء پر صحیح ہونا
[illegible] کہ اس کی سند میں دو راوی یحییٰ بن بشیر اور محمد بن کثیر اور محمد بن عبد الرحمن ہیں
[illegible] آثار ج ۱ ص ۲۵۶) جو کہ متکلم فیہ ہیں محمد بن عبد الرحمن کون ہے حافظ ابن حجر
[illegible] کہ اس نام کے یحییٰ بن کثیر سے دو شاگرد ہیں

[illegible] تہذیب [illegible] ص ۲۹۸

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ دونوں صحابی ہیں تو اس کا جواب "نہیں"
بلکہ یہ دونوں ہی صغار تابعین کی جماعت سے ہیں تو دریں صورت یہ
مرسل ٹھہری جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ رہا یحییٰ بن کثیر کا معاملہ تو یہ
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یدلس ویرسل من الخامسة (تقریب) وہ
تدلیس کرتا ہے اور مرسل روایت بیان کرتا ہے طبقات میں فرماتے ہیں کہ
"کثیر الارسال ویقال لم یصح له سماع من الصحابة وو
صفه النسائي بالتدلیس طبقات المدلسین (ص ۳۶)"
کثرت سے ارسال کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا کسی صحابی سے سماع
ثابت نہیں ہے۔ امام نسائی نے اس کی تدلیس کی صراحت کی ہے۔ امام
نیموی حنفی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن کثیر یدلس (آثار السنن ص ۲۶۸) یعنی تدلیس
زیر بحث روایت سماع کی صراحت کے بغیر عن سے ہے۔ لہذا بخاری کی
حدیث کے مقابل یہ روایت پیش کر کے یہ "صحیح" بنانا قطعی طور پر باطل
ہے۔ (حدیث اور اہل تقلید ص ۳۶۱)

غیر مقلد کا بیکار بہانہ

الجواب اولاً غیر مقلد کا مرسل کہہ کر حدیث کو رد کرنا بہانہ بازی ہے کیونکہ
جمہور علماء نے مرسل سے توقف کیا ہے رد نہیں کیا جبکہ احناف اور مالکیہ کے
نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہے چنانچہ علامہ ابن حجر نخبۃ الفکر میں بیان کرتے ہیں

حدیث مرسل میں فقہاء کے موقف

"فإن عُرِفَ مِن عادةِ التابعيِّ أنَّهُ لا يُرسِلُ إلَّا عن ثقةٍ فذهبَ
جُمهورُ المُحدِّثينَ إلى التَّوقُّفِ لبقاءِ الاحتمالِ وهُوَ أحدُ قولَيْ
أحمدَ وثانيهِما وهُوَ قولُ المالكيِّينَ والكوفيِّينَ يُقبَلُ مُطلقًا
وقالَ الشَّافعيُّ يُقبَلُ إنِ اعتضدَ بمجيئِهِ مِن وجهٍ آخرَ يُبايِنُ

الطَّريقَ الأولى مُسنَدًا كانَ أو مُرسَلًا ليترجَّحَ احتمالُ كونِ
المحذوفِ ثقةً في نفسِ الأمرِ" (۱۳)
پس اگر تابعی راوی کی عادت جانی گئی کہ ثقہ سے ہی مرسل روایت کرتا ہے تو
جمہور محدثین توقف کی طرف گئے ہیں احتمال باقی ہونے کے سبب اور وہ امام احمد
کے دو قولوں سے ایک ہے اور اس میں سے دوسرا قول مالکیہ اور اہل کوفہ کا ہے وہ یہ
کہ مطلق قبول کی جائے گی اور امام شافعی کا قول ہے کہ قبول کی جائے گی اگر دوسرے
طریق سے اس کا آنا تائید کرے اور یہ طریق دوسرے سے مختلف ہو عام ازیں وہ
طریق مسند ہو یا مرسل تاکہ ثقہ احتمال کو ترجیح دی جا سکے کہ محذوف نفس الامر میں ثقہ
ہے۔ اس سے واضح ہے کہ جمہور محدثین بھی توقف کرتے ہیں۔ مگر مرسل کو ضعیف
نہیں کہتے پھر وہابی صاحب کو کونسا الہام ہو گیا ہے کہ مرسل کو ضعیف کہہ رہے ہیں۔

مرسل روایت کا مقام فقہاء و محدثین کے نزدیک

"وهو ان يقول التابعي قال رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى الله
عَلَيْهِ وَسَلَّم وقد يجيء عند المحدثين المرسل والمنقطع
بمعنى والاصطلاح الاول اشهر وحكم المرسل التوقف عند
جمهور العلماء لانه لا يدرى ان الساقط ثقة اولا لان التابع
قد يروى عن التابعي وفي التابعين ثقات وغير ثقات وعند ابي
حنيفة ومالك المرسل مقبول مطلقاً وهم يقولون انما
ارسله لكمال الوثوق والاعتماد لان الكلام في الثقة ولو لم
يكن عنده صحيحاً لم يرسله ولم يقل قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وعند الشافعي ان اعتضد بوجه آخر مرسل او
مسند وان كان ضعيفاً قبل وعن احمد قولان وهذا كله اذا
علم ان عادة ذلك التابعي ان لا يرسل الا عن الثقات"

مقدمہ مشکوٰۃ میں مرسل اس قول کا نام ہے جس طرح تابعی کا (بلا ذکر صحابی) کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کبھی محدثین مرسل و منقطع کو ایک معنی میں رکھتے ہیں مگر پہلی اصطلاح زیادہ مشہور ہے اور حکم مرسل کا جمہور کے نزدیک توقف ہے کیونکہ محذوف کا دونوں صورت ثقہ و غیر ثقہ ہونا معلوم نہیں اس لیے کہ تابعی کبھی تابعی سے روایت کرتا ہے اور تابعین میں ثقات اور غیر ثقات دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مرسل مطلقاً مقبول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تابعی کا مرسل بیان کرنا کمال وثوق و اعتماد کی بنا پر ہے چونکہ کلام ثقہ میں ہے ورنہ وہ اگر اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو مرسل بیان نہ کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور شافعی کے نزدیک اگر دوسرا اس کی تائید کرے تو قبول ہے عام ازیں وہ طریق مسند ہو یا مرسل اور امام احمد کے اس میں دو قول ہیں اور یہ اس وقت ہے کہ تابعی ثقات سے ہی مرسل روایت کرتا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب اختلاف اس وقت ہے جبکہ محذوف صحابی کی صراحت نہ ہو۔ مگر کسی اور جگہ سے صحابی کی صراحت ہو جائے تو روایت بالاتفاق مقبول ہے۔ زیر بحث روایت میں صحابی راوی کی صراحت طحاوی کے علاوہ دوسری جگہ سے ہے امام مسلم نے بھی حدیث مختصر متن سے اسی سند سے بیان کی ہے

یحییٰ بن ابی کثیر عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

مسلم ج ۱ حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گزرے معلوم ہوا کہ محمد بن عبد الرحمن حضرت عبد اللہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں

ثانیاً وہابی کی عبارت نقل کرنے میں خیانت

غیر مقلد نے طبقات المدلسین کے حوالہ میں حیلۃً وہ لفظ چھوڑ دیئے جو حصہ ...

ابن ابی کثیر کی مدح میں ہیں وہ یہ ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "حافظ مشہور" طبقات ص ۳۶ یعنی مشہور حافظ (حدیث) ہیں۔ اسی طرح تقریب سے بھی اپنے مقصد کی عبارت کو نقل کر کے خلاف مقصد کو حیلۃً چھوڑ دیا پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

"یحیی بن ابی کثیر الطائی مولاھم ابو نصر الیمامی ثقة ثبت لکنه یدلس ویرسل من الخامسة مات سنة اثنتین وثلثین ومائة وقیل قبل ذلک" تقریب التہذیب ص ۳۷۸)

یحییٰ بن ابی کثیر طائی ان کے غلام ابو النصر یمامی تھے ثقہ و ثبت ہیں لیکن تدلیس اور ارسال کرتے پانچویں طبقہ سے ہیں اور ۱۳۲ھ کو وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس سے قبل وصال ہوا۔

ثالثاً غیر مقلد صاحب بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابل کی بات ثابت کریں کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں صراحت ہو کہ سنت فجر پڑھنے والا شخص جماعت سے دور پڑھ رہا تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تھا کہ کیا صبح چار رکعت ہے۔

رابعاً: بخاری و مسلم کی جس روایت کی غیر مقلد بات کرتے ہیں وہ ہمارے مذہب کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں واضح ہے کہ بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھتے ہو اور یہ تب ہی فرمایا کہ وہ شخص جماعت کی صف سے متصل سنتیں پڑھ رہا تھا اور بلا فصل اس نے فرض شروع کر دیئے تو اس صورت سے ہم بھی منع کرتے ہیں ہم کہتے ہیں سنت فجر جماعت سے دور پڑھ کر جماعت میں شامل ہو۔

وہابی صاحب کا چوتھا اعتراض۔ مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ صف سے متصل پڑھنا جائز نہیں جبکہ جماعت سے دور ہو تو بلا کراہت جائز ہے یہ اعتراض دراصل

طحاوی کے اعتراض کا غلط جواب ہے کیونکہ امام طحاوی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو فرض و نفل میں فرق نہ کرنے پر ڈانٹا
تھی ان کے اصل الفاظ یہ ہیں

"فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا
كَرِهَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ وَصَلَهُمَا بِصَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ
غَيْرِ أَنْ يَكُونَ تَقَدَّمَ أَوْ تَكَلَّمَ"

ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ جانا ہو کہ صحابی
نے دو رکعت سنت پڑھی پھر ان کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی بغیر کلام کے
اور جگہ تبدیل کرنے کے (تحقی)

اس کے بعد امام طحاوی نے مذکورہ حدیث جو کہ معلق صاحب نے لکھی
ہے کو درج کیا ہے اور بعد میں فرماتے ہیں کہ

"فَبَيَّنَ هَذَا الْحَدِيثُ أَنَّ الَّذِي كَرِهَهُ رَسُولُ اللَّهِ لِابْنِ بُحَيْنَةَ هُوَ
وَصْلُهُ إِيَّاهَا بِالْفَرِيضَةِ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ لَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُمَا بِشَيْءٍ،
وَلَيْسَ لِأَنَّهُ كَرِهَ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَهَا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا كَانَ فَرَغَ مِنْهَا
تَقَدَّمَ إِلَى الصُّفُوفِ فَصَلَّى الْفَرِيضَةَ مَعَ النَّاسِ"۔

پس اس حدیث سے وضاحت کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابن بحینہ کو نفل اور فرض میں ایک ہی مقام پر وصل کرنے سے منع کیا تھا
کیونکہ اس نے ایک جگہ پر فرض اور نفل ادا کئے اور ان میں کوئی ایسی چیز
نہ تھی جو تفریق کرنے والی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے
منع نہ کیا تھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھے پھر فارغ ہو کر صف کی طرف
جائے اور لوگوں کے ساتھ فرض ادا کرے۔

اس کے بعد امام طحاوی مثال دے کر اپنے موقف کی صراحت کی ہے کہ حضرت

... اللہ عنہ کے پیچھے سائب بن یزید نے نماز جمعہ ... تو سائب ... فرض
... تو نفل پڑھنے کی غرض سے کھڑے ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے
... ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

"... لا تَفْعَلْ حَتَّى تَقَدَّمَ أَوْ تَكَلَّمَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَأْمُرُ"

شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۵۹

... یہاں تک کہ یا تو جگہ بدل لے یا کلام کرے کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس چیز کا حکم دیا کرتے تھے۔ (تحقی)

... طحاوی کی اس وضاحت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صبح کی سنتیں جماعت
... متصل پڑھی جا سکتی ہیں بشرطیکہ فرائض و نوافل میں فصل ہو اور فصل تقدم
... سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (... ص ۲۶۲)

... آپ ... امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ عبارت میں اپنا موقف بیان
... اس صورت کو بیان کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فجر
... ابن بحینہ کے لئے ناپسند کیا۔

... یہ بھی غلط ہے کہ امام طحاوی نے اپنے موقف کی وضاحت میں
... امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ جو سائب بن یزید کے متعلق ہے بیان کیا ...
... بات ظاہر ہے جسے خود غیر مقلد صاحب نے ذکر کیا کہ یہ واقعہ امام طحاوی رحمۃ
... نے اس صورت کی وضاحت کے لئے ذکر کیا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
... نے ابن بحینہ کے لئے ناپسند کیا اور اس کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ
... علیہ وسلم نے بوقت جماعت سنت فجر مسجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ
... صفوں سے متصل و قریب پڑھنے سے روکا ہے تو اس لئے کہ اختلاف بھی
... حاصل نہیں۔

... امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنے پر بنا

موقف واضح کر دیا ہے مگر راہی صاحب کو نظر جب ہی آئے گا جب مر کر
تعصب کی پٹی اتاریں گا ان کے الفاظ یہ ہیں

بوقت جماعت سنت فجر ادا کرنے کے متعلق امام طحاوی کا موقف

"قال ابو جعفر ونحن نستحب ايضا الفصل بين الفرض والتطوع لما امر به رسول الله صلى الله عليه وسلم روينا في هذا الباب ولا نرى باسا بمن لم يكن ركع ركعتي الفجر حتى جاء المسجد وقد دخل الامام في صلوة الفجر ان يركعهما في مؤخر المسجد ثم يمشي الى مقدمه فيصلي مع الناس" شرح معانی الآثار للطحاوی [illegible]

ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ ہم فرائض و نوافل میں فصل مستحب جانتے ہیں بدلیل اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں فرمایا جسے ہم نے روایت کیا اس باب میں اور ہم اس میں حرج نہیں جانتے کہ جس شخص نے دو رکعت سنت فجر ادا نہیں کیں اور وہ مسجد میں آیا تو امام نماز فجر کی جماعت میں تھا وہ دو رکعت سنت مسجد کے آخر حصہ میں پڑھے پھر آگے بڑھ کر جماعت سے مل جائے۔

اس میں امام طحاوی کا مذہب واضح ہے کہ آپ کا موقف سب احناف کی طرح یہی ہے کہ سنت فجر وقت جماعت صفوں سے دور پڑھی جائیں پھر جماعت میں مل جائے مگر غیر مقلد حضرات سے یہ نہیں مانا جاتا۔ غیر مقلد صاحب نے اپنے مذہب اور اس پر تعامل امت ثابت کرنے کو آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے مضمون قائم کیا اور اپنے مقصد کے حصول کی بھرپور کوشش کی جس کی حقیقت کو قارئین کے سامنے (مع جواب) پیش کرتا ہوں۔ لکھتا ہے (حضرت عمر فاروق

امام سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

"ان عمر رأى رجلا يصلي ركعتين والمؤذن يقيم فانتهره وقال لا الصلوة والمؤذن يقيم الا الصلوة التي تقام لها الصلوة" مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص [illegible]

سعید بن مسیب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص دو رکعت (صبح کی سنتیں) پڑھنے لگا ہے اور موذن نے اقامت کہہ دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ نماز نہیں ہوتی جب موذن اقامت کہہ دے مگر وہی نماز جس کے لئے جماعت کھڑی ہوئی۔ (محلی)

معروف تابعی حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

"ان عمر بن الخطاب كان يضرب الناس على الصلوة بعد الاقامة"

(محلی ج ۳ ص ۱۰۵ بیہقی ج ۲ ص ۴۸۳ و مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳۶)

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم کے بارے فرماتے ہیں کہ

"ان ابن عمر رأى رجلا يصلي والمؤذن يقيم فقال ابن عمر أتصلي الصبح اربعا" (محلی [illegible] ج ۳ ص ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا اور موذن اقامت کہہ رہا تھا تو آپ نے اسے کہا کیا تو صبح کی چار رکعتیں پڑھے گا

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) آپ کا بھی یہی فتوی ہے کہ جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری نماز جائز نہیں ہے (ابن ابی شیبہ) جس کا اقرار مفتی صاحب کو بھی ہے (جاء الحق ج ۲ ص ۱۲۵)(صحیح جاء الحق ج ۲ ص ۱۳۲ ہے) تعامل امت تابعین کرام سے بھی مذہب

ومسلک حضرت عروہ بن زبیر، محمد بن سیرین، ابراہیم، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، کیسان، مسلم بن عقیل، سعید بن جبیر، اور آئمہ عظام سے امام سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام ابوثور، امام ابن حزم وغیرہ کا ہے کہ نماز کی اقامت کے بعد کسی قسم کے نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے (نیل الاوطار ج ۳ ص ۹۰، عون المعبود، دین الحق ص ...)

جواب اول: غیر مقلد صاحب نے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے

کے عدم جواز پر قائل سنت ثابت کرنے کو صرف تین آثار پیش کئے ہیں جن کی سند سے حاجت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ ان کے اپنے مذہب کی دلیل ہے حاجت تو جب کہ خلاف مذہب ہو اور چند تابعین وچند محدثین کا مذہب بھی یہی ثابت ہے گھر کی کتاب نیل الاوطار کا حوالہ دیا اور کوئی کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام بوقت جماعت فجر کی سنتیں مسجد میں پڑھتے تھے اگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس سے منع کرتے اور مارتے تو صحابہ ایسا کیونکر کرتے طحاوی شریف میں ہے

"حدثنا ابوبكرة قال حدثنا ابو داؤد قال ثنا هشام بن ابى عبد الله عن ابى جعفر عن ابى عثمان النهدى قال كنا نأتى عمر بن الخطاب قبل ان نصلى الركعتين قبل الصبح وهو فى الصلوة فنصلى الركعتين فى آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فى صلوتهم" (ج ۱ ص ۲۵۸)

خلافت فاروقی میں صحابی آخر مسجد میں سنت فجر پڑھ کر جماعت سے ملتے

حضرت ابو عثمان النہدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سنت فجر پڑھنے سے قبل آتے اور وہ اس وقت نماز میں

رہے ہوتے تو ہم آخر مسجد میں سنت فجر پڑھ کر پھر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے۔ یہی روایت اسی جگہ دوسری سند سے بھی آئی ہے جسے حضرت عاصم حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں اور ان دونوں روایتوں میں صبح کے صیغے آئے ہیں جو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے معمول پر دلالت کرتے ہیں۔ غیر مقلد صاحب نے اپنے موقف پر دوسرا حوالہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دیا ہے جبکہ خود ان سے بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا ثابت ہے۔ طحاوی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے ثبوت پر مسلسل تین روایتیں منقول ہیں جن میں ایک کے راوی محمد بن کعب اور دوسری کے حضرت نافع جبکہ تیسری کے راوی حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہم ہیں یہاں طوالت سے اجتناب کی خاطر صرف آخر الذکر کے الفاظ لکھے دیتا ہوں:

بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل

"حدثنا على بن شيبة قال ثنا الحسن بن موسى قال ثنا شيبان بن عبد الرحمن عن يحيى بن ابى كثير عن زيد بن اسلم عن ابن عمر رضى الله عنهما انه جاء والامام يصلى الصبح ولم يكن صلى الركعتين قبل صلوة الصبح فصلاهما فى حجرة حفصة ثم انه صلى مع الامام" ۔ (ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت زید بن اسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ وہ آئے اور امام اس وقت صبح کی جماعت میں تھا تو آپ نے صبح کی سنتیں بھی نہ پڑھی تھیں تو آپ نے ان کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں پڑھا پھر امام کے ساتھ فرضوں میں شامل ہوئے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد لکھتے ہیں

"ففى هذا الحديث عن ابن عمر رضى الله عنه انه صلاهما فى المسجد لان حجرة حفصة من المسجد فقد وافق ذلك

مَا ذَكَرْنَاهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کی حدیث میں ہے کہ آپ نے سنتیں مسجد میں پڑھیں اس لیے کہ حضرت حفصہ کا حجرہ مسجد سے ہے تو یہ موافق ہے اس کے جو ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا۔ واضح رہے یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت غیر مقلد نے پیش کی ہے وہ ان روایتوں کے مخالف نہیں کیونکہ اس میں یہ الفاظ اتصلی الصبح اربعاً۔ کیا تم صبح کے چار فرض پڑھتے ہو) دلالت کرتے ہیں کہ وہ شخص جماعت سے قریب سنتیں پڑھ رہا تھا۔

ثانیاً غیر مقلد صاحب کا کہنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ جماعت کے ہوتے ہوئے اور کوئی نماز جائز نہیں۔ خالص جھوٹ ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں آپ کا یہ کوئی قول موجود نہیں اور غیر مقلد کا جاء الحق کے حوالے سے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کا اقرار مفتی صاحب کو بھی ہے دراصل وقتی ضرورت کے لئے اس بات کا اعتراف ہے جس کا پہلے انکار تھا کیونکہ اس جگہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طحاوی کے حوالے سے لکھا تھا کہ "اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ"۔ مرفوع صحیح نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے جیسا کہ اسی جگہ طحاوی شریف نے بہت تحقیق سے بیان کیا۔ مگر وہابی صاحب اس جگہ حدیث کو مرفوع ثابت کرنے اور حضرت ابوہریرہ پر موقوف ماننے پر بضد تھا اب بوقت ضرورت اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ مان لیا ہے ان وہابیوں کا حال کہ ضرورت بدلنے سے خود بھی بدل جاتے ہیں۔

ثالثاً۔ غیر مقلد کا جھوٹ بے نقاب

جن تابعین و آئمہ کے نام غیر مقلد صاحب نے اپنے مذہبی کھاتے میں ڈالے ہیں کہ یہ حضرات بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کے عدم جواز کے قائل ہیں کل

۔۔۔ اب اس میں دیکھیں کہ کتنی سچائی ہے اس میں غیر مقلد نے حضرت سعید بن جبیر کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ ان کا مذہب بوقت جماعت سنت فجر خارج مسجد پڑھنا ہے۔

• مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۳، پر ہے۔

"حدثنا عباد بن العوام عن حصین عن القاسم بن ابی ایوب عن سعید بن جبیر اَنَّهُ جَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَالْاِمَامُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَصَلّٰى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّلِجَ الْمَسْجِدَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ"

حضرت سعید بن جبیر سے ہے کہ وہ مسجد کو آئے کہ امام نماز فجر میں تھا تو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعت سنتیں مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھیں۔ حضرت طاؤس کا نام بھی غیر مقلد نے اپنے کھاتے میں داخل کیا ہے حالانکہ اس کے اسی صفحہ پر ان کا فتویٰ یوں مذکور ہے

بوقت جماعت سنت فجر کی ادائیگی میں آئمہ محدثین کا مذہب

"حدثنا معتمر عن داود بن ابراهيم قَالَ قُلْتُ لِطَاوُسٍ اَرْكَعُ الرَّكْعَتَيْنِ وَالْمُقِيْمُ يُقِيْمُ قَالَ اِنْ تَسْتَطِعْ ذٰلِكَ"

حضرت داؤد بن ابراہیم سے ہے کہ میں نے حضرت طاؤس سے پوچھا کہ کیا میں دو رکعت سنتیں پڑھ لیا کروں جب کہ اقامت کہنے والا اقامت کہہ رہا ہو تو فرمایا کہ تم اسے کر سکتے ہو تو کرو۔

امام ابراہیم بھی بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے کے قائل ہیں ملاحظہ ہو۔

حدثنا عباد بن العوام عن سعید بن ابی معشر عن ابراهيم انه كره اذا جاء والامام فى صلوة الفجر ان يصليهما فى المسجد وقال يُصَلِّيْهِمَا عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ اَوْ فِيْ نَاحِيَتِهٖ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۲)

حضرت ابراہیم نخعی سے ہے کہ وہ بوقت جماعت سنت فجر مطلقاً مسجد سے متصل مسجد میں ناپسند جانتے فرماتے کہ انہیں مسجد کے دروازے یا گھر میں پڑھے۔

پھر حضرت عطاء کا موقف بھی غیر مقلد کے مذہب کو مفید نہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں جب تک کوئی رکعت کے جانے کا اندیشہ نہ ہو تو سنتیں پڑھے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۴ پر ہے

"حدثنا وکیع عن سفیان عن ابن جریج عن عطاء قال اذا خشی فوت رکعۃ دخل معھم ولم یصلیھما"

حضرت عطاء نے فرمایا کہ اگر کوئی رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو جماعت سے مل جائے اور سنت نہ پڑھے۔ یعنی اگر رکعت جانے کا خوف نہ ہو تو اگرچہ جماعت شروع ہو چکی ہو سنتیں پڑھ لے۔

جب کہ غیر مقلد کا مذہب بوقت جماعت سنت فجر پڑھنے پر مطلق منع کا پھر حضرت عطاء کا نام اپنے مذہبی کھاتہ میں ڈالنا کیسے درست ہے۔

(دوسرا) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے ایک قول میں ہے جبکہ دوسرا قول بھی غیر مقلدوں کے خلاف ہے الغرض اس بیان سے وحید صاحب کا جھوٹ کھل کر سامنے آگیا اللہ ایسوں کے مکر سے محفوظ رکھے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر سنت فجر رہ جائیں اور پڑھ نہ پائیں تو اس کی قضا نہیں ہوتی اس پر اعتراض میں وہابی صاحب لکھتا ہے مسائل اسلام کا ثبوت ادلہ شرعیہ پر ہے محض کسی کے لکھ دینے سے نہ تو کوئی مسئلہ ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی ثابت شدہ چیز کی نفی کی جاسکتی ہے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین" (النمل آیت نمبر ۶۴)

"ان سے کہہ دیجئے اگر تم اپنے دعووں میں سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ"

یہاں الحمد للہ کہ مفتی صاحب اپنے موقف عدم قضاء نوافل پر حق اور وہ بھی سنت فجر کی دو رکعت میں کوئی واضح دلیل تو کجا کوئی کمزور سے کمزور دلیل بھی قائم نہیں کر سکے اس لیے ہم خوف طوالت سے صرف ایک حدیث کی طرف توجہ دلاتے ہیں اگر مخالف کی طرف سے اس پر کچھ لکھا تو ہم جواب الجواب میں انشاء الرحمن ذکر کر دیں گے چنانچہ حضرت قیس بن فہد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

"رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اصلی رکعتین بعد الصبح فقال ما ھاتان الرکعتان فقلت لم اکن صلیت رکعتی الفجر فسکت عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (جامع الترمذی ج ۱ ص ۹۶، [illegible])

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میں صبح کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (دو رکعتیں) کیا ہیں تو میں نے کہا کہ حضور میں نے صبح کی دو رکعت سنتیں نہیں پڑھی تھیں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے (انتہی)

اگر کوئی حنفی کہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں ہے [illegible] تو جواباً گزارش ہے اگر امام ترمذی کو یہ روایت متصل سند کے ساتھ نہیں ملی تو کیا ہو کیونکہ عدم علم سے عدم شئی لازم نہیں آتی جبکہ یہی حدیث متصل سند کے ساتھ من طریق لیث بن سعد عن یحییٰ بن سعید عن ابیہ عن جدہ قیس بن فہد مروی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ [illegible] صحیح ابن حبان [illegible] مستدرک حاکم [illegible] [illegible] دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۴ [illegible])

مفتی صاحب کی اصولی بات

جواب اولاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصولی بات کی ہے کہ فجر کے بعد سنت فجر کی قضاء نہیں کیونکہ قضاء فرض و واجب کی ہوتی ہے نہ کہ سنت کی آپ کے یہ کہنے کا کہ فجر کے فرض پڑھنے کے بعد سنتوں کی قضاء نہیں یہ مطلب کہ طلوع آفتاب کے بعد وقت ختم ہونے پر بھی جائز نہیں جائز و مستحب بات ہے قضاء ہو گا۔ رہا دوسری بات ہے قضاء کے لزوم کے لئے دلیل قطعی چاہئے کہ فجر کے فرض بھی رہ گئے ہوں تو پھر علماء نے اختلاف فرماتے ہیں لہذا زوال سے قبل پڑھے تو فرضوں کے تابع سنت فجر بھی پڑھے اس کے بعد صرف فرض۔

مرسل روایت وہابیوں کی دلیل نہیں ہو سکتی

ثانیاً جس روایت سے وہابی صاحب فرض فجر کے بعد اور طلوع سورج سے قبل سنت فجر کی قضاء کے ثبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اس سے قضاء ثابت نہیں ہوتی کیونکہ روایت مرسل غیر متصل ہے اور مرسل کو وہابی صاحب دلیل نہیں مانتا تو اس کے دعویٰ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

وَإِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ قَيْسٍ. (جامع ترمذی ج۱ باب ما جاء فی من تفوته الرکعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلوة الصبح)

اور اس حدیث کی سند غیر متصل ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم تیمی نے قیس سے نہیں سنا۔ ورنہ پتا ہے کہ انہوں نے قیس سے سنا ہے۔

اور وہابی صاحب کا امام ترمذی کے اس حکم کو عدم علم پر محمول کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے پھر یہ صرف امام ترمذی کا ہی نہیں امام ابوداؤد کی بھی قول

ہے ہیں ملاحظہ ہو

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَى عَبْدُ رَبِّهِ وَيَحْيَى ابْنَا سَعِيْدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ مُرْسَلًا أَنَّ جَدَّهُمْ زَيْدًا صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ابوداؤد ج۱ باب من فاتته متى يقضيها)

امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اس روایت کو عبد ربہ اور یحییٰ سعید کے دو بیٹوں نے مرسل روایت کیا کہ ان کے دادا زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

مقلدوں کی دلیل مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف بھی ہے

ثانیاً مرسل ہونے کے ساتھ یہ روایت ضعیف بھی ہے علامہ نیموی آثار السنن ص ۱۸۱ پر فرماتے ہیں

"قال النيموي واسناده ضعيف" علامہ نیموی نے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے نیز قیس جن کی طرف یہ روایت منسوب ہے ان کی ولدیت میں بھی اختلاف ہے بعض نے قیس بن فہد لکھا ہے اور بعض نے قیس بن عمرو جبکہ یہ درست صحیح قیس بن عمرو ہے حاشیہ آثار السنن صفحہ مذکورہ۔ مگر غیر مقلد نے اس سے بھی ترقی کی کہ قیس بن فہد کو صحابی بنا دیا جیسا کہ اس کی عبارت گزری۔ الغرض یہ روایت غیر مقلد کے دعویٰ کی دلیل نہیں۔

وہابی دعویٰ احادیث صحیحہ کے خلاف

جبکہ فجر کے فرض سے طلوع آفتاب سے قبل سنت فجر کی قضاء کے ثبوت کا دعویٰ وہابی کی حدیث سے بھی جہالت ہے کیونکہ احادیث کثیرہ مرفوعہ صحیحہ سے فرض فجر کے بعد طلوع آفتاب سے قبل اور فرض عصر پڑھنے کے بعد غروب آفتاب سے قبل مطلق نوافل کا منع ثابت ہے۔ حدیث نمبر ۲ صحیح بخاری ج۱ ص ۸۲ پر ہے

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي

الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان فرمایا کہ میرے پاس کچھ پیارے حضرات جمع ہوئے ان میں زیادہ پیارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے تو روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض فجر ہونے کے بعد سورج روشن ہونے سے قبل نماز سے منع کیا اور فرض عصر کے بعد غروب سورج سے پہلے۔

یہی حدیث کچھ متن وسند سے اختلاف سے صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۵ پر ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا حدیث سے متصل ہی فرماتے ہیں

"حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهٰذَا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ مجھے یہ حدیث متعدد حضرات نے بیان کی۔ حدیث نمبر۲

"حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا"

صحیح بخاری باب لا تتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس وصحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۵

"ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی طلوع آفتاب کے وقت نماز کا قصد کرے ورنہ اس کے غروب کے وقت"۔

حدیث نمبر۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ۔ (صحیح بخاری ج ا باب مذکور وصحیح مسلم ج ا ص ۲۷۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے نماز فرض صبح کے بعد یہاں تک کہ سورج بلند ہو اور نہیں ہے نماز فرض عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے"

حدیث نمبر۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ"۔ (صحیح بخاری ج ا باب مذکورہ کچھ سند ومتن کے اختلاف سے صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۵ مذکور)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وقت میں نمازوں سے منع فرمایا فجر کے بعد طلوع سورج تک اور عصر کے بعد غروب سورج تک"۔

اب یہ چاروں احادیث مبارکہ صحیح مرفوع ہیں جب کہ غیر مقلد صاحب قراری ہے کہ اجماع امت ہے کہ بخاری کی تمام روایت صحیح ہیں۔ (نام نہاد اہل الحق ص ۵۲۵) معلوم ہوا کہ غیر مقلد بے عملی سے احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف مذہب رکھتا ہے۔

حدیث نمبر۵ "عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَدِمَ اَبُوْ ذَرٍّ مَكَّةَ فَاَخَذَ بِعِضَادَةِ الْبَابِ فَقَالَ مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا جُنْدُبٌ اَبُوْ ذَرٍّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ اِلَّا بِمَكَّةَ"۔

(دارقطنی ج ۱)

"حضرت مجاہد سے ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آئے تو دروازہ کی چوکھٹ تھام کر فرمانے لگے جو مجھے جانتا ہے تو تحقیق وہ مجھے جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا پس سن لے کہ میں جندب ابوذر ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ صبح کے بعد طلوع سورج تک نماز نہیں اور نہ عصر کے بعد غروب سورج تک مگر مکہ میں مگر مکہ میں مگر مکہ میں"۔

حدیث نمبر۶ "حدثنا غندر عن شعبة عن سعد بن ابراهيم عن نصر بن عبد الرحمن عن جده معاذ القرشي اَنَّهُ طَافَ بِالْبَيْتِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ"۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲، ص ۳۴۳۔ حضرت معاذ قرشی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا حضرت معاذ بن عفراء کے ساتھ عصر و صبح کی نمازوں کے بعد تو اس نے کچھ نوافل نہ پڑھے تو میں نے نہ پڑھنے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے سنا کہ دو نمازوں کے بعد نماز نہیں صبح کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔ فوت شدہ فرض و واجب ان دو وقتوں میں پڑھ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اس مسئلہ پر بہت احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر انہیں پر اکتفاء کیا ہے۔

رب جل جلالہ تعالیٰ جاء الحق سے۔

چودھواں باب اس مسئلہ پر
کہ نمازیں جمع کرنا منع ہے شروع ہوتا ہے

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کے آغاز میں فرماتے ہیں۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرے مقیم ہو یا مسافر، بیمار ہو یا تندرست۔ غیر مقلد وہابی بحالت سفر ظہر و عصر ایسے ہی مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں عصر کے وقت میں ظہر و عصر ملا کر اور عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور احادیث صحیحہ کے بھی مخالف۔

ہم اس باب کی بھی دو فصلیں کرتے ہیں پہلی فصل میں مذہب حنفی کے دلائل، دوسری فصل میں غیر مقلد وہابیوں کے اعتراضات مع جوابات۔

نمازیں جمع کرنا منع ہے

(پہلی فصل نمازیں جمع کرنا منع ہے) ہر نماز اپنے وقت میں پڑھنا فرض ہے عمداً کسی نماز کو اپنے وقت کے بعد پڑھنا بلا عذر سخت گناہ اور منع ہے دلائل حسب ذیل ہیں

قرآن سے دلیل

رب تعالیٰ نماز کے اوقات کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"

"مسلمانوں پر نماز فرض ہے اپنے وقت میں" اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز فرض ہے۔

ویسے ہی ہر نماز کا اپنے وقت میں پڑھنا بھی فرض ہے جیسے نماز کا تارک گنہگار ہے ایسے ہی بلا عذر نماز کو بے وقت پڑھنے والا بھی مجرم ہے اس آیت میں مقیم و مسافر کا کوئی فرق نہیں ہر مومن کو یہ حکم ہے کوئی ہو۔

غیر مقلد کا اس پر پہلا اعتراض

اولاً مذکورہ آیت میں بقول مفتی صاحب اوقات پر نماز پڑھنے کا حکم ہے مگر اوقات کی تفصیل موجود نہیں ہے۔ اوقات کی تفصیل کے لئے ہمیں سنت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر بیان فرمائی ہے جس میں حضر کی کیفیت اور ہے اور سفر کی کیفیت اور ہے جیسے حضر کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہمیں احادیث سے مدد لینا ضروری ہے اسی طرح سفر کی کیفیت کے متعلق بھی احادیث موجود ہیں اور جس طرح بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر و حضر کے اوقات تعین فرمائے ہیں وہی "کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" کی تفسیر ہے الا اس اس جواب سے کسی بھی صاحب علم کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ حنفی کے نزدیک بھی نمازیں جمع ناجائز ہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے یُصَلِّیْ بِهِمْ اِذَا یَلِی الْمَغْرِب الظُّهْر وَالْعَصْر فِیْ وَقْتِ الظُّهْر (ہدایہ) الذخیرہ اور المحیط میں ہے ان یصلی بهم العصر فی وقت الظهر (انوار ساطع ص ۲۴ ج ۲) مولوی احمد رضا خاں بریلوی لکھتا ہے جمع تقدیم کہ وقت نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشاء پیشگی پڑھ لیں۔ اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے تو پہلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اس

وقت کی مقدار ... ہیں یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حاجی کو صرف
صرف عصر عرفات میں ظہر و مغرب وعشاء مزدلفہ میں جائز ہیں ان میں جمع
دوم جمع تاخیر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۲۲ ج ۲)

جمع بین الصلوتین کے عدم جواز پر غیر مقلد کے اعتراضوں کے جواب

الجواب اول: غیر مقلد کے یہ کہنے سے کہ مذکورہ آیت میں مقررہ اوقات پر نماز پڑھنے کا حکم ہے ظاہر ہے کہ وہابی صاحب کو اس کا یقین نہیں کہ آیت مبارکہ میں اوقات پر نماز پڑھنے کا حکم ہے حالانکہ علمائے امت سلف وخلف و مفسرین وفقہاء سب نے اوقات پر نماز پڑھنے کا حکم ثابت کیا ہے چنانچہ

جمع بین الصلوتین کے عدم جواز پر تفاسیر سے ثبوت

تفسیر ابن کثیر جسے غیر مقلد وہابی بھی اصح التفاسیر مانتے ہیں اس آیت کے تحت ہے:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَيْ مَفْرُوْضًا وَعَنْ مُجَاهِدٍ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَطِيَّةَ بْنِ حُسَيْنٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَمُقَاتِلٍ وَالسُّدِّيِّ وَعَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّ لِلصَّلٰوةِ وَقْتًا كَوَقْتِ الْحَجِّ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا قَالَ مُنَجَّمًا كُلَّمَا مَضٰى نَجْمٌ جَاءَ نَجْمٌ يَعْنِيْ كُلَّمَا مَضٰى وَقْتٌ جَاءَ وَقْتٌ"

"یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر فرض کیا گیا ہے اور نیز فرمایا کہ بے شک نماز کے لئے حج کی طرح وقت مقرر ہے اور یہی مجاہد اور سالم بن عبداللہ اور علی بن حسین اور محمد بن علی اور حسن اور مقاتل اور سدی اور عطیہ عوفی سے بھی مروی ہے اور عبد

الرزاق نے معمر سے اس نے قتادہ سے اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ فرمایا کہ نماز کے لئے اسی طرح وقت مقرر ہے جس طرح حج کے لئے ہے اور زید بن اسلم نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ جیسے مقرر کئے ہوئے ہیں جب ایک حصہ گزر جائے تو دوسرا آجاتا ہے یعنی جب ایک وقت گزر جائے تو دوسرا وقت آجاتا ہے

تفسیر التسہیل لعلوم التنزیل میں اس آیت کے تحت ہے (ای محدود الاوقات) یعنی وقتوں کی حد بندی کر دی گئی۔ تفسیر جلالین میں ہے (کتابا مکتوبا او مفروضا موقوتا) ای مقدرا وقتها فلا تؤخر عنه) یعنی کتابا کا معنی لکھی ہوئی یعنی فرض کی گئی ہے موقوتا کا معنی ہے کہ اس وقت معین کیا گیا تو اس سے موخر نہ کی جائے گی۔ تفسیر صاوی علی الجلالین میں اسی جگہ ہے "ای مفروضا وقتا بعد وقت" یعنی نماز فرض کی گئی ہے وقت کے بعد وقت میں" یعنی ایک نماز ایک وقت میں دوسری دوسرے وقت میں۔ تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن (کتابا موقوتا) کے تحت ہے۔

"مَفْرُوْضًا مَحْدُوْدًا اَوْ مُنَجَّمًا كُلَّمَا مَضٰى وَقْتٌ جَاءَ وَقْتٌ"

یعنی نماز کو متعین وقت میں فرض کیا گیا ہے یا اوقات سے حصے کر دیئے گئے جب ایک وقت گزرا دوسرا آگیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں کتاب مواقیت کے آغاز میں اسی آیت سے تعیین اوقات نماز پر استدلال کیا ہے۔ الغرض اس آیت میں وقت پر نماز پڑھنے کا حکم بالاتفاق واضح ہے مگر وہابی صاحب کا اس پر یقین نہیں۔ ثانیاً یہ تو ہم یقین سے مانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کیفیت تفصیلاً بیان فرمائی ہے مگر وہابی صاحبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت سفر دو نمازیں ایک وقت جمع کا فرمایا ہو روایتیں بھی اس مسئلہ پر پیش کی جاتی ہیں ان سے مراد جمع صوری

ہے کہ جمع تقدیم وتاخیر۔ غیر مقلد کا یہ کہنا کہ احناف کے نزدیک بھی نمازیں جمع کرنا جائز ہیں پھر اس حوالے مخصوص حج کے دن عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کے متعلق دینا دھوکا دہی ہے کیونکہ عام جواز کا مغالطہ دے رہا ہے حج کے دن عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں اس رات کو مغرب وعشاء کو جمع پڑھا پھر جھوٹے کا کیونکہ حافظہ نہیں ہوتا لہذا امام اہل سنت مجدد دین وملت احمد رضا خان فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ کا حوالہ بھی دے دیا جس نے اس مسئلہ کو بالکل کر واضح کر دیا کہ احناف نماز میں جمع تقدیم وتاخیر کا جواز صرف حج کے لئے صرف حج میں صرف عصر عرفہ میں ظہر کے وقت اور مغرب مزدلفہ میں عشاء کے وقت مانتے ہیں اس کے سوا جمع کسی وقت کسی جگہ جائز نہیں جانتے سوال یہ ہے عرفہ کے دن عصر کو ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں اس رات مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھنے کے قائل وفاعل کس لئے ہیں؟

حج کے دن عرفات ومزدلفہ میں نمازیں جمع کی جاتی ہیں

جواب: اس لئے کہ اس کا ثبوت احادیث مبارکہ میں موجود ہے چنانچہ امام بخاری صحیح بخاری ج ۱، باب الجمع الصلاتین بعرفۃ میں بیان فرماتے ہیں:

"قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوا يَجْمَعُونَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ وَهَلْ تَتَّبِعُونَ فِي ذَلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ".

حضرت سالم نے بیان کیا کہ جس سال حجاج بن یوسف نے حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم عرفات عرفہ کے دن کیسے کریں؟ تو حضرت سالم نے کہا اگر تو سنت پر عمل چاہتا ہے تو عرفہ کے دن نماز کو جمع کر۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے بے شک صحابہ ظہر وعصر کو جمع کرتے تھے حجاج بن یوسف نے کہا کہ میں نے سالم سے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے؟ تو سالم نے فرمایا کہ تم اس میں سنت کے سوا عمل کرو گے یعنی تم اس میں سنت کے سوا عمل کرنے کو تیار نہیں تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنت کے علاوہ عمل کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔

اسی کے باب والجمع بین الصلوتین بالمزدلفہ میں امام بخاری یوں فرماتے ہیں۔

"حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ فَنَزَلَ الشِّعْبَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا"

کریب سے ہے وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ان سے کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے لوٹے اور ایک گھاٹی میں پیشاب فرمایا پھر وضو کیا اور پوری طرح نہ کیا یعنی ہلکا سا جس میں عضو مسنون کو پورا نہ کیا تو میں نے آپ سے نماز پڑھنے کے بارے عرض کی آپ نے فرمایا نماز تمہارے آگے ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں آئے اور پورا وضو فرمایا پھر نماز کی

اقامت ہوئی تو نماز مغرب کو ادا کیا پھر سب نے اپنی منزل میں اونٹ
بیٹھا دیئے پھر اقامت ہوئی تو نماز عشا کو ادا فرمایا اور ان دونوں
(نمازوں) کے درمیان کوئی (نفل) نہ پڑھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عرفات میں حج کے دن مزدلفہ میں اس رات کو نماز
کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے ہم احناف اس کے
قائل ہیں اس کے علاوہ ہم کسی وقت اور کسی جگہ جمع بین الصلاتین کو جائز
جانتے۔ اب ذہابی صاحب کا دوسرا اعتراض ملاحظہ ہو لکھتا ہے۔ جب مفتی صاحب
کو اقرار ہے کہ مذکورہ آیت عام ہے اور عام کی تخصیص آئمہ اربعہ کے نزدیک [illegible]
ہے جس کی ضروری بحث فاتحہ خلف الامام کے سلسلہ میں گزر چکی ہے اور اس کا
احناف نے اچھا خاصہ فائدہ اٹھایا ہے مثلاً چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم قرآن میں
عموم پر ہے یعنی چوری چاہے تھوڑی ہی کیوں نہ کی ہو مگر احناف نے اس عام آیت کو
دس درہم سے خاص کیا ہے اسی طرح تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کی تخصیص [illegible]
ایسی روایات سے کرتے ہیں جو ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح احادیث کے خلاف
ہے اسی طرح کے بیسیوں مسائل کی امثلہ پیش کی جا سکتی ہیں جن میں انہوں
قرآن کے عموم کو صحیح تو کجا ضعیف بلکہ موضوع روایت سے خاص کیا ہے خود مولف
جاء الباطل نے (صحیح جاء الحق ہے) آگے چل کر آیت جمعہ کے عموم کو حضرت علی رضی
اللہ عنہ کے اثر سے خاص کیا ہے کہ جمعہ گاؤں میں نہیں ہوتا حالانکہ آیت میں فرضیت
جمعہ مطلق ہے شہری اور دیہاتی کی قید قرآن میں قطعاً نہیں ہے تو کیا وجہ ہے
احادیث صحیحہ سے اس آیت کے عموم سے مسافر کو مستثنیٰ نہ کیا جائے؟ آخر اصول تو
ایک مقام پر قائم رہتا ہے تو یہاں اصول فقہی کیوں بدلی جا رہی ہے؟ مفتی صاحب نے
قدر قرآنی آیات پیش کی ہیں ان کا اصولی اور علمی جواب تو اس قدر ہی کافی ہے مگر [illegible]
چور کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے ان پر ترتیب وار بحث کرتے ہیں (تمام [illegible])

ص ٩٤ [illegible]

جواب اولاً یہ محض غلط بیانی اور افتراء و جھوٹ ہے کہ احناف عام کی تخصیص
ضعیف وموضوع روایات سے کرتے ہیں کتب اس پر شاہد ہیں جن میں لکھا ہے کہ
عام جب تک اپنے عموم پر ہے تو وہ قطعی اور واجب العمل ہے اس کی تخصیص ضعیف
سے تو درکنار ظنی سے بھی نہیں ہو سکتی اس کی تخصیص کے لیے دلیل قطعی چاہیے۔

اصول فقہ کی معتبر کتاب نور الانوار میں ایک اعتراض کے جواب میں ہے

لان هذين العامين ليسا بمخصوصين أولاً كما زعمتم حتى يخص
[illegible] بالقياس وخبر الواحد [illegible] اس سے کہ سب [illegible] دونوں مخصوص
ہی پہلے مخصوص نہ ہوئے یہاں تک کہ انہیں دوسری بار قیاس وخبر واحد کے ساتھ
مخصوص کیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار عام کی تخصیص قیاس وخبر واحد سے
نہیں ہو سکتی مگر جب پہلی بار عام کی تخصیص دلیل قطعی سے ہو جائے تو پھر یہ ظنی ہو
جاتا ہے اب دلیل ظنی قیاس وخبر واحد سے بھی اس کی تخصیص جائز ہے مگر غیر مقلد
صاحب کس قدر جھوٹ بول رہا ہے کہ احناف عام مطلق کی تخصیص ضعیف وموضوع
روایت سے کرتے ہیں۔

ذہابی کے الزام کا جواب

ثانیاً غیر مقلد کا یہ کہنا کہ تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کی تخصیص تو ضعیف
سی روایات سے کرتے ہیں جو ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح احادیث کے مخالف بھی
ہیں [illegible] کہ جس حدیث میں تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کا ثبوت ہے وہ
سب ضعیف ہیں سنن دارقطنی ج ١ باب التیمم میں ہے

حدثنا القاضيان الحسين بن اسماعيل وابو عمر محمد بن
يوسف قالا ثنا ابراهيم بن هاني ثنا موسى بن اسماعيل ثنا ابان
قال سئل قتادة عن التيمم في السفر فقال كان ابن عمر يقول

إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَكَانَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ يَقُولَانِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ فَذَكَرْتُهُ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَعَجِبَ مِنْهُ وَقَالَ مَا أَحْسَنَهُ"۔

حضرت ابان نے بیان کیا کہ حضرت قتادہ سے سفر تیمم کے بارے پوچھا گیا تو اس نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنیوں تک تیمم میں ہاتھ پھیرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت حسن اور حضرت ابراہیم نخعی دونوں فرماتے تیمم میں کہنیوں تک مسح کیا جائے (یعنی کہنیوں کو شامل کیا جائے) کہا اور مجھے محدث نے امام شعبی سے حدیث بیان کی اس نے عبدالرحمن بن ابزی سے اس نے حضرت عمار بن یاسر سے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہنیوں تک مسح کیا جائے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اس روایت کا ذکر امام احمد بن حنبل سے کیا تو انہوں نے اسے پسند فرمایا اور کہا کیا ہی اچھا کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہنیوں تک مسح کی حدیث صحیح مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس پر اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی جیسے جلیل القدر تابعین کا اس پر عمل اس کی صحت کی دلیل ہے۔ اسی دارقطنی کے اسی باب میں ہے

"عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلذِّرَاعَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ، وَالصَّوَابُ مَوْقُوفٌ"۔

حضرت ابو الزبیر سے ہے وہ حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمم ایک ضرب چہرے کے لیے

ایک ضرب کلائیوں کے لئے کہنیوں سمیت۔ امام دارقطنی نے کہا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور درست اس کا موقوف ہونا ہے۔

فقیر کہتا ہے اگر یہ حدیث موقوف بھی ہو تو بھی حضرت جابر صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل اس مسئلہ پر واردہ احادیث کی صحت کی دلیل ہے نیز اسی حدیث کو بیان کے بعد ... نیموی لکھتے ہیں

رواه الدارقطني والحاكم وصححه اس کو دارقطنی اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا اور صحیح کہا واضح رہے کہ اس مسئلہ پر مرفوع و موقوف بہت سی احادیث وارد ہیں مگر ہم نے غیر مقلد کی اس غلط بیانی کہ اس باب میں ... ضعیف روایت سے قرآن کی تخصیص کرتے ہیں کو بے نقاب کرنے کو مختصراً بیان کیا ہے پھر شارح صحیح مسلم علامہ نووی کی کے باب تیمم کے تحت لکھتے ہیں

"وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي كَيْفِيَّةِ التَّيَمُّمِ فَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْأَكْثَرِينَ أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ ضَرْبَتَيْنِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَمِمَّنْ قَالَ بِهَذَا مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَالشَّعْبِيُّ وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَالسُّفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ وَآخَرُونَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ"

علماء نے تیمم کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے اور ہمارا (شوافع) کا اس میں مذہب اور اکثر علماء کا یہ ہے کہ دو ضربیں لازم ہیں ایک چہرے کے لئے اور ایک کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے اور اہل علم سے جو اس کے قائل ہیں علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حسن بصری اور شعبی اور سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سفیان ثوری اور مالک اور ابو حنیفہ ہیں اور اصحاب رائے اور دیگر علماء رضی اللہ عنہم اجمعین ایضاً۔

عقل کا تقاضا بھی ہے تیمم نائب ہے اور وضو اصل اور وضو میں حکم [illegible]
سمیت دھونے کا ہے اس سے زائد کا نہیں تو تیمم نائب میں بھی اس سے
نہیں ہونا چاہیے ایسا چہرے پر تیمم میں اس جگہ ہاتھ پھیر جاتا ہے جسے
دھونے کا حکم ہے تو ہاتھوں پر تیمم میں ہاتھ پھیرنے میں اسی جگہ کا حکم ہونا چاہیے
وضو میں دھونے کا تو وہ کہنیوں سمیت کا ہے اس سے زائد کا نہیں مگر وہابی
ہر جگہ خلاف عقل چلتے ہیں ثالثاً وہابی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ مفتی صاحب
جمعہ کے عموم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے خاص کیا ہے کہ جمعہ گاؤں
میں نہ ہو تو اس اعتراض کے جوابات مفتی صاحب نے جمعہ کے باب میں شافی
دلائل دیئے ہیں ہم بھی بتوفیق اللہ تعالیٰ وہاں عرض کریں گے۔

نماز میں سستی کرنے والوں پر وعید

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن مجید سے دلیل صریح ہے "ارشاد فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ" ترجمہ [illegible] ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں اس آیت میں [illegible] سے پڑھنے والوں پر عتاب ہے بلا عذر وقت گزار کر نماز پڑھنا بھی سستی میں [illegible] ہے بلکہ [illegible] درجہ کی سستی ہے غیر مقلد کا اس پر پہلا اعتراض اولاً [illegible] ہے کہ در اصل یہ لفظ [illegible] ہوگا جسے [illegible] دکھا دیا گیا ہے)

بلا عذر شرعی نماز میں تاخیر کرنا باعث وبال ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا سفر عذر شرعی نہیں ہے؟ اگر آپ کہیں نہیں تو یہ جواب صرف علماء ہی نہیں بلکہ کوئی معمولی [illegible] ہے کیونکہ سفر میں احکام کا بدل جانا فریقین کو مسلم ہے چنانچہ ھدایہ میں ہے السفر الذي يتغير به الاحکام۔ اس کی شرح میں ہے "ليس ذلك السفر الذي يتعلق به الاحکام فتح القدير شرح هدايه" (ص ۱۱ ج ۲) درمختار کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں کہ "والسفر لغة قطع المسافة من غير تقدير و المراد

[illegible] وهو الذي تتغير به الاحکام شامی" (ص ۱۲۰ ج ۲) کنز الدقائق (کی
[illegible] ہے)
شرح میں علامہ ابن نجیم غاية البيان اور المعراج الوهاج سے نقل کرتے [illegible] کہ الاحکام التي تتغير بالسفر الشرعي (البحر الرائق ص ۱۲۸ ج ۲) لہذا اس اصول [illegible] مسافر اس آیت کے عموم سے باہر ہے۔ ([illegible] الرائق ص [illegible])

[illegible] اولاً وہابی صاحب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے آیت جمعہ کے عموم کو [illegible] اور یہ کہ حنفی ضعیف روایت سے آیت کے عموم کی تخصیص کر دیتے ہیں مگر [illegible] کا عمل دیکھو کہ پہلے تو یہ اصول گھڑا کہ جس عذر سے احکام شرعیہ میں [illegible] عذر بھی ثابت ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں ہو کہ سفر کے دوران آدمی معذور ہو جاتا ہے پھر اسی اصول کا نام وہابی جی نے رکھا اور اس خود ساختہ اصول کے تحت مسافر کو اوقات نماز کے ثبوت کی [illegible] کے عموم سے باہر و خارج ہونے کا دعوی کیا اگر بقول ان کے شرعی سفر میں [illegible] ہو جاتا ہے تو پھر یہ عذر تو اپنے عموم پر ہونا چاہیے صرف جمع بین الصلاتین تک محصوص نہیں رہنا چاہیے مسافر دوران سفر میں معذور مطلق ہوا نماز کو بیٹھ [illegible] عذر شرعی سے چلتے چلتے جس طرف رخ ہو نماز پڑھے اور تیمم [illegible] خواہ وضو سے اس کی [illegible] جانا چاہیے کیونکہ بقول وہابی سفر کی وجہ [illegible] کا عذر ثابت ہے حالانکہ علماء سلف و خلف میں سے اس کا کوئی بھی قائل [illegible] بلکہ مذکورہ تمام صورتوں کیلئے الگ عذر متحقق ہونا ضروری ہے دوسرا اصل صاحب سفر کے دوران مسافر کو اللہ تعالیٰ نے جو سہولیات عطا کی ہیں ان کی [illegible] و مقصود کو سمجھا ہی نہیں اس کا مقصد یہ نہیں کہ مسافر سفر کے دوران معذور ہو [illegible] ہے وہ نماز چار رکعت نہیں پڑھ سکتا دو پڑھ سکتا ہے روزہ دوران سفر نہ رکھے

چھوٹے دنوں میں آسان سفر میں بھی نہیں رکھ سکتا بلکہ سفر کی سہولت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے عطیہ ہے

سفر میں قصر نماز اللہ کا عطیہ ہے

صحیح مسلم ج ۱ کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها میں ہے

عن يعلى بن أمية قال قلت لعمر بن الخطاب ليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا فقد أمن الناس فقال عجبت مما عجبت منه فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته

حضرت یعلیٰ بن امیہ سے ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) تمہیں حرج نہیں تم پر کہ نماز کو قصر کرو اگر تم ڈرو کہ کافر تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے تو اب لوگوں کو (اس فتنہ سے) امن ہو گیا (یعنی مدینہ آ کر اسلام کو قوت حاصل ہو چکی ہے کفار کا خوف نہیں رہا) تو (حضرت عمر نے) فرمایا جس بات سے تجھے تعجب ہوا اسی سے مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا (یعنی اب خوف نہ رہا قصر کس لئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو اللہ نے دیا ہے تو تم اس کا صدقہ قبول کرو) مطلب بات یہ ہے کہ اگر سفر عذر ہوتا تو [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب تھا کہ قصر کس لئے جب کفار کے خوف کا عذر نہیں رہا کیا ان کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذات خود عذر ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ اے عمر تعجب کرتے ہو سفر تو خود عذر ہے بلکہ فرمایا کہ نماز قصر کی سہولت تو اللہ کا تم پر صدقہ ہے بوڑھے ہو یا جوان کمزور ہو یا قوی سفر آسان ہو یا دشوار اللہ کا صدقہ قبول کرو سفر میں

کہ تمام فقہاء و اہل حدیث اس قدر نازک ہیں کہ تین میل فاصلہ کے قصد سے گھر سے نکلتے ہی مسافر و معذور ہو جاتے ہیں نفسانی آسانی کے لئے نمازیں قصر و جمع کر دیتے ہیں اب اس دور میں جب کہ سفری سہولتیں عام ہیں سواری کیلئے ریل بسیں کاریں ویگن وغیرہ دستیاب ہیں پھر بھی یہ نازک مزاج والی نازک قوم معذور ہے

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

[illegible] مفتی صاحب کی تفسیر بارے کو ملاحظہ کرتے جائیے مذکورہ آیت تو [illegible] کے بارہ میں ہے کہ اسلام کو جھٹلاتے ہیں یتیم کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے [illegible] کو کھانا نہیں کھلاتے اور یہ کہ نمازوں میں غفلت کرتے ہیں یعنی لوگوں [illegible] کے لئے تو پڑھتے ہیں مگر پوشیدہ طور پر تارک ہوتے ہیں اور کبھی باہم [illegible] انہیں مسلمانوں کے ساتھ پڑھنے کا اتفاق ہو بھی جائے تو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے یعنی قیام و رکوع و سجود و تشہد صحیح سنت کے موافق نہیں کرتے ہیں گویا کہ [illegible] بے دلی [illegible] سے ادا کرتے ہیں بلکہ خلاف سنت نماز میں بھی وہ اس خیال پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ ہر رکعت میں تسبیح و دوروں کا ذکر۔ چنانچہ تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے کہ

"فويل للمصلين أي لهم وضع موضع الضمير للدلالة على معاملتهم مع الخلق والخالق الذين هم عن صلاتهم ساهون أي لا يرونه بالصلوة علانية ويتركونها بالسر"

(جامع البیان ص ۵۲۳ مطبوعہ دہلی ۱۳۴۲ھ)

فویل للمصلین دلالت ہے ان کے لئے یعنی وہ (منافق) اس مقام پر ضمیر ہے تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ ان کا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ساتھ کیسا معاملہ ہے الذی (صحیح الذین) هم عن صلوتهم ساهون کا معنی ہے کہ وہ

لوگ ظاہری طور پر نماز ادا کرتے ہیں لیکن عملی طور پر ترک کرتے ہیں (انتہی) جملہ کتب تفسیر میں لکھا ہے مثلاً ابی السعود، سراج منیر، فتح البیان، بیضاوی، معالم، کشاف، درمنثور، (صحیح درمنثور ہے) ابن کثیر، ابن جریر وغیرہ یہاں بریلوی تفاسیر میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ فاضل بریلی کے ترجمہ قرآن کے مرد آبادی لکھتا ہے کہ مراد اس سے منافقین ہیں جو تنہائی میں نماز نہیں پڑھتے اس کے معتقد نہیں اور لوگوں کے سامنے نمازی بنتے ہیں اور اپنے آپ کو نمازی ظاہر کرتے ہیں اور دکھانے کیلئے اٹھ بیٹھ لیتے ہیں اور حقیقت میں نماز سے غافل ہیں (ص ۸۸۸، حاشیہ نمبر ۵) مگر حیرانگی تو مفتی صاحب کی فقاہت سے ہے کہ مذکورہ آیت سے عدم جمع بین الصلوتین فی السفر پر استدلال کر رہے ہیں جبکہ مقدمہ میں والباطل الحق ہے (میں) اعتراف فرماتے ہیں کہ

تفسیر قرآن اگر روایت سے ہے تو معتبر (رخ) اور اس سے تقریباً تمام اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں کہ مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں ہے

"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"۔

"جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ جگہ جہنم میں بنائے"۔

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے

"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ"۔

"جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا پس صحیح کہہ گیا تو بھی اس نے غلطی کی"۔

[illegible]ں کی صراحت تو بریلوی علماء ہی کر سکتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے عدم جمع بین الصلوتین فی السفر پر کیا قرآن یا صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ یا تابعی سے استدلال کیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو کیا پھر مفتی صاحب کا مذکورہ استدلال تفسیر بالرائے ہے کہ نہیں؟ اگر یقیناً مذکورہ تفسیر اپنی طرف سے ایجاد کردہ ہے تو کیا مفتی صاحب

[illegible] احادیث کی زد میں آتے ہیں یا نہیں؟ (دو مواد دین الحق ص ۵۸۷، ۵۸۸)

[illegible]نزول خاص سے حکم خاص نہیں ہوتا

جواب اولاً اس بات سے ہمیں انکار نہیں کہ زیر بحث آیت کا نزول منافقین [illegible] متعلق ہے مگر سوال یہ ہے کہ شان نزول خاص سے حکم خاص رہتا ہے؟ اگر ایسا ہو [illegible]یر آیات قرآنی جن کا شان نزول مخصوص لوگوں سے متعلق ہو ان کے احکام کا [illegible] انہیں لوگوں سے رہے بعد والوں سے نہ ہو تو اس کا کوئی بھی صاحب علم وعقل [illegible] نہیں بلکہ مسئلہ اصول ہے کہ شان نزول خاص ہونے سے حکم خاص نہیں ہوتا بلکہ [illegible] ہر زمانہ کے لوگوں کو شامل ہوتا ہے کفار و منافقین اور اہل کتاب وغیرہم سے جن [illegible] اوصاف کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا اور جن وجوہ کی بنا پر ان پر عتاب فرمایا وہ [illegible] اوصاف وجوہ جس طبقہ اور جس دور کے لوگوں میں پائے جائیں یا ان میں سے کوئی [illegible] پایا جائے اس پر عتاب آئے گا امام الدین ابن کثیر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ" (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۸۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان سے ایک ہو اس میں نفاق کی خصلت ہے جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے وہ تین خصلتیں یہ ہیں کہ جب بات کرے جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے اس کا خلاف کرے اور جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔ اس سے معلوم ہو کہ منافقوں کے کام سے منافق ہو جاتا ہے۔ [illegible]

ماخذ و عتاب بھی آتا ہے۔

ثانیاً: ھم عن صلوتھم ساھون کا مفہوم عام ہے یعنی نماز ...
طرح سے سستی ساھون کے مفہوم میں شامل ہے جو غیر مقلد نے پہلی
عبارت میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یعنی قیام و رکوع و سجود و تشہد
کے موقع نہیں کرتے۔ (... ابن اثیر ص ۵۸۷)

اب ان الفاظ پر شہیں غیر مقلد صاحب نے ساھون کی تفسیر میں داخل
اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ تفسیر کس حدیث میں یا کسی صحابی یا تابعی یا ...
سے کی جس سے ان کو اسکی آیت تفسیر میں بیان کیا ہے یا یہ تفسیر ...
مفتی صاحب پر ... کر چکا ہے وہی اس پر نہیں آتا یا اہل کتاب یہودی طرح ...
وہابیہ کا بھی خیال ہے کہ یہ جو کریں جو کہیں جہنم میں نہیں جائیں گے اگر وہابی صا
ساھون کے مفہوم میں ان الفاظ کو داخل کر سکتا ہے کیونکہ یہ امور سے سستی میں ...
ہیں تو نمازوں کو وقت سے مقدم و موخر کرنا سستی میں شامل نہیں؟ اگر شامل ...
پھر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اس کہنے کی وجہ سے وہابی صاحب کی برہمی کیوں

ثالثاً: مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ... بحث آیت کی تفسیر میں ...
کہ اس آیت میں نماز سستی سے پڑھنے والوں پر عتاب ہے بلا عذر وقت گزار کر
پڑھنا بھی سستی میں داخل ہے۔

اس پر وہابی صاحب نے الزام دیا کہ یہ تفسیر مفتی صاحب نے اپنے پاس سے
اپنی رائے سے کی ہے اب دیکھیں کہ واقعی مفتی صاحب نے یہ تفسیر ... سے کی
ہے یا یہ تفسیر سابقہ تفاسیر میں موجود ہے تو کم ترین مختصر و جامع تفسیر جو مدارس میں
سبقاً پڑھائی جاتی ہے جلالین میں اسی آیت کے تحت ہے۔

"غافلون یؤخرونھا عن اوقاتھا"

یعنی اس سے مراد وہ غافل ہیں جو نماز کو اس کا وقت گزار کر پڑھتے ہیں

تفسیر تسھیل مصحح المتقرین میں اسی آیت کے تحت ہے

"ساھون عن صلوتھم مؤخرونھا و تاخیرھا تھاونا بھا"

نماز سے بھولنے کی مراد سے ترک کرنا ہے یا سستی کرتے ہوئے اس کا
... پڑھنا ہے وہابی صاحب حدیث شریف میں بھی مفتی صاحب کی ذکر
... دیکھ لے اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فہم و فراست و علم تفسیر میں پختگی
... اور ساتھ ہی یہ عقلی وجوہات بھی مان لیں کہ آیت کے تحت حافظ عماد
ابن کثیر نے نقل کیا ہے

عن سعد بن ابی وقاص قال سألت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن الذین ھم عن صلوتھم ساھون قال ھم الذین
یؤخرون الصلوۃ عن وقتھا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے
نماز سے سستی کرتے ہیں فرمایا وہ ہیں جو اپنی نماز وقت گزار کر پڑھتے
ہیں۔

رابعاً: غیر مقلد کا یہ کہنا کہ گویا پوری بریلوی برادری ... کرتے ہیں
بے شرم وہابی سے پوچھے کہ منافقین کی ... کر بریلویوں کی ... سے تشبیہ دے
کر تفسیر کا حاصل قرار دینا قرآن کا مذاق نہیں؟ نیز یہ کہنے سے قبل وہابی کو پچھلی
تحریر ... غیر مقلد وہابیہ کا حال بھی پیش نظر رکھ لیتا جو نماز میں مرد ... کی
... بھی گوارا نہیں کرتے تراویح نہیں پڑھتے وتر نہیں کرتے آخر رکعت پڑھ کر
... ہاں ... وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں بعض وہابیہ تو یہاں تک سستی سے
... ہیں کہ پنجگانہ نمازوں میں سنت مؤکدہ بھی پڑھنا گوارا نہیں کرتے بالخصوص
... جماعت کھڑی ہونے کا بہانہ بنا کر جو ... فجر کی مؤکدہ ترین سنتیں جاتی

کرتے ہیں مگر افسوس کہ دہلوی جی کو اپنی قوم کا حال نظر نہیں آیا۔ اب
دلیل نمبر ۳ ملاحظہ ہو:

رب تعالیٰ فرماتا ہے

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

قرآن کریم نے کہیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے، نماز قائم کرنا یہ ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھے، صحیح پڑھے، صحیح وقت پر پڑھے وقت گزار کر پڑھنا نماز قائم کرنے کے خلاف ہے۔

اس پر مجیب مقلد کا پہلا اعتراض مذکورہ آیت سے جمع بین الصلاتین کی صراحت آئی قرآن میں ہے یا صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی صحابی و تابعی سے یہ منقول ہے؟ اگر یقیناً نہیں تو پھر یہ تفسیر بالرائے ہے۔

<u>مفتی صاحب نے تفسیر بالرائے نہیں کی</u>

الجواب: کیا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا (نماز قائم کرنا یہ کہ ہمیشہ پڑھے صحیح پڑھے، صحیح وقت پر پڑھے) نماز کا وقت گزار کر پڑھنا نماز قائم کرنے کے خلاف ہے تفسیر بالرائے ہے یا سابقہ تفاسیر کے موافق تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں اس آیت کے تحت ہے۔

(فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) سورۃ نساء آیت ۱۰۳

عَدِّلُوْا اَرْکَانَھَا وَاحْفَظُوْا شَرَائِطَھَا۔

اس کے ارکان پورے کرو اور اس کے شرائط کی محافظت کرو یہ صحیح پڑھنا پورے کرنا نہیں اور نماز کا وقت اس کے شرائط میں شامل نہیں۔ تفسیر جلالین میں اسی جگہ ہے۔

(فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) (اَدُّوْھَا بِحُقُوْقِھَا) نماز کو اس کے حقوق سمیت ادا کرو

ہاں! نماز کا ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، صحیح وقت پر پڑھنا نماز کے حقوق میں شامل نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو مفتی صاحب نے کون سی تفسیر بالرائے کی ہے؟
(وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) اَیْ اِذَا دَخَلَ وَقْتُھَا حَسْبَ وَمَعْنَی اِقَامَتِھَا اَدَاؤُھَا بِشَرَائِطِھَا وَاَرْکَانِھَا) یعنی وہ نماز جب اس کا وقت آئے نماز کو قائم کرنے کا معنی اس کے شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے۔

تفسیر ابن کثیر میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے (فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) (اَیْ اَتِمُّوْھَا وَاَقِیْمُوْھَا کَمَا اُمِرْتُمْ بِحُدُوْدِھَا وَخُشُوْعِھَا وَرُکُوْعِھَا وَسُجُوْدِھَا وَجَمِیْعِ شُؤُوْنِھَا) یعنی نماز کو پورا کرو اور اسے قائم کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا اس کی تمام حدود اور خشوع اور کامل رکوع و سجود اور سب شرائط کے ساتھ تفسیر ابن عباس شریف میں سورۃ مزمل کی اس آیت کے تحت ہے

"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اَتِمُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ بِوُضُوْئِھَا وَرُکُوْعِھَا وَسُجُوْدِھَا وَمَا یَجِبُ فِیْھَا مِنْ مَوَاقِیْتِھَا"۔

پانچ نمازیں پوری کرو اس کے کامل وضو اور رکوع و سجود کے ساتھ اور جو کچھ اس میں واجب ہے بالخصوص اس کے وقتوں سے"۔

مذکورہ تفاسیر سے جو حوالہ جات مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بحث آیت کی تفسیر کے عین موافق ہیں اب وہابیوں کو چاہیے کہ اپنے بے عقل و جاہل مصنف صاحب کی بے عقلی و جہالت پر ماتم کریں۔

<u>اس کا دوسرا اعتراض</u> مذکورہ آیت سے ماقبل اور مابعد کی آیت کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور میرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو اور مجھ سے ہی ڈرو اور قرآن پر ایمان لاؤ کیونکہ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور انکار کرنے میں اولیت اختیار نہ کرو اور میری آیات کو حقیر (تھوڑی) قیمت کے عوض نہ بیچو اور حق و باطل کو مخلوط نہ کرو نماز قائم کرو

اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو کیا تم لوگوں کو
ہدایت اور اپنے تئیں بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ (سورۃ ...)
قارئین کرام آپ سورۃ قرآن نکال کر کسی بریلوی نام نہاد مفسر قرآن کا ترجمہ
دیکھیں کہ مذکورہ آیت میں نفس مسئلہ کا ذکر تو کجا کوئی اشارہ تک نہیں ہے کہ اس آیت
میں اہل کتاب کو خطاب ہے۔

خود مفتی صاحب کو اعتراف ہے کہ بنی اسرائیل کو ایمان کا حکم دینے
کے بعد تقویٰ اور طہارت کا حکم دیا کہ نماز کو اچھی طرح قائم کرو تا کہ تمہارے
دلوں کی سیاہی دور ہو اور پھر اللہ سے ڈر کر اپنے مال میں کچھ حصہ
کو دیا کرو۔ (طلبہ نعیمی جلد ا ص ۳۲۲) اس سے بڑھ کر ہم فریق ثانی کی اور کیا تسلی کرا
سکتے ہیں۔

الجواب اولاً۔ اگر اس آیت میں اہل کتاب کو خطاب ہے مسلمانوں کو حکم نہیں
اگر کوئی وہابی صاحب سے سوال کرے کہ حضرت جی جماعت سے پڑھنے کا حکم
آیت میں ہے وہابی صاحب یہی آیت پڑھیں گے پھر وہ کہے کہ آپ فرما چکے ہیں
اس میں اہل کتاب کو خطاب ہے تو پھر وہابی جی کے پاس کیا جواب ہوگا۔ وہابی
جی کی عقل مندی نیز آئمہ مجتہدین و فقہاء و محدثین و مفسرین نے نماز اور زکوٰۃ کی
فرضیت بیان کرنے میں اس آیت کو سرِ فہرست لکھا ہے اور رکوع و جماعت کا حکم
بیان کرنے میں اسی آیت کو ذکر کیا اور استدلال کیا ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں اس
مقام پر ہے "وقد استدل كثير من العلماء بهذه الآية على وجوب
الجماعة" یعنی کثیر علماء نے اسی آیت سے وجوب جماعت پر استدلال کیا ہے اب
وہابی صاحب بتائیں ان سب حضرات کو معلوم نہ ہوا کہ اس آیت میں اہل کتاب کو
خطاب ہے اس کا حکم ہمیں نہیں۔ ثانیاً اس آیت کے تحت تفاسیر اٹھا کر دیکھیں سب
میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کی نماز میں رکوع نہیں تھا اس آیت میں انہیں حکم ہوا کہ اب

اپنے مذہب کے موافق عمل کرتے ہوئے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے
ان کے ساتھ جماعت میں رکوع کے ساتھ نماز قائم کرو اب بتائیں جس کے
قائم کرنے کا حکم ہو وہ اس کے حکم میں شامل نہیں۔
ثالثاً قرآن شریف میں متعدد آیات آئی ہیں جن میں خطاب اہل کتاب کو ہے
مگر مسلمانوں کے لئے بھی ہے مثلاً سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں ہے

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا
لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ"

"اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو
اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں
سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔"

اس آیت کے احکام کا مسلمانوں پر بھی اطلاق ہے اور کوئی بھی عقل مند نہ کہے
گا کہ اس سے استدلال نہ کیا جائے۔

غیر مقلد کا تیسرا اعتراض۔ مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کہ قرآن نے نماز پڑھنے کا
حکم نہیں دیا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے یقین جانئے کہ راقم الحروف تا دم
تحریر یہی سمجھتا تھا کہ مذکورہ دعویٰ صرف مفتی اور چند لوگوں کا ہی ہے جو جوش میں آ
کر ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں مگر آج معلوم ہوا ہے کہ اس غلط فہمی میں بلکہ جہالت
میں بریلویت کے حکیم الامت مفتی اعظم اور نام نہاد مفسر قرآن بھی شامل ہیں جو علماء
کی دستار و جبہ کی آڑ میں اپنی جہالت چھپا کر مجرات میں آکر عالم فاضل
بن گئے تھے۔ بہر حال علماء بریلی پر واضح ہو کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اِنَّآ
اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ الآية" یعنی ہم نے آپ کو کوثر عطا کی نماز پڑھ اپنے
رب کے لئے۔ (نام نہاد دین الحق ص ۵۸۹) الجواب وباللہ التوفیق تعالیٰ اہل سنت

وجماعت کے مدارس میں تعلیمی معیار ہمیشہ بلند و اعلیٰ رہا ہے نصاب میں تمام علوم و فنون اسلامیہ کو پڑھایا جاتا ہے بالخصوص جس دور کے حکیم الامت یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہیں اس دور میں منتہی تلامذہ بہت کم ہوتے تھے اور تلامذہ بھی مخلص و محنتی لہذا فارغ التحصیل علماء کو علوم و فنون میں عبور حاصل ہوتا تھا جبکہ طائفہ وہابیہ نجدیہ غیر مقلدہ کا یہ حال ہے کہ اصول و فنون کو پڑھنا پڑھانا بدعت سیئہ جانتے ہیں اور غیر معیاری طریقے سے قرآن وحدیث کا ترجمہ پڑھ لیتے ہیں اس لئے مدارس میں پڑھنے کے بعد بھی جاہل مطلق کورے رہتے ہیں فراغت کے بعد بھی نام نہاد علامہ فہامہ ہوتے ہیں اور اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے بہانے بناتے ہوئے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نام نہاد کا مصنف قال ماضی مطلق کو امر کا صیغہ کہتا ہے۔ شاید کہ غیر مقلد کو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کہنے پر کہ قرآن میں یہ ہے کہ نماز قائم کرو یہ کہیں نہیں پر جو اعتراض تھا تو قرآن سے کوئی وہ آیت دکھائے جس میں ہو کہ نماز پڑھو مگر وہ کوئی آیت پیش نہ کر سکے بلکہ سورۃ کوثر سے یہ آیت پیش کی (فصل لربک وانحر) جس کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہ بھی اکثر اقوال کے مطابق عید الاضحیٰ کے متعلق ہے تفسیر حسینی میں اسی آیت کے تحت ہے "مراد نماز عید ست وقربانی کردن بعد ازاں" تفسیر روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے

"وقد فسرت الصلوة بصلوة العيد والنحر بالتضحية وهو يناسب"

"اور تحقیق نماز سے مراد نماز عید لیا گیا ہے اور نحر سے مراد قربانی اور یہی مناسب ہے"۔

لیکن افسوس ہے کہ وہابی صاحب جو بلاوجہ اعتراض کر کے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جاء الحق سے دلیل [illegible] رب تعالیٰ متقیوں کی تعریف اس طرح

ہے:

"هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"

قرآن ان متقی لوگوں کے لئے ہادی ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ متقی وہ پرہیزگار وہ ہے جو نماز قائم کرے یعنی ہر نماز اس کے وقت پر پڑھے اور ہمیشہ پڑھے خود [illegible] مسافر، سفر میں ظہر یا عصر کا وقت نکال کر نماز پڑھنا اس آیت کریمہ کے خلاف ہے۔

اس پر غیر مقلد کا پہلا اعتراض اقامت صلوۃ کا معنی و مفہوم، عدم جمع بین الصلوتین فی السفر، مفتی صاحب کی یہ دلیل قرآن سے حرفی ہے لہذا یہاں اقامت صلوۃ کا معنی و مفہوم بیان کر دینا بھی ضروری ہے سو واضح ہو کہ یقیمون اقام سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور قام اس کا مجرد ہے اور قوم اس کا مادہ ہے۔ قیام (کھڑا ہونا) کا لفظ جلوس (بیٹھ جانا) کی نقیض ہے۔ قام الامر معتدل و درست ہو گیا قام علی الامر دام و ثبت یعنی کسی چیز پر دوام و ثبات اختیار کیا۔ قام الحق ظہر و ثبت یعنی حق ظاہر اور ثابت ہو گیا اور قامت السوق کے معنی نفقت کے بازار بارونق [illegible] اور قام الصلوۃ کے معنی دام فعلها بادی لها [illegible] اقام اللہ السوق جعلها نافقة یعنی اللہ نے [illegible] بازار کو بارونق بنا دیا (اقرب) مفردات امام راغب میں ہے یقیمون الصلوة ای یدیمون فعلها و یحافظون علیها نماز کو اس کے شرائط کے مطابق ادا کرتے ہیں اور اس پر دوام و ہمیشگی کرتے ہیں مزید فرماتے ہیں اور اس پر دوام اختیار کرتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ (ولم يأمر بالصلوة [illegible] بلفظ الاقامة تنبيها ان المقصود من فعلها توفية حقوقها وشرائطها) کہ صلوۃ کے ذکر کے ساتھ اقامت کا لفظ اس لئے بولا گیا ہے تاکہ

ن طرف توجہ مبذول نہ کی جائے کہ نماز کے حقوق اور شرائط کو پورا کیا جائے بلکہ صرف ظاہری طور پر اس کو ادا کر دیا جائے۔

چیز کا پختہ ارادہ کر لینا اور " الامام بشیء والمضی فیہ کقولہ تعالیٰ ویقیمون الصلوۃ یعنی الاتمام للشئی " کا معنی ہے کسی چیز پر دوام کیا جائے اور یہی ویقیمون الصلوۃ کے اور اس معنی کے مخالف ہوتے ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ الصلوۃ المفروضۃ والسجود والتلاوۃ والخشوع والسجود کا پورا کرنا تلاوت قرآن، خشوع سے (نماز ادا کرنا) اور نماز میں توجہ کو قائم رکھنا۔ (انتہیٰ) الغرض اقامت کا مفہوم نماز کے حقوق و شرائط کا پورا کرنا اور یہ چیز بریلوی قوم کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ مولوی احمد رضا نے تخفیف نماز کے بارہ میں یہ فتویٰ دیا ہے جو کہ قرآن کے خلاف ہے چنانچہ لکھتا ہے

آسانی کیلئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع و سجدہ میں تین بار سبحان ربی العظیم سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے ایک تخفیف یہ ہو سکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ لفظ سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں تیسری تخفیف پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ کہہ کر سلام پھیر دیں۔ چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر صرف ایک یا تین بار رب اغفرلی کہے (الملفوظ حصہ سوم ص ۱۹-۲۰)

... اس کی صراحت تو بریلوی حضرات بھی کرتے ہیں کہ اقامت کے مفہوم میں مذکورہ امور داخل ہیں۔ جس میں تلاوت قرآن ہے۔ رکوع و سجود کی تسبیحات بھی ہیں اور درود بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدس پر درود و سلام ہے بریلوی قوم تو پہلے ہی جس طرح عبادت کرتی ہے اس پر یہ حدیث فٹ ہوتی ہے

... رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ منافق کی ... لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵)

... یعنی ... کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھوڑا سا "۔

... پر مزید برق رفتاری کا مذکورہ فتویٰ بریلوی عوام کی نفسی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ جبکہ ایسی نماز سے کہیں بہتر ہے نماز کو ادا ہی نہ کیا جائے ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو کہا تھا کہ " ارجع فصل فانک لم تصل "

(صحیح بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۷۵) " یعنی لوٹ جا اور دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی"

(تاریخ بحوالہ ... ص ۵۹۰-۵۹۱)

جواب اول: غیر مقلد صاحب نے یہاں جو جو لغات و تفسیر سے دیئے ہیں سے بھی مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ قرآنی آیات سے استدلال کی تائید ہوتی ہے کہ اقامۃ الصلوۃ کا تقاضا ہے کہ نماز کو اس کے حقوق و شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان حقوق و شرائط میں شامل ہے کہ نماز کو ہمیشہ پڑھا جائے صحیح طریقے سے خشوع و خضوع سے پڑھا جائے اس کے وقت میں پڑھا جائے سستی نہ کی جائے اور مفتی صاحب نے فرمایا کہ قرآن کریم نے کہیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہر جگہ نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز قائم کرنا یہ ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھے، صحیح صحیح وقت پر پڑھے۔ جبکہ وہابی صاحب کے مطروحات سے حوالہ جات ... بھی اس کی صراحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ... کو اس پر آگاہ کرنے کو ... یہ ہے کہ ... قائم کرنے سے مقصود نماز کے حقوق و شرائط ... ہے ... وہابی ... یہ بیان کردہ اقامت الصلوۃ کا مفہوم بریلوی قوم کے ... خلاف ہے پھر اس پر قبلہ ... رضویہ سے مذکورہ عبارت بطور ... دلیل ... غلط بیانی ہے اور اسی طرح کی حیا سے عاری غلط بیانیاں وہابی نجدی قوم سے ... سے آرہی ہیں جو مقلد کہ معمولات شروع سے اہلسنت میں آرہے ہیں ...

مکار لوگ محض بریلویوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تاکہ بے خبر لوگ انہیں
کی بیہودہ سمجھیں۔

فتاویٰ رضویہ پر غیر مقلد کے ایک اعتراض کا جواب

اب دیکھیں کہ مسائل میں جن شخصوں کے جو ردنا امام احمد رضا خاں فاضل [illegible]
رضی اللہ عنہ نے اپنے فتاویٰ رضویہ میں فتویٰ دیا ہے اس کے جواز کے آپ [illegible]
فقہاء احناف بھی قائل ہیں یا نہیں فرائض کی آخری رکعتوں میں [illegible]
سے متعلق ہے

"وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مَعْنَاهُ إِنْ شَاءَ سَكَتَ وَإِنْ شَاءَ قَرَأَ
وَإِنْ شَاءَ سَبَّحَ كَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عَلِيٍّ
وَابْنِ مَسْعُودٍ وَعَائِشَةَ إِلَّا أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ يَقْرَأَ"

(ہدایہ اولین [illegible] شرح الوقایہ [illegible] صفحہ ۱۲۸ [illegible])

اور لفظ ہدایہ کے ہیں یعنی نمازی کو فرائض کی آخری رکعتوں میں [illegible]
ہے اختیار سے مراد یہ ہے کہ اگر چاہے خاموش رہے چاہے فاتحہ پڑھ لے اور چاہے
تسبیح پڑھتا رہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اور روایت آئی ہے حضرت علی،
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مگر فاتحہ پڑھنا افضل
ہے۔ اور رکوع و سجود اور دو سجدوں کے درمیان اطمینان جو کہ احناف کے [illegible] یہ
واجب ہے کے متعلق ہے

"وَالْقَدْرُ بِمِقْدَارِ تَسْبِيحَةٍ [illegible] الطُّمَأْنِينَةُ بَيْنَ الرُّكُوعِ
وَالسُّجُودِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ"

(شرح الوقایہ [illegible] عالمگیری [illegible])

لفظ وقایہ کے ہیں اطمینان رکوع میں اور اسی طرح سجدہ اور دو سجدوں کے
درمیان مقدار اندازہ کیا گیا ہے۔ وتروں میں دعائے قنوت کے متعلق ہے

"قَوْلُهُ وَهُوَ مُطْلَقُ الدُّعَاءِ أَيِ الْقُنُوتُ أَيِ الْوَاجِبُ يَحْصُلُ بِأَيِّ
دُعَاءٍ كَانَ" (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۴۶۵)

شامی صاحب درالمختار کہتا کہ وہ مطلق دعا ہے مراد یہ ہے کہ قنوت واجب کوئی
دعا پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے عالمگیری میں ہے "لَيْسَ فِي الْقُنُوتِ
دُعَاءٌ مُوَقَّتٌ" (ج ۱ ص ۱۱۱) یعنی قنوت میں کوئی مخصوص دعا واجب نہیں۔ وہابی
[illegible] بتائیں کہ [illegible] خصوصی دعا نہیں ہے۔ آخری تشہد میں درود شریف کے
[illegible] تفسیر روح البیان میں ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کے تحت

"[illegible] الصلوة عليه في التشهد الأخير كما سبق سنة عند أبي
حنيفة ومالك"

بہر حال نماز کے آخری تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود جیسا کہ پہلے گزرا
سنت ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک۔ وہابی صاحب
[illegible] کہ جب نماز کے آخری تشہد میں مطلق درود شریف سنت ہے تو [illegible] صلی
[illegible] وآلہ درود شریف نہیں؟ البتہ درود ابراہیمی شریف نماز میں افضل ہے۔
[illegible] میں سلام نہیں تو سلام تو درود [illegible] کسی میں بھی نہیں [illegible] تشہد میں درود سے
[illegible] پہلے کہنا کہ سلام نہیں پڑھا گیا وہابی کی جہالت ہے۔

ثانیا مشکوٰۃ کی جس حدیث سے غیر مقلد صاحب نے یہ [illegible] کیا کہ
[illegible] فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص [illegible]
[illegible] نماز کا اعادہ کرتے [illegible] پڑھی یعنی نماز کامل نہ پڑھی کی حدیث میں
[illegible] آگے ہے کہ

[illegible] فِي [illegible] أَوْ فِي [illegible] بَعْدَ [illegible] فَقَالَ
[illegible] إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ

اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ
رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا
ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا
ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى
تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ ص [illegible])

اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے نماز کا طریقہ تعلیم فرمائیے [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھنا چاہے تو اچھی طرح وضو [illegible] قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہو پھر جو تجھے قرآن سے آسان ہو پڑھ لے پھر [illegible] کر یہاں تک کہ رکوع کرتے مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا یہاں تک سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن ہو جائے پھر سر اٹھا حتی کہ جلسہ میں اطمینان ہو جائے پھر سجدہ کر یہاں تک کہ [illegible] میں اطمینان ہو جائے پھر سر اٹھا حتی کہ جلسہ میں اطمینان ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اس طریقہ پر تمام نماز پوری کر۔"

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح کی کسی مقدار [illegible] کیا بلکہ رکوع و سجدہ وغیرہا میں اطمینان کا حکم دیا ہے تو یہ ہم نے فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ اطمینان بقدر تسبیح [illegible] مقدار [illegible] [illegible]

ثالثاً جب مسئلہ کسی مولوی کا جواب [illegible] سے پوچھنے کو سوال کا ذکر ضروری [illegible] دہلوی صاحب نے فتاویٰ رضویہ سے [illegible] نقل کرنے میں خیانت کی [illegible] سوال نقل کیا جواب کی جو عبارت خلاف تھی اسے بھی چھوڑ دیا ہم قارئین [illegible] پر حقیقت [illegible]

[illegible] لئے فتاویٰ رضویہ سے سوال مع الجواب درج کر دیتے ہیں۔

[illegible] کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں بہت زیادہ [illegible] کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے [illegible] ذمے بہت کثیر ہیں جن کی قضا سخت دشوار ہے تو کیا اس کے لئے کوئی تخفیف [illegible] ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ [illegible] میں جلدی منظور ہے کہ موت کا معلوم نہیں۔

بینوا توجروا۔

جواب قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے چار [illegible] چار عصر تین مغرب چار عشاء کے تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضروری ہے [illegible] سب میں سے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی [illegible] ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ [illegible] کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین [illegible] سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح [illegible] میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کی [illegible] شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی [illegible] جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح [illegible] لے اس وقت سجدے سے سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے [illegible] تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو [illegible] ہے دوسری تخفیف فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد کی جگہ فقط سبحان [illegible] سبحان اللہ سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وتر کا خیال رکھنا [illegible] ضروری ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر کھڑے ہو کر رکوع کے لئے سر جھکائیں [illegible] فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد

اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف آخری التحیات کے بعد درود اور دعا کی جگہ صرف اللھم صل علی محمد و آلہ کہہ کر سلام چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہے۔ تین بار رب اغفرلی کہے۔ "واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (فتاوی رضویہ جلد ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ تخفیفیں آپ نے حق میں بیان فرمائی جس سے بہت تغیر ہیں جس کے او تخت دشوار ہے جب کہ دوسری طرف فقہاء نے اس کے علاوہ بھی ان تخفیفوں کو جائز کہا ہے۔

مگر وہابی ایسی قوم ہے کہ الزام تراشی اور بہتان بازی سے باز نہیں آتے

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض:

مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اقامت صلوٰۃ کا مفہوم نماز کے شرائط کو پورا کرنا ہے جن میں ایک حق و شرط اوقات نماز بھی ہے مگر ان بریلویت کو عدم جمع بین الصلوتین پر صریح قرار دینا علوم قرآن سے مخالف نا ہے کیونکہ سفر میں جس طرح نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے فرمائی وہی اقامت صلوٰۃ ہے اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں نمازیں جمع کر کے پڑھیں اگر مفتی صاحب کا معنی تسلیم کر لیا جائے تو آئے گا کہ معاذ اللہ من ھذہ الخرافات البریلویت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اقامت صلوٰۃ کے معنی و مفہوم سے ناواقف تھے (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔

(... ص ۱۷۸)

جب وہابی صاحب کو اقرار ہے کہ اقامۃ الصلوۃ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اس کے حقوق و شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے اور یہ بھی اقرار ہے کہ نماز کا ایک شرط اوقات پر ادا کرنا ہے اس کے برعکس جمع بین الصلوتین سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اس کے وقت سے مقدم یا مؤخر کرنا پھر مذکورہ آیت ان کے عمل کے عدم جواز پر نص ہے۔

ثانیاً غیر مقلد کا یہ دعویٰ کہ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور آگے چل کر یہ دعویٰ کہ ہم نے صحیح احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دکھا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جمع کرتے تھے (... ص ۱۷۸) وہابی صاحب سے پوچھتا ہوں اگر حدیث صحیح صریحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں تقدیماً یا تاخیراً جمع کرنا ثابت ہے تو پھر تمہارے بڑوں نے جمع بین الصلوتین سے جمع صوری کیوں مراد لیا چنانچہ غیر مقلدوں کے محدث نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں

حدیث میں دو نمازیں جمع کرنے سے مراد جمع صوری ہے وہابیوں کے گھر کی گواہی:

اس حدیث میں جمع بین الصلوتین سے مراد جمع صوری ہے یعنی ظہر کو اس کے آخر وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا وعلیٰ ھذا القیاس مغرب و عشاء کو پڑھا اس جواب کو علامہ قرطبی نے پسند کیا ہے اور امام الحرمین نے اس کو ترجیح دی ہے اور امام سے ابن الماجشون اور طحاوی نے اس کے ساتھ جزم کیا ہے اور ابن سید الناس نے اس کو قوی بتایا ہے اس وجہ سے کہ اس حدیث کے راوی (ابو الشعثا جنہوں نے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے) کا بھی یہی خیال تھا کہ اس حدیث سے مراد جمع صوری ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس کو تقویت اس سے ہوتی ہے کہ حدیث کے کئی طرق میں جمع کے وقت کا بیان نہیں ہے یعنی یہ بیان نہیں ہے کہ ظہر و عصر کو آپ نے کس وقت جمع کیا۔ آیا آپ نے جمع تقدیم کی یعنی ظہر کے وقت میں ظہر و عصر کو جمع کیا یا جمع تاخیر کی یعنی عصر کے وقت میں ظہر و عصر کو جمع کیا یا جمع صوری کی وعلیٰ ھذا القیاس مغرب و عشاء کے وقت جمع کا بھی ذکر نہیں ہے۔ پس اس حدیث میں یا تو جمع مطلق پر حمل کیا جاوے تو نماز کو اس کے وقت محدود و معین سے بلا عذر خارج کرنا لازم آئے گا یا

مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں روایتیں باہم مل جانے کی وجہ سے حدیث مذکورہ جمع صوری ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حدیث جمع بین الصلوتین فی المدینہ کو روایت کیا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر فیجمع بینہما ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینہما رواہ ابن جریر"

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے پس ظہر میں تاخیر کی اور عصر میں تعجیل فرمائی دونوں کو جمع کیا"

پس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صاف بتاتی ہے کہ حدیث جمع بین الصلوتین میں جس میں مطلق جمع لفظ وارد ہوا ہے جمع صوری ہی مراد ہے۔ نیز جمع بین الصلوتین کی تین صورتیں ہیں جمع تقدیم جمع تاخیر جمع صوری اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں لفظ جمع بین الظہر والعصر وبین المغرب والعشاء تینوں صورتوں کو شامل نہیں ہو سکتا اور نہ ان میں عام ہو سکتا ہے کیونکہ لفظ جمع فعل مثبت ہے اور فعل مثبت اپنے اقسام میں عام نہیں ہوتا تحفہ صرح بہ ائمۃ الاصول پس لفظ جمع سے ایک ہی صورت مراد ہوگی اور ایک صورت خاص کا متعین ہونا دلیل پر موقوف ہے اور جمع صوری کے متعین ہونے پر دلیل قائم ہے لہٰذا یہی صورت متعین ہوگی انتہی کلام صاحب تحفہ ملخصاً۔ فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۴۴۵ تا ۴۴۶

اس کے بعد بھی غیر مقلدوں کی تسلی نہ ہو تو یہ بڑی مصیبت ہے۔ ثالثاً اگر ہم غیر مقلد صاحب کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے کہ احادیث صحیحہ سے حضر میں جمع کر کے پڑھنا ثابت ہے پھر سب سے بڑے مخالف تو ان احادیث صحیحہ کے وہ نام نہاد اہل حدیث ہیں کیونکہ اب تک کے گھر کا کوئی فرد ان پر عامل نہیں ہو سکا کہ

کوئی ایسی جمع مراد لی جاوے جس سے نماز کا اس کے وقت محدود سے تقدم یا تاخر لازم آئے اور احادیث محکمہ میں توفیق و تطبیق ہو جاوے تو جمع صوری ہے علامہ شوکانی نیل میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری متعین ہے اس پر دلیل نسائی کی یہ حدیث ہے

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر والعصر جمعاً والمغرب والعشاء جمعاً اخر الظہر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء"۔

"یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی اور مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی ظہر میں دیر کی اور عصر میں جلدی اور مغرب میں دیر کی اور عشاء میں جلدی کی"۔

پس جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو حدیث کے راوی ہیں خود تصریح کر دی کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے تو اس حدیث میں جمع صوری ہونا ہی متعین ہوا اور حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہونے کی تائید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے

"ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوٰۃ بغیر میقاتہا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ وصلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا"

پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمع بین الصلوتین کی مطلقاً نفی کر کے مزدلفہ میں منحصر کر دیا ہے حالانکہ حدیث جمع بین الصلوتین فی المدینہ کے راوی ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں جو جمع بین الصلوتین واقع ہوئی تھی وہ جمع حقیقی نہیں تھی بلکہ صوری

شرعاً سفر ہے جس میں جمع بین الصلوٰتین اور قصر جائز ہے بلکہ ان کا
کہ ۹۱ میل سے ۴۸ میل تک ہے۔

مسافت سفر میں غیر مقلدوں کا اختلاف

مولوی محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے لکھا ہے حد مسافت تین میل
ثابت ہے چنانچہ لکھتے ہیں ذوالحلیفہ ایک قسم کا نام ہے جو مدینہ سے
میل کے فاصلہ پر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے چلے تو
عصر کا وقت ہو گیا تو حضور نے ذوالحلیفہ پر عصر کی قصر کی اس حدیث کی
رو سے قصر کی حد تین میل ثابت ہوئی اگرچہ بعض علماء اور اصحاب ظواہر کہتے
سفر کے متعلق قصر کے لئے کوئی خاص مسافت مقرر نہیں لیکن
حدود کی رو سے ہمیں تین میل کی مسافت پر قصر کرنی چاہیے۔
ص ۳۲۹ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۵۸۵ پر یوں لکھتے ہیں
مسافر ۳ میل کے اوپر قصر کر سکتی ہے
جو ۹ میل سے دوگانہ درست ہے صحیح مسلم میں حدیث
ہے مسافر اپنے گاؤں یا شہر سے نکلتے ہی دوگانہ شروع کر سکتا ہے
دوسری روایت میں آیا ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ جلد اول ص ۴۴۳ پر ثناء اللہ
صاحب لکھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر ۴۸ میل صحیح ہے ۹ میل
"عند ... الثوری ... لا یجوز القصر
الا فی سفر یبلغ ..."
یعنی جمہور سلف و محدثین کا مسلک اڑتالیس میل ہے
حنفیہ وہابی صاحب ۳ میل اور ۹ میل مسافت کے سفر پر بھی قصر
کرتے ہیں بعض غیر مقلد ہیں تو مسافت کی بھی کچھ قید نہیں لگاتے
سفر ... ۴۸ یا ... میں قصر و جمع کر کے پڑھی جا سکتی ہیں وغیرہ۔

صاحب نے تفسیر وحیدی میں آیت وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ
علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ کے تحت لکھتا ہے سفر سے عام سفر مراد
ہے جس کو عرف میں سفر کہیں ہر عرف میں چھوٹا ہو یا بڑا جہاد کے لئے ہو یا تجارت
یا اور کسی کام کے لئے اس کا قصر کرنا درست ہے۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب
سفر کی تعیین نہیں کی عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر کہتے ہیں وہی سفر
ثنائیہ جلد ص ۱۳۲۰

قرآن کریم مع فوائد سعیدیہ میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے جمہور کا مذہب یہ
ہے کہ جب تک دو منزل کا سفر نہ ہو قصر روا نہیں محققین اہل حدیث کا مذہب یہ
ہے کہ جس کو عرف عام میں سفر کہیں اس میں قصر کرنا چاہیے اور جس کو عرف
نہیں اس میں قصر نہ کیا جاوے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خاص
مدت منقول نہیں ہے۔

قارئین کرام آپ نے سفر شرعی کے متعلق غیر مقلدین کے حوالہ جات ملاحظہ
کیے جن میں ہر ایک اپنے کو مجتہد وقت ظاہر کر رہا ہے ایک کی رائے دوسرے سے نہیں
ملتی کوئی قصر کرنے اور جمع بین الصلوٰتین کے لئے تین میل مسافت بتاتا ہے
کوئی ۹ میل اور کوئی ۱۱ تا بیس میل کو صحیح کہتا ہے اور ۹ میل کو خود کوئی بتاتا ہے چھوٹے
ہر طرح کے سفر میں قصر و جمع بین الصلوٰتین درست ہے کسی نے شرعی سفر کے
عرف عام کی قید لگائی جس سے ہر نفس پرست کے لئے من مانی کی راہ نکل سکتی
ہے یہ ہے نام نہاد اہل حدیث کا حال اصل بات یہ ہے کہ جو ایک دفعہ تقلید چھوڑ
کر ٹھوکریں کھاتا ہے غیر مقلدوں نے آئمہ حق کی تقلید سے منہ موڑا تو بے راہ
روی کا شکار ہو گئے۔ جو کچھ آپ نے شرعی سفر کے متعلق غیر مقلدوں کی رائے
کو دیکھا صرف یہی نہیں بلکہ ان کا تو حال یہ ہے کہ ان کے ہر ایک ... جمع
کے لئے سفر بھی شرط نہیں گھر میں ہی عذر اور مرض یا دوسری حاجت کے سبب

نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں۔

غیر مقلد گھر میں ہی نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے ہیں

چنانچہ وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں

"وَيَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَكَذَلِكَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمْعَ تَقْدِيمٍ أَوْ تَأْخِيرٍ بِسَفَرٍ أَوْ عُذْرٍ مَرَضٍ أَوْ حَاجَةٍ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"۔

(نزل الابرار ...)

"ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے، خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کے سبب یا دنیاوی و دینی کاموں سے کسی کام کی وجہ سے۔"

واضح رہے کہ عذر کا بہانہ بھی ایک دفع وقتی کے لئے تھا کوئی عذر ہو نہ ہو غیر مقلد وہابی صاحبان تو اس قدر نفس پرستی کے مریض ہیں کہ فٹ بال کھیلنے کے لئے بھی نمازیں جمع کر لیتے ہیں۔

وہابی فٹ بال کھیلنے کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں

ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے سوال ہوا کہ

سوال: فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حضرات العام کے لئے مثلاً آپ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پھر قضاء پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے

جواب: نماز قضا کر کے پڑھنا بے وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہئے کہ پہلے منتظموں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

غیر مقلدین دنیاوی نوکری کی خاطر بھی نمازیں جمع کر لیتے ہیں چنانچہ امرتسری صاحب سے سوال ہوا۔

"س: مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھ سکتے ہیں جائز ہے۔

ج: واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۲)

یہ ہے اس نام کے اہلحدیثوں کا قرآن وحدیث پر عمل قرآن فرماتا ہے کہ "مومنین پر مقررہ وقت میں نماز ادا کرنا فرض ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت میں ادا فرماتے تھے اور اسی کی صحابہ کرام کو تاکید فرماتے تھے مگر آج کے نام نہاد اہلحدیث تین میل سفر کو گھر سے نکلیں وہ اس سے بڑھ کر ہر عذر دنیاوی حاجت کے باعث اور کھیل کود اور نوکری کی وجہ سے گھر میں ہی نمازیں جمع کر لیتے ہیں قرآن وحدیث کا کھلا خلاف کرتے ہیں پھر بھی اپنے کو عامل قرآن اور عامل حدیث کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسوں سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

صرف حج کے دن عرفات و مزدلفہ میں نمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے

رابعاً: احادیث مرفوعہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی ثابت ہے کہ سوا عرفات و مزدلفہ حج میں کسی صورت نمازیں جمع کرنا جائز نہیں۔

حدیث نمبر ۱: "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ" (نسائی ج ۲ ص ۴۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔"

حدیث نمبر ۲: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً إِلَّا لِمِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ

وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيقَاتِهَا "۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۱۷)

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت کے علاوہ کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا سوائے دو نمازوں مغرب و عشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے نماز فجر وقت (معتاد) سے قبل پڑھی"۔

حدیث نمبر ۳ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سُئِلَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا التَّفْرِيطُ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ أَنْ تُؤَخِّرَ حَتّٰى يَجِيءَ وَقْتُ الْأُخْرٰى "

(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۲)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نماز میں تفریط (قصور) کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے"۔

حدیث نمبر ۴ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ (فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ) أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْأُخْرٰى"

(مسلم ج ۱ ص ۲۳۹)

"حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار نیند میں کوئی تفریط نہیں تفریط تو اس شخص کی ہے جو نماز کو مؤخر کرے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے"۔

حدیث نمبر ۵ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ يُمِيتُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ"۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ (اے ابوذر) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے حکمران ایسے بن جائیں گے جو نماز کو اس کے وقت سے نکال کر پڑھیں گے یا نماز بے جان کر کے پڑھیں گے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی پھر میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے لئے نفل ہو جائیں گے"۔

حدیث نمبر ۶ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يَفُوتُ صَلٰوةٌ حَتّٰى يَجِيءَ وَقْتُ الْأُخْرٰى "۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۲)

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ فرمایا کہ نماز اس وقت قضا ہوتی ہے جب دوسری نماز کا وقت آ جائے"۔

بلا عذر نمازیں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے

حدیث نمبر ۷ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتٰى بَابًا مِنَ الْكَبَائِرِ "۔

(ترمذی ج ۱ ص ۲۶، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۷۵)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو نمازوں کو بلا عذر اکٹھا کر کے پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا"

حضرت عمر نے دو نمازیں جمع کرنے سے منع فرمایا

حدیث نمبر ۸ قَالَ مُحَمَّدٌ بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ كَتَبَ فِي الْآفَاقِ يَنْهَاهُمْ أَنْ يَجْمَعُوا بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ وَيُخْبِرُهُمْ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ كَبِيرَةٌ مِنَ الْكَبَائِرِ" (موطا امام محمد ص ۱۲۹)

"ابو محمود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے اطراف میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ لوگ دو نمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں خبردی کہ ایک وقت میں دو نمازیں اکٹھی پڑھنا گناہ کبیرہ ہے"۔

حدیث نمبر۹- "عَنْ اَبِیْ مُوسٰی اَنَّهُ قَالَ الْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ مِنَ الْکَبَائِرِ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۳۵۹)

"حضرت ابو موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا بلا عذر کبیرہ گناہوں میں سے ہے"۔

تین کبیرہ گناہ:

حدیث نمبر۱۰ "عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ الْعَدَوِیِّ اَنَّ عُمَرَ کَتَبَ اِلٰی عَامِلٍ لَهُ، ثَلٰثٌ مِنَ الْکَبَائِرِ اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَّالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَالنُّهْبٰی"۔ (بیہقی ج۳ ص۱۶۹)

"حضرت ابو قتادہ عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ تین کام کبیرہ گناہوں سے ہیں بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا اور لڑائی سے بھاگنا اور لوٹنا"۔

حدیث نمبر۱۱ "عَنْ اَبِیْ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ جَاءَنَا کِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۲ ص۴۵۸)

"حضرت ابی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا جس میں تھا کہ دو نمازیں بلا عذر جمع مت کرو"۔

ان احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہوا کہ نماز کو اس وقت مقررہ پر ادا کرنا ضروری ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حج میں عرفات اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کرتے تھے اس کے علاوہ نہیں لہٰذا جن احادیث میں جمع بین

... میں کا ذکر آیا ہے انہیں جمع صوری پر محمول کرنا چاہیے ورنہ ان احادیث اور آیت (اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا) کا خلاف لازم آئے ... اور جن روایت میں عذر کی صورت کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے اس سے مراد نفس سفر نہیں ... وجہ نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتا رہے بلکہ مراد بعض مجبوریاں ہیں کہ ان کی ... میں جائز ہے کہ ایک نماز مثلاً ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو ... کے اول وقت میں ادا کرے یہ جمع صوری ہے مگر غیر مقلدین بے وقت نماز ... کو جمع بین الصلوتین کا نام دے کر ان احادیث اور مذکورہ آیت مبارکہ کا صریح ... کرتے ہیں جیل میل کا سفر بھی ان کے نزدیک عذر ہے اور فلم سے کھیلنا اور نوکری ... اور گھر میں ہی دنیاوی حاجت میں مشغول رہنا بھی عذر جانتے ہیں یہ حال ہے ... بے مہاروں کا۔ (حوالہ اٹھ سے وکٹل نمبر۶۹۵)

حدیث مسلم و بخاری سے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی

"قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللهِ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِیْ"۔

فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل اچھا ہے ... وقت پر نماز پڑھنی۔ میں نے کہا پھر کونسا عمل فرمایا ماں باپ کی خدمت۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھے یہ ... بتلائیں فرمائیں اگر زیادہ پوچھتا تو زیادہ فرماتے۔

... پر غیر مقلد کا پہلا دوسرا اعتراض

... کو وقت پر پڑھنا فریقین کو مسلم ہے بلکہ اس پر امت کا اجماع کہا جا سکتا ہے کہ نماز کو جان بوجھ کر لیٹ کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔ خلاف صرف ... کے

فاسق شق میں ہے کیونکہ نماز عصر کو ظہر کے ساتھ ملا کر ادا کرنا تو علماء دیوبند
ہے لہٰذا جتنی دیر تک سفر نمازیں جمع کرنے کی ممانعت پر کوئی نص پیش نہ کر
دیر تک آپ کے دلائل بیکار ہیں کیونکہ ہم نے صحیح احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا عمل دکھا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نمازیں جمع کرتے
میں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا فرمائی ہیں وہی کتٰبًا موقوتًا
کی تفسیر ہے اور حدیث ابن مسعود میں تو نمازوں کے اوقات نہیں بتا
جس طرح حضر کے اوقات کے لئے سنت کی طرف رجوع کرنا لازم ہے
سفر کی نمازوں کا بھی ٹائم معلوم کرنے کے لئے سنت کی طرف رجوع کرنا لازم
گا اگر بریلوی علماء کو ہمارے اس معارضہ سے اختلاف ہے تو روایت میں
جہیں اوقات نماز دکھائیں

ثانیاً اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ الصلوٰۃ بوقتہا کا یہ معنیٰ ہے کہ ہر
نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا جائے نہ تو موخر کیا جائے اور نہ ہی کسی نماز کو
وقت سے پہلے پڑھا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایام حج میں بھی نمازیں
نہ کی جائیں اور یہ چیز فریق ثانی کو تسلیم نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑا کہ الصلوٰۃ بوقتہا کا
مفہوم قطعاً نہیں جو مفتی صاحب نے لیا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ عذر شرعی اس سے
ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے۔ ([illegible] ص۵۵۲ تا ۵۵۳)

جواب اولاً: کیا غیر مقلدوں کو یہ نص قرآنی منع جمع میں اصلاً نظر
نہیں۔

نماز مقررہ وقت میں فرض ہے:

"إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"۔

"مسلمانوں پر نماز فرض ہے مقررہ وقت میں"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نص نہیں جس کے راوی حضرت ابوقتادہ

رضی اللہ عنہ ہیں کہ

نمازوں کے خلاف احادیث سے دلائل

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيْطُ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْأُخْرٰى" (الحدیث مسلم ج۱ ص۲۳۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار نیند میں کوئی تفریط (قصور) نہیں تفریط تو یہ ہے کہ کسی نماز کو اس قدر موخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نص [illegible]

"عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ"

(مسلم ج۱ ص۲۳۰)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اے ابوذر) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے حکمران ایسے بن جائیں گے جو نمازوں کو ان کے وقت سے موخر کریں گے یا فرمایا نمازوں کو ان کے وقت سے فوت کریں گے (حضرت ابوذر) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا پھر میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے فرمایا تم نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا پھر اگر ان کے ساتھ بھی مل جائے تو پھر پڑھ لینا یہ تمہارے لئے نفل ہو جائیں گے۔

ثانیاً خود غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دہلوی اور علامہ شوکانی

صاحب نے قرار دیا ہے کہ جن احادیث میں جمع بین الصلوتین فی السفر کا ذکر ہے۔ اس سے مراد جمع صوری ہے جمع حقیقی نہیں جیسا کہ حنفی مذہب کا موقف ہے۔ البتہ حج کے دن عرفات میں ظہر و عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کرنا بطور استثناء آیت مذکورہ کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور احادیث سے ثابت ہے اس پر جمع کرنے کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نسائی ج ۲ ص ۳۳۶ پر ہے

"عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات"

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ اور عرفات کے علاوہ ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے۔"

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روای ہیں

"من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر" (ترمذی ج ۱ ص ۲۷ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۷۵)

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا وہ کبیرہ گناہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ میں داخل ہوا۔"

چہارم مفتی صاحب نے دلیل نمبر ۳ میں امام احمد، ابوداؤد، مالک، نسائی سے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کی۔

"قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات افترضهن الله تعالى من احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد ان يغفر له الخ"۔

فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو مسلمان ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں ان کے

وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع اور حضور قلبی پورا کرے تو اس کے متعلق اللہ کے کرم پر وعدہ ہے کہ اسے بخش دے۔

وہابی صاحب اس پر اعتراض میں لکھتے ہیں

اس کا وہی جواب ہے جو گزشتہ ابحاث میں گزر چکا ہے البتہ ہم یہاں پر حدیث کے دوسرے فوائد پر بحث کرتے ہیں۔ اولاً اس میں پانچ نمازوں کی فرضیت ہے جبکہ مفتی صاحب وتر کے بھی قائل ہیں اور ان کا یہ موقف ہے کہ رب نے چھ نمازیں فرض کیں اور وہی ہے جو کہ وتر اور سنن کے تارک پر فاسق کا فتویٰ لگایا ہے لیکن مذکورہ حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"خمس صلوة افترضهن الله"

"یعنی اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں"۔

ثانیاً اس میں رکوع و سجود میں طمانیت کا ذکر ہے جو احناف کے یہاں مفقود ہے کیونکہ مولوی احمد رضا جس برق رفتاری کا فتویٰ دیا ہے وہ بالکل ان حدیث کی ضد ہے۔

ثالثاً روایت مذکورہ میں بہر حال سفر میں نمازیں جمع کرنے اور نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے جو مفتی صاحب کا دعویٰ ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سفر میں نمازیں جمع کرنے کی احادیث موجود ہیں ان کی تردید کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے اور بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ روایت مذکورہ سے سفر میں نمازیں جمع کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو اسی دلیل سے عرفات و مزدلفہ میں نمازیں جمع کرنے کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے

"فلما تحق جوابكم فهو جوابنا" (ملخصاً ... ص ۵۲۳، ۵۹۶)

الجواب اولاً غیر مقلد صاحب حسب عادت الزامات سے صفحے سیاہ کر رہے ہیں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس

ہے نقل کیا گیا کہ رب نے ایک اور نماز دی ہے جو کہ وتر ہے بلکہ یہ وہ
ہے جسے مفتی صاحب نے وجوب وتر کے باب میں عبداللہ بن عمرو سے "
یوں بیان کیا کہ اس نے عبدالرحمن بن رافع تنوخی سے روایت کی کہ حضرت معاذ
جب شام میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ شام کے لوگ وتر نہیں پڑھتے
تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی کہ شام والے
کیوں نہیں پڑھتے۔

"فَقَالَ مُعَاوِيَةُ أَوَاجِبٌ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ زَادَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ صَلٰوةً هِيَ الْوِتْرُ فِيْمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ"

نمازِ وتر رب کا انعام ہے۔

تو امیر معاویہ نے پوچھا کہ کیا مسلمانوں پر وتر واجب ہیں؟ معاذ بن جبل نے
فرمایا ہاں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے رب نے
نماز دی ہے جو وتر ہے عشاء اور فجر کے طلوع کے درمیان۔ مگر بہت افسوس
صاحب خوف خدا سے بے فکر ہو کر سے مفتی صاحب کا قول قرار دے رہے
تاہم زیر بحث حدیث میں جو ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائیں
وتر کو واجب بنانا اس کے خلاف ہے اور نہ اس پر اضافہ کیونکہ اصطلاح فقہاء
واجب میں فرق ہے۔

فرض و واجب میں فرق۔

فرض نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے واجب نص ظنی سے فرض کا منکر کافر و
انکاری گمراہ فرض عمداً ایک بار بھی ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے واجب کو ایک بار
گناہ صغیرہ اور بار بار ترک گناہ کبیرہ۔

چنانچہ یہ کذب بیانی ہے کہ احناف کے یہاں رکوع وسجود میں طمانیت مفتی

ہیں احناف کے یہاں رکوع وسجود اور قومہ میں طمانیت واعتدال واجب ہے
ی گزر چکا ہے کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نقل
میں وہابی صاحب نے خیانت کی ہے اور اسے غلط رنگ دیا ہے۔
حدیث: زیر بحث حدیث شریف وہابیوں غیر مقلدوں کے خلاف اور مفتی احمد یار
ی رحمۃ اللہ علیہ کی واضح دلیل ہے کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ
مغفرت کا کن مسلمان سے ہے جو پانچ نمازوں کو ان کے وقت مقررہ پر
جب کہ وہابی صاحبان کا یہ حال ہے کہ معمولی سے معمولی بہانہ ہاتھ آئے تو
جمع کر لیتے ہیں اور بے وقت پڑھتے ہیں بلکہ سفر تو درکنار گھر میں ہی بیماری
کے لئے اور نوکری کی غرض سے اور کھیل کود کے لئے نمازیں جمع کر لیتے ہیں
ان کی کتب سے حوالہ جات گزر چکے پھر بھی وہابی کا دعویٰ ہے کہ زیر بحث
ث ہمارے خلاف نہیں۔ اب جاء الحق سے دلیل نمبر پیش کرتے ہیں ترمذی
نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی

چیزوں میں تاخیر نہ کرو ارشاد نبوی۔

"اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلٰوةُ إِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا"

"بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تین چیزوں میں دیر
مت لگاؤ نماز جب آجائے اور جنازہ جب موجود ہو لڑکی جب تم اس کا
کفو پاؤ"۔

اس پر غیر مقلد کے اعتراض روایت مذکورہ منقطع السند ہے جیسے کہ امام ترمذی
صراحت کی ہے "قَالَ التِّرْمِذِيُّ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ"۔

(بحوالہ تلخیص الحبیر [illegible] نصب الرایہ [illegible] والدرایہ [illegible])

و سند سے یعنی غریب ہے اور سند متصل نہیں۔ قُلْتُ قَالَ
الْمُبَارَكْفُورِيُّ فِيْ شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ لَيْسَتْ هٰذِهِ الْعِبَارَةُ يَعْنِيْ ...
اِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ فِي النُّسَخِ (اي الترمذي) الْمَطْبُوْعَةِ وَالْقَلَمِيَّةِ
عِنْدَنَا یعنی مبارک پوری صاحب نے شرح ترمذی میں کہا کہ یہ عبارت
کی طرف منسوب کی گئی کہ یہ غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ترمذی
ہمارے پاس مطبوعہ اور قلمیہ موجود ہیں ان میں نہیں پائی جاتی۔

ثانیاً اس میں جمع بین الصلوتین کی نفی قطعاً نہیں ... جواب ... کا
کا متن روایت میں اپنی طرف سے تصرف ہے جس پر یہ معارضہ بھی قائم
ہے کہ اگر بالفرض آپ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے
صوری بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں بھی ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں
جاتا ہے مثلاً ظہر و عصر کو جمع کیا تو نماز ظہر کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جاتا
جونہی سلام پھیرا تو وقت ظہر ختم ہو گیا اور نماز عصر کا وقت ہو گیا اس جمع کے بارے
مقلد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جمع بالکل جائز ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ
ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جونہی نماز کا وقت آئے تو اسے فی الفور
دیا جائے جیسے کہ لَا تُؤَخِّرُوْهَا کے الفاظ کا مفاد ہے اور ... کو لے کر
صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات نے اس سے عدم جمع بین الصلوتین کا دعویٰ
اور اسی حنفی مقلد کو لے کر ہی ہم نے جمع صوری کا رد کیا ہے علاوہ ازیں اگر
وقت داخل ہوتے ہی ادا کر دینا چاہیے تو احناف نماز فجر اور اسی طرح ظہر ...
وقفہ کر کے کیوں ادا کرتے ہیں اسی طرح نماز عشاء کی تاخیر کی تخصیص بھی ...
ثابت ہو گی۔

فَمَا كَانَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

ثالثاً بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ روایت مذکورہ عدم جمع پر نص ہے تو

... وقت ضرورت میں نمازیں جمع کیوں کرتے ہیں؟ (تالیف ... ص ۵۹۸ تا ۵۹۹)

... ترمذی کی طرف خود ساختہ عبارت منسوب

جواب اولاً اگر امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ روایت غریب اور غیر متصل ہے تو
غیر مقلد صاحب کو چاہیے تھا کہ جامع ترمذی سے عبارت پیش کرتے ... تا
ثابت رہتا ہے کہ اسے جامع ترمذی سے یہ عبارت نہیں مل سکی۔

ثانیاً غیر مقلد کے گھر کے امام مبارکپوری صاحب سے خود وہابی صاحب کی
... تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کی عبارت میں صراحت موجود ہے کہ جس عبارت
کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ یہ حدیث غریب اور غیر متصل ہے یہ
جامع ترمذی کے ہمارے پاس موجود مطبوعہ و قلمیہ نسخوں میں نہیں پائی جاتی مگر غیر
مقلد صاحب اس کے باوجود یہ بحث روایت کو غریب و منقطع ثابت کرنے پر بضد
ہے اور اپنے گھر کے بزرگ کی بھی نہیں مان رہا۔

ثالثاً جو عبارت امام ترمذی کی طرف منسوب کی گئی ہے اس میں دو جملے آئے
ہیں متضاد ... یعنی غریب اور غیر متصل کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں غریب اس
روایت کو کہا جاتا ہے جس کا کسی جگہ ایک ہی راوی ہو بخلاف غیر متصل کے کہ اس کی
سند میں ایک جگہ راوی بالکل ساقط ہوتا ہے۔

رابعاً غیر مقلد کا یہ بحث روایت میں جمع بین الصلوتین کے منع سے انکار ...
... روایت میں واضح ... موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو
وقت مقررہ سے مؤخر کرنے سے منع فرمایا جبکہ جمع بین الصلوتین میں صرف مؤخر ہی
نہیں بلکہ نماز کو وقت سے پہلے یا وقت جانے کے بعد بھی پڑھا جاتا ہے مگر وہابی کے
... اپنے ... کا مدار ... کہ حدیث میں واضح حکم کا انکار کر رہا ہے

خامساً احناف بلا وجہ جمع صوری کے جواز کے قائل نہیں بلکہ بوقت ضرورت
قائل ہیں جبکہ آپ کے بڑے میاں نذیر حسین دہلوی اور علامہ شوکانی نے بھی اقرار کیا ہے

کہ جس روایت میں جمع بین الصلاتین کا ثبوت ہے اس سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ
جمع حقیقی جیسا کہ اسی باب میں ترمذی شریف کا حوالہ گزر چکا ہے۔ دلیل نمبر ۴
۱۴ احمد، ترمذی، ابوداؤد نے حضرت ام فروہ سے روایت کی

"قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ
قَالَ الصَّلٰوةُ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا"۔

"فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل
افضل ہے فرمایا نماز پڑھنا اس کے اول وقت مستحب میں"۔

اس پر وہابی صاحب نے اعتراض لکھتے ہیں مفتی صاحب بدایۃً میں کی
پیدا وار رکھتے ہیں۔ مستحب کس لفظ کا معنی ہے؟ مگر واقعی یہ ہے کہ روایت مذکورہ میں
سے اول وقت نماز پڑھنے کی عظمت ثابت ہوتی ہے جس کا فریق ثانی عملی طور پر منکر
ہے۔ ثانیاً اگر اول وقت پر نماز ادا کرنے کی حدیث سے جمع بین الصلوتین
فی الحضر کی نفی ہوتی ہے تو اس سے جمع صوری کی بالاولیٰ ہوتی ہے فافهم ولا
تکن من الغافلین۔ علاوہ ازیں نماز فجر میں اسفار اور ظہر میں ابراد اور عشاء میں تاخیر
کا افضل ہونا بھی غلط ہوگا اگر علمائے بریلوی کہیں کہ عام سے خاص پر معارضہ قائم کرنا
درست نہیں ہے تو یہی جواب ہمارا جمع بین الصلوتین فی الحضر کا ہے۔ "ثالثاً" اس کی
سند میں عبداللہ العمری راوی ہے (ترمذی مع تحفہ ج ۱ ص ۱۵۵ اور مسند امام احمد ج ۶ ص ۴۴۰) اس کے
بارے میں راجح قول یہی ہے کہ ضعیف ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کی تضعیف
کی ہے (تقریب ص ۳۰۶) گو علامہ ذہبی نے میزان میں ان کے حق میں صدوق لکھا
ہے مگر صدوق سے ان کی مراد یہ ہے کہ جان بوجھ کر تو غلطی نہیں کرتا بلکہ کمزور حافظہ
کی بناء پر روایت میں گڑبڑ کر جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ صدوق کے بعد میں انہوں نے
لکھا ہے کہ فی حفظہ شیء۔ (میزان ج ۲ ص ۴۶۵) اور اس قسم کے راویوں کی روایت
متابعت کے بغیر قابل قبول نہیں ہوتی علاوہ ازیں محدثین کرام نے صراحت کی ہے کہ

عبداللہ العمری کی روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۸)
امام دارقطنی نے کتاب العلل میں اور امام ترمذی نے السنن میں اس روایت
کو مضطرب قرار دیا ہے۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۴۲ و ترمذی مع تحفہ ج ۱ ص ۱۵۵) الغرض
یہ روایت مذکورہ ضعیف ہونے کے باوجود مفتی صاحب کے موقف کے موافق نہیں ہے
بلکہ زیر بحث مسئلہ سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے (تمام بہاودین الحق ص ۵۱۶ تا ج ۵۹۷)
الجواب اولاً مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی بدیانتی نہیں بلکہ تمام غیر مقلد
حدیث صاحب کی حدیث سے جہالت ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں اول وقت
سے مراد وقت مستحب نہ لیا جائے تو پھر یہ اس حدیث کے خلاف ہو جائے گی جسے امام
ترمذی نے حدیث سے روایت کیا ہے جس میں اوقات نماز مذکور ہے کہ

اوقات نماز کا بیان

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَّنِيْ جِبْرِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ
الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ صَارَ
ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ
وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ حِيْنَ
حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ
الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ
مِثْلَيْهِ وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ
إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ يَا
مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ
الْوَقْتَيْنِ (مشکوٰۃ ص ۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے بیت اللہ کے پاس دو بار امامت کرائی
(پہلے دن) ظہر اس وقت پڑھائی جبکہ ابھی سورج تسمے کی مقدار ڈھلا تھا
اور عصر اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور
مغرب پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء پڑھائی جب
شفق غائب ہوئی اور فجر پڑھائی جس وقت روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو
جاتا ہے اور جب دوسرا دن ہوا تو مجھے ظہر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا
سایہ اس کے قد کے برابر ہو اور عصر اس وقت جبکہ ہر چیز کا سایہ اس
سے دوگنا ہو گیا اور مغرب پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے
اور عشاء جب رات کی تہائی حصہ گزر گیا اور فجر تو اسے روشن کر کے
پڑھایا پھر عرض کی حضور یہی وقت آپ سے پہلے انبیاء کا ہے اور جو وقت
ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔"

اس حدیث میں جو دوسرے دن حضرت جبریل کا مغرب کے سوا باقی نمازوں کا تاخیر سے پڑھانے کا ذکر ہے اس میں یہ ہے کہ وقت مستحب سے زیادہ تاخیر نہیں ورنہ یہ لازم آئے گا کہ دوسرے دن حضرت جبریل علیہ السلام نے مکروہ وقت میں نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ وقت میں نماز ادا کی حالانکہ جبریل علیہ السلام کا امامت کرنا اور وقت بتانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اگر اس روایت پر محمول کیا جائے کہ ہر نماز کا اول وقت مستحب ہے یعنی جونہی وقت آئے نماز کو ادا کرنا مستحب تو یہ مذکورہ حدیث کے خلاف ہوگا بلکہ ماننا پڑے گا حدیث کا معنی مفتی صاحب نے کیا ہے وہ صحیح ہے اور وہابی کا اعتراض جہالت۔ فائدہ مذکورہ حدیث میں نماز مغرب کو ایک ہی وقت میں جب سورج غروب ہو ادا کرنے کا ثبوت ہے جبکہ وہابی اس کا خلاف کرتے ہیں کیونکہ یہ مغرب کی اذان کے بعد فرضوں سے قبل دو نفل شروع کر دیتے ہیں بعد میں فرض پڑھتے ہیں۔

ثانیاً اگر زیر بحث حدیث سے یہ مراد لیا جائے کہ جب ہی نماز کا وقت آئے اسی وقت پڑھنی چاہیے تو خود غیر مقلد وہابی اس کا خلاف کرتے ہیں کیونکہ یہ بھی کچھ وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھتے ہیں۔ ما کان جوابکم فھو جوابنا۔

ثالثاً وہابی صاحب کا یہ اعتراض کہ (زیر بحث حدیث کی بنا پر احناف کا) فجر میں اسفار اور ظہر میں ابراد اور عشاء میں تاخیر کا افضل ہونا بھی غلط ہوگا۔ فقیر کہتا ہے یہ تو تب آتی ہے جبکہ محض اول وقت کو اول وقت مستحب مراد لیا جائے

احناف کا عمل احادیث کے مطابق ہے

پھر احناف فجر میں اسفار اور ظہر میں ابراد اور عشاء میں تاخیر کرنے میں بھی احادیث پر عمل کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ دوسرے دن حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز روشنی اور ظہر ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہونے کے بعد اور عشاء تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھائی علاوہ ازیں مشکوٰۃ ص ۶۰ پر ہے

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ وفی روایۃ للبخاری عن ابی سعید بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم" متفق علیہ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی زیادہ ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ سخت گرمی دوزخ کی گرمی سے ہے"

اور مشکوٰۃ کے اسی صفحہ ۶۰ پر ہے

"وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتھم ان یؤخروا العشاء الی ثلث اللیل

وَنِصْفِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ"

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انہیں حکم کرتا کہ نماز عشاء کو تہائی رات یا نصف تک تاخیر سے پڑھیں"۔

اسے روایت کیا امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے۔ فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں جس کا چاہیں حکم کریں اور جس سے چاہیں منع فرمائیں۔ ان کے اسی صفحہ پر ہے

فجر روشنی میں پڑھنا بڑا اجر ہے

"وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ"

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کو روشن کر کے پڑھو کیونکہ بے شک یہ اجر کے لئے بہت بڑا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا اور نسائی کی روایت میں فانہ اعظم للاجر کے الفاظ نہیں آئے۔ ان احادیث مبارکہ سے جہاں اہلسنت وجماعت احناف کا عمل سنت کے موافق ثابت ہو وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ نام نہاد اہلحدیث کا اعتراض احادیث سے جہالت ہے۔

رابعاً غیر مقلد صاحب کا تقریب اور میزان للعلامہ ذہبی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمر العمری کو ضعیف قرار دینا اس کے جواب میں فقیر کہتا ہے کہ وہابی صاحب نے یہاں بھی سابقہ عادت کے مطابق مقصد پورا کرنے کو راوی حدیث کے ضعف پر تو لکھ دیا اور ساتھ ہی جن محدثین نے ان کی مدح وثقاہت بیان کی انہیں

نظر انداز کر دیا ورنہ میزان میں ہی امام ابن معین فرماتے ہیں

"لَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ وَقَالَ الدَّارِمِيُّ قُلْتُ لِابْنِ مَعِيْنٍ كَيْفَ حَالُهٗ؟ قَالَ فِيْ نَافِعٍ صَالِحٌ ثِقَةٌ"۔

فرمایا ان میں کوئی حرج نہیں ان سے حدیث لکھی جائے۔ حضرت دارمی کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے پوچھا کہ جب (عبداللہ بن عمر العمری) حضرت نافع سے روایت کریں تو اس کا کیا حکم ہے فرمایا وہ صالحیت والے ثقہ ہیں۔ اسی جگہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "صالح لا باس به" وہ صالحیت والے ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں اور امام ابن عدی نے فرمایا "لَا بَاْسَ بِهٖ فِيْ نَفْسِهٖ صَدُوْقٌ" وہ اپنی ذات میں بہت سچے ہیں۔ اب اس غیر مقلد صاحب کا یہ اعتبار کیا جائے جو ان اقوال کو دانستہ نظر انداز کر کے محض اپنا مقصد پورا کرنے کو راوی کا ضعف ثابت کر رہا ہے۔

خامساً اس پر شاہد موجود ہے جس سے اسے مزید تقویت ملتی ہے چنانچہ السنن الکبریٰ بیہقی میں ہے

"عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا لِحِيْنِهَا" (ج۱ص۴۳۴)

"یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا اپنے وقت پر نماز پڑھنا"

سب جاء الحق سے دلیل نمبر ۱۵ مسلم شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی

"قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ

تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا

فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک جب زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے تو چار چونچ مارے جس میں رب کا ذکر تھوڑا کرے۔

دلائل کے بعد مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی احادیث بیشمار ہیں جن میں نماز وقت پر ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور بے وقت یا وقت مکروہ میں نماز پڑھنے پر سخت عتاب فرمایا گیا ہے منافقوں کا عمل قرار دیا گیا یہاں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی گئیں افسوس ہے کہ وہابی غیر مقلد جو گھر سے دور میل جا کر سفر کا بہانہ بنا کر وقت نکال کر نماز پڑھتے ہیں ان کو نصیحت ہوتی ہے۔ کوئی عذر بصرف نفس امارہ کا دھوکا ہے۔ کھانا وقت پر کھائیں، دنیاوی تمام کام خوب سنبھال کر کریں مگر نمازیں جو اسلام کا پہلا فریضہ و اعلیٰ رکن ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہابیوں کی صحبت سے بچیں اور سفر و حضر میں تمام نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں۔ اس پر غیر مقلد نے اعتراض مفتی صاحب کی [illegible] اشارہ تک بھی موجود نہیں البتہ حضر کا ذکر ضرور ہے کہ منافق دیر تک بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے۔

ثالثاً روایت مذکورہ میں نماز عصر کا ذکر ہے چنانچہ امام نووی نے اس پر باب استحباب التبکیر بالعصر کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فیہ تصریح بذم تاخیر صلوٰۃ العصر بلا عذر۔ یعنی نماز عصر کو بغیر کسی شرعی عذر کے تاخیر سے پڑھنے کی مذمت کی تصریح ہے۔ اور نماز عصر کو سفر میں بھی جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں بھی بیٹ نہیں کیا جاتا بلکہ نماز عصر کو اول وقت میں [illegible] کیا جاتا ہے

ثالثاً: روایت مذکورہ کا عدم جمع بین الصلوٰتین سے تعلق تو کجا سرے سے اس کا [illegible] کوئی واسطہ ہی نہیں ہے جس پر حدیث کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ [illegible] اربعا وہ جلدی جلدی اپنی سیدھی چار رکعتیں ادا کرتا ہے: مفتی صاحب عصر کی نماز میں چار رکعت نہیں ہوتیں ہیں بلکہ دو ہوتی ہیں اور چار حضر میں ہوتی ہیں۔ اس [illegible] سے جان چھڑانے کے لئے فنقر اربعا کا معنی ہی غلط کیا ہے۔ چار چونچ [illegible] حالانکہ ان الفاظ کا معنی چار رکعات ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ الفاظ ربع رکعات سریعا۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۱۳۱) اسے مفتی صاحب کا وہم نہیں کہا جا سکتا بلکہ جان بوجھ کر ترجمہ غلط کیا ہے تاکہ عام آدمی یہ معلوم نہ کر پائے کہ حدیث میں حالت حضر کی بات ہے۔ ثالثاً فائدہ جلیلہ مفتی صاحب کے دلائل کو ملاحظہ فرمائیے ان میں کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کی گئی اور نہ پیش کی جا سکتی ہے کہ جس میں جمع بین الصلوٰتین فی السفر کی نفی ہو بلکہ مفتی صاحب نے صاف اقرار کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں نمازیں جمع فرمانا عذر سفر کی وجہ سے تھا ضرورت پر بہت سی ممنوع چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔ اسکے بعد مفتی صاحب نے انہیں جمع صوری پر محمول کیا ہے مگر اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی کہ جمع فی السفر جمع صوری تھی ورنہ محض لکھ دینا کوئی دلیل نہیں ہے۔ [illegible] ص ۵۹۶ ۵۹۷

جواب اول مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث فصل میں قرآن و حدیث سے وہ دلائل دیئے ہیں جن میں وقت پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے [illegible] [illegible] عتاب و مذمت ہے [illegible] صاف دلائل ہیں جو تین میل سفر کا بہانہ بناتے ہیں بلکہ گھر میں ہی [illegible] کی غرض سے جیسا کہ ان کی کتب سے حوالے گزرے نمازیں جمع کرتے پھر [illegible] احادیث کی ہوتے ہیں مگر فریق ثانی نے شرم و حیا کو بالطرف کر دیا ہے اور [illegible] لگا رکھی ہے کہ یہ ہمارے خلاف دلائل نہیں ہیں کیونکہ ان میں سفر کا ذکر نہیں

وغیرہ وغیرہ۔

وہابی کو کھلا چیلنج

اگر وہابی صاحب ان الفاظ "فنقر اربعا" کا جو معنی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا (تو چار چونچ مارے) اس کے علاوہ ثابت کر دے اور اپنے دعوے (چار رکعات) کو صحیح ثابت کر دے تو فقیر سے دس ہزار روپیہ انعام وصول کرے "وادعوا شہداءکم ان کنتم صادقین"۔ وہابی صاحب کی بددیانتی ملاحظہ ہو کہ شرح مسلم نووی سے اپنے مطلب کے الفاظ لکھے مگر ساتھ ہی جو یوں "فنقر اربعا" کا معنی کیا اسے دانستہ چھوڑ دیا کیونکہ اگر اسے نقل کر دیتا تو مفتی صاحب کے معنی کی تصدیق ہو جاتی اور وہابی صاحب کے جھوٹ کا پول کھل جاتا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"والمراد بالنقر سرعۃ الحرکات کنقر الطائر"

(مسلم مع شرح النووی ج۱ ص ۲۲۵)

یعنی نقر سے مراد حرکات میں جلد بازی کرنا ہے جیسے پرندے کا چونچ مارنا۔

حاشیہ مشکوٰۃ پر اسی حدیث کی شرح میں ہے

"قولہ فنقر اربعا وفی القاموس نقر الطائر لفظ من ھھنا شبہ تخفیف السجدۃ من غیر طمانینۃ واطلاق الاربع باعتبار جنس السجدتین رکعۃ او جدا بارادۃ الجنس او زوائدہ فی السفر او حین کان صلوۃ العصر رکعتین قبل الزیادۃ او لانہ لم یفصل بین سجدتین فکانھما سجدۃ واحدۃ"

(ص ۶۰ ج ۱ مشکوٰۃ ...)

اور قاموس میں ہے کہ نقر الطائر کا معنی ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ادھر سے چنتا ہے کوئی چیز ادھر سے اسے تشبیہ دی گئی بلا اطمینان سجدہ میں تخفیف سے اور چار پر اطلاق

باعتبار جنس ہے کہ دو سجدوں کو ایک رکعت کیا ہے یا اگر ایک چونچ سے ایک سجدہ لیں اس کا ورود سفری نماز میں ہے یا زیادہ ہونے سے قبل جب عصر نماز دو رکعت تھی یا اس وقت ہے جبکہ دو سجدوں میں فرق نہ کیا تو گویا وہ دونوں ایک ہی سجدہ ہیں۔ اب اس نماز میں سجدے بیچ گئے ہیں کتنی نہیں رکعتیں۔ مصباح اللغات میں ہے "نقر الطائر الحب" پرندہ کا ادھر ادھر سے دانہ چگنا۔ اس سے معانی کیے ہیں مگر چار رکعات معنی نہیں جو کہ وہابی صاحب نے کیا۔

چونکہ وہابی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ایسی کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی ہے جس میں جمع بین الصلوٰتین کی دلیل ہو قطعی نہ ہو اس لیے کہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کی باب کی دوسری فصل میں بخاری شریف اور نسائی سے احادیث پیش کی ہیں جن میں جمع صوری متعین ہوتی ہے اور جب جمع صوری متعین ہوئی تو جمع حقیقی کی دلیل باطل ہو گئی۔ یہ غیر مقلد صاحب کے بزرگ علامہ شوکانی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ جس روایت میں جمع بین الصلوٰتین کا ذکر ہے اس سے مراد جمع صوری ہے نہ کہ حقیقی جیسا کہ آپ کا یہ بیان گزرا۔

رہا غیر مقلد صاحب کا یہ بھی دعویٰ محض گپ کی حد تک ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کی نفی پر کوئی دلیل نہیں دی جا سکتی۔ جبکہ ہم بفضلہ تعالیٰ اسی بحث فصل میں غیر میں جمع بین الصلوٰتین کے عدم جواز پر دلائل پیش کر چکے ہیں۔ اب جاء الحق کے سفر میں عدم جواز جمع بین الصلوٰتین پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقلی دلائل ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر پڑھی جائے ظہر و عصر کے وقت میں اور مغرب و عشاء کے وقت میں نہ پڑھے کیونکہ شریعت نے پانچوں نمازیں اور نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز تہجد، نماز اشراق، نماز چاشت سب کے اوقات علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے ان میں سے کسی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا نہیں کیا جاتا مسافر ہو یا مقیم، نماز فجر، نماز عصر، نماز عشاء

چاشت، نماز اشراق، نماز جمعہ پڑھے تو ان کے مقررہ وقتوں ہی میں پڑھ سکتا ہے کہ نماز تہجد سورج نکلنے کے بعد یا نماز جمعہ عصر کے وقت میں یا نماز فجر یا نماز عشاء صبح صادق ہو جانے پر پڑھے تو ظہر و مغرب سے یا قصور … صاحب ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھیں اور مغرب عشاء کے وقت میں … میں ان دونوں نمازوں سے وہی وقت ہیں جو حضر میں ہیں۔ دوسرے یہ صاحبان بتائیں کہ وہی وقت ہیں جو سفر میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور … عشاء کے وقت پڑھتے ہیں تو یہ ظہر اور مغرب ادا ہوتی ہے یا قضاء … دیدہ و دانستہ نماز قضاء کرنا سخت گناہ ہے اور اگر ادا ہوتی ہے تو … جبریل امین نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو نمازوں کے اوقات عرض کئے تو یہ نہ فرمایا کہ مسافر کے لئے ظہر کا وقت آفتاب ڈوبنے تک اور مغرب کا وقت صبح صادق تک ہوگا۔ بلکہ ہر مسلمان کے لئے وقت ظہر عصر سے پہلے ختم ہونے اور وقت مغرب عشاء سے پہلے ختم ہونے کا حکم دیا تھا پھر تم … کے سبب ان دونوں نمازوں میں یہ وقت کی گنجائش کہاں سے نکال … نمازیں کیوں خراب کیں بہر حال پانچوں نمازوں کے اوقات مسافر و مقیم … کے لئے یکساں ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ہر حال میں ہر نماز اس کے وقت میں پڑھے۔

وہابی کا مفتی صاحب کے عقلی دلائل کے جواب سے فرار

… کہ وہابی صاحب … مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان عقلی دلائل کا کوئی جواب نہیں دیا جس سے معلوم ہوا کہ … حضرت نقل کے علاوہ عقل کے بھی خلاف چلتے ہیں

جمع نمازوں کے عدم جواز پر وہابیوں کے اعتراضوں کے جواب

جاء الحق سے اس باب کی دوسری فصل اس مسئلہ پر غیر مقلدوں کے

… اور ان کے جوابات میں اس کے آغاز میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غیر مقلد وہابی اب تک اس مسئلہ کے متعلق جس قدر … پیش کر سکے ہیں ہم وہ تمام نقل کر کے ہر ایک کے جوابات عرض کرتے ہیں … اگر کوئی اور اعتراض ہمارے علم میں آیا تو ان شاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اس کا جواب بھی عرض کر دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۱ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی

"قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَّيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ"۔

"فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو نماز ظہر و عصر جمع فرما لیتے تھے اور مغرب و عشاء بھی جمع فرماتے تھے"۔

یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد، موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی شریف وغیرہ … بہت محدثین نے مختلف راویوں سے کچھ فرق سے بیان فرمائی ہے۔ یہی حدیث … وہابیوں کی انتہائی دلیل ہے جسے وہ بہت قوی دلیل سمجھتے ہیں۔

… مسئلہ پر پہلے اعتراض کا جواب

… اس کے چند جواب ہیں بغور ملاحظہ فرماؤ

ایک یہ کہ ابوداؤد شریف اور طحاوی شریف وغیرہم نے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر سفر بغیر خوف کے مدینہ … میں بھی ظہر و عصر یونہی مغرب و عشاء جمع فرما لیتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف کی … الفاظ یہ ہیں

"قَالَ جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ

وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ"

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر، مغرب و عشاء مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور بغیر بارش کے جمع فرماتے تھے"۔

بلکہ اسی ابوداؤد و طحاوی شریف نے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں سات بلکہ آٹھ نمازیں لیتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف کے الفاظ یہ ہیں

"قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَمَانِيًا وَّسَبْعًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات اور آٹھ نمازیں جمع کر کے ہم کو پڑھائیں ظہر، عصر، مغرب و عشاء۔

تو اے وہابیو تم صرف سفر میں ظہر و عصر یا مغرب و عشاء پر ہی مہربانی کرتے ہو؟ تمہیں چاہیے کہ روافض کی طرح سات سات آٹھ آٹھ نمازیں ایک پڑھ کر آرام کیا کرو سفر میں بھی اور گھر میں بھی کیا بعض احادیث کو ماننے اور بعض کے انکاری ہو۔

دوسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ بخاری کی حدیث میں یہ تو مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر جمع فرمائی مگر یہ تفصیل نہیں کہ کیسے جمع فرمائیں آیا عصر فرمائی، مگر یہ تفصیل نہیں کہ کیسے جمع فرمائیں آیا عصر و ظہر کے وقت میں پڑھائی یا ظہر عصر کے وقت میں ایسے ہی مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی یا عشاء مغرب کے وقت میں۔ لہٰذا یہ حدیث مجمل ہے اور مجمل حدیث بغیر تفصیل کے قابل عمل نہیں ہوتی۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں نمازوں کو جمع فرمانا بطور طرق

[illegible] ضرورت پر بہت سی ممنوع چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اور جمع بھی صرف صورۃً [illegible] یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر عصر کے وقت میں نہ پڑھی بلکہ سفر [illegible] کر کے ظہر کے آخر وقت میں قیام فرمایا، ظہر آخر وقت میں ادا فرمائی اور عصر [illegible] وقت میں، بظاہر معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں ایک وقت [illegible] فرمائیں لیکن حقیقتاً ہر نماز اپنے وقت میں ہوئی ظہر یا مغرب آپ نے آخر [illegible] میں پڑھی، عصر یا عشاء اول وقت میں اس صورت میں یہ حدیث نہ قرآن کے [illegible] ہوئی نہ دوسری احادیث کے جو ہم نے پہلی فصل میں پیش کیں۔ یہ جمع بالکل [illegible] ہے یہی ہمارا مذہب ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جو [illegible] ابوداؤد نے روایت کی جس میں فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ [illegible] بغیر خوف بغیر بارش سات آٹھ نمازیں جمع فرما لیتے تھے وہاں سات آٹھ نمازیں [illegible] نہیں، بلکہ سات آٹھ رکعتیں مراد ہیں کہ اگر مغرب و عشاء صورۃً جمع فرمائیں تو [illegible] کی سات رکعتیں جمع ہو گئیں تین مغرب کی چار عشاء کی اور اگر ظہر و عصر جمع [illegible] میں تو آٹھ رکعتیں جمع ہو گئیں چار ظہر کی اور چار عصر کی چونکہ یہ جمع صورۃً تھی [illegible] حقیقۃً لہٰذا سفر میں بھی جائز تھی اور حضر میں بھی بیان جواز کے لئے حدیث سمجھنے کے لئے شرعی عقل اور حدیث والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ غلامی چاہیے [illegible] جس سے وہابی بے بہرہ ہیں۔

اس پر غیر مقلد کے اعتراض مفتی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت درج کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ یہ جمع صوری تھی اور دلیل دیتے ہوئے حسب ذیل روایت نقل کی ہے کہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ

يُؤَخِّرُ هٰذِهٖ فِيْ آخِرِ وَقْتِهَا وَيُعَجِّلُ هٰذِهٖ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا"

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء اس طرح جمع کرتے تھے

"کہ مغرب اس کے آخر وقت میں ادا فرماتے تھے اور عشاء اس کے اول وقت میں"۔

اولاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مروی روایت حالت قیام کی ... کہ صحیح مسلم میں سعید بن جبیر اور جابر بن زید کے طریق سے مروی حدیث ... رضی اللہ عنہما میں اس کی صراحت ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا تھا (... ج۱، ص۲۴۶) مقیم کی نماز کو مسافر کی نماز پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے ... کہ کہیں علماء بریلی مقیم پر مسافر کو قیاس کر کے نماز میں قصر کو بھی ناجائز قرار دیں۔

ثانیاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ... جن کی سرسری تفصیل عمدۃ القاری، تحفۃ الاحوذی اور معارف السنن میں دیکھی جا سکتی ... ابن مسعود کی روایت سے اس کا تعین کرنا کہ یہ جمع صوری تھی قطعاً غلط ہے۔

ثالثاً ابن مسعود سے مروی روایت نہایت درجہ کی ضعیف ہے۔ چنانچہ علامہ ... نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ فیہ ابو مالک النخعی وھو ضعیف (مجمع الزوائد ج۲، ص۱۶۲) یعنی اس کی سند میں ابو مالک نخعی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ امام ابن معین اسے لیس بشئی کہتے ہیں۔ امام ابن علی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہونے کے علاوہ ... الحدیث ہے۔ امام ابوزرعہ ابوحاتم اس کو ضعیف الحدیث قرار دیتے ہیں۔ امام نسائی ... کہا ہے کہ اس کی روایت لکھی بھی نہ جائے۔ امام ذہبی، امام جوزجانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی اسے متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔ (تہذیب: ج۱۲، ص۲۲۱ ... و تقریب ... معارف السنن ص۵۸۴)

وہابی کی غلط بیانی اور حقیقت

جواب اولاً یہ وہابی صاحب کی غلط بیانی ہے کہ مفتی صاحب نے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی ہے حالت قیام کے متعلق ہے حالانکہ ...

... حدیث کے الفاظ واضح ہیں کہ اس کا تعلق سفر سے ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین صلوۃ الظھر والعصر اذا کان علی ظھر سیر ویجمع بین المغرب والعشاء" (بخاری ج۱، ص۱۴۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر ہوتے تو نماز ظہر وعصر جمع فرما لیتے اور مغرب وعشاء جمع کر لیتے تھے۔"

اس میں (علی ظھر سیر) الفاظ واضح ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہوتے ... مگر وہابی صاحب کو اس کے انکار میں نہ جانے کیا حاصل ہے پھر صحیح مسلم کی جس روایت کی وہابی صاحب بات کرتے ہیں۔ اس میں مدینہ منورہ میں بحالت قیام کا واقعہ ہے وہ روایت ہی دوسری ہے مگر وہابی صاحب کم عقلی سے ان دو کو ایک ہی روایت سمجھتے ہیں۔

ثانیاً مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو اس جگہ اصل اعتراض ہے اس کا وہابی صاحب جواب ہی نہیں دے سکا وہ یہ کہ مفتی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت کے متعلق کہا کہ یہ مجمل ہے اور مجمل حدیث بغیر تفصیل قابل عمل نہیں ہوتی۔ اس کا جواب چھوڑ کر وہابی صاحب نے دوسری بات شروع کر دی ہے۔

ثالثاً غیر مقلد کا یہ کہنا کہ ابن مسعود کی روایت سے اس کا تعین کرنا کہ یہ جمع صوری تھی قطعی طور پر غلط ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ وہابی صاحب جیسا جاہل وضدی ... سے نہیں ملے گا ... عربی ... سے بہ وہ سمجھ جائے گا کہ اس سے جمع صوری کا تعین ہوتا ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع المغرب والعشاء

يُؤَخِّرُ هٰذِهِ فِي آخِرِ وَقْتِهَا وَيُعَجِّلُ هٰذِهِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا ۔

"بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع فرماتے تھے یعنی مغرب کو اس کے آخر وقت تک موخر کر کے ادا فرماتے، اور عشاء کو اس کے اول وقت میں جلدی ادا فرماتے"

اب اس میں واضح ہے کہ دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا ہوئیں مغرب آخر وقت اور عشاء اپنے اول وقت میں تو یہ کہنا جمع صوری ہے

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۔

یہاں وہابی صاحب کا رد بحث روایت کی صحت پر اعتراض بھی بے جا ہے۔ روایت کو تقویت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے فعل سے بھی حاصل ہوتی جسے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح بیان کیا ہے

"حَدَّثَنَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ ثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَحِبْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ فِي حَجَّةٍ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الْعِشَاءَ وَيُسْفِرُ بِصَلٰوةِ الْغَدَاةِ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۳)

"حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن یزید کو بیان کرتے سنا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ان کے حج میں صحبت اختیار کی آپ ظہر میں تاخیر کرتے اور عصر کو جلدی پڑھتے اور مغرب میں تاخیر کرتے اور عشاء کو جلدی پڑھتے اور نماز فجر کو روشنی میں پڑھتے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس صورت پر تھا کہ ایک نماز کو موخر کر کے اس کے آخر وقت میں ادا کیا جاتا اور ساتھ والی میں جلدی کر کے اس کے

[illegible] وقت میں ادا کیا جاتا ہے اور یہ جمع صوری ہے جس کے جواز کے ہم قائل ہیں [illegible] حقیقی جائز ہوتی یعنی سفر میں ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا جائز ہوتا تو [illegible] عشاء میں جلدی کی کیا حاجت تھی پہلی کا وقت تو گذر چکا تھا اب عصر وعشاء کو [illegible] مستحب وقت میں ادا کیا جاتا جب کہ عصر میں ہمیشہ درمیانہ وقت مستحب ہے [illegible] میں ایک تہائی رات کرنا

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جس میں فرمایا کہ اس سے مراد جمع صوری ہے جو ہر لحاظ سے جائز ہے اس کی تائید [illegible] مضمون قائم کیا فرماتے ہیں [illegible] جمع کرنے کے جو معنے ہم نے کیے اس معنی کی تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض [illegible] نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو

[illegible] طبرانی نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ يُؤَخِّرُ هٰذِهِ فِي آخِرِ وَقْتِهَا وَيُعَجِّلُ هٰذِهِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا" ۔

"بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب وعشاء اس طرح جمع فرماتے تھے کہ مغرب اس کے آخر وقت میں ادا فرماتے تھے اور عشاء اس کے اول وقت میں"۔

اس پر غیر مقلد کے اعتراض اور ان کے جواب گزر گئے۔ جاء الحق سے حدیث نمبر ۳ بخاری شریف میں حضرت سالم سے ایک طویل حدیث روایت کی۔ جس کے چند الفاظ یہ ہیں

"وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ" ۔

"عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سا عمل کرتے تھے کہ جب سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب کی تکبیر کہتے اور تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی تکبیر فرماتے اور دو رکعت عشاء پڑھتے۔

اس پر غیر مقلد کے اعتراض: بخاری کی جس روایت سے مفتی صاحب نے صوری مراد لی ہے اس میں جمع صوری کا قطعاً کوئی اشارہ نہیں ہے بلکہ یہاں تک اس روایت سے سرے سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ نماز مغرب کو کتنی دیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے موخر کیا چنانچہ ابن حجر مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: یعنی غایۃ التاخیر (فتح الباری ج۲ ص۳۶۵) یعنی اس روایت میں انتہائے تاخیر کی تعیین نہیں۔ مگر کمال ہے کہ مفتی صاحب اس روایت سے نماز مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء اول وقت پر ادا کرنے پر استدلال ہی نہیں بلکہ قاطع حجت قرار دیتے ہیں۔ ثانیاً مفتی صاحب کے مذکورہ شکوے کو بخاری شریف کی وہ روایت رد کرتی ہے جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے باب السرعۃ فی السیر میں روایت کیا ہے۔

"حَتّٰی اِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا" (صحیح بخاری ج۱ ص۲۴۱)

"یعنی یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی تو پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اترے اور نماز مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھا۔"

ان حقائق کے ہوتے ہوئے مفتی صاحب کا اسے جمع صوری قرار دینا تعصب مذہبی ہے اور فی الواقع حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب کی پیش کردہ روایت کی تفسیر بخاری کی دوسری روایت بعد غروب الشفق کرتی ہے اور اس کے یہی معنی درست ہیں۔ چنانچہ حافظ حدیث علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

"لَمْ يُعَيِّنْ غَايَةَ التَّاخِيرِ وَبَيَّنَهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيقِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِأَنَّهُ بَعْدَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ بَعْدَ ذَهَابِ الشَّفَقِ حَتَّى ذَهَبَ هَوِيٌّ مِنَ اللَّيْلِ وَلِلْمُصَنِّفِ فِي الْجِهَادِ مِنْ طَرِيقِ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلِأَبِي دَاوُدَ مِنْ طَرِيقِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ فَسَارَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ وَتَصَوَّبَتْ (صحیح تصوبت از قادری) النُّجُومُ نَزَلَ فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ جَمْعًا" (فتح الباری ج۲ ص۳۶۵)

"یعنی اس روایت (بخاری کی جسے مفتی صاحب نے دلیل بنایا ہے) میں نماز مغرب میں تاخیر کرنے کی حد متعین نہیں ہوتی جبکہ امام مسلم نے طریق نافع سے صراحت کی ہے کہ نماز مغرب کو غروب شفق کے بعد ادا کیا اور اسی طرح امام عبدالرزاق نے نافع کے طریق سے وضاحت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز مغرب کو شفق غروب ہونے تک موخر کیا یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور خود امام بخاری نے کتاب الجہاد میں اسلم مولیٰ عمر کے طریق سے روایت کی ہے کہ آپ غروب شفق کے بعد اترے اور مغرب وعشاء کو جمع کیا اور امام ابو داود نے اپنی سنن میں عبداللہ بن دینار کے طریق سے وضاحت کی ہے کہ شفق غروب ہو گئی اور تارے نمایاں ہو گئے تو پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما اترے اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں" (انتہی)

حالانکہ جس روایت بخاری سے مفتی صاحب نے جمع صوری پر استدلال کیا ہے

اس میں تقلید کی ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے اور پورے الفاظ درج نہیں کئے۔ وہ یہ ہیں ولا یسبح بینھما برکعۃ ولا بعد العشاء بسجدۃ الحدیث (ج ۱ ص ۳۹) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (سنت) وغیرہ نہ پڑھتے اور نہ ہی عشاء کے بعد کوئی رکعت (نفل) ادا فرماتے۔ الفاظ کا یہ مفاد تھا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سفر وغیرہ میں نفل و سنت کا ... فرماتے تھے اور اس اپنے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن مفتی صاحب نے آگے چل کر یہ بحث کرنی تھی کہ نفل و رواتب سفر میں بھی لازم اور ضروری ہیں۔ اور مذکورہ روایت میں ان کی نفی ہے جس کا توڑ مفتی صاحب کے پاس نہ تھا لہذا مفتی صاحب نے اسے حذف کرنا ہی [illegible] جانا۔

([illegible])

الجواب اولاً: چاہیے تو یہ تھا کہ وہابی صاحب صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث کو صدق دل سے تسلیم کر لیتا مگر یہ صاحب ضد و عناد کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہے جو کہ تسلیم حق سے مانع ہے ورنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جمع صوری کے ثبوت پر واضح ہے کیونکہ اس میں راوی حضرت سالم کا مقصد ہی جمع صوری کی صراحت کرنا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"فلما یلبث حتی یقیم العشاء"

"یعنی مغرب کی نماز کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرتے پھر عشاء کی نماز قائم فرماتے"۔

تھوڑے وقت کی قید سے ظاہر ہے کہ آپ مغرب آخر وقت میں ادا فرماتے اور عشاء اول وقت میں اور یہ جمع صوری ہے۔ نیز اس حدیث کے یہ الفاظ "اذا اعجلہ السیر" "جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی" بھی درست کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عشاء کے دخول وقت کے انتظار میں تھوڑی دیر رکتے کیونکہ سفر کی جلدی

... کا مقصد ہی یہی ہے کہ آپ قلیل وقت ٹھہرتے۔

ثانیاً غیر مقلد صاحب سے سوال یہ ہے کہ کسی ورد کی حدیث سے ثابت کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مسافر کو وقت سے نکال کر نماز پڑھنا جائز ہے اور قرآن و حدیث میں عمداً قضاء نماز پر جو عتاب و ... مذکور ہے مسافر اس سے مستثنیٰ ہے۔ اگر ایسی ثابت ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے مغرب کو وقت سے نکال کر عشاء کے وقت میں پڑھنا کیسے جائز ہوا۔

"وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"۔

ثالثاً عرض ہے کہ اس روایت میں غروب شفق سے مراد شفق احمر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مغرب کا آخر وقت بیاض یعنی سرخی کے بعد سفیدی غائب ہونے تک ہے تو آپ نے مغرب کو اس کے آخر وقت میں ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں اور یہ جمع صوری ہے نیز اس صورت میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک شفق سے مراد ... کے بعد سفیدی ہے یعنی لالی کے بعد سفیدی غائب ہونے تک مغرب کا وقت ہے۔

رابعاً غیر مقلد صاحب "تقلید کے بجائے تلاش و تحقیق کا راستہ اختیار کرتے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ صراحت مل جاتی کہ آپ نے جمع صوری فرمائی یعنی مغرب کو اس کے آخر وقت میں ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں۔ چنانچہ امام نسائی نے ابن جابر کے طریق سے ایک طویل روایت نقل کی اس میں حضرت نافع فرماتے ہیں

جمع صوری کی صراحت

"فخرج مسرعاً ومعہ رجل من قریش فسرنا حتی اذا غابت الشمس لم یصل الصلوۃ وکان عھدی بصاحبی وھو محافظ علی الصلوۃ فلما ابطأ قلت الصلوۃ یرحمک اللہ فما

الشَّفَقُ إِلَى ثُمَّ مَضَى كَمَا هُوَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ
فَصَلَّى بِنَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ بِهِ الْأَمْرُ صَنَعَ هٰكَذَا وَبِمَعْنَاهُ رَوَاهُ فُضَيْلُ بْنُ
غَزْوَانَ وَعَطَّافُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ نَافِعٍ (سنن البیہقی ...)

(باب الجمع بین الصلاتین فی السفر)

یہی روایت سنن الدارقطنی میں بھی موجود ہے۔ (باب الجمع بین الصلاتین ...)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے سفر میں نکلے اور ان کے ہمراہ قریش سے ایک شخص تھا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ نے مجھے نماز (مغرب) کا نہ کہا اور ان میں ایک ساتھی پابند نماز تھا تو جب (حضرت عبداللہ) سے دیر ہوئی تو میں نے ان سے نماز کا کہا آپ نے میری بات پر توجہ نہ دی اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ جب شفق غروب کا آخر وقت ہوا تو آپ اترے تو نماز مغرب ادا کی پھر نماز عشاء کی تکبیر کہی اور اس وقت شفق غروب ہو چکی تھی تو آپ نے ہمیں نماز عشاء پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب کوئی جلدی کا کام درپیش ہوتا تو ایسا ہی کرتے۔"

اس کا ہم معنی حدیث فضیل بن غزوان اور عطاف بن خالد نے حضرت نافع سے روایت کیا۔

نوٹ: فضیل بن غزوان اور عطاف بن خالد کی اسناد جن کا نام بیہقی نے ذکر کیا ہے ان دونوں سندوں سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نافع سے یہ روایت سنن الدارقطنی کے مذکورہ باب میں موجود ہیں ان میں حتی اذا کان من آخر الشفق کی جگہ حتی اذا کاد یغیب الشفق آیا ہے۔

یہ روایت تینوں اسناد سے ثابت کرتی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز مغرب اس کے آخر وقت میں غروب شفق سے قبل ادا کیا اور عشاء کو اس کے اول وقت میں غروب شفق کے بعد پڑھا اور اسی طریق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا تو یہ جمع صوری ہے۔ کہ حقیقی

وَلَوْ كَرِهَ الْوَهَّابِيُّوْنَ

حاصل: وہابی صاحب کا یہ کہنا بھی خالص جہالت ہے کہ مفتی صاحب کی پیش کردہ روایت کی تفسیر بخاری کی دوسری روایت کرتی ہے جس میں ہے کہ بعد غروب شفق۔

کیونکہ مفسر (تفسیر ہونے والی) وہ ہے جو مبہم (پوشیدہ تر) ہو اور یہ تو بقول وہابی صاحب مفتی صاحب کی پیش کردہ روایت میں جملہ (فلما غاب ...) میں ابہام تھا کہ اس میں ٹھہرنے کی حد اور وقت معلوم نہیں جبکہ اس روایت کو یہ صاحب تفسیر کہہ رہے ہیں اس میں ٹھہرنے کا ذکر ہی نہیں تفسیر تو تب تھی جب اس میں بیان ہوتا کہ کتنی مقدار ٹھہرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس میں ابہام ہے ہی نہیں کیونکہ **فلما یغیب یغیب العشاء** کے الفاظ وضاحت کرتے ہیں تھوڑی دیر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وقت عشاء کے دخول کا انتظار کیا جس کی صراحت ان روایتوں سے ہوتی ہے جو ہم نے اوپر بیہقی اور سنن دارقطنی سے پیش کیں۔

علاوہ وہابی صاحب کا کہنا کہ ان الفاظ کا یہ مفاد تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سفر وغیرہ میں نفل رواتب کا التزام نہ فرماتے تھے اور اس اپنے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن مفتی صاحب نے آگے چل کر یہ بحث کرنی تھی کہ نفل رواتب سفر میں پڑھے لازمی اور ضروری ہیں۔

(دیکھئے جاء الباطل۔ جاء الحق: ج۲ ص۱۵۹)

اور مذکورہ روایت میں اس کی نفی تھی جس کا ترجمہ مفتی صاحب کے پاس "
مفتی صاحب نے سے حذف کرتا کی تحریر شائع ہوا۔

فقیر جوابا کہتا ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سفر میں سنت و نفل
ی و ضروری نہیں فرمایا ضروری فرض واجب کے لئے ہوتا ہے
صاحب نے یہ فرمایا ہے

مسافر کو بحالت سفر صرف فرض نماز میں قصر کرنے کا حکم ہے نہ چار رکعت
دو پڑھے۔ فرض کے علاوہ تمام نفل و سنت گھر کی طرح پورے پڑھے
کا جو حکم گھر میں ہے وہی سفر میں ہے۔ نہ ان میں قصر ہے۔ یہ صحیح نہیں
معلوم کر غیر مقلد وہابی سفر میں نفل نہ خود پڑھتے نہ اوروں کو پڑھنے دیتے ہیں
اس میں سخت غلطی ہیں (رسائل ج ۲ ص ۱۱۵۹)

غیر مقلد کا کہنا کہ مفتی صاحب نے روایت کے پورے الفاظ نہیں لکھے
آخری حصہ اس سے غائب ہے فقیر کہتا ہے کہ وہابی صاحب روایت کے آخری
ہم و سنت احناف کے خلاف نہیں ہیں اور جن کو آپ نے آخری الفاظ کہا ہے
آخری الفاظ نہیں بلکہ اس سے آگے اس روایت کا حصہ اور بھی ہے چنانچہ سنن
نسائی میں اس طرح ہے۔

"وکان یصلی علی ظہر راحلتہ این توجھت بہ سبحۃ فی
سفرہ ویخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
یصنع ذلک" (نسائی باب جمع بین الصلوتین فی السفر)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دوران سفر اپنی سواری پر جس طرف
رخ ہوتا سنن و نوافل پڑھ لیتے تھے اور انہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ

…ی سنت کے موافق سفر میں سنت و نوافل پڑھتے تھے تو ہم احناف بھی کہتے
…فرائض و واجب کے علاوہ سفر میں سنت و نوافل سواری پر پڑھ سکتا ہے اور
…ت کی طرح سفر میں بھی بلا عذر سنت و نفل نہیں چھوڑنے چاہئیں تو یہ حدیث
…کے خلاف نہ ہوئی بلکہ وہابیوں کے خلاف ہوئی جو سفر میں خود بھی سنت و نوافل
…پڑھتے اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔

…ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل اور حدیث مرفوع سے جمع صوری کا ثبوت

…ابو اسحاق سے حدیث سن ۳- نسائی شریف سے حضرت نافع سے روایت کی

"قال اقبلنا مع ابن عمر من مکۃ فلما کان تلک اللیلۃ سار بنا
حتی امسینا فظننا انہ نسی الصلوۃ فقلنا لہ الصلوۃ فسکت
وسار حتی کاد الشفق ان یغیب ثم نزل فصلی وغاب الشفق
فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنا نصنع مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جد بہ السیر"

فرماتے ہیں کہ ہم مکہ معظمہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ
…جب رات ہوئی تو آپ چلتے رہے یہاں تک کہ شام ہوگئی ہم سمجھے کہ حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز بھول گئے ہم نے کہا کہ نماز پڑھ لیجئے مگر آپ چلتے
رہے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے قریب ہوگئی تو اتر کر نماز مغرب پڑھی پھر
شفق غائب ہوگئی تو نماز عشاء پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ
حضور کے ساتھ بھی یہ ایسا ہی کرتے تھے جب سفر میں جلدی ہوتی۔ اس قسم کی
بے شمار حدیثیں ہیں جن میں صراحۃً ارشاد ہوا ہے کہ سفر میں ظہر و عصر یا مغرب و عشاء
صرف صورۃً جمع کی جائیں گی کہ مغرب اپنے آخر وقت میں پڑھی جائے عشاء اپنے
اول وقت میں نہ کہ ظہر عصر کے وقت پڑھی جائے۔ مغرب عشاء کے وقت میں۔
…ان احادیث کی تفصیل دیکھنی ہو تو طحاوی شریف و صحیح بخاری وغیرہ کا مطالعہ فرماؤ

ہم نے صرف تین حدیثوں پر اکتفا کی ہے ان حدیثوں کی توجیہ بالکل درست
تائید قرآن کریم بھی کر رہا ہے اور دیگر احادیث بھی وہابیوں کی توجیہ تھی
قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور احادیث کے بھی۔ اب وہابیہ ترجمہ ...
وجہ سے سفر میں جمع حقیقی مانتے ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث
سے بحالت اقامت سات بلکہ آٹھ نمازیں ایک دم پڑھ لیا کرو یہ حدیث ہم ...
میں بیان کر چکے ہیں جب تم اس حدیث میں جمع صوری مراد لیتے ہو تو یہاں ...
کیوں مراد لیتے ہو؟ کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے بعض کا انکار۔ غیر مقلد کا
پہلا اعتراض۔

اولاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والے اس کے
شاگرد ہیں

1) اسلم مولیٰ عمر (بخاری ج ۱ ص ...)
2) عبداللہ بن دینار (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)
3) اسماعیل بن ذویب (نسائی ج ۱ ص ۹۹) ومسند حمیدی (ج ۲ ص ۲۹۹) وابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۲)
4) آپ کے بیٹے نافع مسلم (ج ۱ ص ۲۴۵)
5) اور آپ کے بیٹے سالم ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱

امام نافع کی روایت میں اضطراب ہے جبکہ بقایا چار شاگردوں نے متفق ہو کر
بعد غروب الشفق کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ (... ص ۵۵۵)
وہابی صاحب نے بلا تحقیق حصر کا دعویٰ کر دیا۔

الجواب اولاً غیر مقلد کا یہ حصر بھی بلا تحقیق ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کرنے والے اس کے پانچ شاگرد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیر بحث روایت کرنے والے چھ (۶) اشخاص ہیں

ہیں جن کا ذکر وہابی صاحب نے کیا اور چھٹے امام عبداللہ بن واقد ہیں۔ (ابوداؤد
ج ۱ باب الجمع بین الصلاتین، الدارقطنی ج ۱ باب الجمع بین الصلاتین فی السفر)
... کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کا ذکر علامہ ... کمال
... الحقی میں ان الفاظ سے کیا

"قلت ورواہ عن ابن عمر عنہ ... " (... ج ۳ ص ۷۱)

ثانیاً غیر مقلد صاحب نے امام عبداللہ بن واقد کو اس لئے حضرت ابن عمر
رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں شمار نہیں کیا کہ جس روایت میں مغرب کو اپنے آخر
وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے اس میں امام عبد
اللہ بن واقد حضرت نافع کے متابع ثابت ہوتے ہیں اور یہ بات غیر مقلد صاحب
کے مذہب کے خلاف تھی لہٰذا اس کا ذکر نہ کرنے میں ہی اپنی بہتری جانی۔ حضرت
نافع اور حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ سے زیر بحث حدیث اس سند متصل سے
مروی ہے

حدثنا محمد بن عبيد المحاربي نا محمد بن فضيل عن ابيه
عن نافع وعبد الله بن واقد ان مؤذن ابن عمر قال الصلوة قال
سر حتى اذا كان قبل غيوب الشفق نزل فصلى المغرب ثم
انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع مثل الذي صنعت
فسار في ذلك اليوم والليلة مسيرة ثلاث قال ابو داود رواه
ابن جابر عن نافع نحو هذا باسناده"

(ابوداؤد ج ۱ باب الجمع بین الصلاتین، الدارقطنی ج ۱ باب الجمع بین الصلاتین فی السفر)

لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ یعنی محمد بن فضیل نے اپنے باپ فضیل بن غزوان سے
روایت کی اس نے نافع اور عبداللہ بن واقد سے ان دونوں نے بیان کیا کہ موذن

نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز کا کہا مگر انہوں نے سفر جاری رکھا حتی کہ نو
سے پہلے اترے تو نماز مغرب ادا کی پھر انتظار میں رہے جب شفق غروب ہو
کو پڑھ کر فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو آپ بھی
کرتے جیسے میں نے کیا پھر اس دن اور رات میں تین منزل تک چلتے رہے
ابو داؤد نے کہا کہ اسے ابن جابر نے بھی حضرت نافع سے اسی سند سے اس
روایت کیا اس سے معلوم ہوا کہ فضیل بن غزوان کا متابع اس روایت میں ابن
بھی ہے اور اس روایت کے متعلق علامہ نیموی فرماتے ہیں۔

"رواہ ابو داؤد و الدار قطنی و اسنادہ صحیح"۔ (آثار السنن ص ۲۸۵)

اسے ابو داؤد اور دار قطنی نے روایت کیا اور سند اس حدیث کی صحیح ہے۔

ثالثاً غیر مقلد صاحب کا یہ کہنا کہ امام نافع کی روایت میں اضطراب ہے
بقایا چار شاگردوں نے متفق ہو کر بعد غروب الشفق کے الفاظ روایت کئے ہیں
مقلد کا حافظہ خراب ہے۔ غیر مقلد صاحب کا حافظہ اس قدر خراب ہے کہ اس
گلے اعتراض کے تحت لکھ رہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے چار شا
امام اسلم مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام عبد اللہ بن دینار اور امام اسماعیل بن
اسماعیل بن عبد الرحمن بن ذویب ... سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۶ ...
سالم متفق ہو کر حتی غاب الشفق بیان کرتے ہیں۔ ... اپنے
غروب الشفق پر متفق کہہ رہا اور "حتی غاب الشفق" پر) حسب کہ حقیقت یہ ہے کہ
چاروں حضرات بھی اس جگہ کسی ایک لفظ پر متفق نہیں بلکہ روایت میں اضطراب ہے
چنانچہ حضرت سالم سے بخاری ج ۱ ص ۱۴۹ پر یہ الفاظ منقول ہیں کہ

"ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ"

"یعنی مغرب کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے یہاں تک کہ عشاء کی تکبیر ہوئی تو

دو رکعت عشاء ادا کی"۔

وہی لفظ حدیث مرفوع کے حضرت سالم نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی
اللہ عنہ سے روایت کیے ہیں۔ اور حضرت سالم سے

"بَعْدَ أَنْ غَابَ الشَّفَقُ"۔

کے الفاظ بھی آئے ہیں (الدار قطنی ج ۱ باب الجمع بین الصلاتین فی السفر ... باب
الجمع بین الصلاتین فی السفر)

اور حضرت عبد اللہ بن دینار کی روایت کے الفاظ

"حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ وَتَصَوَّبَتِ النُّجُومُ"۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)

اور اسماعیل بن عبد الرحمن بن ذویب سے متعدد جگہ مختلف الفاظ منقول ہیں

"بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ"۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)

"فَلَمَّا ذَهَبَ بَيَاضُ الْأُفُقِ وَفَحْمَةُ الْعِشَاءِ"۔ (سنن الکبریٰ ج ۳ ص ۱۶۱)

"حَتَّى ذَهَبَتْ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ وَرَأَيْنَا بَيَاضَ الْأُفُقِ"۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

اور حضرت اسلم مولیٰ عمر سے یہ الفاظ مروی ہیں

"حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ"۔ (بخاری ج ۱ باب السرعۃ فی السیر)

ان روایتوں میں سے ہر ایک کے الفاظ بغور دیکھ لیں مختلف ہیں۔

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

ثانیاً امام نافع سے روایت کرنے والے جلیل القدر امام عبید اللہ بن عمر جو کہ
فقہاء سبعہ مدینہ میں شمار ہوتے ہیں نے

"بعد غروب الشفق"

کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۴۵)

دوسرے راوی حضرت نافع سے روایت کرنے والے امام ایوب بن ابی تمیمہ
ہیں جس کے حق میں حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے

"ثقة ثبت حجة من كبار الفقهاء"۔

انہوں نے بھی

"فسار حتى غاب الشفق ثم نزل فجمع بينهما"۔

کے الفاظ روایت کئے ہیں (ابو داؤد ج ا ص ۱۷۱)

تیسرے راوی (حضرت نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے) امام عمر بن محمد بن زید (جو کہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں جن کے حق میں حافظ ابن حجر نے ثقہ کا لفظ لکھ رکھا ہے) ہیں۔ انہوں نے بھی

"بعد ما غاب الشفق"۔

کے الفاظ روایت کئے ہیں (ابو داؤد ج ا ص ۱۷۱)

چوتھے راوی امام موسیٰ بن عقبہ ہیں جو کہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں جن کے حق میں حافظ ابن حجر نے

"ثقة فقيه امام المغازي"۔

کے الفاظ لکھے ہیں اور پانچویں راوی یحییٰ بن سعید ہیں یہ بھی ثقہ اور بخاری و مسلم کے راوی ہیں ان دونوں حضرات نے ذکر کیا ہے کہ ربع اللیل کے الفاظ بیان کئے ہیں (دار قطنی ج ا ص ۳۹۳) یعنی جب رات کا ایک چوتھائی حصہ گزر گیا تو تب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اترے اور نمازوں کو جمع کیا۔

ان کے بالمقابل حضرت نافع سے روایت کرنے والے لیث بن سعد، فضیل بن غزوان، ابن جابر، عبداللہ بن علاء، عطاف بن خالد اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے حتیٰ کاد غروب الشفق یا اس کے ہم معنی الفاظ بیان کئے ہیں اب ترتیب وار ان کی کیفیت سنتے جائیے۔ اور پہلی روایت بطریق لیث میں عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہیں (طحاوی ج ا ص ۱۱۲) اور یہ مختلف فیہ ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

"كثير الغلط ثبت في كتابه وكانت فيه غفلة"۔ (تقریب ص ۱۳۲)

یعنی سچا تو ہے مگر کثرت سے غلطیاں کرتا ہے اپنی کتاب میں ثبت ہے مگر اس میں بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں امام نسائی نے انہیں لیس بثقة کہا ہے۔

امام احمد نے اسے لیس بشیء (یعنی محض) قرار دیا ہے۔

امام علی بن مدینی نے

"ضربت على حديثه وما اروى عنه"۔

یعنی میں نے اس کی حدیث قلم زد کر دی ہے اور اس سے روایت نقل کروں گا۔

امام صالح فرماتے ہیں

"يكذب في حديثه"۔

کہ وہ حدیث میں جھوٹا ہے

امام احمد بن صالح کا کہنا ہے کہ

"متهم ليس بشيء"۔

یعنی وہ متہم بالکذب ہے اور محض ہیچ تہذیب التہذیب

ج۵ ص ۲۵۸ میزان ج ۲ ص ۳۳۰)

علامہ ماردینی حنفی نے اس پر جرح کی ہے (الجوہر النقی ج ا ص ۱۶۹)۔ ثانیاً امام اللیث کی روایت کو امام ابو داؤد نے ابن وہب کے طریق سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ ہیں کہ

"فسار حتى غاب الشفق وتصوبت النجوم ثم انه نزل فصلى الصلوتين"۔ (ابو داؤد ج ا ص ۱۷۱)

یعنی آپ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی اور ستارے نمایاں ہو گئے تو پھر آپ اترے اور دونوں نمازیں پڑھیں (ملتقی) اس سے واضح ہو کہ طحاوی کی روایت ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح کے مخالف بھی ہے دوسری روایت جو کہ فضیل بن

غزوان کے طریق سے مروی ہے اس کی سند میں محمد بن عبید المحاربی ہے (ص ۳۱۰) جو کہ صدوق قسم کا راوی ہے۔ تیسری روایت جو کہ ابن جابر عبدالرحمن سے مروی ہے (ابوداؤد ج۱ ص، اسماء الرجال ج۱ ص ۱۱۲) یہ شخص بھی ثقہ اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ چوتھی روایت جو عبیداللہ بن علاء سے مروی ہے (ابوداؤد ج۱ ص ۱۰۱) یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ پانچویں روایت جو کہ عطاف بن خالد سے مروی ہے یہ راوی صدوق قسم کا راوی ہے۔ چھٹی روایت جو کہ اسامہ بن زید سے مروی ہے تو یہ ضعیف جیسا کہ ابن حجر نے ... اسامہ بن زید اللیثی ہے تو تب بھی حجت نہیں کیونکہ یہ اپنی روایات میں منکر روایت بیان کرتے ہیں

خلاصہ کلام یہ کہ امام نافع سے روایت کرنے والے حفاظ شاگردوں نے غاب الشفق کے الفاظ ہی روایت کئے ہیں بات کو آسان کرنے کے لئے ہم یہاں مکرر جدول کی صورت میں تقابل رجال پیش کرتے ہیں۔

امام نافع کی روایت میں تقابل رجال

حتی غاب الشفق روایت کرنے والے	حتی کان الشفق روایت کرنے والے
۱) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری المدنی ابو عثمان ثقة ثبت قدمه احمد بن صالح علی مالک فی نافع وقدمه ابن معین فی القاسم عن عائشة علی الزهری عن عروة عنها من الخامسة .	۱) الفضیل بن غزوان بن جریر الضبی مولاهم ابو الفضل الکوفی ثقة من کبار السابعة .
۲) ایوب بن ابی تمیمة ابوبکر السختیانی البصری ثقة ثبت حجة من کبار الفقهاء العباد من الخامسة	۲) عبد الرحمن بن یزید بن جابر الازدی ابو عتبة الشامی الدارانی ثقة من السابعة
۳) عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب المدنی نزیل عسقلان ثقة من السادسة	۳) عبید اللہ بن العلاء ثقة من السابعة
۴) موسی بن عقبة بن ابی عیاش الاسدی مولی آل الزبیر ثقة فقیه امام فی المغازی من الخامسة ۔	۴) عطاف بن خالد بن عبد اللہ بن العاص المخزومی ابو صفوان المدنی صدوق یهم من السابعة ۔
۵) یحیی بن سعید بن قیس الانصاری المدنی ابو سعید القاضی ثقة ثبت من الخامسة	۵) اسامة بن زید بن اسلم العدوی مولاهم المدنی ضعیف من قبل حفظه

قارئین کرام

یہ تقابل رجال مکرر ملاحظہ کیجئے جسے ہم نے حافظ ابن حجر کی تالیف تقریب التہذیب سے پیش کیا ہے کہ حتی غاب الشفق روایت کرنے والے امام نافع کے حفاظ شاگرد ہیں جبکہ حتی کان الشفق بیان کرنے والوں میں سے کوئی بھی عبیداللہ اور ایوب کے پائے کا راوی نہیں ہے۔ ہماری ان گزارشات سے تین باتیں کھل کے سامنے آتی ہیں۔

اولاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے چار شاگرد امام اسلم مولی ابن عمر اور امام عبداللہ بن دینار اور امام اسماعیل بن ذویب اور امام سالم متفق ہو کر حتی غاب الشفق بیان کرتے ہیں۔

ثانیاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والے امام نافع کے شاگرد بھی حتی غاب الشفق کے الفاظ بیان کرتے ہیں اور امام بیہقی کا کہنا ہے کہ یہی درست ہونے میں اولی ہے (السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۳۷۰ ج ۳)

ثالثاً۔ امام نافع کے جن شاگردوں نے حتی کاد ان یغیب الشفق کے الفاظ بیان کئے ہیں انہوں نے اپنے سے اوثق رجال کی مخالفت کی ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب ثقہ راوی اپنے سے اوثق کی مخالفت کرے تو اس کی روایت شاذ ہوتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ نافع کی روایت شاذ ہے (جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے) اور صحیحین کی روایت کے مخالف و معارض بھی لہذا مردود ہے

نماز جنازہ میں اخفی صفحہ ۵۵ تا ۵۹۔

الجواب (۱) وہابی ورد کی پر جرح نظر آئی تو توثیق نظر نہ آئی۔ غیر مقلد کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں محدث نے عبداللہ بن صالح کاتب اللیث پر جرح کی ہے تقیہ کہنا ہے۔ عبداللہ بن صالح کاتب لیث کی توثیق کرنے والے بھی موجود ہیں مگر غیر مقلد صاحب کو ان پر جرح نظر آئی توثیق نظر نہ آئی

"شیخ الاسلام الحافظ الامام ابی محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر التمیمی الحنظلی الرازی المتوفی ۳۲۷ھ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

عبداللہ بن صالح کاتب اللیث مصری روی عن موسی بن علی ومعاویۃ بن صالح واللیث بن سعد ویحیی بن ایوب وبکر بن مضر والمفضل بن فضالۃ وحرملۃ بن عمران والباث بن دربن، روی عنہ اللیث بن سعد وعبداللہ بن وہب ورحیم والربیع بن سلیمان ومحمد بن یحیی النیسابوری واحمد بن الفرات ابو مسعود الرازی، نا عبد الرحمن سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَيَقُوْلُ كَتَبْنَا عَنْهُ نا عبد الرحمن قال سمعت

ابي يقول سَمِعْتُ عبدالملك بن شعيب ابن الليث يقول ابو صالح كاتب الليث ثقة مأمون قد سمع عن جدي حديثه وكان يحدث بحضرة ابي وابي يحضه على التحديث"۔

کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۸۶

"عبداللہ بن صالح ابو صالح کاتب لیث مصری ہیں۔ انہوں نے روایت کی موسیٰ بن علی اور معاویہ بن صالح اور اللیث بن سعد اور یحیی بن ایوب اور بکر ابن مضر اور المفضل بن فضالہ اور حرملہ بن عمران اور تباث بن دربن۔

سے اور ان سے روایت کی

اللیث بن سعد اور عبداللہ بن وہب اور رحیم اور ربیع بن سلیمان اور محمد بن یحیی نیشاپوری اور احمد بن فرات ابو مسعود رازی نے عبدالرحمن نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے کہ ہم نے ان سے (احادیث) لکھی ہیں عبدالرحمن نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ عبدالملک بن شعیب کو ابن اللیث کو فرماتے سنا کہ ابو صالح کاتب لیث ثقہ مامون ہے تحقیق اس نے میرے دادا سے حدیث سماعت کی اور وہ میرے باپ کے سامنے حدیث بیان کرتے اور میرا باپ انہیں حدیث بیان کرنے پر رغبت دلاتا۔ اسی کے اسی صفحہ پر ہے کہ عبدالرحمن نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کہتے ہیں کہ ابوالاسود نضر بن عبدالجبار اور سعید بن عفیر کو عبداللہ بن صالح کاتب اللیث کی خوبیاں بیان کرتے سنا۔

الکامل ابن عدی کے حاشیہ پر ہے۔

"ابو صالح المصری کاتب اللیث وثقہ ابن معین وکان ابو زرعۃ حسن الحدیث"۔

"یعنی ابوصالح کاتب لیث کو امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور امام ابوزرعہ نے فرمایا کہ ان کی حدیث حسن ہے"۔

ثانیاً: یہ بحث روایت کے ایک راوی اسامہ بن زید اللیثی کو بھی غیر مقلد صاحب نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اب اس کے متعلق محدثین کرام کے اقوال ملاحظہ کریں۔ غیر مقلد صاحب نے بے علم ہونے کے باوجود کہ کونسا اسامہ بن زید زیر بحث راوی ہے اپنی عادت پوری کی کہ زیر بحث روایت میں جو بھی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہے خواہ وہ عدوی ہے یا لیثی ضعیف المجروح ہے حالانکہ ان دونوں کی توثیق وتعدیل میں محدثین کے ارشادات موجود ہیں۔ (راوی پر ضعف کے الزام کا رد) چنانچہ الامام الحافظ ابومحمد عبد اللہ بن عدی جرجانی لکھتے ہیں

سَمِعْتُ ابَا يَعْلَى يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ ثِقَةٌ صَحِيْحٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ اَحْمَدَ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ ثِقَةٌ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيْدٍ سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال"۔

(ج ۱ ص ۳۰۵)

میں نے ابویعلیٰ سے سنا اس نے کہا کہ میں نے امام یحییٰ بن معین کو فرماتے سنا کہ اسامہ بن زید اللیثی ثقہ صحیح ہیں۔

ہمیں علی بن احمد سلیمان نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں احمد بن سعد بن مریم نے بیان کیا کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا اسامہ بن زید اللیثی ثقہ راوی ہیں ہمیں محمد بن علی المروزی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عثمان بن سعید نے بیان کیا کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے حضرت اسامہ بن زید اللیثی کے متعلق پوچھا فرمایا اس کی

روایت میں کوئی حرج نہیں۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وَقَالَ اَبُوْ يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ عَنْهُ ثِقَةٌ صَالِحٌ وَقَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِيُّ عَنْهُ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ وَقَالَ الدَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْهُ ثِقَةٌ زَادَ غَيْرُهُ حُجَّةٌ"۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۹)

یعنی ابویعلیٰ الموصلی نے (امام ابن معین) سے نقل کیا کہ (حضرت اسامہ بن زید اللیثی) ثقہ صالح راوی ہیں اور امام دارمی نے انہی سے بیان کیا کہ اس کی روایات میں کوئی حرج نہیں اور امام الدوری وغیرہ نے ان سے ثقہ روایت کیا جبکہ ان سے علاوہ نے یہ زیادہ کیا کہ حجت ہیں۔ اس سے کچھ آگے اس کے اسی صفحہ پر ہے کہ

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَدَنِيٌّ مَشْهُوْرٌ وَقَالَ الْعِجْلِيُّ ثِقَةٌ

امام ابن نمیر نے کہا کہ وہ مشہور راوی ہے اور امام عجلی نے فرمایا کہ ثقہ ہے اس کے آگے صفحہ پر ہے

رَوَى لَهُ مُسْلِمٌ وَاسْتَشْهَدَ بِكَثْرَةٍ وَرَوَيْنَا لَهُ عَلَى اَنَّهُ عِنْدَهُ صَحِيْحُ الْكِتَابِ عَلَى اَنَّ اَكْثَرَ تِلْكَ الْاَحَادِيْثِ مُسْتَشْهَدٌ بِهَا اَوْ مَقْرُوْنٌ فِي الْاِسْنَادِ

اس سے امام مسلم نے روایت کی اور اس کی روایت پر بکثرت شواہد مروی ہیں کہ ان کے پاس صحیح کتاب تھی اور اس پر بھی کہ ان احادیث پر شواہد موجود ہیں یا سندیں مقرون ہیں اور تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں الحافظ کمال لکھتے فرماتے ہیں

"اِسْتَشْهَدَ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيْحِ وَرَوَى لَهُ فِي الصَّحِيْحَةِ" ج ۲ ص ۳۵۰

امام بخاری نے اسے قبول کیا اور اس کی روایت صحیح میں نقل کی محدثین کرام کی اسامہ بن زید اللیثی کی توثیق پر مذکورہ شہادت کے علاوہ یہ بھی معلوم ہو کہ تحقیق

(بخاری و مسلم) نے ان کی روایت کو قبول کیا اور صحیحین میں روایت کیا
دو رنگی چال) جبکہ وہابی صاحب کو اقرار ہے کہ اس پر (اجماع امت ہے کہ
تمام روایات صحیح ہیں) تمام نہ دو دین الحق ۵۲۵ جبکہ وہابی صاحب دوسری طرف
کہتے ہیں کہ ضعیف راوی کی روایت کسی امام و محدث کے قبول کرنے سے [illegible]
ہوتی تو بخاری کی تمام روایات تبھی صحیح ہوں گی جب کہ حضرت اسامہ بن زید
روایت کو بھی صحیح مانا جائے کیونکہ یہ تمام سے اطلاق سے خارج نہیں اب [illegible]
زید بن اسلم القرشی عدوی کے متعلق محدثین کرام کی رائے دیکھیں۔

حدثنا علي بن احمد المصري حدثنا احمد بن سعد بن ابي مريم سمعت يحيى بن معين يقول اسامة بن زيد بن اسلم ضعيف يكتب حديثه

الكامل في ضعفاء الرجال (ج۱ ص۳۹۹) احمد بن سعد بن ابی مریم نے بیان کیا کہ میں نے ابن معین سے سنا کہ اسامہ بن زید بن اسلم ضعیف مگر ان کی حدیث لکھی جائے گی اس کے اسی صفحہ پر ہے

حدثنا الحميدي حدثنا البخاري قال ضعف علي عبد الرحمن بن زيد بن اسلم واما اخواه اسامة وعبد الله فذكر عنهما صحة .

امام بخاری نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو ضعیف کہا بہر حال اس کے دو بھائیوں اسامہ بن زید بن اسلم اور عبداللہ کی صحت بیان کی

اسی کے آگے صفحہ پر ہے

قال الشيخ ولم اجد لاسامة بن زيد حديثا منكرا جدا لا اسنادا ولا متنا وارجو انه صالح

شیخ نے فرمایا کہ میں نے اسامہ بن زید کی کوئی حدیث منکر نہ پائی نہ سند اور نہ

احتمال اور بعید ہے کہ وہ حدیث میں صلاحیت [illegible] سے ہیں واضح رہے کہ اس بیان کا یہ
مقصد ہرگز نہیں کہ حضرت اسامہ بن زید اللیثی یا حضرت اسامہ بن زید بن اسلم قرشی
عدوی پر کسی محدث نے جرح نہیں کی مقصد یہ ہے کہ غیر مقلد صاحب نے جیسے ان
حضرات کی جرح پر صرف نقل کردیں مگر ساتھ ہی محدثین کرام کے وہ اقوال جن میں
ان کی تعدیل و توثیق ثابت ہے چھوڑ دیے اب سوال یہ ہے کہ [illegible] راوی
مختلف فیہ ہوتے تو مختلف فیہ کا حکم کیا ہے؟ تو اس کا جواب ائمہ محدثین کا وہ قاعدہ ہے
جس میں ہے کہ مختلف فیہ راوی کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی اس پر محدثین
کرام کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ مختلف فیہ راوی کی روایت کا حکم محدثین کے نزدیک
(اول) امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ
فرماتے ہیں

فكون رواة اسناد الحديث ثقات وفيهم من اختلف
فاسناده حسن او مستقيم ولا باس به

پس میں کہتا ہوں کہ جب سند حدیث میں ثقہ راوی ہوں اور ایسے راوی ہوں
جن کی توثیق و تضعیف میں اختلاف ہو تو ایسے راویوں کی روایت کی سند درجہ حسن یا
مستقیم یا اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا الترغیب والترہیب من الحدیث
الشریف للمنذری ج ۱ ص [illegible] مقدمة المؤلف طبع دار احیاء التراث
العربی بیروت لبنان۔

(دوم) امام ابن دقیق العید کا فرمان ایک حدیث پاک کے متعلق۔

"ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح الاذنين مع الراس
وقال الاذنان من الراس"

کے بارے امام زیلعی حنفی امام ابن دقیق العید کا فرمان پیش کرتے
ہیں۔

"قال ابن دقيق العيد في الإمام وهذا حديث معلول بوجهين أحدهما الكلام في شهر بن حوشب والثاني الشك في رفعه ولكن الشهر وثقه أحمد ويحيى وأخرج له البخاري وهو ممن قد لين فقال ابن عدي أرجو أنه لا بأس به وقال ابن معين ليس بالقوي فالحديث عندنا حسن"

امام ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الامام میں فرمایا کہ یہ حدیث دو وجہ سے معلول ہے ایک وجہ یہ کہ اس کے راوی شہر بن حوشب میں کلام ہے دوسری وجہ کہ حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے لیکن شہر بن حوشب کو امام احمد بن حنبل، امام یحیی، امام عجلی، امام یعقوب بن شیبہ اور امام [illegible] بن ربیع نے ثقہ کہا ہے اور امام بخاری نے بخاری شریف میں شہر بن حوشب کی روایت نقل کی ہے مگر یہ راوی کمزور بھی ہے امام ابن عدی نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اس راوی سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں امام ابن معین نے فرمایا کہ اس راوی میں ضعف ہے تو ہمارے نزدیک حدیث حسن درجے کی ہے۔

نصب الرایہ للزیلعی (ج ۱ ص ۱۸)۔

(سوم) امام ترمذی کا فرمان۔ امام زیلعی لکھتے ہیں

"قلت وقد صحح الترمذي في كتابه حديث شهر بن حوشب عن أم سلمة أن النبي صلى الله عليه وسلم لف على الحسن والحسين وعلي وفاطمة كساءه وقال هؤلاء أهل بيتي ثم قال هذا حديث حسن صحيح"

میں (امام زیلعی) کہتا ہوں کہ امام ترمذی نے شہر بن حوشب کی حضرت ام سلمہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حسین اور حضرت علی و فاطمہ کو اپنی چادر مبارک میں لے لیا اور فرمایا یہ میرے اہل

بیت ہیں امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۹۰)

ثالثاً جس روایت میں جمع صوری یعنی مغرب کو اس کے آخر وقت اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھنا ثابت ہے متعدد طرق مل کر روایت کو قوی بنا دیتے ہیں یہ طرق کثیرہ سے آئی ہے اگر یہ سب ضعیف بھی ہوں تو پھر بھی مل کر ایک دوسرے کو قوی و قابل حجت بنا دیتے ہیں جبکہ صورت یہ ہے کہ خود غیر مقلد صاحب نے اس روایت کے طرق شمار کیے ہیں۔ جن میں صرف دو طرق کے ضعف [illegible] اعتراض کیا ہے جبکہ چار طرق کے راویوں کی توثیق کا اقرار کیا ہے تو پھر یہ روایت صحیح کیوں نہیں؟ اور اس کے موافق کی روایت پر شواہد موجود ہے جو اسے قوی بناتا ہے اور بعض دیگر احادیث روایت پر شواہد موجود ہیں جو اس میں مزید قوت کا سبب ہیں چنانچہ الحافظ نور الدين الهيثمي رحمة الله عليه یوں کرتے ہیں

"حدثنا محمد بن عبد الله بن عبد السلام البيروتي حدثنا محمد بن غالب [illegible] حفص بن [illegible] إسماعيل عن معاذ بن جبل قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في غزوة تبوك فجعل يجمع بين الظهر والعصر يصلي الظهر في آخر وقتها ويصلي العصر في أول وقتها ثم يسير ويصلي المغرب في آخر وقتها ثم يغيب الشفق ويصلي العشاء في أول وقتها حين يغيب الشفق الحديث"

(مجمع الزوائد [illegible] ج [illegible] ص [illegible])

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کو نکلے تو آپ ظہر و عصر کو اس طرح جمع فرمانے لگے کہ ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پھر آپ چلتے

رہے اور مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھا جب کہ شفق غائب ہونے لگی اور عشاء کو اس کے اول وقت میں ادا کیا۔ جب شفق غروب ہوگئی (علامہ طبرانی اور اس کا جواب) اس جگہ علامہ الہیثمی نے امام طبرانی کا کلام طبرانی مذکورہ روایت کے متعلق یوں نقل کیا ہے

"لم یروہ عن ابن ثوبان إلا عصم تفرد به محمد بن غالب"
یعنی اس روایت کو ابن ثوبان سے عصم کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا محمد بن غالب نے تفرد کیا ہے اس کے ذیل میں اس کے محشی اس کے متعلق لکھتے ہیں

قلت قد ذکرہ ابن حبان فی الثقات کما تقدم واسنادہ حسن إن شاء الله

میں کہتا ہوں کہ اس عاصم عصم کا شمار ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے ان شاء اللہ (اس روایت) کی سند حسن ہے۔ اور حدیث حسن قابل حجت ہوتی ہے کہ محمد بن غالب راوی کا شمار بھی ابن حبان نے ثقات میں کیا ہے دوسرے نے مجمع الزوائد میں ایک روایت اس طرح بیان کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے عمل سے جمع صوری کا ثبوت

"وعن انس انه كان اذا اراد ان يجمع بين الصلاتين فى السفر أخر الظهر الى آخر وقتها وصلاها وصلى العصر فى اول وقتها ويصلى المغرب فى آخر وقتها ويصلى العشاء فى اول وقتها ويقول هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الصلاتين فى السفر" (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب وہ سفر میں دو نمازیں جمع کرنے کا ارادہ کرتے تو ظہر کو مؤخر کر کے اس کے آخر وقت میں پڑھتے

اور عصر کو اس کے اول وقت میں ادا کرتے اور مغرب اس کے آخر وقت پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر میں اسی طریقہ سے دو نمازیں جمع فرماتے تھے۔ اب اس سے جمع صوری ثابت ہوئی۔

حاد بحث میں موافقت

رہا سوال کہ جن روایتوں میں نماز مغرب کو غروب شفق کے بعد پڑھنا معلوم ہوتا ہے ان میں اور ان میں کیا مطابقت ہے تو عرض کرتا ہوں کہ جن روایتوں میں مغرب غروب شفق کے بعد پڑھنا معلوم ہوتا ہے ان سے مراد شفق احمر ہے نہ کہ شفق بیاض چنانچہ علامہ نیموی فرماتے ہیں۔

قلت قوله بعد ان يغيب الشفق اراد به غياب الشفق الاحمر وهو وقت المغرب الى الشفق الابيض على قول ابى حنيفة۔
(التعليق الحسن على آثار السنن ص ۲۱۹)

میں کہتا ہوں کہ بعد غروب شفق کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد شفق احمر ہے اور وہ مغرب کا ہی وقت ہے شفق ابیض غروب تک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر غیر مقلد امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لطیفہ اول:

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ

ان حديث ايوب الذى قال فيه فسار حتى غاب الشفق ثم نزل كل اصحاب نافع لم يذكروا ذلك لا عبيد الله عنه ولا مالك ولا الليث ولا من روينا حديث ابن عمر فى هذا الباب۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۲)

یعنی ایوب کی روایت میں جو الفاظ آئے ہیں کہ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی تو پھر اترے امام نافع کے تمام شاگرد یہ الفاظ بیان نہیں کرتے مثلاً عبیداللہ، امام مالک، امام لیث اور نہ ہی کسی اور روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں جو اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما مروی ہیں (انتہی)

اولاً: امام طحاوی جو کہ بلاشبہ ایک بلند پایہ محدث ہیں مگر ان کے تعصب کی داد دیجئے کہ عبیداللہ بن عمر کی روایت تو صحیح مسلم میں مروی ہے بلکہ مذکورہ عبارت سے قبل خود امام طحاوی نے امام عبیداللہ کی روایت نقل کی ہے جس میں بعد ما یغیب الشفق کے الفاظ مروی نہیں اور امام لیث بن سعد کی روایت سنن ابو داؤد میں مروی ہے اور امام مالک کی روایت میں مختصر ہے اور عدم ذکر سے عدم شی لازم نہیں آتی۔ ([illegible])

غیر مقلد کا مدعا اعتراض

جواب: اصل میں وہابی صاحب امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ تقریر سمجھ نہیں سکے الٹا اپنے پر قیاس کرتے ہوئے انہیں متعصب کہہ دیا وہابی صاحب امام طحاوی کا مقصد یہ نہیں کہ

بَعْدَ مَا يَغِيبُ الشَّفَقُ

کے الفاظ ایوب کے سوا امام نافع کے کسی شاگرد سے منقول نہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ہے کہ ایوب کی روایت میں جو آیا ہے کہ

حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا

یہ الفاظ ایوب کے سوا امام نافع سے کسی اور نے بیان نہیں کئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شفق غروب کے بعد مغرب و عشاء کو جمع فرمایا۔ جبکہ عبیداللہ کی امام نافع سے روایت میں ہے

فَجَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ مَا يَغِيبُ الشَّفَقُ

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب و عشاء کو غروب شفق کے بعد جمع فرمایا۔ اس میں یہ ممکن ہے کہ آپ نے مغرب غروب شفق سے قبل اپنے وقت میں ادا فرمائی اور بعد غروب شفق عشاء کو اپنے وقت میں پڑھ کر دونوں کو جمع فرمایا کیونکہ لفظ جمع کا اطلاق تب درست ہے جب کہ دوسری نماز ساتھ ملائی جائے نہ کہ جب پہلی شروع کی جائے اس سے معلوم ہوا کہ ایوب اور عبیداللہ کی روایتوں کا مفہوم مذکورہ اعتبار سے مختلف ہے مگر وہابی صاحب کم عقلی سے یہ بات نہیں سمجھ لہذا خوامخواہ امام طحاوی پر اعتراض کر دیا جو کہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ غیر مقلد لطیفہ ثانیہ کا عنوان دے کر امام اہلسنت مجدد دین و ملت حامی السنۃ قاطع البدعۃ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یوں زبان درازی کرتا ہے۔ دشمن توحید و سنت مجدد بدعات ملا بریلوی میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت بدتہذیبی سے ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب ان میں کوئی بھی درجہ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ولکن الوهابية قوم يجهلون۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۲۸)

ولاً: مگر ملا بریلوی نے کثرت طرق سے ہی فیصلہ کرنا تھا تو پہلے یہ تو غور کیا ہوتا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نافع کے چار حفاظ شاگردوں نے حتی غاب الشفق کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

ثانیاً: ملا جی محض راویوں کو ہی نہیں دیکھا جاتا بلکہ درجہ و مقام کا لحاظ بھی کیا جاتا ہے اور یہاں ثقہ نے اوثق کی مخالفت کی ہے لہذا نافع کی وہ روایت جس میں حتی یغیب الشفق کے الفاظ مروی ہیں۔

اصول حدیث کی رو سے شاذ ٹھہری تو پھر یہ حجت تامہ کیسے ہوئی؟

"ولکنی اراکم قوما تجھلون"۔

(نام نہاد دین الحق ص ۲۲۹/۲۲۸)

وہابی کی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق زبان درازی کا جواب

جواب اولاً طائفہ وہابیہ نجدیہ نے ہمیشہ شخصیات ہی کو مذہب بنا لیا جس سے ان کے مذہبی پیشواؤں کے کرتوتوں اور ان کی کج روی کا پردہ فاش کیا اور ان کے مذہب نامہذب کے نقائص ظاہر کئے یہ فرقہ پرست لوگ جیسے ہی کہ یہ شخص حق وصحیح تو نہیں کہہ رہا۔ اس سے وحشی ہو گئے اور اپنی بد زبانی و بدکلامی کا نشانہ بنا دیا۔ جب امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے طائفہ غیر مقلدہ نجدیہ کے امام میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کے کذب وخیانت اور تحریفات فی الدین اور روایات احادیث پر خیانت کو بے نقاب کیا اور ان کے دعوؤں کو بے بنیاد اور جمع بین الصلاتین فی السفر کے جواز پر دلائل کو بیت عنکبوت ثابت کیا جس سے حقائق پر مطلع ہونا ہو تو فتاوی رضویہ شریف مطبع المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی ج ۲ ص ۲۲۸ تا آخر مضمون مطالعہ کریں انشاء اللہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فاضلانہ و محدثانہ بحث سے حق اظہر من الشمس ہو جائے گا۔ مگر وہابی قوم کو حق تسلیم کرنے کے بجائے اپنے بڑوں کی مذہبی پیشواؤں کی حمایت اور مذہب کی دفاع کی فکر ہوتی ہے اس لئے وہابی جی اپنے بڑے میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کا بدلہ لینے کی خاطر امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو اپنی بد زبانی وبدکلامی کا نشانہ بنا رہا ہے۔

ثانیاً غیر مقلد صاحب یہ دعویٰ اس سے کچھ پہلے اپنی نام نہاد دین الحق کے ص ۷۷۵ پر بھی کر چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے

[وال]ے شاگردوں میں امام نافع کے علاوہ باقی سب شاگردوں سے متفق ہو کر بعد [غروب ش]فق کے لفظ روایت کئے ہیں جب کہ فقیر نے غیر مقلد کے مذکورہ دعویٰ [کو غل]ط ثابت کر دیا ہے کہ یہ جملہ بعد غروب الشفق یا اس کے ہم معنی کسی لفظ پر متفق [نہیں] مگر وہابی کی بد تحقیق اس دعویٰ کو دہرا رہا ہے اب جاء الحق سے غیر مقلدوں کا [اعتراض] نمبر ۳ اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب لکھا جاتا ہے

بخاری شریف میں حضرت انس سے روایت ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں
"قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا ارتحل قبل ان تزيغ الشمس اخر الظهر الى وقت العصر ثم نزل فجمع بينهما"۔
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کرتے پھر دونوں نمازیں جمع فرماتے

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر کے وقت پڑھتے تھے جیسا کہ الی وقت العصر سے ظاہر ہے۔

وہابیوں کا اعتراض اور مفتی صاحب کے جواب

جواب:

آپ نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کے وقت سے پہلے کوچ فرماتے تھے غایت معنیٰ سے خارج ہے یہ کہ داخل عصر تک موخر کرنے کے معنے یہ ہیں کہ عصر کے قریب تک موخر کرتے تھے جیسا کہ اعتراض نمبر کے جواب کی حدیث سے معلوم ہوا۔ لہذا جمع صوری مراد ہے۔ کہ جمع حقیقی۔ اس غیر مقلد کے اعتراض۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جس فعل شنیع کا مفتی صاحب نے ہمیں طعنہ دیا ہے اس کا

خود مرتکب ہو رہے ہیں چنانچہ اس کا معنی کرتے ہوئے حافظ ابن حجر مذکورہ حدیث کے
میں فرماتے ہیں کہ "ای فی وقت العصر" (فتح الباری ج ۲ ص ۴۲۶) یعنی وقت عصر میں
نمازیں جمع کیں۔

ثانیاً اس معنی کی تائید دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی
ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

"أخّر الظهر حتى تدخل أول وقت العصر ثم يجمع
بينهما"۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵

یعنی نماز ظہر کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت آجاتا تو پھر
نمازیں جمع کرتے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں حتیٰ بمعنی الی آیا ہے کیونکہ یہ اس
فعل پر داخل ہے تو حتیٰ انتہاء فعل کے لئے ہوگا کہ جو معمول سے متعلق ہے چنانچہ
میں ہے

"وحتى كذلك في عسى الأفعال فتجيء بتقدير أن يكون
للغاية"۔ (صحیح عبارت ہے۔ قادری)

شرح جامی ص ۳۵۱ مطبوعہ دہلی

چنانچہ حدیث

"أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله" (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷)
میں حتی انتہاء قتال کے لئے ہے نہ کہ انتہاء ناس کے جو مفعول ہے اقاتل کا اسی
طرح آیت قرآنی

"لا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل"۔ پ ۸ ع ۱۱

میں حتی انتہاء ہے لا یدخلون کے نہ کہ انتہاء جنت کے جو مفعول ہے
لا یدخلون کا اسی طرح حدیث میں بھی حتی انتہاء فعل تاخیر کے لئے ہے نہ کہ انتہاء ظہر کے
جو مفعول ہے اخر کا پس معنی اس حدیث کا یہ ہو کہ نماز ظہر میں تاخیر کرتے یہاں تک ۔

کہ عصر کا اول وقت ہوتا تو نمازیں جمع کر کے پڑھتے۔

ہمارے اس معنی کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث بھی کرتی
ہے کہ

"يؤخر الظهر إلى أول وقت العصر فيجمع بينهما ويؤخر
المغرب حتى يجمع بينها وبين العشاء حين يغيب الشفق"۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کو موخر کرتے نماز عصر کے اول وقت تک تو پھر
جمع کرتے اور نماز مغرب کو موخر کرتے اور نماز عشاء سے ملا کر پڑھتے جب شفق
غروب ہو جاتی (انتہی) مگر اب بھی کوئی بریلوی ملا نہیں مانتا تو پھر ہمارے پاس
لاعلاج کا کوئی علاج نہیں ہے بہر حال احقاق حق کے لئے ہم اس جگہ پر بریلوی علماء پر
حجت قائم کرنے کے لئے مولانا عبدالحی لکھنوی کا اعتراف درج کرتے ہیں (جن
کے حق میں ملا بریلی نے خود اپنے فتوی میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا
ان کے حق میں طلب کی ہے، فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۴۸۷ اور رضا خانی مولوی امان اعظمی نے
انہیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر مغفرت کی دعا کی ہے، مقدمہ فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۲۳) چنانچہ آپ
لکھتے ہیں کہ

"هذا هو الجمع الصوري الذي حمل عليه أصحابنا
الأحاديث الواردة في الجمع وقد بسط الطحاوي الكلام فيه
في شرح معاني الآثار لكني لا أدري ماذا يفعل بالروايات
التي وردت صريحا بأن الجمع كان بعد ذهاب الوقت وهي
مروية في صحيح البخاري وسنن أبي داود وصحيح مسلم
وغيرها من الكتب المعتمدة على ما لا يخفى على من نظر
إليها" (التعلیق الممجد ص ۱۲۹)

یہ جمع صوری تھی جیسا کہ ہمارے اصحاب (احناف) نے جمع بین الصلاتین میں وارد احادیث کو محمول (صحیح محمول بے قارئین) کیا ہے جمع صوری پر تفصیل سے کلام یہ ہے طحاوی نے شرح معانی الآثار میں لیکن میں تعجب کرتا ہوں کہ انہوں نے اس روایت کا کیا کیا ہے؟ جن میں صریحاً آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں جمع کیں وقت گزر جانے کے بعد اور یہ احادیث مروی ہیں صحیح مسلم اور ابو داؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں جس نے مطالعہ کیا ہے (مختصر) (... ص ۵۸۲،۵۸۳)

"الجواب بعون اللہ الوھاب وھو الکافی للھدایۃ الی الصراط السوی والصواب"۔

مفتی صاحب کے ایک حدیث کے ترجمہ پر اعتراض کے جواب

اولاً وہابی صاحب نے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ حدیث کو غلط ثابت کرنے کے لئے جو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا جس کا ترجمہ خود وہابی صاحب نے یہ کیا ہے کہ

"وقت عصر میں نمازیں جمع کیں"

یہ مفتی صاحب کے مذکورہ ترجمہ کے خلاف ہرگز نہیں کیونکہ وقت عصر میں نمازیں جمع کیں کے اطلاق سے یہ لازم ہرگز نہیں کہ ظہر کو بھی عصر کے وقت میں پڑھا اس لئے کہ جمع کا اطلاق اس وقت درست ہے جب دوسری نماز کو ساتھ پڑھا جائے جب ایک نماز مثلاً ظہر پڑھی تو جمع بین الصلاتین کا لفظ درست نہیں جب تک کہ ساتھ عصر نہ پڑھی جائے مگر لفظ جمع بین الصلاتین کے اطلاق کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دو نمازیں ایک ہی وقت میں ہوں ہاں یہ ضروری ہے کہ دو نمازیں ساتھ ساتھ ہوں اگرچہ اپنے اپنے وقت میں نیز جمع کا لفظ اس وقت بولا جائے گا جب دوسری ساتھ کی نماز پڑھی جائے اگرچہ پہلی اپنے وقت میں ادا ہو چکی لہٰذا حافظ ابن

حجر کے یہ کہنے سے کہ

"الی وقت العصر"

مراد یہی ہے کہ جمع عصر کے وقت میں کیں جو کہ ظہر کو اپنے آخر وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں تو پھر یہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے خلاف کیونکر ہوا؟

ثانیاً۔ اب کوئی شخص مثلاً نماز ظہر کو اس قدر مؤخر کرتا ہے کہ سلام پھیرتے ہی عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو ہمارے عرف میں بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں نے ظہر کو وقت عصر تک مؤخر کیا اس سے یہ لازم نہیں کہ ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھا اسی طرح حدیث میں مذکور اخر الظھر الی وقت العصر سے بھی یہ لازم نہیں کہ ظہر کو عصر کے وقت میں پڑھا۔

ثالثاً مفتی صاحب نے فرمایا کہ

غایت مغیّا سے خارج ہے نہ کہ داخل۔

اصل مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی غایت (حد انتہاء) کو بیان کرتا ہے اور غایت (حد، انتہاء) مغیّا (منتھی علیہ) یعنی جس تک غایہ کا اختتام ہو اور اس کے بعد مذکور ہوا اس میں داخل نہیں بلکہ خارج ہے اب اس موقع پر یوں سمجھیں کہ وقت ظہر کا آخر حصہ جو وقت عصر کے ابتدا سے متصل ہے غایت ہے وقت ظہر کے اور وقت عصر جو کہ الی کے بعد مذکور ہوا مغیّا ہے تو اہل علم سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہو کہ ظہر کا آخر حصہ (غایت) مغیّا (وقت عصر) میں داخل ہے تو یہی مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

غایت مغیّا میں داخل نہیں جس پر غیر مقلد بلاوجہ اعتراضات کر رہا ہے۔

غایہ مغیّا میں ایک صورت میں داخل ہے اور ایک میں خارج

واضح رہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو قاعدہ ذکر فرمایا کہ غایت مغیّا

سے خارج ہے نہ کہ داخل یہ اس محل کے موافق ومناسب ہے ورنہ یہ قاعدہ
مسلّم ہے کہ اگر غایت مغیا کی جنس سے نہ ہو تو مغیا میں داخل نہیں ہوتا
مثال اس آیت میں ہے۔

"ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ"۔

پھر رات آنے تک روزہ پورا کرو اس میں لیل مغیا ہے جو کہ غایت لغۃً
کی جنس سے نہیں لہٰذا غایہ مغیا میں داخل نہیں سورج غروب ہوتے ہی روزہ پورا ہو
جاتا ہے اور غایت مغیا کی ہم جنس ہو تو مغیا میں داخل ہوتا ہے شرح مائۃ عامل
اس کی مثال یہ آیت ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ"۔ الخ

"یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کا قصد کرو"۔

(یعنی جب وضو نہ ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھوؤ) اس میں
مرافق (کہنیاں) مغیا یعنی ہاتھ کی غایت کی جنس سے ہے یعنی بغلوں تک سب پر
ہاتھ کا اطلاق ہوتا لہٰذا غایت مغیا میں داخل ہے کہ کہنیوں سمیت ہاتھوں کا دھونا فرض
ہے۔

رابعاً زیر بحث حدیث۔

"أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ"۔

میں الی اسم زمان پر داخل ہے اور نحو کا اٹل اصول ہے کہ جب الی اسم زمان پر
آئے تو انتہاء غایت کے بیان کے لئے ہوتا ہے نہ کہ معیت کے لئے اور غایت ظہر کا
آخر حصہ ہے (شرح جامی) میں ہے۔

"وَإِلَى لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ أَيْ لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ فَهِيَ بِهَذَا الْمَعْنَى مُقَابِلَةٌ لِمِنْ
سَوَاءٌ كَانَ فِي الْمَكَانِ نَحْوُ خَرَجْتُ إِلَى السُّوقِ أَوِ الزَّمَانِ

نَحْوُ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ" (ص ۳۲۹)۔

اور الی نحو کے لئے ہے یعنی انتہاء غایت کے لئے ہے تو یہ اس معنی میں
بالمقابلہ من ہوتی ہے عام ازیں کہ مکان کے لئے ہو مثلاً میں بازار تک
گیا یا زمان کے لئے ہو جیسے (اللہ کا ارشاد ہے) رات تک روزہ پورا
کرو۔ اور حتی بھی الی کی طرح انتہاء غایت کے لئے ہے شرح جامی میں
ہے

"وَحَتَّى كَذَلِكَ أَيْ مِثْلُ إِلَى فِي كَوْنِهَا لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ" (ص ۳۲۸)۔

اور حتی بھی اسی طرح ہے یعنی مثل الی انتہاء غایت میں۔ اور شرح مائۃ
عامل میں ہے۔

"وَحَتَّى لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ فِي الزَّمَانِ نَحْوُ بِتُّ الْبَارِحَةَ حَتَّى
الصَّبَاحِ وَفِي الْمَكَانِ نَحْوُ سِرْتُ اللَّيْلَةَ حَتَّى السُّوقِ" (ص ۸)

اور حتی انتہاء غایت کے لئے زمان میں مثل میں گذشتہ شب سویا صبح تک اور
مکان میں بھی (انتہاء غایت کے لئے ہے)۔ جس طرح کہ میں نے شہر کی بازار تک
سیر کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ الی ہو یا حتی دونوں زمان ومکان میں انتہاء غایت کو
بیان کرتے ہیں تو مذکورہ حدیث میں انہوں نے ظہر کو اس کے غایہ آخر میں پڑھنے کو
بیان کیا ہے نہ کہ ظہر کو عصر کے وقت میں مگر وہابی صاحب اپنا مذہب ثابت کرنے کو
حدیث کی بھی من گھڑت تشریح کر رہا ہے صد افسوس اس کے کرتوتوں پر۔

خامساً جو الفاظ غیر مقلد صاحب نے شرح جامی کی طرف منسوب کئے ہیں
ہمیں تلاش کے باوجود نہیں مل سکے البتہ شرح جامی میں حتی کے متعلق یہ عبارت ہے۔

"وَحَتَّى كَذَلِكَ أَيْ مِثْلُ إِلَى فِي كَوْنِهَا لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ"۔

(جامی ص ۳۲۹ طبع دہلی بحث حروف)

اور حتی بھی اس کی مثل ہے یعنی الی کی مثل انتہاء غایت کے بیان میں۔

غیر مقلد کے خود ساختہ کلیہ کا رد

اگر غیر مقلد کی جامی کی طرف منسوب کردہ عبارت صحیح بھی مان لیں تو بھی غیر مقلد کا مدعی اس سے ثابت نہیں کیونکہ اس کا مدعی ہے کہ حتیٰ انتہاء فعل کے لئے ہے انتہاء مفعول کے لئے نہیں جب کہ جامی کی عبارت ہم نے نقل کی ہے اس میں یہ نہیں کہ حتیٰ انتہاء مفعول کے لئے نہیں آتا معلوم ہوا کہ حتیٰ انتہاء مفعول کے لئے نہیں آتا کا کلیہ وہابی جی نے اپنے پاس سے گھڑا ہے جو کہ حقیقت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کبھی حتیٰ فعل مفعول دونوں کی انتہاء بیان کرتا ہے

مثال اول

"اکلت السمکۃ حتی راسہا"۔

یہاں حتیٰ اکلت فعل اور السمکۃ مفعول پہ دونوں کی انتہاء بیان کر رہا ہے۔ یعنی میرے کھانے کی انتہاء مچھلی کے ختم ہونے پر ہوئی۔

مثال دوم

"سرت البارحۃ حتی الصباح" میں نے گذشتہ شب صبح تک سیر کی۔ اس میں حتیٰ سرت فعل اور البارحۃ مفعول فیہ دونوں کی انتہاء بیان کر رہا ہے۔ یعنی میرے چلنے کی انتہاء رات ختم ہونے پر ہوئی۔ اور اخر الظہر بھی اسی قبیل سے ہے یعنی اس میں بھی حتیٰ فعل و مفعول دونوں کی انتہاء کو بیان کر رہا مطلب یہ کہ ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھا تو جمع صوری ہوئی نہ کہ جمع حقیقی۔ مگر وہابی اپنا مذہب بچانے کو یہ جو ڈھکوسلے گھڑ رہا ہے۔ واضح رہے کہ اس کے بعد مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث باب کے آخر تک غیر مقلدوں کے اعتراضات کے محققانہ جوابات دیئے ہیں اس پر وہابی صاحب نے کچھ نہیں لکھا جو کہ اس کے جواب سے عاجزی اور شکست کی دلیل ہے۔ بہر حال ہم قارئین کے استفادہ

کو جاء الحق سے اس باب کی بقیہ عبارت بھی لکھ رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳

طحاوی شریف میں حضرت نافع سے روایت کی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں

"حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ غُيُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ"

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہونے کا وقت آ گیا تو اترے پس مغرب و عشاء جمع فرمائیں اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا جب سفر میں جلدی ہوتی"

اس حدیث میں صراحت مذکور ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما شفق غائب ہونے کے وقت یقیناً آپ نے مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی۔

الجواب

یہ بھی آپ کی غلط فہمی پر مبنی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شفق غائب کے بعد اترے معنی بالکل ظاہر ہے جب شفق غائب ہونے لگی یعنی غائب ہونے کے قریب ہوئی تب اترے نماز مغرب پڑھتے ہی غائب ہو گئی اور وقت عشاء آگیا۔ عشاء پڑھ لی۔ ہم پہلے اعتراض کے جواب میں ان ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل شریف بیان کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ آپ نے مغرب آخر وقت میں پڑھی اور عشاء اول وقت میں پڑھی۔ وہ حدیث تمہاری اسی حدیث کی تفسیر ہے۔

اعتراض نمبر ۴

اگر ہر نماز اپنے وقت میں ہی پڑھنی چاہئے اور سفر وغیرہ عذر کی حالت میں بھی ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا گناہ ہے تو وہابی لوگ بتائیں کہ حج عرفات

میں ظہر وعصر ملا کر کیوں پڑھتے ہیں ظہر کے وقت میں عصر اور دسویں ذی الحجہ کی شب
کو مزدلفہ میں مغرب وعشاء ملا کر عشاء کے وقت میں کیوں پڑھتے ہیں حنفی بھی وہاں
نمازوں کا جمع کرنا جائز کہتے ہیں۔ جب حج کے موقع پر نماز ظہر وعصر ایسے ہی مغرب
وعشاء حقیقی طور پر ایک ہی وقت میں جمع ہو گئیں تو اگر سفر میں جمع ہو جاویں تو کیا حرج
ہے۔ حنفیو! تم یہ قرآن اور حدیث حج میں کیوں بھول جاتے ہو؟ (یہ وہابیوں کا
انتہائی اعتراض ہے)

بجواب

جناب نہ تو عرفہ میں عصر، ظہر کے وقت میں ادا ہوتی ہے نہ مزدلفہ میں مغرب
عشاء کے وقت میں بلکہ وہاں حجاج کے لئے عصر کا وقت ظہر کی طرف اور مغرب کا
وقت عشاء کی طرف منتقل ہو گیا ہے یعنی وہاں مغرب کا وقت شفق غائب ہونے کے
بعد شروع ہوتا ہے اور عصر کا وقت ظہر پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے جیسے وتر کا وقت
عشاء کے فرض پڑھتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہاں نمازیں اپنے وقت سے نہ
ہٹیں بلکہ نمازوں کے اوقات ہٹ گئے۔ نمازیں اپنے وقت ہی میں ہوئی اور تم
نمازوں کو اپنے وقت سے ہٹاتے ہو۔ وقت ہٹ جانے اور نماز ہٹ جانے میں بڑا
فرق ہے اس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ اگر حاجی عرفہ ظہر اپنے ہمیشہ کے وقت میں پڑھے
اور عصر ہمیشہ کے وقت تو سخت گنہگار ہو گا گویا اس نے عصر قضاء کر دی اور اگر اس دن
مغرب کی نماز اپنے ہمیشہ کے وقت میں پڑھی اور عشاء اپنے معمول کے وقت میں تو
نماز مغرب ہو گی نہیں اور یہ کرنے والا سخت گنہگار ہو گا اس نے مغرب کی نماز وقت
سے پہلے پڑھ لی معلوم ہوا کہ آج ان نمازوں کے وقت ہی بدل دیئے گئے ہیں لیکن
اگر مسافر ظہر وعصر جمع نہ کریں ظہر اپنے وقت میں پڑھے اور عصر اپنے وقت میں ایسے
ہی مغرب اپنے وقت میں اور عشاء اپنے وقت میں پڑھے تو گنہگار نہیں ہوتے بلکہ
بلا کراہت جائز کہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تمہارے نزدیک بھی سفر میں وقت نماز نہیں بدلتا

بلکہ نماز دوسرے وقت میں ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا حاجیوں کی عرفہ اور مزدلفہ والی نماز
اپنے وقت میں ادا ہوتی ہے اور مسافر کا سفر میں نمازیں جمع کرنا بھی قرآن مجید کے
خلاف ہے احادیث کے بھی حج میں اوقات نماز میں تبدیلی حدیث مشہور بلکہ صحیح
متواتر معنوی سے ثابت ہے۔ اس پر اسی طرح عمل واجب ہے جیسے آیات قرآنیہ پر
عمل واجب ہے ہم نے یہاں جمع نماز کا مسئلہ مختصر طور پر ذکر کر دیا ہے۔ اگر تفصیل سے
دیکھنا ہو تو حاشیہ بخاری نعیم الباری پر یہی بحث ملاحظہ کرو انشاء اللہ لطف آ جائے گا۔

ناظرین کو ان عقلوں سے پتہ چل گیا ہو گا کہ مذہب حنفی نہایت مضبوط، مدلل
اور بہت ہی قوی اور قرآن وحدیث کے بالکل مطابق ہے۔ وہابی غلط فہمی میں مبتلا ہیں
ان کے مذہب کی بنیاد غلطی پر قائم ہے رب تعالیٰ ہم کو اس مذہب حنفی پر قائم رکھے
ہمارا دین حنفی ہے مذہب حنفی یعنی ملت ابراہیمی اور مذہب نعمانی۔

اب ہم اپنے موقف پر کہ سفر میں حج کے مخصوص دن و اوقات اور مخصوص
نمازوں کے سوا نمازیں جمع کرنا جائز نہیں دلائل پیش کرتے ہیں۔

"وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ"۔

موقف احناف کی ترجیح پر دلائل

دلیل نمبر ۱

ہمارے موقف کی روایت کی تائید قرآن کی اس واضح وصریح آیت سے ہوتی
ہے کہ:

"إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا"۔

"بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے مقررہ وقتوں میں"۔

جبکہ فریق ثانی کے موقف کی روایت اس آیت کے بھی خلاف اور ان احادیث
کے بھی مخالف جن میں نماز مطلقاً وقت میں پڑھنے کی تاکید اور وقت گزار کر پڑھنے
سے منع اور وعید ہے۔

دلیل نمبر۲

جن احادیث میں نماز وقت پر پڑھنے کی تاکید اور وقت گزار کر پڑھنے پر وعید آئی وہ سب قولی ہیں اور جن روایت سے فریق ثانی جمع بین الصلوتین استدلال کرتا ہے فعلی ہیں اور یہ اصول ہے کہ جب قول وفعل میں تعارض آئے تو قول کو ہے بالخصوص اس جگہ احادیث قولی کو مذکورہ آیت کی تائید بھی حاصل ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں

"إنه تعارض القول والفعل والصحيح حينئذ عند الأصوليين ترجيح القول"۔

"بے شک وہ قول وفعل میں تعارض ہے اور صحیح یہ ہے کہ دریں صورت اہل اصول کے نزدیک ترجیح قول کو ہے"۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج۱ کتاب النکاح تحریم النکاح المحرم)

اسی طرح عمدة الاصول فی حدیث الرسول ص ۳۲ پر ہے۔

"والثاني ترجيح القولي على الفعلي إذا كان حكمه عاما والفعل في حيز الاحتمال من خصوص والعذر"۔

دوسرا اصول یہ کہ قولی کو فعلی پر ترجیح ہے۔جب کہ قولی میں حکم عام ہو اور فعل تخصیص اور عذر کے محل میں ہو۔

دلیل نمبر۳

جن روایت سے مخالف کا استدلال ہے وہ ان سے جمع بین الصلوتین کی رخصت کا دعوی کرتے ہیں جب کہ قرآن وحدیث اس پر ناطق اور اجماع امت ثابت ہے کہ وقت نماز کے لئے شرط ہے اور یہی اصول مسلمہ ہے کہ جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جاتا لہذا اگر امر واقع میں رخصت ثابت نہ ہو تو یہ حضرات جمع تقدیم کی صورت میں وقت سے پہلے پڑھی گئی نماز سے ہی محروم ہوئے اور گناہ سر

پر آیا اور جمع تاخیر کی صورت میں عمدا وقت گزار کر پڑھنے کا گناہ سر پر آیا جبکہ اگر امر واقع میں رخصت جمع بین الصلاتین ثابت ہو تو ہم محض رخصت سے محروم ہوئے وہ بھی اجتہاد اور کہ مکابرۃ تو اس میں شرعا گرفت نہیں لہذا صاحب عقل سلیم جان جائے گا کہ مذہب حناف وہی ترجیح ہونی چاہیے۔

دلیل نمبر۴

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ جمع بین الصلاتین جائز نہ ہو کیونکہ سفر سے بڑا عذر مرض ہے تو بحالت مرض نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی اجازت نہیں آئی بلکہ یہ آیا ہے کہ مریض سے جیسے ہو سکے نماز ادا کرے۔

معذور کی نماز کا حکم:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

"كانت بي بواسير فسألت النبي صلى الله عليه وسلم عن الصلوة فقال صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب قال في الفتح القدير رواه الجماعة إلا مسلما وزاد النسائي فإن لم تستطع فمستلقيا لا يكلف الله نفسا إلا وسعها"۔

(رسائل الارکان للابی العیاش عبدالعلی محمد) (ص۸۳)

مجھے بواسیر کا مرض تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صورت میں نماز کا حکم پوچھا تو آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو پہلو کے بل پڑھو فتح القدیر میں کہا ہے کہ مسلم کے سوا ایک جماعت محدثین نے روایت کیا اور نسائی نے یہ زیادہ کہا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکو تو پیٹھ کے بل ہو کر پڑھو کیونکہ اللہ کسی جان پر اس کی وسعت کے سوا بوجھ نہیں ڈالتا۔

دوم دشمن کا خوف بھی سفر سے بڑا عذر ہے اس صورت میں بھی نمازیں جمع کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ قرآن میں نماز خوف پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز خوف پڑھ کر دکھائی تو اگر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی رخصت ہوتی تو ان مذکورہ صورتوں میں بھی ہونی چاہیے تھی کیونکہ یہ سفر سے بڑھ کر عذر ہیں۔

دلیل نمبر ۵

تم جن روایتوں سے جمع بین الصلوٰتین پر استدلال کرتے ہو وہ اخبار احاد ہیں تو خبر واحد سے قرآن کی نص قطعی پر زیادتی جائز نہیں۔ رسائل الارکان کے ۱۴۴ پر صاحب کتاب ابوالعیاش عبدالعلی محمد لکھتے ہیں۔

نص قطعی کا ابطال خبر واحد سے جائز نہیں

"اِذَا کَانَ الصَّلٰوۃُ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا بِالنَّصِّ الْقَاطِعِ فَلَا یَجُوْزُ اِبْطَالُهَا بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَیَجِبُ رَدُّ تِلْکَ الْاَخْبَارِ اَوْ تَاوِیْلُهَا"۔

جبکہ نماز کا وقت مقررہ پر فرض ہونا نص قطعی سے ثابت ہے تو پھر خبر واحد سے (اس نص) کا ابطال جائز نہیں تو واجب ہے ان اخبار کا رد یا تاویل۔

جب دلیل میں احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے

دلیل نمبر ۶:

جن روایات سے فریق ثانی نمازیں جمع کرنے پر استدلال کرتا ہے ان میں احتمال ہے اور یہ اصول ہے کہ جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

احتمال کی مثالیں

بخاری کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ

"قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ صَلٰوۃِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذَا کَانَ عَلٰی ظَهْرِ سَیْرٍ وَّیَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ"۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر ہوتے تو ظہر وعصر کو جمع کرتے اور مغرب وعشاء کو۔

اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ دو نمازیں ایک وقت میں پڑھتے یہ جمع حقیقی ہے جس کا فریق ثانی قائل و فاعل ہے دوسرا احتمال یہ کہ آپ نماز کو اس کے آخر وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں ادا فرماتے ہر نماز اپنے وقت میں ہوتی یہ جمع صوری ہے جس کے جواز کے ہم احناف قائل ہیں پہلا احتمال نص قرآنی اور ان متعدد احادیث کے خلاف ہے جن میں ہر نماز اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے لہٰذا اس روایت کی یہ تاویل کرنا لازم ہے کہ اس سے مراد جمع صوری ہے۔ دوسری روایت ابوداؤد شریف نے نافع سے روایت کی۔

"اِنَّ ابْنَ عُمَرَ اُسْتُصْرِخَ عَلٰی صَفِیَّةَ وَهُوَ بِمَکَّةَ فَسَارَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُوْمُ فَقَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا عَجِلَ بِهٖ اَمْرٌ فِیْ سَفَرٍ جَمَعَ بَیْنَ هَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ فَسَارَ حَتّٰی غَابَ الشَّفَقُ فَنَزَلَ فَجَمَعَ بَیْنَهُمَا"۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی بیوی صفیہ کی موت کی خبر دی گئی تو آپ وہاں جانے کے لئے چلے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے پس آپ نے فرمایا کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر میں کوئی جلدی کا امر پیش ہوتا تو آپ ان دو نمازوں کو جمع فرما لیتے پھر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی پس آپ اترے تو ان دونوں نمازوں (مغرب وعشاء) کو جمع کر کے پڑھا۔ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ شفق غروب کے قریب ہو گئی دوسرا احتمال یہ ہے

کہ شفق احمر غروب ہوئی نہ کہ شفق ابیض جب کہ احناف کے نزدیک شفق احمر کے بعد شفق ابیض کے غروب یعنی آسمان کے کناروں کی سرخی کے بعد سفیدی کے غروب تک مغرب کا وقت رہتا ہے تو دریں صورت مغرب کو اپنے آخر وقت میں پڑھا تھا احتمال یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز مغرب تو غروب شفق سے قبل پڑھ چکے تھے مگر ان دو نمازوں کو عشاء پڑھ کر جمع غروب شفق کے بعد کیا کیوں کہ جمع کا اطلاق دوسری نماز پڑھنے کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں تصریح ہے کہ آپ مغرب پڑھنے کے بعد عشاء کے وقت کا انتظار فرماتے رہے جب وقت آیا تو اسے ادا فرمایا چنانچہ روایت یوں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن واقد رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں

"اِنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ قَالَ الصَّلٰوةُ قَالَ سِرْ سِرْ حَتّٰی اِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِيْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ مَسِيْرَةَ ثَلَاثٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ ابْنُ جَابِرٍ نَحْوَ هٰذَا بِمَعْنَاهُ"۔ (ابوداؤد شریف ج ا باب الجمع بین الصلاتین)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے موذن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو عرض کی کہ نماز پڑھ لیں آپ نے فرمایا چلیں چلیں یہاں تک کہ جب شفق غائب ہونے سے قبل کا وقت آیا تو اترے تو نماز مغرب ادا کی پھر منتظر رہے جب شفق غروب ہوئی تو نماز عشاء ادا فرمائی پھر فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر میں کوئی جلدی کا امر درپیش ہوتا تو آپ اسی طرح کرتے جس طرح میں نے کیا۔ پھر آپ نے اس دن اور رات کو تین منزلیں سفر کیا ابوداؤد نے کہا کہ اسی کی مثل ابن جابر نے اس کو اپنی سند سے بیان کیا۔ غیر مقلدوں کی پیش کردہ تیسری روایت۔ ابوداؤد شریف نے حضرت انس بن مالک رضی

اللہ عنہ سے روایت کی۔

"قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّهْرَ اِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَاِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ثُمَّ رَكِبَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔

(ج ا باب الجمع بین الصلاتین)

بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے قبل سفر کے لئے چلنے کا قصد کرتے تو ظہر کو وقت عصر تک موخر فرماتے پھر ان دونوں کو جمع کرتے اور اگر کوچ سے قبل سورج ڈھل چکا ہوتا تو ظہر و عصر پڑھتے پھر سفر کرتے۔

واضح رہے کہ اس سے یہ لازم نہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے فوراً بعد ظہر و عصر پڑھ لیتے بلکہ اس کا یہ معنی کرنا قرآن کی نص قطعی اور ان متعدد احادیث کے خلاف ہے جن میں نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے لہٰذا اس کی یہی مراد ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد سفر کا قصد فرماتے تو ظہر و عصر کو اپنے اپنے وقت میں ادا کر کے چلتے۔ غیر مقلدوں کی پیش کردہ چوتھی روایت ابو طفیل عامر نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

"قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَّالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ"۔

(مسلم ج ا باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر، ابوداؤد ج ا باب الجمع بین الصلاتین)

جنگ تبوک کے موقعہ پر ہزاروں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم موجود تھے جو کہ

سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے مگر جمع بین الصلوتین کی روایت ایک یا دو صحابہ نے کی بلکہ بعض حاضرین سے اس کا انکار بھی منقول ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وقت نماز پڑھتے نہ دیکھا مگر دو نمازیں جمع کیں مغرب وعشاء یعنی جمع مزدلفہ میں اور اس دن فجر معتاد وقت سے قبل ادا فرمائی۔ اسے شیخین کے علاوہ ابوداود ونسائی نے بھی روایت کیا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ بھی جمع بین الصلوتین کے جواز کی نفی کرتا ہے۔

دو نمازیں ایک وقت میں نہ کرو حضرت عمر کا فرمان

امام محمد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ثقات راویوں سے پہنچا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آفاق سلطنت میں حکم نامہ جاری فرمایا کہ دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہ کرو اور انہیں خبر دی کہ دو نمازیں جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ (رسائل الارکان ص ۱۴۷)۔

جمع حقیقی کے قائلین کے موقف کا ضعف

فریق ثانی کے موقف کے ضعف پر دلیل یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین کے قائلین میں جمع کی صورت وکیفیت میں مختلف ان روایات کے اختلاف واضطراب پر دلالت کرتا ہے جن سے فریق ثانی کا جمع بین الصلوتین پر استدلال ہے تو ان روایات میں اختلاف واضطراب ان کے مذہب وموقف کے ضعف پر واضح دلیل ہے

جمع بین الصلوتین کے جواز کے قائلین کا اختلاف:

علامہ نووی امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب جمع بین الصلوتین کے متعلق لکھتے

"اَنَّ الشَّافِعِيَّ وَالْأَكْثَرُوْنَ يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِيْ وَقْتِ أَيِّهِمَا شَاءَ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِيْ وَقْتِ أَيِّهِمَا

شَاءَ فِيْ السَّفَرِ الطَّوِيْلِ وَفِيْ جَوَازِهِ فِي السَّفَرِ الْقَصِيْرِ قَوْلَانِ لِلشَّافِعِيِّ أَصَحُّهُمَا لَا يَجُوْزُ فِيْهِ الْقَصْرُ"

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۴۵)

امام شافعی اور اکثر نے کہا کہ جائز ہے جمع ظہر وعصر میں ان دونوں کے جس وقت میں چاہے اور مغرب وعشاء میں ان دونوں کے جس وقت میں چاہے طویل سفر میں اور چھوٹے سفر میں اس کے جواز وعدم جواز میں امام شافعی کے دو قول ہیں ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں نماز قصر اور جمع جائز نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس اختلاف کو یوں بیان کرتے ہیں

"وَقِيْلَ يَخْتَصُّ الْجَمْعُ بِمَنْ يَجِدُّ فِي السَّيْرِ قَالَهُ اللَّيْثُ وَهُوَ الْقَوْلُ الْمَشْهُوْرُ عَنْ مَالِكٍ وَقِيْلَ يَخْتَصُّ بِالْمُسَافِرِ دُوْنَ النَّازِلِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ حَبِيْبٍ وَقِيْلَ يَخْتَصُّ بِمَنْ لَهُ عُذْرٌ حُكِيَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ وَقِيْلَ يَجُوْزُ جَمْعُ التَّأْخِيْرِ دُوْنَ التَّقْدِيْمِ وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنْ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَاخْتَارَهُ ابْنُ حَزْمٍ"

(فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر ج ۲ ص ۵۰۳)

کہا گیا ہے کہ جمع (کا جواز) اس سے خاص ہے جسے سفر میں جلدی ہو اس کے قائل لیث ہیں اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور کہا گیا کہ یہ مخصوص ہے مسافر کے ساتھ منزل پر ٹھہرنے والے کے لیے نہیں یہ قول ابن حبیب کا ہے اور کہا گیا ہے اس سے مخصوص ہے جس کے لیے عذر ثابت ہو امام اوزاعی سے حکایت کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ جمع تاخیر جائز ہے جمع تقدیم جائز نہیں

یہ امام مالک وامام احمد سے مروی ہے اسی کو ابن حزم نے اختیار کیا ہے

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"وَمَنَعَهُ قَوْمٌ إِلَّا بِعَرَفَةَ فَيَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَمُزْدَلِفَةَ فَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَالنَّخَعِيِّ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَصَاحِبَيْهِ وَقَالَ الْمَالِكِيَّةُ يَخْتَصُّ بِمَنْ يَجِدُّ فِي السَّيْرِ وَبِهِ قَالَ اللَّيْثُ وَقِيلَ يَخْتَصُّ بِالسَّائِرِ دُونَ النَّازِلِ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ حَبِيبٍ وَقِيلَ يَخْتَصُّ بِمَنْ لَهُ عُذْرٌ حُكِيَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ وَقِيلَ يَجُوزُ جَمْعُ التَّأْخِيرِ دُونَ التَّقْدِيمِ وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنْ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَاخْتَارَهُ ابْنُ حَزْمٍ"۔

(ارشاد الساری شرح البخاری للعلامہ احمد بن محمد قسطلانی ج ۲ ص ۳۰۰)

اور ایک جماعت نے جمع سے منع کیا ہے۔ مگر ان کے نزدیک عرفات میں حج کے دن ظہر وعصر کو جمع کیا جائے اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کیا جائے۔ اور یہ قول امام حسن بصری اور امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے دو شاگردوں (امام محمد وامام ابویوسف) کا ہے اور مالکیہ نے کہا کہ جمع کا جواز مخصوص ہے اس سے جسے سفر میں جلدی ہو اور یہی امام لیث نے کہا اور کہا گیا کہ یہ مخصوص ہے جو سفر کر رہا ہو سوا ٹھہرے ہوئے کے۔ اور یہ ابوحبیب کا قول ہے اور کہا گیا کہ یہ مخصوص ہے اس سے جس کا عذر ہو یہ امام اوزاعی سے حکایت ہوا اور کہا گیا جمع تاخیر جائز ہے نہ کہ جمع تقدیم اور یہ مروی ہے امام مالک اور امام احمد سے اور اسے اختیار کیا ابن حزم نے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ زین الدین سے مسئلہ جمع بین الصلوتین پر چھ (۶) اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے ایک قول حج کے دن عرفات ومزدلفہ کے سوا مطلقاً اس کے عدم جواز پر ہے جس کے قائل احناف اور امام حسن بصری، ابن سیرین، ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ ہیں اور باقی پانچ اقوال مختلف جمع بین الصلوتین کے مجوزین کے ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۷ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

جمع بین الصلوتین میں اختلاف اور اس کے عدم جواز پر ایک محققانہ تبصرہ

علامہ ابوالحیاش عبدالحی محمد الانصاری نے اپنی تصنیف رسائل الارکان میں اس اختلاف کو یوں بیان کیا ہے:

"قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ مِنْ رُخَصِ الْمُسَافِرِ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَكَذَا بَيْنَ صَلَاتَيِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَاسْتَدَلَّ بِمَا عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ عَلَيْهِ السَّيْرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى أَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ لِيَجْمَعَ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَإِنْ رَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِنِ ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَنْزِلَ ثُمَّ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَصُورَةُ الْجَمْعِ صُورَتَانِ جَمْعُ التَّأْخِيرِ بِأَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ الْأُولَى عَنْ وَقْتِهَا وَيَجْمَعَ فِي وَقْتِ الْمُتَأَخِّرِ وَجَمْعُ التَّقْدِيمِ بِأَنْ يُقَدِّمَ الثَّانِيَةَ عَنْ وَقْتِهَا وَيُؤَدِّيَ فِي وَقْتِ الْأُولَى وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ يُجَوِّزُ كِلَا الْجَمْعَيْنِ لِحَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يَصِحُّ جَمْعُ التَّقْدِيمِ وَيَصِحُّ جَمْعُ التَّأْخِيرِ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ وَفِي الْمَشْهُورِ عَنْ مَالِكٍ إِنَّهُ لَا يَجْمَعُ إِلَّا عِنْدَ الْجِدِّ فِي السَّيْرِ وَعِنْدَنَا وَعِنْدَ الْإِمَامِ أَحْمَدَ لَا يَجُوزُ الْجَمْعُ لِلْمُسَافِرِ أَصْلًا لَا عِنْدَ النُّزُولِ وَلَا فِي الْجِدِّ فِي السَّيْرِ لَا جَمْعَ التَّقْدِيمِ وَلَا

جمع التاخیر والیه ذهب الشیخ الاکبر صاحب الفتوحات قدس سره وحجتنا ان تعیین الاوقات مقطوع لا شبهة فیه قال الله تعالی ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا فدل الآیة علی ان الصلوة موقتة بوقت فلا یجوز التقدیم علیه ولا التاخیر فلا یصح الجمع قال الامام محمد قد بلغنا عن عمر بن الخطاب انه کتب الی عماله فی الآفاق ونهاهم ان یجمعوا بین الصلوتین فی وقت واحد واخبرهم بان الجمع بین الصلوتین کبیرة من الکبائر قال الامام محمد اخبرنا بذلک الثقات من العلماء واذا کان الصلوة کتابا موقوتا بالنص القاطع فلا یجوز ابطالها بخبر الواحد فیجب رد تلک الاخبار او تاویلها ان قبلة وایضا خبر الجمع انما نقلوا فی غزوة تبوک وکان فی تلک الغزوة الاف من الرجال وکان کل صلوا خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یخبر منهم الا واحد او اثنان ولم یشتهر ولم یرو غیره بل بعض الحاضرین انکروا ذلک حتی قال ابن مسعود ما رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی صلوة لغیر میقاتها الا صلی الفجر یومئذ قبل میقاتها رواه الشیخان وابو داود والنسائی"۔

(رسائل الارکان للشیخ ابی العیاش عبد العلی محمد انصاری ص ۱۲۶ تا ۱۲۷)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مسافر کو رخصت دی گئی ہے ظہر وعصر کو جمع کرنے میں اور اسی طرح مغرب وعشاء جمع کرنے میں اور استدلال کیا اس سے جسے بیان کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جب جلدی کے سفر پر ہوتے تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر فرماتے تو ان دونوں کو جمع فرماتے اور مغرب کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ اسے اور عشاء کو جمع فرماتے اسے شیخین (امام بخاری وامام مسلم) نے روایت کیا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں تھے جب چلنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ظہر وعصر کو جمع فرماتے اور جب سورج ڈھلنے سے قبل سفر کرتے تو ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر پڑھنے کو اترتے اور مغرب میں بھی اس کی مثل کرتے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غروب سورج سے قبل سفر کو نکلتے تو مغرب مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عشاء پڑھنے کو اترتے پھر ان دونوں کو جمع فرماتے اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور جمع دو صورتوں پر ہے ایک یہ کہ پہلی نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرے اور پچھلی کے وقت میں جمع کرے اور دوسری جمع تقدیم ہے وہ یہ کہ پچھلی کو مقدم کر کے پہلی کے وقت میں پڑھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جمع کی ان دونوں صورتوں کو جائز کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی بنا پر اور بعض کے نزدیک جمع تقدیم صحیح نہیں لیکن جمع تاخیر صحیح ہے اور یہ روایت امام احمد سے ہے اور امام مالک سے مشہور روایت میں یہ ہے کہ جمع نہ کی جائے مگر جب کہ سفر میں جلدی ہو اور ہمارے نزدیک اور (ایک روایت میں) امام احمد کے نزدیک مسافر کو جمع اصلاً جائز نہیں نہ نزول کے وقت اور نہ جلدی کے سفر میں اور نہ جمع تقدیم اور نہ ہی جمع تاخیر اس طرف گئے ہیں شیخ اکبر صاحب فتوحات قدس سرہ اور ہماری دلیل ہے کہ تعیین اوقات نماز قطعی ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک نماز ایمان والوں پر مقرر ہ اوقات

میں فرض ہے پس آیت قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ نماز موقت ہے معین وقت کے ساتھ جس پر نہ تقدیم جائز اور نہ اس سے تاخیر پس جمع جائز نہیں امام محمد نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی کہ آپ نے اپنے حکام کی طرف اطراف میں حکم لکھ بھیجا جس میں انہیں دو نمازیں جمع کرنے سے منع فرمایا اور انہیں خبر دی کہ دو نمازیں جمع کرنا کبائر میں سے کبیرہ گناہ ہے۔ امام محمد نے کہا کہ یہ روایت ہم کو ثقات علماء سے پہنچی اور جب نماز کا مقرر وقت نص قطعی سے ثابت ہے تو اس کا ابطال خبر واحد سے جائز نہیں پس ان اخبار (جن میں نمازوں کے جمع کا ظاہراً ثبوت ہے) کا رد کرنا یا تاویل کرنا واجب ہے نیز جمع کی روایت جسے انہوں نے غزوہ تبوک میں نقل کیا حالانکہ اس غزوہ میں ہزاروں صحابہ موجود تھے اور ان کی ہر نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتی تھی تو ان میں سے اس روایت کو ایک یا دو کے سوا کسی نے بیان نہ کیا اور نہ یہ مشہور ہوئی بلکہ بعض حاضرین نے اس کا انکار کیا یہاں تک کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز اس کے وقت کے علاوہ پڑھتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ آپ نے دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں مغرب و عشاء اور فجر کو آپ نے اس دن اس کے معتاد وقت سے پہلے پڑھا اسے شیخین نے روایت کیا اور ابوداؤد و نسائی نے اس بیان سے معلوم ہوا کہ دو نمازیں جمع کرنے میں غیر مقلد وہابیوں کا مذہب نہایت ضعیف ہے بلکہ نص قطعی قرآنی کے خلاف۔

مذہب احناف قرآن واحادیث کے مطابق ہے:

اور بحمد اللہ تعالیٰ مذہب احناف احادیث واضحہ صریحہ اور قرآن کے مطابق

ہے۔

اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ہر مسلمان کو اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس پر ہی نصرت الحق حصہ دوم اختتام کو پہنچا۔

اس کے بعد انشاء اللہ حصہ سوم کا آغاز ہوگا اللہ تعالیٰ اسے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے اہل ایمان کے لئے نافع اور مفید کرے اور راقم ناچیز اور اس کے والدین اور متوفی بیٹے محمد ارشد کے لئے ذریعہ نجات۔

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"

آمین ثم آمین یارب العلمین بجاہ رسولہ الکریم الامین۔

فقیر محمد محبت علی قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۹ اگست ۲۰۰۷ء

مولانا محمد محبت علی قادری

کی یادگار تصانیف

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ سکندریہ
حزب الاحناف
گنج بخش روڈ، لاہور